

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا

بلا اجازت مصنف کی اختیار طبع کرنے یا طبع کرانے کا نہیں ہے
صفت کو دشمن ہوا اور زبان سالکاب معلوم کا دشمن ہوا
خدا کی عاقبت خیر ہے
مجلس اول
مجلس اول

بغیر منظرہ ہی شعبہ دینی باہمی جناب مولوی شیخ احمد صاحب پوندی و ملکیا ست جیو شریہ جناب
مولوی محمد جبار خان صاحب شکوہ آباد کی سنی ایک مرتبہ بعنوان استقرار حق نجات قائم کر کے
کی تصنیفات سے امور ایہ النزاع کو ختم کر کے بعد قلمی امور تنقیح یہ قول فیصل حروف بہ

تیسری سیرت در کون
سیرت اسلام
سیرت اسلام

ایک بڑے سبب تمان جناب مفتی غلام محمد سکر علی صاحب قزلباش اکبر آبادی۔ لائون پر واقعات اسلام
حقیقت ظاہر کرنے دریا واقفون کو اسلام کے اصلی حالات سے خبردار کرنے اور تلافی ان کا
انی کے واسطے عام رو زبان میں مذہب اسلام و حصول نجات کا یوچ کتبہ و کھلا دیا
ہے جو سبب ہجری میں تالیف کر کے خود مصنف نے

طبع قیصر ہند میں باعقام مرزا یاور حسین
طبع قیصر ہند میں باعقام مرزا یاور حسین

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد انیرہ غفارہ یفت سید ابرار خواجہ کائنات منہج موجودات احمد محبتی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوہ خاکسار ازلی بندہ محمد عسکری قزلباش اکبر آبادی شائقین علم کلام و منتظرین نجات دارین کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہے کہ ۱۳۹۰ ہجری سے مابین جناب مولوی شیخ احمد صاحب وکیل رئیس قصبہ دیوبند وکیل ریاست جیپور و جناب مولوی محمد جہانگیر خان صاحب شکیہ آبادی و شہر اکبر آباد میں معلیٰ کرتے ہیں مذہبی مناظرہ ہو رہا ہے اور کتب انوار الہدیٰ و شمس العتقیٰ و انوار الہدیٰ و بدر الدجیٰ و تذکرۃ الخلفاء اس مناظرہ مذہبی میں فریقین نے لکھکر شایع فرمائیں جنکو میں نے بھی دیکھا۔ میرے بعض بے تعصب سنی و شیعہ دوستوں نے مجھکو بے تعصب سمجھکر واسطے تحریر قول **فنیل** کے مجبور کیا۔ لہذا یہ **قول فنیل** میں نے لکھکر اپنے دوستوں کی پسند کے رکھا۔

ناظرین کی خدمت فیض رحمت میں گزارش ہے کہ اگر مجھے تقضہ ہو تو اس کی اطلاع دی جائے گی۔

غلطی یا خطا ہو جاوے یا کاتب سے کتابت میں کوئی غلطی رہ جاوے تو منظرہ تو جبرگاہ نہ
اوسکی اصلاح کر دین میں نہ دل سے شکر گزار ہونگا۔ اور نفس مطلب کی جانب توجہ
فرماوین نکتہ چینی میں کوئی صاحب اپنا وقت ضائع فرماوین۔ کیونکہ نکتہ چینی باعث
نجات نہ میں ہو سکتی۔ البتہ حصول نجات کے متعلق جو کچھ میں نے روایات و احادیث
مستبرکناہوں سے نقل کیں ہیں اگر وہ صنوعی ہوں یا میں نے اپنے دل سے تصنیف
کر کے حوالہ کتابوں کا غلط لکھ دیا ہو نو اوسکو باعذران ظاہر نہر مادیں۔

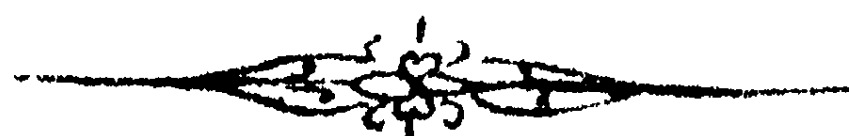
میں نے فریقین کی کتب مناظرہ سے امور بابہ النزاع کو منتخب کر کے ایک مقدمہ معسذون
استقرار حق نجات قائم کیا۔ جسنی نجات حق شیعہ کا حق شیعہ بن گواہل ہے یا سنیوں کو۔
اور اس مقدمہ میں امور پنج حسب ذیل قائم کر کے تشفی و ارفضہ لکھا ہے۔
اور حقوق آل محمد صلعم کو بالتصریح ظاہر کیا ہے۔

امور پنج

نمبر شمار	مضمون تفصیل	نمبر صفحہ
۱	باتم مولوی شیخ احمد صاحب و مولوی محمد جہانگیر خان صاحب جو مذہبی مباحثہ ہوا اوسکی کیا ضرورت تھی۔	۱
۲	کیا حضرت علی علیہ السلام شکل کشائے اور گنہگار و غلطی و غلط گواہی پر وکتے الہیہ امام علی کی لیاقت نہ کہتے تھے یا اسل لائم و سید عرب امام متقیین تھے۔	۱۲
۳	حکم جہاد کی علت خالی کیا ہو نقصان قرآن کا ذکر شیعہ کیوں کرتے ہیں۔	۳۴
۴	استحقاق درود آل محمد صلعم کو حاصل ہے یا کل اصحاب و ازواج کو۔	۵۴
۵	اسلام میں تفسیر حق مذہبی کتب شروع ہوئی اور مذہب سنی و شیعہ کتب جاری ہوا	۸۴

نمبر شمار	مضمون تفصیل	نمبر صفحہ کتاب ہذا
۰	اور کون ان کا بانی ہے اور باوصف کلمہ گوئی باہم دشمنی کیوں ہے۔	
۱	امیر معاویہ کی نسبت شیعہ اور سنیوں کے عقائد میں اختلاف کیوں ہے۔	۱۸۲
۲	باہم خلفائے ثلاث و حضرت علی و جناب سیدہ امنا و تمایا اختلاف اور بدعت	۲۲۰
	ہو سنے کا شرف کس کو حاصل ہے۔	
۳	گر وہ اسلام میں آل رسول کا معتقد اور نسا قرۃ ہے۔	۲۵۹
۴	آیات قرآنی و احادیث نبوی کے شیعہ و سنیوں میں جیسا کہ مولوی محمد جہانگیر خان	۲۸۹
	صاحب تحریر رو مانتے ہیں یا سنی جیسا کہ مولوی شیخ احمد صاحب گول فرما ہے۔	
۵	وقت خین خلافت اول و خلافت ثانی حضرت علی علیہ السلام خواہان خلافت	۲۹۷
	کیوں ہوئے اور قتل حضرت عثمان کے بعد حصوں حکومت کا کیا کیا۔	
۶	انسان سے جو گناہ اور افعال بدہ اور ہوتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں یا	۳۰۶
	انسان اسے اختیار سے کرتا ہے۔	
۷	اگر تقیہ جائز تھا تو امام حسین علیہ السلام نے بیعت نہایت سے انکار کیوں	۳۱۷
	کیا جیسا کہ مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کا اعتراض ہے۔	
۸	جبکہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت باعث نجات ہے تو حصول نجات	۳۲۲
	کی خوشی میں شادی کرنی چاہئے یا غم بہر مجالس غزا کے کرنے سے نفع کیا ہے۔	
۹	مجالس غزا کو بدعت سیئہ کہنے اور مانعت کہنے سے مولوی محمد جہانگیر خان	۳۲۶
	صاحب کی کیا غرض ہے۔	
۱۰	عاشور محرم یوم خوشی ہے جیسا کہ مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کا عقیدہ	۳۳۱
	ہے۔ یاروز مصیبت جیسا کہ مولوی شیخ احمد صاحب کا اعتقاد ہے۔	
۱۱	امام حسین علیہ السلام نے نہم محرم کو ایک شب کی مہلت کیوں لی۔ اگر	۳۳۸

نمبر شمار	مضمون تفصیل	صفحہ کتاب ہذا
۱۷	واقعہ شہادت نہم ہی کو ہو جاتا تو کیا ہرج نہا۔ ایک شب کی جنات با قیامندہ کے واسطے حالت تشنگی و گرسنگی میں قاسم ابن حسن کا عقد کیون کیا گیا۔	۳۵۱
۱۸	بروز شہادت حسین علیہ السلام نے صدائے استغاثہ کیوں بلند کی	۳۵۲
۱۹	اگر مضطر نہ تھے تو امام حسین علیہ السلام طفل شش ماہہ کو شکر مخالف کے روبرو کس غرض سے لاتے تھے۔	۳۵۵
۲۰	مجالس غزائے حسینؑ میں قید المحرم و مصائب المحرم کے ذکر سے حسب قول اہل سنت خاندان نبوت کی توہین ہوتی ہے یا بقول فرقہ شیعہ یہ ذکر باعث رہنمائی ہے۔	۳۵۸
۲۱	حسین علیہ السلام کی شہادت شفاعت امت کے واسطے نہی یا رسول خدا کو رتبہ شہادت حاصل ہونے کو۔	۳۷۸
۲۲	انجیل علیہ السلام کے حکم ذبح اور بچاے اونکے گوشت کی قربانی میں صلوات کیا تھی اور روم کے واسطے جو انون کی تہذیبی کس غرض سے مقرر ہوئی۔	۴۸۷
۲۳	مجموعہ تورات کتاب بسعیاہ باب ۵۳ میں کس بزرگ کے جہیز و ذبح ہونے کا تذکرہ ہے۔ اور اس شہادت کا نتیجہ ظاہر کیا گیا ہے۔	۳۹۲
۲۴	تجویر اخیر	۴۱۱
۲۵	خاتمہ	۴۲۵



تنقیح نمبر اول

باب ہم مولوی شیخ احمد صاحب و مولوی محمد جہانگیر خان صاحب

جو مذہبی مباحثہ ہوا اسکی کیا ضرورت تھی

اس تنقیح کے فیصلہ کے واسطے میں نے جہانگیر خان صاحب کی تحقیقات کی تو واضح ہوا کہ مولوی شیخ احمد صاحب نے جب تبدیل مذہب کیا اور سنی سے شیعہ ہو گئے تو اکثر اہل سنت اپنے تبدیل مذہب کے وجہ دریافت کرتے تھے جنک جوابات جدا جدا ہر شخص کو دنیا ایک طول اہل تھا لہذا نیز اطلاع خاص و عام ایک رسالہ بنام انوار الہدی شائع کیا گیا جس میں تبدیل مذہب کے مفصل اور مکمل وجہ قلمبند کئے گئے تاکہ طالبانِ اہق کو آسانی اُنکے دریافت کرنے کا موقع ملے۔ مولیٰ صاحب مدوح نے اس رسالہ میں کسی مذہب پر حملہ کیا تھا نہ کوئی ٹمہ توہین آمیز لکھا تھا۔ صرف اپنا عقیدہ ظاہر کیا تھا اس کتاب کے شائع ہونے پر پبلک کو اس قدر حق ضرور حاصل تھا اور حاصل ہے کہ مولوی شیخ احمد صاحب کے وجہ تبدیل مذہبی کی تردید میں انکی غلطیاں ظاہر کریں اور اپنے نکتہ چینیان کریں لیکن اس کتاب انوار الہدی کے مقابلہ میں جو کتاب انوار الہدی مولوی محمد جہانگیر خان صاحب شکوہ آبادی نے شائع فرمائی ہے۔ اس کتاب میں انوار الہدی کے تو ایک جملہ کا بھی جواب نہیں دیا گیا ہے نہ مولوی شیخ احمد صاحب کی غلطی بارہ تبدیل مذہب ثابت کی گئی ہے۔ بلکہ تمام دنیا کے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کو سخت سخت گالیوں دی گئی ہیں اور انتہا درجہ کی توہین مذہبی کی گئی ہے کہین لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا شیعوں کا دادا پیر ہے۔ کہین لکھا ہے کہ شیعوں میں وطی فی الدبر جائز ہے۔ کہین لکھا ہے کہ شیعوں میں اپنے بھائی کے واسطے لونڈی کی شرج

حلال کر دینا جائز ہے۔ اس قسم کے اکثر فحش کلمے فرقہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کی شان میں۔ ائمہ اہلحدی۔ بدر الدجی۔ تذکرۃ الخلفاء میں محمد جانگیر خان صاحب نے تحریر فرمائے ہیں۔ اور جب ان تہمت آمیز تحریروں کے جواب میں شیعہ مثل کتب شام کو فی کتاب لکھ دیتے ہیں۔ تو اصل سنت حدیث میں نالاش کرنے دھڑکنے پڑتے ہیں۔ مین دیکھتا ہوں کہ شیعہ ہر حالت میں جبر و تشکر کرتے ہیں۔ گالیوں بھی سنتے ہیں مگر عدالت میں نالاش کرنے نہیں جاتے۔ کیوں ہوا آخر یہ فرقہ کہ کا معتقد اور پیرو ہے یہ فرقہ مقلد سید حضرت علی مرتضیٰ کا کہ جب کو اپنے ہمہ سہ سید کیا۔ مگر اپنے ابن ماجہم کے ساتھ بھی مروث اور سخاوت کی اور اسکی بقا پر سب کیا۔ یہ فرقہ معتقد اور پیرو ہے اس حضرت حسین شہید کر بلا کا جنکے جوان بھائی جوان فرزند کم سن برادر زادے ہمیشہ زادے۔ انصار و رفقاء بیخ جفا سے ذبح ہوئے اور اپنے صبر و استقامت بچہ نشانیہ تیر ستم ہوا اور آپ نے صبر کیا۔ تین دن کی بھوک پیاس میں اپنے اکلے مثل گوسفندان قربانی کے کمال صبر و شکر کے ساتھ کٹوا دیا انھیں پٹوایا بانی میں و محافظان شیعہ شیعہ کا پیرو اور معتقد تو فرقہ شیعہ ہی ہے پھر شیعوں کا عسیر حق بجانب ہے اور صبر و شکر انکا موروثی حصہ ہے مولوی محمد جانگیر خان صاحب نے عرف فرقہ امامیہ اثنا عشریہ ہی کی دشنام دی پراکتنا میں کیا ہے بلکہ دوازدہ امام کی شان میں بھی کمال بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ کلمات تہنک آمیز تحریر فرمائے ہیں۔ انہیں سے دو تین کلمے بطور نمونہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

اظہار اہلحدی صفحہ ۴۴۔ باوجودیکہ یہ بالیقین جانتی تھیں کہ فدک میں ازواج مطہرات و عم رسول کائنات وغیرہ بھی حقوق شرعی رکھتے ہیں پھر اس درجہ اصرار و تکرار امر ناحق پر کیوں کیا۔ اور باوصف علم حق بجانب ہونے خلیفہ برحق کے سیدہ نے اپنے سینہ زحمت گنجینہ کو کنیہ سے کیوں نہ صاف و پاک کیا۔ کیونکہ تین دن سے

نزدیک مسلمان سے کہینہ رکھنا کفر ہے۔

اس عبارت کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جناب فاطمہ دختر رسول خدا صلعم نے حضرت ابو بکر سے جو مسلمان تھے تین دن سے زیادہ کیونکہ کہینہ رکھنا یہ فعل جناب حضرت سید کا (نور اللہ) داخل کفر ہے۔ اسکی پوری توضیح انشاء اللہ قبیح ہضم میں کرونگا۔

اظهار الہدی صفحہ ۳۰۔ جناب مظهر العجائب والغرائب نے باوجود مصدقیت غلط گواہی دی۔

تذکرۃ الخلفاء صفحہ ۲۰۱۔ یہ بات بھی باقرار حکیم جوینا ثابت ہوگئی کہ جناب امیر کو انتظام ملکی کی لیاقت نہ تھی۔

ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہے کہ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک (نور اللہ) حضرت علی علیہ السلام کا ذبا بھی تھے اور نالائق بھی تھے۔ کیونکہ مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کی شریعت سے آج تک کسی اہل سنت نے انکار نہیں کیا۔ بدینوجہ مولوی صاحب ممدوح کی تحریر ایسی سمجھی جاوے گی کہ گویا کل فرقتہ اہل سنت کی جانب سے ہے اب مجہور واجب ہے کہ مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کا روزمرہ بھی دکھلا دوں تاکہ ہر شخص واقف ہو جاوے کہ مولوی صاحب ممدوح مسلمانوں کے کس گروہ میں سے ہیں۔ اور آپ کی لیاقت کس درجہ تک ہے کیونکہ مسلمانوں میں متعدد گروہ ہیں کچھ بڑے۔ قصایب۔ خیاط۔ نوربان۔ مذاہن۔ بھٹیاری۔ یوہ پند۔ ایسے ہی علاقہ۔۔۔ درمی باف۔ مان بائی۔ تارکش۔ دیکھے۔ کندکاش۔ چرم ساز وغیرہ کسی تو گروہ اسلام میں داخل ہیں اور ہر گروہ کا روزمرہ جداگانہ ہے اور ہر شخص اپنے روزمرہ سے شناخت کر لیا جاتا ہے کہ کس قوم اور کس گروہ کا یہ شخص ہے۔ لہذا چند کلمہ بھت دریافت قوم و لیاقت ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ تذکرۃ الخلفاء صفحہ ۲۰۸۔ کیونکہ حکیم جوینا بچارے عبداللہ بن سبا کی ہجو میں جو

تمام جان کے شیطان پاک کا دادا پیر ہے

۲۔ کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۹۷۱۔ چشم بند وق مولف صاحب توفیق افتراہین

ارستاد اول ہین

۳۔ ایضاً صفحہ ۱۸۲۔ لکھی کو بھینسا کوڑی کو پیا بنایا ہے

۴۔ تذکرۃ الخلفاء صفحہ ۸۸۔ تف ایسے مذہب پر جو آیہ کریمہ کو بیتان ٹھہرانے

تفرین ایسی ملت پر جو کلام الہی کو پہیلی بنائے

۵۔ ایضاً صفحہ ۳۰۸۔ کیا استفتا لکھتے وقت ہنگ پیکر بیٹھے تھے یا سجون

قلم سیر حکیمہ گئے تھے۔

۶۔ ایضاً صفحہ ۳۱۷۔ اگر ہم جواب نہ لکھیں تو تم چاری کے جنے کہنا

کیا اہل سنت کے عالموں اور فاضلوں کی تہذیب علمی اسی قسم کی ہے۔

میں نے انوار الہدیٰ میں اس قسم کی غیر مذہب سر پر کوئی بھی نہ پائی۔

پس مذہب اسلام اسی قسم کے مسلمانوں کے سبب سے بدنام

ہے جس قسم کے مسلمان مولوی محمد جاںگیر خان صاحب ہین اور

اسی قسم کے مسلمانوں کی نسبت مسٹر جارجس گرانٹ ۱۸۹۳ء

کے اپنے رسالہ میں مسلمانان ہند کا معرور شد مزاج مہاکش اپنے

مذہبی توہمات کا مفتون ہونا خونخوار شہوت پرست جاہل طلاق العنان

بانی ظلم عادی نفس پرستی ظالم سانہ بے رحمیوں کے مطیع دغا باز

غاصب ہندوستان کے لوگوں کا بگڑی ہوئی اور ذلیل قوم ہونا

سینہ زوری اور وحشیانہ جذبات کا محکوم ہونا قلمبند

مشرعہ دیتے ہین جس کا ذکر آنریبل مسٹر جسٹس سید محمود

صاحب نے اپنے لیکچر مطبوعہ ۱۸۹۳ء دسمبر ۱۸۹۳ء

کے صفحہ ۷۷، ۷۸ و ۷۹ میں کیا ہے شیعوں کا یہ اثنا عشریہ میرے نزدیک اس قسم کے الزامات سے بالکل بری ہیں۔ انکی تہذیب انکا علم ادب دنیا کی کل قوموں سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرقہ اہل سنت ضرور محتاج تعلیم ہے جیسا کہ انریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب بہادر بالقابہ کی تجویز ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ فرقہ اہل سنت میں سے جن لوگوں نے سب سے پہلی ایت سر سید صاحب بہادر بالقابہ تعلیم پائی ہے وہ لوگ انتہا درجہ کے مہذب اور شایستہ ہو گئے ہیں اور ان تعلیم یافتہوں میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ جو مثل مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کے باہمی گالی گلاچ سے اپنی تصنیفات کو بدنام کرے۔ میں نے جہاں تک غور کیا تو اس تعلیم یافتہ جماعت کو اس امر کا مدعی پایا کہ باہمی سنی و شیعہ کے دلی محبت اور دلی میل بھول ہو جاوے اور سب ایک دل ہو کر اس دنیا میں بہ آسائش بسر کریں اور اتفاق باہمی سے پھر اس عروج کو حاصل کریں جو زمانہ حیات جناب سرور کا نشاۃ میں مسلمانوں کو حاصل تھا۔

مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کی تحریر مندرجہ ذیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مولوی صاحب ممدوح کی تحریر مندرجہ اظہار الہدی و بدر الدجی و تذکرۃ الخلفاء صرف اہل سنت کے کم علموں اور جاہلون کے دل خوش کرنے اور روپیہ پیدا کرنے کی غرض سے ہے نہ بنظر اظہار حق۔

کتاب تذکرۃ الخلفاء کے صفحہ ۲۷، ۲۸ میں مولوی محمد جہانگیر خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اس خلاف داب مناظرہ سے مطلب ابن سبا کے چیلون کا سوا ہے اسکے نہیں ہے کہ کسی صورت سے مشتاقان مباحثہ کو کہ جسکی شہرت تمام ممالک مغربی و شمالی میں بچ چکا ہے ہماری جانب سے بدظن کریں چونکہ ہمارے قدردان بفضل الہی ہی تو صاحب سلیقہ و ذہنی علم ہیں و سے حق شناس مقررین کے دھوکے و پھڑکی میں نہ آئیں گے۔

اور صفحہ ۷۷ کتاب مذکور میں تحریر فرمایا ہے کہ گو مطلب مفتری کا اس اختراع ہو
سراسر زبان سے سوائے اسکے نہیں ہے کہ جطر سے ہو سکے شایقین انصاف دوست
کو ہمارے نامی گرامی مباحثہ سے جسکا تذکرہ حدود عرب و عجم تک ہو رہا ہے بذطن
کردے + دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست +

راست باز عالم اور حق گو انسان کو اس بات کی کبھی پرواہ نہیں ہوتی کہ اسکی تحریر یا
تقریر سے کوئی راضی رہے یا ناراض ہو جاوے۔ دیکھو جناب رسول خدا صلعم بہت
فرماتے تھے اور اس ہدایت کی محض کفار قریش اور انکو سخت ایذا پہنچاتے تھے مگر
آنحضرت کو کبھی پرواہ نہیں ہوئی اور کلمہ حق زبان پر جاری رہا۔ راست باز انسان
کی تحریر اور تقریر بنظر اظہار حق ہوا کرتی ہے۔ نہ بنظر تالیف قلوب۔ تالیف قلوب
کرنا دوکانداروں اور مکاروں کا کام ہے۔ تاہم ریوہ تالیف قلوب اور انکی دوکانداری
ترقی ہو اور نفع عظیم حاصل ہو۔ اگر مولوی محمد جہانگیر خان صاحب نے بنظر اظہار حق کتابین
تحریر و تالیف فرمائی تھیں تو انکو اس خوشامدانہ تحریر کی کیا ضرورت تھی۔ کہ ہمارے
قدردان مفتریوں کے بھکانے سے کبھی ہم سے بدظن نہ ہوں گے۔ اور اس خوشامدانہ
تعریف کی کیا احتیاج تھی کہ ہمارے نامی گرامی مباحثہ سے جسکا تذکرہ حدود عرب و
عجم تک ہو رہا ہے مفتری ہمارے شایقین کو بذطن کرنا چاہتا ہے پھر اس عجز کی کیا
ضرورت تھی کہ۔ دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست + یعنی تم چاہے جسقدر بکاؤ
لیکن اگر ہمارا خدا ہم پر مہربان ہے تو تمہارے بھکانے سے ہماری آمدنی میں کوئی
خلل نہ پڑے گا۔ بلکہ ہماری کتابین ضرور فروخت ہوں گی اور ہم نفع اٹھاؤں گے مولوی
محمد جہانگیر خان صاحب کے اس اقرار کے مطابق میں اس نتیجہ کا یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ
مولوی شیخ احمد صاحب نے انوار الہدی حسب عقیدہ خود محض بنظر اظہار حق تالیف
فرما کر شائع کی ہے۔ اور انکی محنت تصنیف کا منافع مرزا باقر حسین صاحب کو

جو مبنی المذہب میں حاصل ہوا۔ یہ ایک سرچشمی مذہب شیعہ کے اثرات انسان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مولو صاحب مدوح نے محنت تالیف حبیب اللہ بنظر انہما حق بلا کسی نفع دنیوی کے اپنے اوپر گوارا فرمائی۔ اور اپنی کتاب کی نسبت عام اجازت دیدی کہ جو چاہے وہ چھاپے۔ اور مولوی محمد جاگیر خان صاحب نے میرے نزدیک بنظر حصول شہرت و منفعت دنیوی۔ اظہار الہدی و بدرا الہدی و تذکرۃ الخلفاء کو بازار ہمارے میں تالیف کر کے شائع کیا۔ صرف جاہلون اور کم علموں کے خوش کرنے کو تاکہ لوگ پڑھکر اس بات کا مضمایہ اور ثرا دین کہ خوب چن چن کر شیعوں کو گالیوں میں۔ ورنہ انوار الہدی اور شمس الضحیٰ اور اعلان الہدی کے ایک جملہ کا بھی جواب مولوی صاحب مدوح نے اظہار الہدی اور بدرا الہدی اور تذکرۃ الخلفاء میں مینن دیا ہے بجز و شتام دہی کے۔ میں توجہ دلاتا ہوں تمامی فرقہ اہل سنت کو کہ اسلام میں بس قدر ضعف پیدا ہوا۔ اور پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی قسم کے باہمی بغض و عناد کے سبب جو اپنے نفع ذاتی کے واسطے شیعوں کو گالیوں دیکر اپنے پیشواؤں کے حالات نظر کرتے ہیں۔ اور بغض و عناد کو اسطرح پر ترقی دیتے چلے جاتے ہیں۔ مولوی محمد جاگیر خان صاحب نے صرف کم علموں اور جاہلون کے خوش کرنے کو۔ کل شیعوں کو عبد اللہ ابن سبا کا چیلہ اور مرید کا گھدیا ہے۔ اور عبد اللہ ابن سبا کو شیعوں کا دوا دایر بنایا ہے۔ اور اسی قسم کے اور اہتمام کئے ہیں کہ شیعوں میں وطنی فی الدبر بآز ہے۔ ایسی فحش گالیوں کے جواب میں شیعہ گالیوں تو نہیں دیتے بلکہ جو الزام شیعوں پر لگائے جاتے ہیں وہ سب الزام بلکہ اون سے زیادہ پیشوایان اہل سنت کی نسبت اہل سنت ہی کی کتابوں سے ثابت کر دیتے ہیں جنکے پڑھنے سے فتنہ و فساد بڑھتا جاتا ہے کم نہیں ہوتا۔ کتنے بڑے افسوس کی بات ہو کہ جن پیشواؤں کا عقیدہ اہل سنت کا ایک بڑا گروہ ہے۔ ان پیشواؤں کا شرمناک حالات شیعوں کو چھڑ کر

علماء اہل سنت مشترک کرتے ہیں۔ اگر ایسے عالم جیسا کہ مولوی محمد جانگیر خان صاحب
 ہیں شیعوں کو سخت نہ لکھیں اور گالیان ندین اور بیجا الزام شیعوں پر نہ لگا دیں تو
 شیعہ پیشوایان اہل سنت کی شرناک کارروائیوں کے لکھنے اور بیان کرنے پر کبھی
 مستعد ہوں۔ میں اس کے ثبوت میں ایک مختصر تحریر فریقین کی اس جگہ نقل کرتا ہوں
 انوار الہدی صفحہ ۱۵۱۔ شیعہ اگر بے قیہ مکہ معظمہ میں جاتے ہیں تو ٹراٹر پڑا پڑ جوتیان
 کھاتے ہیں شمس الضحیٰ صفحہ ۳۰۴۔ آپ نے جو ہکو جوتیوں کی مار کا طعنہ دیا ہے۔ تو یہ طعنہ
 کی بات نہیں۔ بلکہ بڑے فخر کی بات ہے۔ خدا کی راہ میں جوتیان کھانا قدیم سے داخل
 فضیلت ہے جیسا کہ مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ مکہ معظمہ میں قبل از ہجرت مشرکین نے
 حضرت ابوبکر کو جوتیوں سے مارا جیسے علماء اہل سنت کو بڑا فخر ہے۔ شمس الضحیٰ کے
 اس جملہ کا جواب آج تک مولوی محمد جانگیر خان صاحب سے نہ بن پڑا۔ اگر مولوی صاحب
 مدوح شیعوں کی نسبت ایسا سخت کلام لکھتے تو شیعوں کو حضرت ابوبکر کی شان میں ایسی
 بے ادبی کرنیکی ضرورت ہوتی۔ پس شیعوں کو اہل سنت بے سبب چھیڑ کر اس قسم کی
 باتیں سنتے ہیں۔ درحالیکہ خلفائے ثلاثہ اہل سنت کے نزدیک پیشوا سے دین ہیں تو
 اپنے پیشوایان دین کی شان میں ایسی باتیں چھیڑ چھیڑ کر لکھوانے کے موافقہ دار
 اہل سنت ہونگے یا کوئی دوسرا۔ کیونکہ شیعہ کو خلفائے ثلاثہ کو پیشوار دین نہیں سمجھتے بلکہ
 مغرب دین کہتے ہیں پھر ان کو صحیح واقعات کے لکھنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ چاہے
 اس لکھنے سے کوئی راضی ہو یا ناراض۔ مولوی محمد جانگیر خان صاحب نے جو شیعوں پر
 وطنی نے الدبر کا اعتراض کیا ہے۔ ایسے اعتراض کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ انوار اللہ
 وطنی نے الدبر کا کوئی تذکرہ نہ تھا کہ جس کے جواب کی ضرورت ہوتی۔ پھر ایسی باتوں کے
 لکھنے اور فکر کرنے سے کیا حاصل مجھ کو خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ کسی اہل سنت نے
 از نامہ شمس عیسیٰ جو ایک مرضی نام تھا دو سوال شیعوں کے پاس بھیجے ایک سوال

نسبت تخریف قرآن مجید تھا۔ اور دوسرا بارہ تنہ زین۔ ان دونوں ہواؤں کے جواب میں شیعوں نے سارے ازام پیشوایان اہل سنت کی نسبت ثابت کر کے ایک جھوٹا رسالہ شایع کیا۔ اس رسالہ کے جواب میں کسی عالم اہل سنت کے کتاب مہمن السنن شایع کی۔ اور اس کتاب مہمن السنن میں امام جعفر صادق علیہ السلام و دیگر اماموں کی نسبت کلمات فخر لکھے اور شیعوں کو بھی گالیوں دیں۔ جس کے جواب میں شیعوں نے ایک چہ تاسا رسالہ طبع کرایا اور اس رسالہ میں یہ بات ثابت کر دی کہ پیشوایان اہل سنت دہی نے الہ بر کو مٹال جانتے تھے۔ میں اس رسالہ میں کے بعد ثبوت لکھو غزنہ کتاب بقاب مستفہ عالم اہل سنت کے ذیل میں نقل کرتا ہوں کتاب بقاب مستفہ زائین یہ عبارت درج ہے۔ **وَأَخْرَجَ الْحَفْظِيُّ رَوَاةً مَّا** **بِطَرِيقِ النَّفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَزْدِيِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَزَابِ بْنِ** **مِهْرَاقٍ قَوْلَهُ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ آيَةٌ قَالَ الشَّاعِرُ فِي قَبْلِهَا** **بِالنَّشَاءِ فِي دُبُرِهَا** علامہ جلال الدین سیوطی نے جو بہت بڑے عالم مذہب اہل سنت و جماعت میں گذرے ہیں تفسیر در مشورہ میں اس روایت کو نقل کیا ہے حکام طلبہ نے اس خطیبہ طریقی نفر بن عبد اللہ الازدی سے اور اس نے مالک سے اور اس نے نافع سے اور اس نے ابن عمر سے روایت کی کہ آنٹی شیم سے اختیار مراد ہے چاہے قبل میں جماع کرے چاہے دبر میں جماع کرے۔

کتاب بقاب صفحہ ۴۲ و ۴۳۔ میں مندرجہ ذیل روایات درج ہیں۔ کہ ابو سعید خدری قسطلانی نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ محمد بن علی کہتا ہے کہ میں محمد ابن کعب طوسی کے پاس بیٹھا تھا کہ ناگاہ ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ عورت کی دبر میں دھکی کر کیا تو کیا کہتا ہے۔ کہا یہ شیخ قریشی حاضر ہے اس سے پوچھ لینے عبد اللہ ابن علی بن سائب سے پس کہا عبد اللہ نے کہ یہ بات گندی ہے اگرچہ حلال ہے۔

پھر انہیں صفحات مذکورہ میں ایک دوسری روایت بھی مندرجہ ذیل درج ہے
 وراوردی سے روایت ہے کہ لوگوں نے زید ابن اسلم سے کہا کہ محمد ابن منکدر دبر
 میں جماع کر نیکو منع کرتا ہے پس کہا زید ابن اسلم نے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد
 ابن منکدر نے اس فعل کو جائز کہا ہے۔ پھر صفحات مذکورہ میں ایک تیسری روایت
 مندرجہ ذیل درج ہے۔ ابن جریر نے روایت کی کہ ابن ملیک سے پوچھا کہ عورت
 کی دبر سے جماع کرنا کیا ہے کہا میں نے شب کو اپنی لونڈی سے یہ بات کی ہو
 کتاب بقاب صفحہ ۴۶ سے مندرجہ ذیل واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

تطلانی شرح میح بخاری میں کہتے ہیں کہ وطی فی الدبر کی اباحت یعنی جواز یا تحقیق
 ایک جماعت سلف سے منقول ہے۔ موافق انہیں احادیث اور ظاہر ایہ کے
 اور ثبت کیا اسکو ابن شعبان نے اکثر صحابہ اور تابعین کی طرف۔ اور حسب اجازت
 امام مالک کے بھی روایات کثیرہ میں۔ ابو بکر البصاص نے اپنے احکام القرآن میں کہا
 کہ اس مسئلہ وطی نے الدبر کی اباحت یعنی جائز ہونا حلال ہونا امام مالک سے
 مشہور ہے اور مالکیہ اذکار کرتے ہیں بسبب قبح اور شناعیت کے حالانکہ یہ امر مشہور ہے
 کوئی اسکو دفع نہیں کر سکتا۔

کتاب بقاب کے صفحہ ۵۲ میں مندرجہ ذیل روایتیں درج ہیں۔
 ابن جریر کتاب النکاح میں بن وہب مالکی سے روایت کرتا ہے کہ وطی
 فی الدبر مذہب مالکی میں جائز ہے۔

ابو سلیمان جرجانی نے امام مالک سے پوچھا کہ اپنے زوجہ کی دبر میں وطی کرنا
 کیا ہے امام مالک نے جواب دیا کہ میں نے ابھی اس فعل کے باعث غسل کیا ہے
 کتاب بقاب صفحہ ۵۸ و ۶۲ میں واقع مندرجہ ذیل درج ہے۔

ملا عبد الرحمن جامی نے کتاب بہارستان میں تحریر فرمایا ہے۔ گفت ملوکہ بالک عرش

کن تغایش گرفت راہ فساد + ترک این فعل کن کہ جائز نیست + نزودین پروردگار
نیک نہاد + گفت خامش کہ شیخ دین مالک + پچنین عیش رخصت ماداد + گفت
مسکین ز زیر او کہ خدات + وزر و گیر مالک اندازاد +
کتاب بقاب صفحہ ۶۶ میں مندرجہ ذیل روایت درج ہے۔

تفسیر و غشور میں روایت کی طحاوی اور حاکم نے محمد ابن عبد اللہ سے امام شافعی
کی تعریف میں کہ لوگوں نے امام شافعی سے مسئلہ دخول فی الدبر کا پوچھا فرمایا
امام شافعی نے کہ آنحضرت سے نہ اسکی ملت ثابت ہے نہ حرمت او قیاس
چاہتا ہے کہ حلال ہوے۔

کتاب بقاب صفحہ ۶۵ میں مندرجہ ذیل روایت درج ہے۔
طحاوی عبد الرحمن ابن قاسم سے تفسیر و غشور میں روایت کرتا ہے کہ میں نے
میں پایا کیسکو اپنے مذہب کی پیروی کرنوالوں میں سے ایسا کہ وطی فی الدبر
حلال ہونے میں شک کرتا ہو کیونکہ وطی نے الدبر حلال ہے۔ اور ایہ تسار
حرث لکم کو پڑھا اور کہا کہ کوئی حجت ظاہری وطی نے الدبر کے حلال ہونے
میں اس آیه سے زیادہ نہیں ہے۔

یہ اعتراضات جو شیعوں کی جانب سے ہوئے تو ان اعتراضات کا جواب شافعی
آج تک کسی اہل سنت سے نہوا۔ بقاب چوان اعتراضات کے جواب میں
تحریر ہوئی ہے اس کے مطالعہ سے بھی ایک قسم کا اقبال اور شرمندگی بجانب
اہل سنت ظاہر ہوتی ہے۔

کیسے شرم اور افسوس کی بات ہے کہ فرقہ اہل سنت میں سے ایسے ایسے علمی
بزرگ مثل مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کے بلاوجہ شیعوں پر ایسے اعتراض کر کے
اون الزاموں کو اپنے مذہب کی معتبر کتابوں سے اپنے اوپر ثابت کراتے ہیں

اور ان بے سود مباشون سے اسلام پر غیر قوموں کو مضحکہ کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ اور انجام پر غور نہیں کرتے۔ مولوی محمد جاگیر خان صاحب اور ان کے مناظرہ شائقین سے کوئی دریافت کرے کہ انوار الہدیٰ میں تو ایسی گندی باتوں کا ذکر تک نہیں پھر آپ نے وطی نے الدبر کے بہادشہ کو کس غرض سے شروع کیا۔ اور نہ گزشتہ میں جو شیعوں نے اس وطی نے الدبر کا بانی پیشوایان اہل سنت والجماعت کو قرار دیا تھا۔ جس کے جواب میں اہل سنت کی جانب سے کتاب بقایا شائع ہوئی۔ جس کتاب میں سے چند ثبوت شیعوں کے میں نے نقل کیے ہیں۔ ان ثبوتوں کی تردید اگر مولوی صاحب کر سکیں تو بہتر ہے میں بشوق مطالعہ کر دوں گا۔ لیکن کوئی جواب دہانی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ کتاب بقایا کے اور کتاب بقایا کے مطالعہ سے یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ پیشوایان اہل سنت ضرور اس فعل کے بانی ہیں۔ جس کا جواب صاحب بقایا سے بجز تسلیم کے اور کچھ نہ ہو سکا اور تاویلین بے سرو پا کر کے اس وجہ کو چھوٹاتے ہیں اور جواب بھی کتنا معقول دینے ہیں کہ عید اللہ ابن عمر کے ہاں وہ میں فی معنی نہ لیتا تھا۔ شرم شرم شرم۔ افسوس ہے مولوی صاحب کی سمجھ پر کہ بلا ضرورت اپنا مذہبی الزام دوسروں پر لگاتے ہیں اور جب دوسرے مذہب والے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہیں تو عدالت میں نالاش کرنے کو جاتے ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب جب ایسے نمٹ کلمہ آپ شیعوں کی نسبت لکھتے ہیں اور شایع کرتے ہیں۔ تو امجد علی خان صاحب تحصیلدار رئیس امر وہرنے جو کتاب آپ کی تالیفات کی ہوزن شایع کی تھی اس کی بابت آپ کی بھائی بد عدالت میں کیوں مستغیث ہوئے۔ افسوس ہے کہ خود چھیڑ کرتے ہیں اور جب دوسرا جواب دیتا ہے تو فریاد کنان عدالت کو دوڑتے ہیں بڑے شرم اور بڑے افسوس کی آواز چراکار کے کند عاقل کہ باز اید ہشمانی۔

منہج نمبر دوم

کیا حضرت علی علیہ السلام مشکل کشا تھے اور گنہگار و سناٹا
غلط گواہی دینے والے تھے اور انتظام علی کی لیاقت
نہ رکھتے تھے یا افضل الامم و سدا لعرب و امام المتقین تھے

جناب مولوی محمد جاناگیر خان صاحب شکوہ آبادی نے کتاب اہل ہدی کے صفحہ ۲۰ میں
لکھا ہے کہ علی علیہ السلام نے غلط گواہی دی ہے۔ آجنا ب کا کاذب ہونا ظاہر ہوتا ہے۔
اور کتاب مذکور کے صفحہ ۹۰ میں لکھا ہے کہ یا علی کہنا ممنوع ہے اور کتاب مذکور
کے صفحہ ۱۱۰ میں لکھا ہے کہ زیادہ تر گنہگار تھے۔ اور کتاب تذکرۃ اہل خفا کے صفحہ ۲۰
میں خا ط و عامی لکھا ہے۔ اور کتاب مذکور کے صفحہ ۱۳۰ میں لکھا ہے کہ وہ
مشکل کشا نہیں ہیں و بیچارے اپنی تو مشکل آسان کر کے تو دوسرے کی کیا مشکل کشائی
کریں گے۔ اور کتاب مذکور کے صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے کہ انتظام علی کی لیاقت نہ تھی۔
اور کتاب مذکور کے صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے کہ ایک انصافی نے کسی فاضل کامل اہل سنت
سے پوچھا کہ مولوی صاحب حضرت علی کی تو تعریف کیجیے فاضل نے جواب دیا کہ کون سے
علی آیار افسیون کے علی یا اہل سنت کے علی۔ اور جناب مولوی شیخ احمد صاحب نے
کتاب انوار الہدی مطبوعہ مطبع اثناعشری لکھنؤ کے صفحات مندرجہ ذیل میں اہل سنت
کی معتر کتابوں سے حضرت علی علیہ السلام کے افضل الامم اور سید العرب ہونے کے
ثبوت میں بہت سی حدیثیں اور اکثر اقوال و اقرار اہل سنت کے معتر عالموں کی
تہنیفات سے نقل کیے ہیں اور ان میں سے چند حدیثیں بطور نمونہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

اصل احادیث بہ نشان صفحات مندرجہ ذیل کتاب انوار الہدیٰ میں جو صاحب چابک
دیکھ لیکن ترجمہ ان کا کتاب مذکور سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

انوار الہدیٰ صفحہ ۲۱۹۔ میں بحوالہ ازالہ انحاء و موافقہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلی
جواہل سنت کے ایک شہور اور معتبر محدث ہیں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا ترجمہ
فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ جس نے بڑا کہا علی کو اوسنے بڑا کہا مجھ کو۔

انوار الہدیٰ صفحہ ۲۱۹۔ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ یا علی تم میرے بعد ہر مومن و مومنہ
کے والی ہو۔

انوار الہدیٰ صفحہ ۲۲۰۔ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ جس شخص نے دوست رکھا علی کو
اوسنے دوست رکھا مجھ کو اور جس نے بغض کیا علی سے اوسنے بغض کیا مجھ سے۔

انوار الہدیٰ صفحہ ۲۲۱۔ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ علی مرتضیٰ امیر المؤمنین اور
امام المتقیین اور قائد الفرائض ہیں گھر اہل بیت کو راہ بتانے والے ہیں۔

انوار الہدیٰ صفحہ ۲۲۲۔ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ علی کا موخر دیکھنا داخل
عبادت ہے۔ یہاں تک تو ذیقین کے مناظرہ کی کتابوں سے بطور غونہ انتخاب کیا گیا

اب میں معتبرین علماء اہل سنت کی کتابوں سے حسب ذیل انتخاب کرتا ہوں اور
علماء اہل سنت کا علی علیہ السلام کی نسبت کیا خیال ہے۔

شعوی شاہ ابو علی قلندر صفحہ چہارم۔ جواہل سنت میں ولی اللہ مانے جاتے ہیں۔

ان علی والے ملک ہے	بہر دین دل کند از دنیا علی
ان علی زوج بتول پارسا	ان و سے مصطفیٰ شیر خدا
تا نیاید وز گاہ اولیسا	زال دنیا را از ان زود پشت پا

مولانا جلال الدین رومی جواہل سنت کے معتبر عالموں اور ولی اللہ میں سے
ہیں اپنی شعوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

او حیواند اخت پر روی علی
 زمین سبب پیغمبر با جہت سار
 گفت ہر کس را منم مولا و دوست
 کیست مولا آنکہ از اوست کند
 چون پیدازادی ثبوت ہاوست
 اسے گروہ مومنان شادی کنسید

افتخار ہر سبب و ہر وسیلے
 نام خود و ان سے سولے ٹھاو
 این نعم من علی مولا سے اوست
 بند قیامت نہایت برکت
 مومنان از اینہا از اوست
 ہم پیر و مومن ازادی کیند

و نام شافعی حضرت علی ابن ابیطالب کی مع میں فرماتے ہیں۔

اقسم بمسکة والمحلیم و زہنم
 تسمیہ کرتا ہوں مگر کی اور دیوار کعبہ و زہنم
 بغض الوہقی علامۃ ملکوتیہ
 کہ علی کی عداوت ایک علامت ہے کہ کسی ہوگی
 من لا لواء فی البریۃ حیدرًا
 جو شخص کہ علی کی محبت نہ کر سکے گا
 لواء المرتضیٰ ابدی محلہ
 اگر مرتضیٰ ظاہر کرتے اپنے رجبہ کو
 کفو فی فضل من لا نا علی
 ثبوت فضائل علی کے واسطے استدرا کافی ہے
 و ات الشافعی فلیس یدری
 اور شافعی مر گیا اسی جستجو میں

و التوا قصات و سعیدہن لے
 اور ادنیٰ اور اُسکے دوڑنے جانب منی کی
 کثرت علی جہات او لا الزنا
 وہ ظاہر کسی بات پر ولد الزنا کی پیشانی پر
 بیان عند اللہ صلی او زلی
 وہ کیا ہے خدا کے نزدیک چاہے نماز پڑھتا
 لکان الخلق طرًا سجد الہ
 تو مخلوق او نہ کو سجدہ کرنے لگتی
 وقوع الشک فیہ انتہ اللہ
 کہ لوگ اونکے خدا ہونیکا شک کرتے ہیں
 علی رتبہ ام ربہ اللہ
 کہ علی او کا خدا ہے یا رب او کا خدا

سورہ نبی اسرائیل۔ واسئل من الہ سلنا قبلک من رسلنا۔ روی ابن عبد
 فلا شیعاب والعلی بن مسعود قال ان النبی لیلۃ اسوی بے

جمع اللہ نبیہ ویدیک الانبیاء شہد قال لہ سلہم یا عیسیٰ علی ماذا بعثتم قالوا بعثنا
 علم شہادۃ ان لا اله الا اللہ علی الاقرار بنبوتک والولاية لعلي بن ابی طالب
 اور سوال کرے محمد اور رسولوں سے جنہیں بھیجا جئے تھے پہلے روایت کی ابن عبد اللہ
 بیچ کتاب استیعاب کے اور ثعلبی نے ابن مسعود سے کہ فرمایا جب جمع کیا پروردگار عالم نے
 شب سراج کو نبی صلعم کے ساتھ دیگر انبیاء کو اور وقت فرمایا پروردگار عالم نے آنحضرت سے
 کہ اے محمد سوال کر ان انبیاء سے کہ تم کو کس قرار پر خدا سے تعالیٰ نے مبعوث برسات کیا ہیں
 جواب دیا سب انبیاء نے کہ خدا سے تعالیٰ نے ہوا قرار تو حید اور اقرار نبوت جناب محمد صلعم
 اور اقرار ولایت علی ابن ابیطالب پر مبعوث برسات کیا۔

ما رج النبوت جلد دوم۔ ہا علیا مظهر العجائب تجدد عونا لك في النوائب
 كل هم وغم سينجلي ^{بالحمد لله} بنبوتك يا محمد وبنو لايتك يا علي يا علي
 پکار رہی گو کہ وہ جائے ظہور عجائب و غرائب ہے پاویگا تو او سکومد و کرموا لا اپنی نختیون میں
 اور ہر سرخ و غم اسان ہوگا بوسیلمہ نبوت جناب محمد صلعم اور بوسیلمہ ولایت علی علیہ السلام
 ان واقعات سے کہ جبکی نقل اہل سنت کی معتبر کتابوں سے کی گئی ہے۔ ثابت ہے کہ کتاب
 انبیاء ولایت علی ابن ابیطالب کے اقرار پر مبعوث برسات ہوئے اور ایوبہ سے مولانا
 روم نے حضرت علی علیہ السلام کو فخر انبیا اور فخر اولیاء کہا ہے اور ناد علیا سے علی علیہ السلام کا
 شکل کشا ہونا محتاج ثبوت نہ رہا۔ چیر خباب مولوی محمد جانگیر خاں صاحب اور ان کے منظر اور
 ہم مذہب اہل سنت متعرض ہیں اور علی علیہ السلام کے شکل کشا ہونے سے منکر ہیں۔
 كنوز الحقائق لامام المناوی علی خیر البشر من شك فقد كفر كان
 المصير و سرۃ وهو التظہیر عن الذنوب ای جعلنا خیر الناس وكنتم
 من الكینونة والتكوين هو فی العالم الكون وضعت نوراً و افضل الامم
 علی بہترین خلق ہیں جسے شك کیا وہ تحقیق کافر ہوا اور علی گناہوں سے پاک و

لنعمته
 یا اللہ

مطلوب و طاہرین نور سے پیدا ہو سکے ہیں اور تمام امت سے افضل ہیں۔
اور تمام عالم کے شرف ہیں۔

تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۴ - قال الامام احمد بن حنبل و
کچھ بڑے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلال الدین سیوطی باقرار و حوالہ
امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ جعفر فضائل حضرت علی کے وار و ہوسے ہیں
اپنے فضائل کسی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب نہیں ہو سکے۔

خور کا مقام ہے کہ امام سنا دہی اور امام احمد بن حنبل دونوں پیشوا فرقہ اہل سنت
و جماعت کے ہیں۔ اور تاریخ الخلفاء کی منبری کا تو مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب بھی
اقرار کر چکے ہیں۔ پس یہ دونوں امام اہل سنت کے حضرت علی کے افضل الامام اور
بہترین خلائق و معصوم و نور سے پیدا ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے ان اقرارات
کی سند احادیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ظاہر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ حضرت
علی سے افضل کوئی اصحاب نہیں ہے نہ اس قدر فضیلت کسی اصحاب کو حاصل ہوئی جو حضرت
علی کو حاصل تھی۔ اور شک کر موالا کافر ہے پس جو لوگ حضرت علی کے مقابلہ میں
کسی دوسرے اصحاب کو فضیلت دین وہ اقرارات مذکورہ کے مطابق کافر قرار پائیں گے
یا نہیں۔ اور یہ بنابر ان اقرارات کے حضرت علی کے مشکل کشا ہونے میں کوئی شک
باقی رہ گیا۔ اور مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب یا اون کے ہم مدہبون اور ہم خیالوں کا
انکار و بارہ مشکل کشائی و فضیلت حضرت علی و اہل فہمی حضرت علی قرار پاو گیا یا اب
بھی کوئی شک باقی رہ گیا۔

کیونکہ مسلمانوں میں علی کے حق میں مولانا روم گواہی دینے کہ وہ فخر بنیاد و فخر اولیاء ہے
اور امام شافعی بقسم ظاہر کر رہے ہیں کہ اہل سنت علی اور فضائل علی اس قدر ہیں کہ اگر ظاہر
کیجے جائے تو مخلوق ان کو سجدہ کرنے لگتی فضائل علی کے ثبوت کے واسطے اس قدر

کافی ہے کہ بعض لوگ اُنکے خدا ہونے کا شک کرتے ہیں۔ اور شافی ہی جستجو میں
 مرگیا کہ علی اُس کا خدا ہے یا رب اُس کا خدا ہے۔ جس علی کی نسبت جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
 فرمادین امیر المؤمنین امام المتقین مگر اہل ہونے رہا۔ اور جس علی کا موصوفہ دیکھنا داخل
 عبادت ہو جو علی نور سے پیدا ہوا ہو۔ اور جو علی مصوم ہو۔ اور جو علی سارے
 عالم کاشف اور افضل الامم اور تمامی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ اور افضل
 قبول کیا گیا ہو جس علی کی نسبت شاہ بو علی قلندر گواہی دین کہ اُنکے لذات دنیا
 تھے اور دنیا کو ٹھوکر ماری تھی محض تقویت دین اور استحکام اسلام کی واسطے تا دوسرے
 اولیاء اللہ دنیا کی جانب رغبت نہ کریں۔ اسی علی کی نسبت مذہب اہل سنت والجماعت
 کے فخر العلماء مولوی محمد جانگیر خاں صاحب شکوہ آبادی شہادت دروغ کا بیغہ الزام کرتے
 اوس علی کے مشکل کشا ہونے سے انکار کریں اور کمال بے ادبی کے ساتھ ان الفاظ کو
 لکھیں کہ علی پیارے اپنی شکل تو آسان ہے نہ کر کے تو دوسرے کی شکل کیا آسان کر نیکی۔
 اسی علی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ زیادہ گنہگار تھے۔ اسی علی کے عاصی و خطاوار ہونے کا
 اظہار کیا جاتا ہے۔ وہی علی انتظام مکی میں دعوہ باللہ نالائق بتایا جاوے۔
 اور پھر مسلمان ہونیکا دعویٰ کیا جاوے۔ کیا مسلمان اس گروہ کا نام ہے جو علی اور
 اولاد علی کے دشمن ہیں۔ اور چکی دشمنی فقرات مذکورہ سے ظاہر و ثابت ہوتی ہے۔
 کیا اہل سنت کو جو ہم خیال وہم مذہب مولوی محمد جانگیر خاں صاحب کے ہیں برہماء
 اسی اعتقاد کے مسلمان ہونیکا دعویٰ ہے۔ اگر اہل سنت ان عقاید کے پیرو نہیں
 ہیں جیسا کہ مولوی محمد جانگیر خاں صاحب نے اپنی تصنیفات میں ظاہر کیا ہے اور
 جسکی نقل میں نے کی ہے۔ تو اہل سنت کو مشترک کر دینا چاہیے کہ مولوی صاحب صریح
 کی تحریر میں عقاید مذہب سنت و الجماعت کے خلاف ہیں تاکہ کم علم و جاہل لوگوں کے
 عقاید میں خرابی پیدا نہ ہو۔ اور جب تک اہل سنت کی جانب سے ایسا اظہار نہ ہوگا

اور سنت تک مولوی صاحب ممدوح کی تصنیفات کل فرقہ اہل سنت کی جانب
مغلوب ہو گئی۔

کیونکہ جناب مولوی محمد جاگیر خان صاحب اسی اعتقاد پر آپ شیعوں، پطعنہ زن ہین
اور اسی اعتقاد پر آپ کو اہلبیت اہل ہمارے ساتھ دعویٰ محبت اور دعویٰ عقیدت
سہیجے۔ اور اسی اعتقاد پر آپ کو مسلمان ہونیکا دعویٰ ہے۔ اور آپ کے اسی
اعتقادی مناظرہ اور سباحہ کی نہرت تمام ممالک مغربی و شمالی میں ہو رہی ہے۔
اور حدود و عرب و عجم تک اسکا تذکرہ ہو رہا ہے۔ کہ ہیں علی کی شان میں جناب
دینی اصرام و رباوین کہ ہر مومن و مومنہ کے مللی ہو۔ اور دشمنین کے سر مبار ہو۔
اور پرہیزگاروں کے پیشوا ہو۔ اسی علی کو آپ نے بڑے شہود کے ساتھ غلام
گورہی دینے والا۔ انتظام علی کے ناقابل گنہگار خطا دار بنانے میں مطلق تامل
نہیں کیا۔ این کار از تواید مرغان چنین کنند و آپ کی تصنیفات نے مذہب
اہل سنت کی قلعی کھول دی۔ لہذا بھٹکوا اس تنفیج کے فیصلہ میں اس تجویز کے ظاہر
کرنے میں کسی قسم کا پس و پیش نہیں۔ کہ ممالک مغربی و شمالی باحد و عرب و عجم تک
دشمنان حضرت علی و دشمنان اولاد حضرت علی کو آپ کی تصنیفات کے پڑھنے سے
بدرجہ عنایت خوشی حاصل ہوئی ہوگی۔ اور اس خوشی میں ان لوگوں نے سارے
ممالک مغربی و شمالی میں تاحد و عرب و عجم آپ کی تصنیفات کو ضرور شہرت دی ہوگی
آپ ہرگز ہرگز تفکر نہوں آپ کی یہ شہرت دشمنان علی کے دلون سے زائل نہونے
یا دیکھی جا ہے حکیم جی بکا وین یا کوئی دوسرا ایماندار سمجھاوے۔ آپ نے وہ کام کیا
جو تاقیامت فراوان ہوگا۔ مگر مولوی صاحب آپ کے اس اعتقاد کا اثر ان لوگوں پر
بالکل نہوگا جو مل سے مسلمان ہین اور قیامت کا خوف اونکے دلین ہے اور حضرت علی کو
افضل الامم جانتے ہین خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ۔ آپ کو اور آپ کے ہم خیالوں اور

ہم مذہبون کو بھی اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ زندگی کی مدت بہت تھوڑی ہے۔
امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا ایک ایسی غیر مستحکم قیام گاہ ہے کہ جسکو بہت
جلد زوال آجاتا ہے نیک بھی مرجاتے ہیں اور بد بھی فنا ہو جاتے ہیں زندہ
کوئی نہیں رہتا نہ اس دنیا کے عیش کو قیام ہے۔ نہ مصیبت کو استحکام۔ نیک نصیب
وہ ہے جو دنیا کی نمائش پر مائل نہ ہو۔ اور دنیا کے بے اصل جلوہ پر فریفتہ نہ ہو جاوے
اور بد نصیب وہ ہے جو دنیا کی فنا ہو نیوالی دولت کی جانب رجوع کرنے
اور دنیا سے ہونا کی وفاداری پر ہٹاؤ کرے۔ اور یقین کر لے کہ یہ طرح طرح کے
عیش دنیا ہمیشہ ایک دستور پر قائم و برقرار رہینگے۔

جناب مولوی صاحب غور فرمائے کہ اس دنیا کے واسطے یزید نے فرزند رسول کا
خون بہایا خاندان رسالت کو تباہ و برباد کیا۔ لیکن پورے تین برس بھی
خلافت نہ کر لے پایا۔ معاویہ بن یزید نے دنیا پر لعنت کی اور خلافت سے دست
بردار ہوا۔ اور جلسہ عام میں آواز بلند کیا کہ یہ خلافت حق تھا حضرت علی کا
میرے جد معاویہ نے بلا استحقاق موجودگی حضرت علی کے خلافت پر قبضہ کیا
اور انجام اوسکا واقعہ کر بلا ہوا۔ میں اس خلافت کو کیونکر اختیار کروں کہ جس کے
واسطے فرزند رسول شہید کیا گیا پس یہ خلافت حق ہے امام العابدین علیہ السلام
یہ لکھرشامیوں سے کہدیا کہ تم جسکو چاہو خلیفہ بنا لو میں اس خلافت کو قبول نہیں
کرتا۔ اس کلام کے بعد منبر سے اتر آیا اور شامیوں نے اُسکو زندہ دفن کر دیا۔
لیکن اس دنیا میں نہ اب یزید زندہ ہے کہ جس نے فرزند رسول کو فرج کرایا۔ نہ
معاویہ بن یزید زندہ ہے کہ جس نے حکومت دنیا سے نفرت کی اور حفاظت ایمان
کیواسطے زندہ درگور ہونا قبول کیا۔ ان دونوں کا ذکر اس دنیا میں باقی رہ گیا اگر
یزید پر خلق خدا لعنت کرتی ہے اور معاویہ بن یزید کو بہ نیکی یاد کرتی ہے۔

اور تاقیامت ان دولوں کی یادگاری ایسے طور پر ہوتی رہے گی۔ وقت تو گذری جاتا ہے مگر بات رہ جاتی ہے۔ مہرِ عمر رہی بات وقت گذر گیا نہ کرم رہے نہ ستم رہے + اس وقت ^{۱۳۱۰ھ} ہجری ہے اس زمانہ دراز میں مسلمانوں میں بکثرت لوگ ایسے گذرے جو آل رسول کی دشمنی میں فوت ہو گئے مگر اس دشمنی کے معاوضہ میں کوئی نفع نہ اٹھا یا بجز حسرت اور یاس کے اور اپنے کو اس دشمنی میں قابلِ نصرت بنا گئے اور تاقیامت ایمانداروں کو یہ نصرت یاد کرتے ہیں۔ اب بھی دشمنانِ آل رسول بجز بدنامی کے کوئی نفع نہیں اٹھائے اور اس دشمنی میں تاقیامت اوتار کے نام سے ایماندار نصرت کرتے رہیں گے۔ اگر کوئی شخص آپ کی مانند کتابین لکھ کر دشمنانِ حضرت علی کا ایک گروہ تیار کرے تو اس سے بجز وہابی کے اور کچھ حاصل نہوگا کیونکہ نہ اب حضرت علی اس دنیا میں ہمارے درمیان زندہ موجود ہیں کہ ان کی ذات پاک کو دشمنوں کی حضورت سے کوئی ضرر پہنچے۔ نہ مذہبِ اسلام پر یہ حملہ کار گرسو سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام اور شریعت اسلام بوجہ شہادتِ فرزندِ رسولِ قایم و برقرار ہو گئے اب تاقیامت اسکو زوال نہیں۔ نہ اب امیر معاویہ و یزید ابن معاویہ زندہ ہیں کہ دشمنانِ حضرت علی کو العالم اور اکرام دین۔ لیکن باقی گروہ دشمنانِ حضرت علی کا نام تاقیامت بدنام ہوگا کیونکہ اب اس اظہارِ دشمنی سے کوئی فائدہ نہیں + مردِ آخر میں مبارک بندہ ایست پس میں اس نتیجہ کو بحق مولوی شیخ احمد صاحب فیصل کر کے ظاہر کرنا ہوں کہ جس قدر علم حضرت علی کی ذات پاک پر جناب مولوی محمد جاناگیر خان صاحب نے کئے ہیں اور ان حلوں سے بخوبی ثابت ہے کہ مولوی صاحب ممدوح کو اور ان کے ہم مذہب و ہم خیالوں کو اب تک حضرت علی اور اولادِ حضرت علی کے ساتھ بغض و کینہ باقی ہے۔ خدا ان کے دلوں سے اس کینہ کو دغ کرے اور وہ راہِ رست اختیار کریں۔ گولیاں

مولوی صاحب دوستی حضرت علی اور اولاد حضرت علی کا اظہار کرتے ہیں مگر یہ اعلیٰ راز کا کم علم اور جاہلوں کی تالیف قلوب کی غرض سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ فرقہ اہل سنت کے کم علم اور جہلاء حضرت علی کو شکل کشا اور اپنا پیشوا سمجھتے ہیں ہر کام میں مولانا شکل کشا کا دونا چڑھاتے ہیں۔ نیاز و نذر کرتے ہیں۔ ماہِ جب میں مولانا شکل کشا کی نذر کے کوڑے کرتے ہیں۔ ہر پلوان اور بچکیت و بکیت اپنے اپنے اٹھارون میں مولانا شکل کشا کے نام کا نشان چڑھاتے ہیں۔ سبب تک مولانا شکل کشا کا نام نہ لے لیکن کشتی نہیں کڑتے کثرت نہیں کرتے۔ کشتی لڑتے وقت ان الفاظ کو اول کہہ لیتے ہیں کہ حکم مولانا شکل کشا علی کا۔ اور جب کامیاب ہوتے ہیں تو نعرہ لگاتے ہیں کہ یا علی مدد۔ پیر اک جب دریا میں کودنے ہیں اول یا علی مدد کہتے ہیں۔ محرم میں تفریونے کے ساتھ اہل سنت علی العموم یا علی مدد کہتے جاتے ہیں۔ حیدرآباد میں خاص ایک پہاڑ مولانا شکل کشا کے نام سے مشہور ہے پیر حضرت علی کی زیارت کے واسطے اہل سنت کا بہت بڑا مجمع ہر سال ہوتا ہے خود مولانا نظام اعتقاد اوس پہاڑ پر کمالی عظیم اور اب کے ساتھ تشریف لیجا کرتے ہیں اور بنظر حصول سعادت وہاں چند روز قیام کرتے ہیں۔ اگر کل فرقہ سنت اہل سنت کے ناواقف اور سادہ لوح کم علم و جاہلوں پر یہ راز ظاہر ہو جاوے کہ ہمارے مذہبی علماء صرف ہماری تالیف قلوب کے واسطے بظاہر حضرت علی و اولاد حضرت علی کا اقرار کرتے ہیں ورنہ دراصل اونکے دل اتنا صاف نہیں ہوئے اور حضرت علی کا کینہ بھرا ہوا ہے۔ اور مذہب اہل سنت کی بنا حضرت علی کی دشمنی ہے تو اکثر اہل سنت ایک دن میں شیعہ ہو جاویں۔ جیسا کہ مولوی شیخ احمد صاحب نے بد تحقیق مذہب اہل سنت کی بنا حضرت علی کی دشمنی دیکھ کر مذہب اہل سنت سے کنارہ کشی کر کے شیعہ ہو گئے۔ اسی طرح ناواقف اہل سنت و اہل سنت حاصل کرنے

پرفروشیہ ہو جاوین۔ چنانچہ جو لوگ مذہب اہل سنت کے شیعی کے ساتھ مجالس عزائم شریک ہوتے ہیں۔ اور واقعات شہادت شہداء کو بلاشتہ سنتے ہیں جب خوب واقف ہو جاتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کو جن لوگوں نے شہید کیا وہ سب سنت اجماعت تھے اور اکثر انہیں حافظ قرآن تھے تو فوراً شیعہ ہو جاوین۔ اکثر اہل سنت واقعات اسلام سے ناواقف ہو گئے سبب مذہب سنت و اجماعت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ فرقہ شیعہ کی کثرت انہیں مجالس عزائم کے باعث ہونے اور ہوتی جاتی ہے۔ اگرچہ علماء اہل سنت نے بہت کوشش کی اور ہر قسم کی تدبیریں کیں اور آج تک اپنی تدبیروں سے غافل نہیں۔ اور بہت جاہک مجالس عزائم ہو جاوین۔ با اہل سنت ان مجالس میں شریک نہ ہوں۔ یہاں تک زور مارا کہ ابن حجر کی نے تو قطعاً مخالفت کی اس طرح امام غزالی نے اور اکثر علماء اہل سنت بدعت سیئہ کے فتویٰ لگائے۔ لوگوں کو یہاں تک ڈرایا اور بہکایا کہ مجالس میں حلوہ بڑا پھونکتے ہیں۔ فرش کے نیچے ترافضی کر دیتے ہیں۔ مگر ایک نہ چلی اہل سنت برابر شریک مجالس ہوتے ہیں اور پیشوایان اہل سنت کے اور ظالموں سے واقف ہو کر کہ جو خاندان رسالت کے ساتھ ہوئے اور جسکے نتیجہ میں امام حسین علیہ السلام مثل گوشتنمان قربانی تین روز کے بھوکے پیاسے فوج ہوئے تھے کلفت شیعہ ہو جاتے ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں اور فوجی علموں پر کہ جو لفظ ترا کے معنی تک نہیں جانتے اور مولوی ہونے کے دھویدار ہیں۔ جہلا ر اور کم علموں میں لفظ ترا کو ایک ورنہ جانور یا سحر مشہور کر رکھا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ حلوہ پر چوکا جاتا ہے فرش کے نیچے رکھا جاتا ہے۔ لہذا عوام الناس کی تفتیش کے واسطے لفظ ترا کی توضیح کیے دینا ہوں۔ ترا کے معنی ہیں نفرت کرنا۔ ہزارہی کرنا غیاف اللغات میں جو چاہے دیکھ لے۔ پس شیعہ دشمنان حضرت علی و دشمنان ہذا

نبوت و قاتلان شہداء و کربلا کے ساتھ ضرور تبرا کرتے ہیں یعنی انہما نفرت و بیزاری کرتے ہیں۔ سو اس دنیا میں کوئی زندہ جان ایسی نہیں ہے کہ اپنے دشمنوں اور اپنے پشواؤں کے دشمنوں اور اپنے باپ و اودن کے دشمنوں کے ساتھ نفرت اور بیزاری نکرتا ہو۔ اہل سنت میں بھی ایسا نادر لوگ دشمنان حضرت علی و دشمنان آل رسول سے نفرت و بیزاری کرتے ہیں اس میں قباحت کیا ہے۔ البتہ دشمنان حضرت علی و دشمنان خاندان نبوت اور قاتلان شہداء و کربلا اولاد اور ان کے متعقدین کی اولاد جو دنیا میں جا بجا پھلی ہوئی ہے۔ وہ اپنے باپ و اودن اور پشواؤں کے نام پر جبراً ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی شرمندہ ہوتے ہیں اور کبھی غصناک حالت شرمندگی میں تو کہہ دیتے ہیں کہ جو تبرا کرتا ہے اوی پر لوٹ آتا ہے اور حالت غیظ و غضب میں آمادہ بہ تکرار ہوتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ تبرا بند ہو جاوے مگر نیا نہیں ہوتا دن بدن ترقی پکڑتا جاتا ہے۔

اگرچہ اہل سنت کے معتبر عالموں اور فاضلوں نے اپنی تصنیفات میں جناب سدا اللہ الغالب علی ابن ابیطالب کے افضل الامم اور بہترین خالق اور معصوم ہونے و نور سے پیدا ہونے و امیر المؤمنین و امام التقرین ہونے کی احادیث و آیات قرآنی کو نقل کیا ہے مگر سب سے زیادہ عجیب و غریب ایسے صاف اور صریح احکام الہی اور ارشاد رسالت نبی ص سے دید و دستہ انحراف کیا جاتا ہے اور جناب امیر کے شکل کشا ہونے سے انکار کیا جاتا ہے اور باصرار کہا جاتا ہے کہ (نعوذ باللہ) وہ انتظام ملکی کے لائق نہ تھے۔ گنگار و خطا دار تھے۔ چنانچہ اہل سنت و الجماعت کے فخر العلماء جناب مولوی محمد جانگیر خان صاحب شکوہ آبادی کتاب تذکرۃ اہل سنت کے صفحہ ۳۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک رافضی نے کسی فاضل کامل اہل سنت سے پوچھا کہ مولوی صاحب حضرت علی کی تعریف کیجئے فاضل نے جواب دیا کہ کون سے علی یا بارہ مفسیون کے علی یا اہل سنت کے علی۔

فاضل اہل سنت کا یہ سوال قابل غور ہے جسکی ترغیب اختیار کے ساتھ ذیل میں کیا جائیگا۔ چونکہ وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب امیر کے ساتھ علانیہ لوگوں نے اتھار و ٹھنسی نہ کی۔ جسکی پیروی آج تک اہل سنت میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی دشمنی کے سبب آل رسول خلافت سے محروم کیے گئے اور تمامی مہاجر و انصار و تابعین نے بہ طیب خاطر اجماع کر کے دست امیر معاویہ و زید ابن ساریہ پر بیعت کر کے خلیفہ و امام بنایا۔ لیکن جب واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام ہوا تو لوگوں میں اضطراب پیدا ہوا جسکی تصریح شیخ تبرنجم و ششمین کیا و گئی۔ اور اس اضطراب کے سبب دو فتاویٰ امت کے خیال بنی امیہ و بنی عباس کی جانب سے برگشتہ ہونے لگے۔ اور چونکہ علی علیہ السلام کے اوصیا میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی صاف اور صریح موجود تھیں چکے انکار کا موقع باقی نہ رہا تھا لہذا لوگوں کے رخ حال رسول کی جانب پھرنے لگے اور خلفاء بنی امیہ و بنی عباس کو رد الیکوت کا خوف پیدا ہوا اسوجہ سے دو فتاویٰ ایک جماعت اور نام اولیاء و تیار کی گئی اور اس جماعت کو اون فضائل و مناقب سے موسوم کرنا شروع کیا جو فضائل و مناقب کہ جناب امیر کے پروردگار عالم و جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر ظاہر کئے تھے۔ اور ایک حضرت علی کے مقابل بت سے علی ہر تہ علی بناوے گئے اور اذنی جانب امت رجوع کی گئی تاکہ آل رسول کو کسی قسم کی قوت حاصل نہونے پاوے اور امت حضرت علی اور املا و حضرت علی سے برگشتہ رہے اور اون اولیاء کی معتقد ہو جاوے جو ہر تہ علی بنائے گئے تاکہ حکومت بنی امیہ و بنی عباس کے ہتھیار میں نقص پیدا نہو اور امت اولاد علی کے بطع نہونے پاوے چنانچہ جن حضرات کو خلفاء بنی امیہ و بنی عباس و معتقدان و بیروان و خیر خواہان بنی امیہ و بنی عباس نے درجہ ولایت پر پہنچا کر ہر تہ علی بنایا اور ان سے دو صاحبوں کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

جناب سلوی عید القادر غلام سرور ظف مفتی غلام محمد لاہوری جو مذہب اہل سنت کے

ایک عالم ہیں اپنی کتاب گلدستہ کرامات میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مناقب
بصریح ذیل وسیع فرماتے ہیں۔

نقل مضمون یا غلامہ مضمون

نمبر شیخ کتاب
گلدستہ کرامات

۱۰

جسطرح مکھی رسول خدا کے جسم طہر پر نہ بیٹھتی تھی اسی طرح جسم شیخ عبدالقادر
مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ اور جسطرح بول و براز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین کھا
جاتی تھی اسی طرح شیخ عبدالقادر کا بول و براز زمین کھا جاتی تھی۔
شیخ عبدالقادر کہا کرتے تھے کہ ہذا وجود جدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
لا وجود عبدالقادر۔ یعنی عبدالقادر جیلانی کا جسم اہل میں جناب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم ہے (مطلب اس تحریر کا یہ ہے کہ اہل میں شیخ عبدالقادر
وہی ہیں جو اول صلب حضرت عبداللہ سے پیدا ہو کر از نام محمد معروف
ہوئے اور ثلث ہجری میں اس دنیا سے رحلت فرما کر بار ویکر صلب
ابو صالح سے پیدا ہوئے اور از نام عبدالقادر معروف ہوئے۔
اور اہل میں یہ واقعہ اس حدیث کی تردید میں ہے یا اس
حدیث کے جواب میں ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ علی مجتبیٰ
اور میں علی سے ہوں۔ اور علی نور واحد سے پیدا ہوئے ہیں
اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر ہجرت علی ہیں)

۹

شیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ جسطرح جناب محمد میرے جد امجد کا قدم
تمام انبیاء کی گردن پر ہے اسی طرح میرا قدم تمامی ادبیاء کی گردن
پر ہے۔ (جسطرح خلیفہ و عویدار ہیں کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہوئی اور
جناب امیر پر ولایت یہ اس کا جواب ہے اور اس جواب سے

علماء اہل سنت اپنے ہم مذہبوں کی سطح تکلیف کر کے کہ شیعہ حضرت علی کے اور شیخ عبد القادر کے غلط مناقب بیان کر کے گنگار ہوتے ہیں لوگوں کے خیال جناب امیر اور اولاد جناب امیر کی جانب سے برشتہ کر کے جانب غلط و ثابہ رجوع کرتے ہیں۔ مگر عام لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ جناب امیر کے مناقب قرآن اور احادیث سے ثابت ہیں جو کتب اہل سنت میں درج ہیں اور شیخ عبد القادر کا زمانہ رسوخ اور بعد وفات قبل از پیدائش شیخ عبد القادر کے عبد القادر کا کوئی نام و نشان بھی بنانا تھا مناقب کہاں سے پیدا ہو گئے؟

اگر تمام دنیا کے برگ باسے اشجار کا غنہ بنادین اور شاخاے درخت قلم بنادین اور تمام حنی الس مملک لکھنا شروع کر دین تو بھی مناقب اور کرامات شیخ عبد القادر ختم نہوں اور تمام مخلوق کہتے کہتے عاجز آباد رہے جواب شیعوں کے اوس دعویٰ کا ہے جو حضرت علی کے فضائل میں وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دریاؤں کا پانی رہد شانی بن جاوے اور شاخاے درخت قلم بنادین تو بھی فضائل حضرت علی ختم نہوں۔ شب معراج کو جب جناب محمد مصطفیٰ آسمان کی منزلیں طے کر کے سدرۃ المنتقی تک پہنچے اور وقت حضرت جبریل کو خست ہو گیا اور شیخ عبد القادر نے آنحضرت کا قدم مبارک اپنے کا ندھے پر اور ٹھاکر قاب قوسین تک پہنچایا۔ یہ جواب شیعوں کے اُس دعویٰ کا ہے جو شیعہ کہتے ہیں کہ یہ اصحاب نے پوچھا جو نبی کو دیکھا معراج

نقل مضمون یا خلاصہ مضمون

مضمون کتاب
مکملہ کرامات

بین حضرت نے کیسکو دیکھا + کہنے لگے مسکرا کے محبوب خدا + واللہ جان
دیکھا علی کو دیکھا +

جس شب کو شیخ عبد القادر بمقام گیلان پیدا ہوئے اوس شب کو کنزار
دیکھد طفل بخانہ اسے دیکر بمقام گیلان اور بھی پیدا ہوئے تھے جو بیکرت
قدم شیخ عبد القادر سب کے سب ولی اللہ ہوئے۔

اس دعویٰ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیون کو تو ایک حضرت علی کے
ولایت ہی پر منحصر ہے مگر شیخ عبد القادر کو رتبہ بین حضرت علی سے بھی
استعداد بلند ہیں کہ بروز پیدائش اونکے جسد طفل پیدا ہوئے سب
ولی اللہ ہو گئے۔ مگر اون اکیزار دیکھد طفل کا نام اہل سنت آجک
نہ بنا سکے مگر شیخ عبد القادر کو رتبہ رسول سے بھی زیادہ بڑھا دیا کیونکہ
بروز پیدائش رسول بطفل تولد ہوئے اور بین نہ کوئی رسول ہوا نہ علی،

ایک غرق شدہ کشتی کو بارہ برس کے بعد مع اون لوگوں کے جو اوپر
سوار تھے شیخ عبد القادر نے دریا سے نکالا۔ (یہ جواب شیونکے اوس
دعویٰ کا ہے کہ زمانہ حیات رسول محمد صلعم میں جناب امیر نے پانچ کشتیاں
غرق شدہ مع اون لوگوں کے جو اوپر سوار تھے۔ دریا سے نکالا)

زمانہ خیر خاری میں شیخ عبد القادر دایہ کی گود سے جانب آسمان
بد واز کر گئے اور تقریباً آفتاب پونچھے خلق اللہ کو دو آفتاب نظر
(یہ جواب ہے حدیث بساط کا)

ایک میاں کو شیخ عبد القادر وقت مباحثہ قبرستان میں لے گئے اور

۱۹

۲۴

۳۰

۳۶

نقل مضمون یا خلاصہ مضمون

مذہب غنی
مکتبہ شکرکرات

۳۶ ایک تبرکد سے ایک مردہ قوال کو قوم باؤنی کہار زندہ کیا یعنی زندہ ہو جاوے حکم سے وہ قوال گاتا بجاتا قبر سے زندہ کل آیا ایسے کلمہ پڑھتا زندہ نہیں ہوا۔ اور اس واقعہ سے شیخ عبد القادر کا ہر تہ خدا ہوتا ہوا ہوتا ہے اور یہ جواب اوسکا ہے جو نصیری حضرت علیؑ خدا کہنے لگے اور شافعی متروک رہے کہ علیؑ کا خدا ہے یا رب اوز کا خدا ہے

اس قسم کے بدکثرت واقعات بلا سند گات کرامات میں دین میں

اجازت خیر خواہ عالم دہلی مرقومہ ۲۷ فروری ۱۸۹۱ء عتیق شہم جلد ہستم میں ایک خبر اس عنوان سے راج ہے۔ (کیفیت عرس شریف گنگوہ ضلع ہا پور)۔ راقم دیدہ سکندی کے ایک نامہ نگار صاحب لکھتے ہیں کہ مقام پیران گنگوہ سہارنپور سے پندرہ گاہ کوں سے اور وہاں حضرت شکل کشا بندگی شاہ عبد القدوس گنگوہی قطب عالم و شکیں سلطان بنی کین رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ ال آخرہ۔ یہ لقب شاہ عبد القدوس کو شیعوں کے اوس دعوت کے جواب میں دیا گیا ہے جو وہ حضرت علیؑ کو شکل کشا کہتے ہیں اور ظاہر کرنے ہیں کہ آپؑ نہ دنیا کو مطلق دیا تھا۔

ان سب واقعات کا خلاصہ یہ ہے کہ بسطع شیعہ مذہب ایسے کو شکل کشا دلی اللہ حب معہہ جانتے ہیں اور امام کہتے ہیں۔ اسطرح اہل سنت بہت سے حضرات کو ہر تہ علیؑ بنا کر خلق اللہ کو تسکین دیتے تھے اور حضرت علیؑ اور اولاد حضرت علیؑ کی جانب سے لوگوں کو بدعتیہ کرتے تھے تاکہ حکومت بنی امیہ و بنی عباس کو زوال نہو۔

یہی سبب تھا کہ فاضل کامل اہل سنت نے رافضی ساکلی سے کہا کہ کون سے علی کی تعریف کروں رافضیوں کے علی کی یا سنیوں کے علی کی جبکہ مطالب یہ سن رہے تھے کہ رافضیوں کے علی کو فرزند ابوطالب زویج قبول ہیں اور سنیوں نے ہر مرتبہ علی بہت سے علی بنائے ہیں انہیں سے جس علی کی تعریف سنا چاہو میں بیان کروں کہ رافضی ساکلی ناواقف تھا وہ یہی جانتا کہ بجز حضرت علی رافضی کے کوئی دوسرا علی اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا بدیوجہ وہ گھبرا گیا اور ساکت ہو گیا اگر اوسکو علم ہوتا تو وہ کہہ دیتا کہ سنیوں کے علی کی تعریف کرو اور اسوقت فاضل کامل اہل سنت یہ سوال ضرور کرتے کہ سنیوں کے کون سے علی کی تعریف کروں آیا ہر مرتبہ علی شیخ عبد القادر دہلوی کی یا ہر مرتبہ علی شاہ عبد القدوس گنگوہی کی یا ہر مرتبہ علی شاہ نظام الدین اولیا کی یا ہر مرتبہ علی بن ابی طالب کے نام پائے جاتے جو ہر مرتبہ علی بنیائے گئے ہیں۔

یہ سارے واقعات اور مباہلات محض خباب امیر کی دشمنی کے سبب ظہور پذیر ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں اور ان ذریعوں سے کم علموں جابلو کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ بوجہ نادانیت محض بر بنا تقلید اپنے باپ دادوں کے دھوکے میں آکر عاقبت اپنی خراب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں بھی انکو اس عقیدہ فاسد کے سبب کوئی نفع نہیں ہوتا۔ لیکن تعجب اس بات کا ہے کہ اب اس بھکانے سے کیا حاصل جبکہ خلافت خاندان نبی امیہ میں باقی رہی نہ بنی عباس میں کہ خوف زوال ہونہ آل رسول میں خلافت کے پہونچنے کا کوئی اندیشہ ہے۔ اب تو اس قسم کے مباہلات اور تمقادات سے اسلام ضعیف ہوتا جاتا ہے۔ میری رائے میں تو اب حضرت علی اور اولاد حضرت علی کی دشمنی ترک کر کے اتفاق باہمی کی جانب رجوع کیا جاوے تو بہتر ہو۔ میں اس معاملہ میں خباب مولوی محمد جاگیر خان صاحب اور سادہ کے ہم مذہب اور ہم خیالوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ براہ مہربانی غور و فکر فرمادیں کہ جو لوگ ہر مرتبہ علی بنیائے گئے ہیں

اور غیہ کی مزاروں پر ہر سال اہل سنت کے قافلہ نظر زیارت جا پا کرتے
 ہوں۔ حضرت علی کی زیارت کو نجف اشرف حضرت امام حسین کی زیارت کو کربلا
 معلے آج تک کوئی قافلہ اہل سنت کا نہیں گیا۔ بلکہ تو اریخون سے یہ بات ثابت
 ہے کہ زمانہ خلافت نبی امیہ میں بہت کوشش کی گئی کہ نشانات قبر شہداء و کربلا
 معدوم کر دئے جائیں اور زائر و پیر بدت با سے دراز تک ظلم ہوئے کہ زیارت
 کر بلا و نجف اشرف و کاہن کو بجانے پڑوین اور یہ ظلم زمانہ سلطنت ناصر الدین شاہ
 شاہنشاہ ایران میں بند ہوئے۔ لیکن شیخ عبدالقادر جیلانی کے مزار کو بغداد
 شریف اور شاہ عبدالقدوس گنگوہی کی زیارت کو ضلع سہارنپور اور شاہ حسین الدین
 چشتی کی زیارت کو جمیر اور مدار صاحب کی زیارت کو مکن پور اسیطرح ہر ایک
 صاحب کی زیارت کو جو مرتبہ علی بن ابی طالب کے اہل سنت کے قافلہ ہر سال زیارت
 کو جاتے ہیں۔ مگر کربلا سے معلے و نجف اشرف بغداد سے صرف دو منزل ہیں بلکہ
 بغداد سے شیخ عبدالقادر کی زیارت کر کے اپنے گھر تو واپس آتے ہیں مگر کربلا
 معلے و نجف اشرف تک نہیں جاتے یہاں تک کہ خاص بغداد میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
 کا مزار شریف ہے مگر اہل سنت بغداد کو پہنچ کر شیخ عبدالقادر کے مزار کی زیارت کرتے
 ہیں مگر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مزار کی زیارت نہیں کرتے۔ اگر اہل سنت کو
 حضرت علی اور اولاد حضرت علی کے ساتھ محبت ہوتی اور حضرت علی اور اولاد حضرت
 علی کے اہل سنت مستعد ہوتے تو بطرح بغداد کو شیخ عبدالقادر کی زیارت کو اور جمیر
 کو احمدین الدین چشتی کی زیارت کو اور ضلع سہارنپور شاہ عبدالقدوس گنگوہی
 کی زیارت کو اور مکن پور مدار صاحب کی زیارت کو ہر سال اہل سنت کے
 قافلہ جاتے ہیں۔ اسیطرح زیارت کربلا و نجف اشرف کو بھی جاتے۔ لیکن سارے
 اصحاب برداشت کرتے ہیں مگر زیارت کربلا و معلے و نجف اشرف کو بخیر شیخوں کے

اور کوئی مسلمان نہیں جاتا۔ جو جکا مستقد ہو تا ہے اور یکے مزار پر وہ جاتا ہے۔
پس مولوی محمد جانگیر خاں صاحب اور ان کے ہم مذہب اور ہم خیالوں کا یہ الزام کہ حضرت
علیؑ مشکل کشا نہ تھے اور (نحوہ باشد) خطا دار و گنہگار تھے (نظام ملکی کے لائق
نہ تھے اہل سنت کے اصول مذہبی کے مطابق قابل اعتراض نہیں لہذا میں اس شیخ
کو حسب اقرار مولوی محمد جانگیر خاں صاحب فیصلہ کرتا ہوں کہ اصول مذہب اہل سنت کے
مطابق محبت و اعتقاد حضرت علیؑ و اولاد حضرت علیؑ کا دعویٰ اہل سنت صریح زبان سے
کرتے ہیں نہ دل سے گزرا یا ت قرانی و احادیث نبوی سے کہ جنکا وجود کتب اہل
سنت سے بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت علیؑ کے مشکل کشا و افضل الامم و بہترین خلایق
ہونے میں جابائے گفتگو نہیں اور شک کرنے والا نجات عقبی سے محروم رہے گا۔
اور میرے اس فیصلہ کی تائید گلدستہ کرامات سفیرِ اکبر کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے
فرمایا جناب محبوب سجائی شیخ عبد القادر گیلانی نے کہ پیغمبر خدا ﷺ علیؑ علیہ وسلم نے میری
طرف مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ اے فرزندِ بلند و پسِ سعادت مند خوشخبری ہو خوشخبری
ہو تجھ کو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تجھ کو میرا وزیر کیا بعد میرے دنیا و آخرت میں۔
حالانکہ زمانہ حیات و زمانہ نبوت جناب محمد مصطفیٰ صلعم میں نہ شیخ عبد القادر کا وجود
تھا نہ شیخ عبد القادر نے جناب رسول خدا صلعم کو دیکھا نہ جناب رسول خدا نے شیخ
عبد القادر کو نہ آنحضرت نے کبھی شیخ عبد القادر کا تذکرہ کیا کہ میری امت میں یا میری
آل میں کوئی شخص عبد القادر نامی ایسا پیدا ہو گا کہ جو بعد میرے دنیا و آخرت میں
میرا وزیر ہو گا۔ مگر یہ ساری تک بندی محض دشمنی حضرت علیؑ میں جوڑی گئی ہے۔
کیونکہ شیعہ مقابلہ اہل سنت رسول خدا صلعم کی اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں کہ حسین
آنحضرت نے وقت دعوت اسلام اپنے اہل قبیلہ کو جمع کر کے فرمایا تھا کہ یا علی تم میرے
بعد دنیا و آخرت میں میرے بھائی اور میرے وزیر اور میرے وصی ہو۔ اس کے جواب میں

شیخ عبد القادر رسول خدا کے وزیر بنائے گئے ہیں لیکن شیعہ جو حضرت علی کو وزیر رسول اللہ قبول کرتے ہیں نو اور پکے ساتھ بجز حضرت علی کے کسی دوسرے کی خلافت کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اور جب اسکے مقابلہ اہل سنت شیخ عبد القادر کے اس کلام کو جو غیر مذہب ہے قبول کرتے ہیں کہ وہ دنیا اور آخرت میں رسول خدا کے وزیر ہیں تو پھر ان کو بھی خلفاء ثلاثہ و خلفاء ربی امیہ و بنی عباس کی خلافت سے انکار کرنا پڑیگا اور نہ ارشاد رسول کی تکذیب لازم آویگی۔ اور یہ طبع شیعہ حضرت علی رضی کو قاسم نعمائے بہشت و ساقی کو ثرو افضل الامم و اشرف المخلوقات کہتے ہیں اور دل سے اسکے معتقد ہیں اسطرح اہل سنت شیخ عبد القادر کو ساقی کو ثرو افضل الامم و اشرف المخلوقات تسلیم کرتے ہیں جسکا ثبوت غزل مندرجہ صفحہ ۱۰۸۔ گلدستہ کرامات سے بخوبی ہوتا ہے

نقل اوس غزل کی ذیل میں درج ہے۔

خود عظیم قطب عالم شاہ اکبر محی الدین	نور چشم نور چشمان پیغمبر مھے الدین
اشرف سادات خلیل شرفیان جہان	افضل اولاد آدم پر ہر محی الدین
شاہ اشرف قاسم نعمائے فردوس برین	مالک باع جنان ساقی کوثر محی الدین
جبار اہل سنت اولاد آدم سے بزرگ اور افضل شیخ عبد القادر کو تسلیم کرتے ہیں تو	
اولاد آدم میں جناب رسالہات صلعم اور خلفاء ثلاثہ بھی داخل ہیں تو جناب رسول خدا و خلفاء ثلاثہ سے بھی اعلیٰ اور افضل شیخ عبد القادر ہو گئے۔ اہل یہ ہے کہ جبار اہل اور	
عالم میں یہی فرق ہے۔ آل رسول کا عالم چونکہ شیعوں میں باقی ہے لہذا وہ ترکہ رب نہیں کرتے اور حضرت علی کو افضل الامم کہتے ہیں نہ افضل بنی آدم۔ پس اس قبیل	
صیح سے یہ بات محتاج ثبوت نہ رہی کہ اہل سنت کے شاہ محشر عبد القادر ہیں اور	
شیعوں کے شاہ محشر جناب رسول خدا ہیں۔ اہل سنت کے ساقی کوثر عبد القادر ہیں اور	
شیعوں کے ساقی کوثر علی ابن ابیطالب ہیں۔ پس شیعہ محبت علی ابن ابیطالب اور محبت	

اَل رسول کو ذریعہ نجات گردانتے ہیں۔ اور اہل سنت محبت شیخ عبد القادر کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں بدین وجہ اہل سنت محبت شیخ عبد القادر میں مجالس حال و حال پر پا کر کے مناقب شیخ عبد القادر کو آگ راگنی میں ساتھ قص و سرود کے سنل خوش ہوتے ہیں اور وجد کرتے ہیں اور اس خوشی میں بے خود ہوتے ہیں کہ حکومت اسلام ہمارے قبضہ میں رہے۔ اور شیعہ محبت حضرت علی اور اولاد حضرت علی میں مجالس غزا برپا کر کے گریہ و زاری کرتے ہیں کہ ہمارے پیشوایان دین نے خلافت کی رہنمائی اور شریعت کی حفاظت اور اسلام کے استحکام کے واسطے کہ جوتا قیامت بنی آدم کی نجات کا ذریعہ ہے اپنی شہادت قبول کی اور مصائب شدید گوارا کئے مگر ہماری نجات کی واسطے ان مصیبتوں میں صبر کیا اور راضی برضاے الہی رہے افسوس ہے کہ ہم روز عا شورہ موجود ہو سکتے کہ فرزند فاطمہ کے قدموں پر اپنی جان نثار کرتے۔ پس بر بنادران افزاروں اور ان افعالوں کے مجھ کو اس فیصلہ میں کچھ غدر نہیں کہ مسلمانوں میں بجز فرقہ شیعہ کے کسی دوسرے فرقہ کو حق نجات حاصل نہیں

شفیع نمبر سوم

حکم جہاد کی علت غائی کیا ہے اور نقصان قرآن کا ذکر شیعہ کیوں کرتے ہیں

جناب مولوی محمد جاناگیر خاں صاحب کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۱۲۔ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیعوں نے بمقابلہ جہاد کے تعزیر داری کو اور بمقابلہ جہاد داری کے گریہ و زاری کو ایجاد کیا ہے۔ لیکن یہ اعتراف مولوی صاحب کا بالکل بجا ہے۔ تعزیر داری تو اہل سنت بھی کرتے ہیں البتہ اس قدر فرق ہے کہ شیعہ تعزیر کے آگے صف ماتم بچھا کر روتے ہیں اور اہل سنت خوشی کرتے ہیں۔ اور افعال دونوں فرقوں کے

درست و سچا ہیں کیونکہ لشکرِ زید نے شہداء اور کربلا کے سر نیز و ن پر نصب کر کے
 خوشی کی تھی اور سبکی پیروی اہل سنت میں ہوتی ہے۔ اور اہل ترمین مال و شیون
 تھا اور سبکی تقلید شیعہ کرتے ہیں۔ لیکن شیون کی جہاد سے کنارہ کشی بوجہ غیبت امام ہے
 کیونکہ شرائط جہاد کے مصالح بجز امام وقت کے دوسرا نہیں جان سکتا اور جب تک
 امام وقت ظاہر ہو کر حکم جہاد دین شیعہ جہاد نہیں کر سکتے۔ اور جبکہ ان مسلمانوں
 نے جو خلفاءِ غیرِ حق کے مطیع اور معتقد تھے کفرانِ نعمت کر کے ہزار مانہ میں بحق
 اماموں کو شہید کیا اور جہاد کو عیش و دنیا اور حصول دولت و سلطنت کا ذریعہ قرار
 دے لیا تو پھر شیون کو بجز تعزیر و داری اور گریہ و زاری کے چارہ کیا ہے۔
 شیون کی گریہ و زاری کے دو سبب ہیں۔ پہلا سبب تو یہ ہے کہ وہ افسوس کرتے
 ہیں کہ عاشورہ محرم کو بوقت جنگ فرزندِ پیغمبر ہم حاضر نہ ہو سکے اگر حاضر ہوتے تو
 دشمنانِ بیطرسوں سے جنگ کرتے یا فتیاب ہوتے یا درجہ شہادت حاصل کرتے
 اور اس افسوس میں جب وہ اس وقت کو موجود نہیں پاتے تو فرزندِ پیغمبر کی تسکلی
 اور کمرنگی اور مصائبِ شدیدہ کے تصور میں بیقرار ہو کر نالہ و فریاد کرتے ہیں کہ
 افسوس صد افسوس کہ فرزندِ پیغمبر کی نہ کسی مہجاب نے مدد کی نہ انصار نے نہ تابعین
 نے اور قاتلانِ حسین میں حافظِ قرآن بھی بہت تھے مگر کسی نے خاندانِ رسالت
 کا پاس نہ کیا اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور اب تک او کی اولاد اپنے
 کو مسلمان کہے جاتی ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ شیعہ اہل سنت کے اعمال اور
 افعال جو دیکھتے ہیں کہ فرزندِ رسول تو بوجہ حفاظتِ شریعت شہید کیا گیا۔ اور ہم
 محبت فرزندِ رسول میں اب تک تائید جاتے ہیں اور اہل سنت کے مطیع ہماری عزت
 رسانی سے باز نہیں آتے۔ تو انکو بجز گریہ و زاری کے اور کچھ بن نہیں پڑتا۔
 اور اہل سنت نے شرائط جہاد کو تو بالائے طاق رکھا۔ اور برحق اماموں سے

رہ گزرائی اختیار کی اور جہاد کو حصول سلطنت و عیش دنیا کا ذریعہ سمجھ کر حق و ناحق جہاد کر کے سارے زمانہ کو اپنا دشمن بنا لیا۔ اور ان کے کردار سے اس وقت شیعوں کو یہ مخالفان اسلام کے ہاتھ سے رحمت اور نعمانی پڑتی ہے۔ پس ان وجوہ سے شیعتیت امامین جہاد سے کنارہ کش ہیں۔

مسئلہ جہاد کی تعریف کی تو اس وقت میں ضرورت نہیں سمجھتا لیکن جہاد کی علت غائی کی جانب مولوی محمد جاگیر خاں صاحب کو او راونکے ہم ماہیوں اور ہم خیالوں کو توجہ دلائی جاتی ہے۔

۱۔ سورۃ البقرہ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الَّذِي قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ تَرجمہ نہیں زیر دست بیچ دین کے البتہ ظاہر ہوا راہ پانا گمراہی سے۔

۲۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ کی اول سے آخر تک سورۃ پڑھ جاؤ جب کا ترجمہ یہ ہے کہ تو را سے محمدؐ کا اے کافر و نہیں عبادت کرتا میں اس کی جسکی عبادت کرتے ہو تم۔ اور نہیں عبادت کر نیوالے ہو تم اس کی جسکی عبادت کرتا ہوں میں۔ اور نہیں عبادت کر نیوالا میں اس کی جسکی عبادت کی تھے۔ اور نہیں عبادت کر نیوالے ہو تم اس کی جسکی عبادت کی میں نے۔ واسطے تمہارے تمہارا دین ہے اور واسطے میرے میرا دین ہے۔ سورۃ الناشیہ۔ فَذَكَرْنَا أَنْتَ مَذْكُورٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُعْتَظٍ وَلَا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابُ أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ أَنْتَ نَبِيُّ رَبِّكَ وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى الْغَفُورُ الْكَرِيمُ مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابُ أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ أَنْتَ نَبِيُّ رَبِّكَ وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى الْغَفُورُ الْكَرِيمُ

آیت اول میں پروردگار عالم نے ظاہر فرمایا ہے کہ امور دینی میں زیر دست یعنی جبر و سختی جائز نہیں صرف ہدایت کرنا واسطے مکران ہونے کا کافی ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید ظاہر کیا گیا جسکی ہدایت سے گمراہ راہ پاتے ہیں تو جبر و قہر دینی

میں نمودار چاہئے۔ دوسری سورۃ میں پروردگار عالم جناب رسالت اب صلعم کو حکم دیتا ہے کہ کافروں سے کہہ دے کہ فساد مست کرو تمہارا دین تمہارے واسطے ہے اور میرا دین میرے واسطے ہے۔ اور ایہ سوم میں خدا فرماتا ہے کہ اسے جو صلعم تو صرف نصیحت کرنی والا ہے کافروں پر اور نہ مقرر نہیں کیا گیا کہ خود ہی بخواتین اور دین اسلام قبول کرے۔ تیسرا کام نصیحت کرنا ہے جو کوئی تیز نصیحت پر عمل کرے گا عذاب میں مبتلا ہوگا۔

کیونکہ جناب مولوی محمد جاناگیر خان صاحب جبکہ پروردگار عالم نے احکام مذکورہ میں منع فرمایا ہے کہ دین میں زیر وستی نہ کرنا چاہئے۔ ان لازمی بخش احکام کے خلاف آپ کے پیروایان دین حلیفہ ثالث صاحب و خلفا ربی امیہ و بنی عباس نے جو جہاد کیے اور اسلام کو پورے شمشیر پر سلا یا یہ جہاد شرمناک ہے یا ناجائز۔ اور ان جہادوں سے نہ گان خدا کی آزادی اور ذی اختیاری میں خلل ہوا یا نہیں اور چونکہ دین میں زیر وستی شرعاً و عقلاً جائز نہیں پھر اس اختلاف کا کوئی سبب معقول آپ یا آپ کے ہم مذہب وہم خیال بتلا سکتے ہوں تو براہ مہربانی مطلع فرمائی۔ کیونکہ مخالفان اسلام اس جہاد پر بڑی سختی کے ساتھ معترض ہیں اور یہی واقعات جہاد مخالفوں کو اسلام کی جانب سے مشتعل کرتے چلے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ جہاد خلفا ربی امیہ و بنی عباس کے بالکل خلاف شرع تھے۔ اور آپ اور آپ کے ہم خیال وہم مذہب خلفا ربی امیہ و بنی عباس کے معتقد اور پیرو ہیں بدین وجہ یہ سوال آپ سے کیا جاتا ہے۔ اور شیعہ خلفا ربی امیہ و بنی عباس کے مخالف قلبی ہیں بدین وجہ یہ اعتراض اوپر شاید نہیں ہوتا۔ جناب مولوی صاحب جیسا کہ خون حضرت عثمان کا یہاں آپ کے تالیف برحق حضرت معاویہ کو حضرت علی اور اولاد حضرت علی کی دشمنی اور خانہ بر باوی کا نظر حصول

سلطنت و عیش و دنیا ہاتھ لگا تھا۔ اس طرح خلفا ربی ائینہ دینی عباس و دیگر سلطنت
اسلام کو غیر قومی کی آسائش میں غفلت اندازی کرنے اور مال غنیمت حاصل کرنے
اور خوبصورت عورتوں کو اپنے قبضہ میں لاتے اور سلطنت دنیاوی کے بڑے بڑے
اور دولت و خزانہ لوٹنے کو جہاد کا بہانہ ہاتھ آگیا تھا۔ اسلام کی ہمدردی کے
سبب یہ جہاد ہرگز نہیں ہوئی اگر اسلام کی ہمدردی ہوتی تو آل رسول خلیفہ
قربانی ہو کے پیاسے فوج نہ کئے جاتے۔ رسول خدا و ان سربراہان سے عام
میں نہ پھرائی جاتیں۔ علی مرتضیٰ کی اطاعت سے روگردانی نہ کی جاتی۔ امام
حسن علیہ السلام زہر سے نہ شہید کیے جاتے۔ جناب امام زین العابدین و امام
محمد باقر و امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم و امام علی رضا و امام محمد تقی و امام علی نقی
و امام حسن عسکری علیہم السلام سے امت منحرف ہو کر مذہب ابو حنیفہ و مذہب
مالک و مذہب حنبلی و مذہب شافعی اختیار نہ کرتے اور بحالت موجودگی ان برحق
اماموں کے ابو حنیفہ اور شافعی وغیرہ کو اپنا امام نہ بناتے۔ اور ان برحق اماموں کو
زہر سے نہ شہید کرتے۔ پس ان اماموں کے قاتل ان اماموں کے دشمن جو جہاد
کریں وہ کیونکر شرعاً جائز ہو سکتے ہیں۔ برحق اماموں کے قاتلون اور دشمنوں کے
خوشامد کرنا والے جو بوجہ خوشامد امام بنیں اور مذہب جاری کریں یا فقہ اور
حدیث جمع کریں اور کا مذہب اور مذہب اذکی محدثی کیونکر معتبر اور باعث نجات
قرار پا سکتی ہے۔

ان ناجائز جہادوں نے یہ رنگ دکھلایا کہ اس دنیا کی کل قومیں جو اسلام کی مخالفت
ہیں آج تک بہ آواز بلند شور مچا رہی ہیں کہ اسلام بڑا دشمن ہے یا گیا۔ اور توجہ
اسکا یہ ہوا کہ اس وقت ہر قوم مسلمانوں کی جانی دشمن ہو رہی ہے اور مسلمانوں کو
اس دشمنی کے فرو کرنے اور ان کا مذہب باطلین ادا کرنے کی مہلت نہیں ملتی۔

اللاس اور مصیبت روز افزون ترقی پڑے۔ دنیا کے جھگڑوں اور مصیبتوں میں مسلمان
 بے شمار چلے ہوئے ہیں کہ اگر ان مذہبی بھی فراہم کر کے چلے جاتے ہیں۔
 مسجد میں ویران ہوتی جاتی ہیں و غلط کر دیا لے اس فضیلت اور قابلیت کے باقی
 نہ رہے کہ اسلام کے پریشان گلہ کو یکساں کریں۔ انکو عبادت الہی کی غیبت کو
 اگر کم و بیش فاضل زمانہ حال میں موجود بھی ہیں تو ایسے ہیں کہ جیسے مولوی محمد حاکم
 خان صاحب کی قابلیت ہے یا قاضی احتشام الدین کی فات پاک مراد آباد میں
 کہ جلی تحریرات سے یا ہم سنی و شیعہ کے اور بھی آتش دشمنی افزوختہ ہوتی ہے۔
 اور اسلام کی باقی ماندہ عزت بھی آپس کی جنگ و جدال میں تلف ہوئی جاتی ہے۔
 لیکن مجھ کو اس بات کے اقرار میں کچھ غدر نہیں کہ ان ناجائز جادوں سے اسلام
 ترقی اور رونق ضرور پائی ہے سو یہ بات قابلِ تناء و صفت نہیں کیونکہ جناب
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسکی خبر دے چکے ہیں وہ شجرہ پوری ہوئی۔ دیکھو بخاری جلد ۱
 صفحہ ۱۴۱۔ میں اس حدیث کو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيُوَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّحْمٰنِ
 الْفَاقِ حِيَرَاتٍ اٰخِرَةٍ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دین رونق پاوے گا
 فاسق و فاجر سے۔

اب اس شجرہ پوری ہو چکا ہے خیال کر لے کہ وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فقہ کب مرتب
 ہوئی اور کسے قریب کی کتب احادیث کو کسے تریب دیا اور کب مرتب ہوئیں
 بزورِ شمشیر اسلام کو کسے بڑھایا۔ اسی علم فقہ اور علم حدیث اور ناجائز جادوں کے
 فنیہ سے اسلام نے ترقی پائی یا کسی دوسرے طریقہ سے اور وہی فقہ و حدیث مسائل
 جہاد و جنگ اہل سنت میں جاری ہیں یا دوسرے کہ جنہیں آل رسول اور برحق
 اماموں کا کوئی دخل نہیں اور یہ سب علامتیں حدیث مذکور سے تمام و کمال موافق
 ہیں یا مخالف چہر مذہب اہل سنت کیونکہ باعثِ نجات قرار پاسکتا ہے۔

جاو کی اصلی کیفیت وجہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوگی۔

جب جناب رسالت مآب صلعم مبعوث برسات ہوئے تو پانچ برس تک کفار قریش آپ و غلطی و پند کرتے رہے۔ لیکن کفار قریش آنحضرت کو سخت ایذا و کلیف پہنچاتے تھے۔ آنحضرت نے بذاتِ حاصل اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے انواع اقسام کی ذلتیں اور نقصانات اٹھائے۔ چند بار وہ ادا سے ناز سے روکے گئے۔ اونٹ کے اوپر کفار نے تھوکا۔ اور خاک ڈالی۔ اور عین کے عامرہ سے اونٹنی گردن باندھ کر کعبہ سے باہر نکال دیا۔ آنحضرت نے اس تحقیر کو بھی ساتھ صبر و شکر کے گوارا کیا (اسین کفار قریش نے مسلمان ہو کر وفات آنحضرت کے بعد بوجہ عداوت سابقہ حضرت علی اور اولاد حضرت علی کے ساتھ ظلم اور سختیاں کیں یہاں تک کہ مثل گو سفند ان پرانی فریج کر ڈالا خاندان نبوت کو تباہ و برباد کر ڈالا جو مثل جناب رسول خدا صلعم کے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کی گئیں) تھوڑے سے لوگ جو اس وقت تک مسلمان ہو چکے تھے ان کے ساتھ بھی ظلم اور بد سلوکیاں کج جاتی تھیں۔ جب کفار قریش نے زیادہ ظلم اور سختیاں کیں تو کیا کہ مسلمان مع چند عورتوں کے مکہ سے ہجرت کر کے شاہ ابی سینیا یعنی نجاشی بادشاہ حبشہ کی حکومت میں پہنچے اور وہاں پناہ لی۔ دوسری بار بوجہ ظلم کفار قریش مسلمان ہجرت کر کے پھر دربار شاہ ابی سینیا میں پہنچ کر پناہ گزین ہوئے۔ کفار قریش نے یہاں تک مسلمانوں کے ساتھ بلا سبب دشمنی کی کہ اپنا انہی دربار ابی سینیا میں بھیجا کہ معزور مسلمانوں کو واپس بلا کر سزا دی جاوے۔ مگر بادشاہ نے ان لوگوں کے دینے سے انکار کیا۔ دو برس کے بعد کفار قریش نے آپس میں سازش کر کے معاہدہ کیا کہ آنحضرت اور ان کے معتقدین و معاونین کے ساتھ جملہ تعلقات موقوف کر دے جاوین۔ اور اس سازش سے آنحضرت کو ترک وطن پر مجبور کیا۔ تین برس تک آنحضرت شعب ابوطالب میں محصور رہے۔ جہاں انہوں نے

منہج نبی صوم

۴۱

منہج اسلام

وَمَا تَرْقَاتُ لَتِ تَذَاكُ سَبَّ كَلْبَيْنِ اَوْ ثَمَانِيْنَ شَهْرٍ كَيْ يَرُوْنِي لَوْ كُنْتُ شَعْبًا لَوْطًا
 كَيْ اَنْدُ مِنْ نِيْمِ جَانِ بَحْوِ نَكِي اَوَا زِ سَنَتِي تَحِيَّ لِيْكَنْ بِاِهْمِيْ عَمْدُ كَيْ سَبَّ اَعَانَتِ سَ
 جَبُوْرٍ تَحِيَّ بَعِثَتْ كَيْ دَسُوْنِ بِرِسِّ حَضْرَتِ اَبُو طَالِبٍ نَ اَتَقَالُ كَيْ اَجَا كَيْ سَبَّ
 اَنْحَضْرَتِ پَر كَرْ قَتَا زِ صِبْتِ هُو كُنْ اَوْ مِظَالِ اَبُو سَفِيَّانِ اَوْ اَبُو جَهْلٍ يَوْمًا فَوْ
 مَرِيْحٍ يَكْرُتِيْ كُنْ اِسْ مَقَامِ بِرِيْهَاتِ قَابِلِ يَادُو دَانِيْ هِيْ كَا اَنْحَضْرَتِ نَ
 اَبُو سَفِيَّانِ كَيْ مِظَالِ سَ اِيْزَا اَوْ عَشَا لِيْ اَوْ حَضْرَتِ عَلِيْ نَ اَلْخَبْرِ پَر
 اِيْزَا مَعَاوِيَه اِيْزَا اَبُو سَفِيَّانِ كِي دُشْمَنِيْ سَ بِدَرْجِ غَايَتِ دُكْھِ اَوْ ثَّحَا يَا اَوْ رَا اَنْجَامِ مِ
 شَاوَدَتِ پَانِيْ اَوْ رَا اَمَامِ حَسَنِ عَلِيْهِ السَّلَامِ نَ يَزِيْدُ بِيْرُوْ اَبُو سَفِيَّانِ كَيْ ہَا تھِ سَ
 دُكْھِ اَوْ ثَّحَا سَ اَوْ شَرْلِ كُو سَفْدَانِ قِرْبَانِيْ ذِيْجِ هُو سَ اَوْ رَا سَلَامِ مِ اَخْلَافِ مَدِيْنِ
 اَوْ عِظَامِ شَدِيْدِ اَوْلَادِ اَبُو سَفِيَّانِ اَوْ قَبِيْلَہِ اَبُو سَفِيَّانِ كَيْ بِاعِثِ هُو سَ جَسْلِيْ اَصْلَحِ
 اَتَجَلِ نَمِيْنِ هُو نِيْ اِسِيْ سَالِ مِ اَبُو حَسَنِ لَوْ كِ اَبِلِ مَدِيْنِ مِ سَ مَشْرِفِ بِاسْلَامِ هُو۔
 بَعِثَتْ كَيْ كِيَا رِ هُو مِ سَالِ پَر مَدِيْنِ كَيْ لَوْ كِ مَشْرِفِ بِاسْلَامِ هُو سَ جَسْلِيْ تَوْدَا
 شَرْتِ كِ پُوچِ گئی۔ اَوْ رَا نِ فُو گونِ نَ اَنْحَضْرَتِ كِي حِفَاظَتِ كَا عَمْدِ وِ پِمَانِ كِيَا۔
 كَفَا رِ قُرَيْشِ نَ اِسْ حَالِ سَ خِيْرِ پَا كِ اَوْ رِ بِيْ زِيَادَہِ ظَلَمِ اَوْ سَخْتِيَانِ كَرْنِيْ شَرْعِ كِيْنِ
 اَوْ عَمَارِ كُو مَعِ اُونِ كِيْ مَادِرِ وِ پَدِرِ كَيْ قِيْدِ كَرِيَا۔ اَوْ رَا اَنْحَضْرَتِ كَيْ قَتْلِ كَا مَصْرِمِ اَرَادَہِ كَرِيَا۔
 جَسْلِيْ خِيْرِ پَا كِ اَنْحَضْرَتِ عَارِ ثَوْرِ مِ اَوْ شَدِيْدِ هُو سَ اَوْ رِ بَعْدِيْنِ رُوْرِ كَيْ جَانِ
 مَدِيْنِ ہِجْرَتِ كَر گئے۔ كَفَا رِ قُرَيْشِ نَ عَمَارِ كَيْ مَادِرِ وِ پَدِرِ كُو قَتْلِ كِيَا۔ صَرَفِ عَمَارِ
 زَنْدَہِ بَكْرِ مَدِيْنِ پُوچِ نَ۔ بِاَوْ جُوْدِ ہِجْرَتِ مَدِيْنِ كَفَا رِ قُرَيْشِ كَا كِيْنِہِ وِ بَضِ كَمِ نُو اَبَلِكِ اَوْ
 زِيَادَہِ ہُو كِيَا۔ چَا پَنچِ اِيْكَ مَرْتَبَہِ قُرَیْشِ اَبُو بَارِ جُو فَرَا قَانِ قُرَیْشِ كَا سَمِ وَا رِ تَقَا مَدِيْنِ
 وَا لُوْنِ كَيْ چَرْنِ ہُو سَ اَوْنَتِ مَحْرَا سَ لَہِ كِيَا۔ اَوْ رِ چَہِ بَا زِ اَبِلِ كَہِ نَ مَالِكِ
 مَدِيْنِ پَر پُو رِشِ كِي۔ قَبْلِ اِسْ كَيْ كَہِ سَلَامُوْنِ كَيْ سَا تھِ كُو نِيْ جَنْگِ وَا قَعِ ہُو۔

قریش اس مہم ارادہ سے لڑائی پر تیار ہوئی کہ انھرت کو مع ان کے مستعدین مسلمانوں کے بالکل نیست و نابود کر دیں۔ چنانچہ انجام اسکا یہ ہوا کہ مسلمان حفاظت خود اختیار پر مجبور ہوئے اور نظر حفاظت جان و مال مسلمانان حکم جہاد نازل ہوا۔ پس حکم جہاد مسلمانوں کے جان و مال و آبرو کی حفاظت کے واسطے اوتھتا نازل ہوا تھا۔ جبکہ مسلمان از حد مجبور ہو چکے تھے۔ حکم جہاد بزور شمشیر مذہب پہلانے کے واسطے نازل نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ احکام الہی مندرجہ ذیل سے اصلیت جہاد کی ظاہر ہوتی ہے۔

۱۔ سورہ البقرہ۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ترجمہ اور رڑو راہ خدا میں اون لوگوں سے کہ قتل کرتے ہیں تمکو اور نہ حد سے گذرو تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا حد سے زیادہ گذرنے والوں کو۔

۲۔ سورہ البقرہ۔ فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ مَا عَتَدَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ وَاعِلٌ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ترجمہ یعنی جو کوئی زیادتی کرے اوپر تمھارے پس زیادتی کرو تم اوپر اس کے مانند اس کے کہ زیادتی کی اوپر تمھارے اور رڑو اللہ سے اور جانویہ کہ اللہ ساتھ پر ہیزگاروں کے ہے۔ میرے نزدیک حکم جہاد کا اصلی مطلب یہ ہے کہ جو کوئی تمھارے ساتھ دشمنی کرے تمکو ایذا دے تمھارے قتل پر آمادہ ہو تم بھی اسکو مارو اور قتل کرو۔ اور اپنی جان اور اپنے مال کی اور اپنے دین کی حفاظت کرو۔ اور کفار کی قتل کم کرو تاکہ تمکو امن حاصل ہو اور باطمینان عبادت الہی میں مصروف رہو۔ آیت اول میں جو حکم ہے کہ حد سے زیادہ نہ گذرو اور آیت دوم میں حکم ہے کہ اللہ ساتھ پر ہیزگاروں کے ہے اسکا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی تمکو

ایندہ سے قتل نہ کرے مال تمہارا نہ لوئے تمہارے امن میں خلل انداز نہ تو
 ہم بھی اوسکو نہ ستاؤ نہ اوسپر زیادتی کرو نہ اوسکو قتل کرو نہ اوسکا مال لوگو نہ
 اوسکی عورت کو چھینو پس جناب رسول خدا صلعم کے زمانہ حیات میں جو جہاد ہوئے
 وہ بنظر حفاظت جان و مال مسلمانان و تحفظ دین و تحفظ آبرو اور واسطے کم کرنے
 قوت کفار و مشرکین کے تاکہ مسلمانوں کو آزادی حاصل ہو اور دین اسلام میں
 کوئی رخنہ نہ پڑے اور مسلمان حالت امن میں رہیں چنانچہ جزیرہ اسیوم سے
 مقرر ہوا ہے کہ جب کفار و مشرکین اسلام کی اطاعت قبول کر کے جزیرہ دینیہ پر
 آمادہ ہوں اور مسلمان اوسکے شر سے بخوف ہو جاویں تو جزیرہ قبول کر کے
 اوسکو نپاہ دینا چاہیے مگر بزور و شمشیر اجراء اسلام جائز ہوتا۔ تو جزیرہ لیکر کفار کو
 حالت شرک و کفر میں چھوڑ دینے کا حکم ہوتا۔ پس زمانہ رسول خدا صلعم میں حصول
 دولت و طلب ریاست کیواسے جہاد نہیں ہوئے۔ بلکہ حفاظت اسلام و حفاظت
 خود اختیاری کی غرض سے۔

وفات آنحضرت کے بعد ہر چار جانب سے کفار و مشرکین نے پھر سراوٹھایا تھا۔
 اور اکثر مسلمانوں نے دین سے برشتہ ہونا شروع کیا تھا۔ اور مسلمانوں کے
 خیالات دین سے برشتہ ہونے لگے تھے بدینوجہ اکثر جہاد بزمانہ خلافت اولیٰ خلافت
 دوم بحکم و مشورہ حضرت علی رضی کے ہوئے وہ بضرورت بغرض حفاظت اسلام و
 حفاظت جان و مال مسلمانان ہوئے تھے نہ بنظر حصول سلطنت و مال غنیمت ہاں
 اثناء و حفاظت خود اختیاری میں جو ملک و مال قبضہ اسلام میں آگیا وہ عطیتہ
 آئی تھا۔

زمانہ حیات جناب رسول خدا صلعم میں جی اکثر لوگ ایسے تھے کہ جہاد پر محض بہ طمع مال
 غنیمت جا کرتے تھے اور جب کفار و مشرکین کا نابہہ دیکھتے تھے فرار ہو جاتے تھے

مگر ان ظاہری مسلمانوں کے اس انزادہ سے جہاد میں کوئی نقص واقع نہ ہوتا تھا اگر رسول
خدا صلعم ان فراریوں کے اسلام ظاہری سے خبردار تھے مگر اس خیال سے کہ شاید رفتہ
رفتہ تعلیم پاکر یہ لوگ دل سے سلمان ہو جاویں یا آئندہ ان کے صلب سے موشان
پاک طینت پیدا ہوں رسول خدا صلعم نے ان ظاہری مسلمانوں سے بجز ہدایت اور
رہنمائی کے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔

زمانہ خلافت اول و خلافت دوم میں گونشا و ملی خلیفہ اول و خلیفہ دوم کا یا دیگر
مسلمانان زفقار و مددگار ان خلفاء کا جہاد سے یہی ہو کہ سلطنت و مال غنیمت ہاتھ
آوے اور عیش کریں مگر حضرت علی رضی کا حکم و مشورہ محض تقویت دین و حفاظت جان
مال مسلمانان کے تھا تا کہ دین اسلام کو استحکام ہو۔ پس زمانہ خلافت اول و خلافت
دوم میں جس قدر جہاد بحکم و مشورہ حضرت علی کے ہوئے وہ سب جائز تھے اور جو
جہاد بلا حکم و بلا مشورہ حضرت علی کے ہوئے وہ سب ناجائز اور خلافت شریعت کے برخلاف
ذمات رسول خدا صلعم کے بعد حضرت علی امام برحق و رہنما امت تھے جیسا کہ شاہ
تراب علی صاحب و مولانا عبد الرحمن صاحب جامی اقرار کرتے ہیں اور یہ دونوں
بزرگ فرقہ اہل سنت میں علامہ عظام و ولی اللہ مانے جاتے ہیں۔ ان کے اقوال
ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

شاہ تراب علی صاحب قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ ملک اودھ کے باشندہ اور ولی اللہ
تسلیم کیے جاتے ہیں وہ اپنی کتاب مطالب رشیدی کے صفحہ ۲۵۷-۲۵۸ میں تحریر فرماتے
ہیں کہ براور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کتاب سیف المسلول میں لکھتے ہیں کہ بعض
اولیاء اللہ کو از روئے مکاشفہ ظاہر ہوا کہ درگاہ اتمی سے درجہ ولایت اور فیض
جس شخص کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور اقطاب و اوتاد و ابدال و عیار و اعتبار
اور جمیع اقسام اولیاء خدا جس شخص کے توسل کے محتاج ہوتے ہیں اس شخص کو امام

مکتے ہیں و یسین پیشوا و امت و ہادی امت و رہنمائے خلائق (اور یہ منصب امتا
از وقت ظہور آدم علیہ السلام بر روح پاک حضرت مرفی علی کرم اللہ وجہہ مقرر تھا۔
اور پیدائش حضرت علی سے پیشتر انبیاء سابق کی امت میں جس کسی کو وجہ ولایت
حاصل ہوا وہ بوسیلہ روح پاک حضرت علی مرفی کے حاصل ہوا۔ اور بعیم پیدائش
حضرت مرفی علی سے تا وقت رحلت آنجناب اہاب رسول اللہ و تابعین کو اور
سب کو یہ ولایت و ولایت و افتخار بوسیلہ حضرت علی حاصل ہوئی۔ اور بعد رحلت
حضرت علی یہ منصب امامت حضرت حسن کو اور ان کے بعد حضرت حسین کو اور ان کے
بعد حضرت زین العابدین کو اور ان کے بعد حضرت محمد باقر کو اور ان کے بعد حضرت
جعفر صادق کو اور ان کے بعد حضرت موسیٰ کاظم کو اور ان کے بعد حضرت علی رضا کو اور
ان کے بعد حضرت محمد تقی کو اور ان کے بعد حضرت علی نقی کو اور ان کے بعد حضرت حسن عسکری
علیہم السلام کو یہ منصب امامت حاصل ہوا۔ اور یہی اعتقاد تمامی صوفیہ کرام کا ہے
چنانچہ مولانا عبدالحسن جامی نے یہی شواہد البتوت میں اقرار کیا ہے۔ کہ حضرت
علی امام اول ہیں اور حضرت حسن مجتبیٰ امام دوم اور حضرت حسین امام سوم ہیں
اسی طرح یکے با دیگرے حسب تصریح شاہ تراب علی صاحب تا امام حسن عسکری یا زوہ
امام کی امامت کو خبردار قبول کیا ہے اور بارہویں امام کے پیدا ہونیکا انتظار
مظاہر کیا ہے۔ پس ان اقرارات سے حضرت علی کا امام اول ہونا ظاہر و ثابت
ہو گیا۔ اور بعد وفات رسول خدا صلعم جب حضرت علی کا امام اول ہونا تسلیم کیا گیا تو
پھر بلا حکم امام وقت جو جہاد ہو گا وہ ناجائز ہے کیونکہ صلعم جہاد بجز امام وقت کے دوسرا
منین جان سکتا۔ بدینوجہ جسقدر جہاد بحکم حضرت علی ہوے وہی جائز تھے باقی
ناجائز تھے۔

لیکن اس مقام پر ایک امر قابل غور ہے کہ شاہ تراب علی صاحب و مولانا جامی صاحب

معتبرین علماء و دہل اللہ مذہب اہل سنت جب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت علی امام اول ہیں اور حضرت حسن مجتبیٰ امام دوم اور حضرت حسین امام سوم تو بحالت بیوگی امام اول حضرت رضی علی کے حضرت ابو بکر امام اول اور حضرت عمر امام دوم اور حضرت عثمان امام سوم کیونکر ہو سکتے ہیں اور حضرت علی امام چہارم کیونکر قرار پاویں گے یہ تو جماع نقیضین ہے۔ اور حبابہ اقارات مذکور کے مطابق امام اول و امام برحق حضرت علی قرار پائے اور امام کے معنی ہیں پیشوا امت و ہادی امت و رہنمائے خلافت تو خلفاء ثلاثہ کے بھی امام یعنی پیشوا اور رہنما و ہادی حضرت علی ہو چکے۔ اب تعجب اس بات کا کہ اہل سنت جو کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی یہ بات خلاف قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی مذہب اور کسی ملت میں یہ فعل جائز نہیں کہ مقلدا اپنے امام سے بیعت لیکر اپنے امام کو اپنا مقلد بناوے اور خود اور اس کا امام بنے اہل سنت نے محض محبت خلفاء میں حضرت علی کا بیعت کرنا غلط لکھا کہ خلفاء ثلاثہ پر الزام لگا یا ہے اور اگر یہ صحیح ہے کہ خلفاء ثلاثہ نے حضرت علی سے بیعت طلب کی اور حضرت علی نے یہ تقیہ اپنے مصلحتاً بیعت بھی کر لی تو یہ امر داخل گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اپنے امام سے بیعت طلب کرنا یا بیعت لینا ایسا ہے کہ جیسا جناب رسالت مآب صلعم سے کوئی مسلمان منحرف ہو کر رسول خدا سے کہے کہ میری بیعت کرو تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاوے گا۔ بن امید کرتا ہوں کہ مولوی محمد جاوید خان صاحب اور اس کے ہم مذہب اور ہم خیال صاحبان میرے اس اعتراض کی نسبت ضرور جواب تحریر فرماویں گے اور سکوت داخل تسلیم ہوگا۔ اور خلافت خلفاء ثلاثہ کی اس تسلیم سے باطل ہو جاوے گی۔

ان اقارات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ نے اپنے امام وقت حضرت علی سے انحراف کیا اور بدریہ حکمت علی اور تالیف قلوب لوگوں کو اپنا محکوم بنایا

اور حکومت و ریاست پر قبضہ کیا اور اپنے کو خلیفہ رسول موسوم کیا۔ میرے نزدیک
 خلفاء ثلاثہ و خلفاء بنی امیہ و بنی عباس سب بدرجہ مساوی تھے۔ ایک کو دوسرے
 پر کسی قسم کی فضیلت حاصل نہ تھی نہ این کوئی راشدین تھا نہ کوئی متردد بن تھا سب
 برابر تھے۔ جس رتبہ اور منصب کے خلیفہ یزید اور امیر معاویہ تھے اوسی منصب اور
 اوسے رتبہ کے خلیفہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان تھے بلکہ امیر معاویہ و یزید
 ابن معاویہ رتبہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے افضل تھے کیونکہ یہ دونوں ابوبکر
 ان کا باپ ابوسفیان سردار تھے قبیلہ بنی امیہ کے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو
 کسی قبیلہ میں کسی قسم کا کوئی رتبہ بھی حاصل نہ تھا۔ مگر افسوس ہے کہ دشمنان آل رسول
 و دشمنان خاندان جوت فرقہ اہل سنت کو ایسی کش مکش میں ڈالے ہوئے ہیں اور
 دلوں میں ایسا انجمن پیدا کیے ہوئے ہیں کہ حق و باطل کی تمیز مشکل ہو گئی ہے۔
 اور وہ جو کہ میں پڑے ہوئے دین اور دنیا دونوں پر باد کر رہے ہیں۔ اگر
 سب عقیدہ صوفیہ سنی و شیعہ مگر حضرت علی کی امامت کو ذریعہ رہنمائی گردان کر خلفاء
 ثلاثہ کی امامت سے انکار کریں تو عاقبت بھی درست ہو جاوے اور دنیا میں بھی
 اتفاق باہمی سے بسر ہو۔ اسکی پوری توضیح تیقہ نمبر سوم و نمبر ششم میں کیجا و گئی۔
 اس تیقہ کا فیصلہ شاہ تراب علی صاحب و مولانا جامی صاحب کی کھیرات کی بنا پر
 کیے دیتا ہوں کہ جو جہاد زمانہ خلافت اول و خلافت دوم میں بحکم و مشورہ حضرت علی
 ہوئے وہ سب جائز و درست تھے۔ البتہ وہ جہاد ضرور ناجائز تھے جنہیں حضرت
 علی مانع ہوئے یا شریک مشورہ جنگ ہوئے۔ کیونکہ امام کا کام حکم دینا اور ہدایت
 کرنا اور رہنمائی کرنا ہے۔ اور افعال خلاف شریعت سے ممانعت کرنا۔ عمل کرنا
 یا نہ کرنا امت کے اختیار میں ہے۔ البتہ اگر امت امام وقت کی مطیع اور فرمانبردار
 اور وقت امام باقاعدہ احکام شریعت کے اجراء پر قادر ہوتا ہے لیکن وفات رسول خدا

صلعم کے بعد امت حضرت علی سے منحرف ہو گئی اور رجوع ہوئی جانب حضرت ابو بکر
 حضرت عمر لہذا حضرت علی نے بوجہ نہ ہونے کسی ناصر کے جبر اور سکوت کیا جو کچھ دیا وہ
 لے لیا اور جب کبھی خلفاء نے اعانت شرعی چاہی آپ نے مدد کی اور جب کبھی کوئی
 کام بجا ہونے دیکھا منع کر دیا۔ اگر احکام شرعی میں آپ مشورہ نہ دیتے یا اسور ناجائز
 سے آپ مانعت نہ کرتے تو آپ کا حسد اور کینہ ظاہر ہوتا۔ اور حسد کرنا یا کینہ کرنا
 شان امامت کے خلاف ہے۔ لیکن حضرت عثمان کے زمانہ میں جہاد کی ضرورت
 باقی نہ رہی تھی مسلمانوں کا اقتدار اور شوکت کل مخالفین اسلام کے مقابلہ میں
 قائم ہو گیا تھا۔ اور مسلمانوں کو امن حاصل ہو چکا تھا۔ ضرورت حفاظت خود ختم ہو گئی
 باقی نہ رہی تھی۔ نہ حضرت علی سے حکم یا مشورہ دربارہ جہاد دیا گیا ایلے زمانہ خلافت
 حضرت عثمان میں جس قدر جہاد ہوئے وہ سب ناجائز تھے۔ محض بطلع سلطنت و آل
 غنیمت یہ جہاد ہوئے۔ کیونکہ زمانہ خلافت حضرت عثمان میں انتظام خلافت کا
 دار مدار مروان بن حکم کی را سے پر تھا حالانکہ رسول خدا صلعم نے مروان و آل
 مروان پر لعنت کی ہے جسکا ذکر تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰۲ و تفسیر کبیر امام فخر الدین باری
 صفحہ ۵۸۹ میں درج ہے۔ اور قبیلہ بنی امیہ کے لوگ خلافت حضرت عثمان
 دخیل تھے جسکے سبب سے حضرت علی بالکل معطل رہے اور کسی دینی کام میں آپ
 مشورہ نہ لیا گیا۔ اور یہی حال حکومت امیر معاویہ کا رہا یا تا تک کہ ۲۹ ہجری تک
 ہر زمانہ میں امام برحق موجود رہے جو بعد حضرت علی کے یکے با دیگرے سند
 امامت پر جلوہ افروز ہوئے مگر خلفاء وقت نے ان سے دربارہ جہاد نہ کبھی مشورہ
 کیا نہ حکم لیا بالکل معطل کر دیا تھا اور ہمیشہ در پے قتل و توہین رہے۔ اور بوجہ
 حکومت دشمنان آل رسول امت بھی رجوع نوئے البتہ شیعوں کا ایک گروہ مخفی طور
 پر برحق امام کی تعلیم اور صحبت سے فیضیاب ہوتا رہا اور اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہا

سوائس اطاعت اور فرمانبرداری کے سبب شیعہ ہمیشہ دشمنان آل رسول کے
 ہمارے قتل ہوئے دولت اور ٹھکانی کبھی آرام نہ پایا۔ اور آج تک شیعہ بوجہ
 نسبت و اطاعت آل رسول کے دشمنان آل رسول کے ہاتھ سے ستائے جاتے
 ہیں گالیان کھاتے ہیں نقصان اٹھاتے ہیں اور خاموش ہیں۔ ہندوستان
 میں بوجہ سلطنت برٹس کو غنت قتل اور غارت گری سے محفوظ ہیں۔ پس ابتداء
 زمانہ حضرت عثمان سے تا اختتام خلافت نبی ایہ وہابی عباس جس قدر جہاد ہوئے
 بلا حکم و مشورہ امام وقت کے ہوئے اور وہ سب جہاد بطریق اہل عنیت و حصول
 سلطنت ہوئے نہ بنظر حفاظت خود اختیاری و ہمدردی اسلام اسلئے وہ سب ناجائز
 تھے۔ اگر اسلام کی ہمدردی اور مجاہدین میں ہوتی تو دوازدہ امام کی اطاعت سے
 وہ مجاہدین روگردانی اختیار نہ کرتے اور اپنی مرضی کے امام بنا کر مذہب حنفی و
 مالکی و حنبلی و شافعی کی پیروی اختیار نہ کرتے دوازدہ امام کی پیروی بجز فرقہ شیعہ کے
 اور کوئی فرقہ اسلام میں نہیں کرتا۔ اہل سنت محض جہاد کی تالیف قلوب کے واسطے
 دوازدہ امام کی امامت کا زبانی اقرار کرتے ہیں لیکن دوازدہ امام کی تقلید کسی سلسلہ
 یا کسی کام میں اہل سنت نہیں کرتے۔ اگر کرتے ہوں تو کوئی صاحب بنیادین اہل سنت
 تقلید کرتے ہیں حنفی شافعی حنبلی اور مالکی کی یہاں تک کہ انھیں چاروں صاحبوں کے
 مکہ معظمہ میں مصلے قائم کیے ہیں اور ہر سلسلہ دینی و دنیوی میں بجز ان امام اربعہ کے
 دوازدہ امام کا کبھی ذکر تک نہ سنا گیا بلکہ اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ ابو حنیفہ علم فقہ میں
 امام جعفر صادق علیہ السلام سے افضل تھے اگر اہل سنت دوازدہ امام کی امامت کو حق
 سمجھتے تو مکہ معظمہ میں ان دوازدہ امام کی امامت کو حق سمجھتے تو مکہ معظمہ میں ان دوازدہ
 اماموں میں سے کسی امام کا مصلے بناتے حسین کے تو سردار جوانان بہشت ہونے کے
 اہل سنت بھی قائل ہیں انھیں شاہزاد و کامصلیٰ بنایا ہوتا۔ کیسا ولی حق تعالیٰ پوشیدہ نہیں

رہتا انحال ظاہری سے دل کا حال معلوم ہو جاتا ہے سچپتی نہیں ہے بات بجاوٹا
 کی بال بھر + آخر کو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی + اہل سنت جو محبت آل رسول کا
 اقرار کرتے ہیں وہ صرت زبانی ہے اگر دل سے ہوتا تو آل رسول کی معنی و لوازم
 امام کی تقلید کرتے۔ حنفی مالکی شافعی حنبلی کی تقلید کرتے۔ دوازدہ امام کو ان کے زمانہ
 امامت میں مطلق کر کے روگردانی کرتے اور موجودگی امام محمد باقر و امام جعفر صادق و امام
 موسیٰ کاظم و امام علی رضا کے ابو حنیفہ اور مالک اور محمد شافعی و احمد ابن حنبل کو امام بنا کر
 ان کا مذہب اختیار کرتے ان کی تقلید کرتے کیا مولوی محمد جاگیر خالص اب اور ان کے
 ہم مذہب و ہم خیال اس بات کا جواب دے سکتے ہیں کہ امام محمد باقر و امام جعفر صادق و امام
 موسیٰ کاظم و امام علی رضا علیہم السلام کو لیاقت امامت کی نہ تھی جو ان بزرگوار کی موجودگی
 میں ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد ابن حنبل امام بنا سکتے۔ کیا امام محمد باقر و امام
 جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم و امام علی رضا علم فقہ اور علم حدیث کی تعلیم کے لائق اور پیشوا
 امت ہونے کے قابل نہ تھے جو ان کی موجودگی میں ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی اور احمد
 ابن حنبل پیشوا امت بنائے گئے اور تخصیص کے ساتھ ان کے نام سے مذہب حنفی اور
 شافعی اور حنبلی اور مالکی جاری کیا گیا جس کی تقلید تمامی فرقہ اہل سنت کرتا ہے۔ کیا مذہب
 آل رسول مخالف اسلام تھا کہ جس کے سبب مذہب حنفی و شافعی و حنبلی و مالکی کے جاری
 کرنے اور ان کی پیروی کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کیا ماکہ معظمہ واسطے ادا سے عمار
 کافی نہ تھا جو حنفی اور مالکی اور شافعی اور حنبلی کے مصلے بنانے کی ضرورت ہوئی۔
 کیا مکہ معظمہ میں جب تک یہ چاروں مصلے بنائے نہیں گئے تھے اس وقت تک جن
 مسلمانوں اور اماموں نے اور خود رسول خدا صلعم نے نماز پڑھی وہ جائز تھی یا ناجائز
 اگر جائز تھی تو پھر ان امام اربعہ کے مصلے بنانا بدعت ہے یا نہیں اور ہر بدعت
 ضلالت ہے یا نہیں اور ان مصلوں کے بنانے کی ضرورت تھی یا نہیں۔ اور کیا

سب سے بڑا کسی آل محمد کے نام کا بیٹے نہیں بنایا گیا اور شفیق و شافی و مالکی و حنبلی کے نام بیٹے بنائے گئے۔ اسی بحث کا جواب مذہبی فیصلہ کے واسطے کافی ہے۔ جو صاحب جواب دے سکتے ہوں جواب دین۔

۱۔ پس صدافوسس کراست نے اول تو دوازوہ امام سے روگردانی کر کے بھلاؤ کے یا زوہ اماموں میں سے کسی کو تیغ جفا سے شہید کیا کیونکہ چہرے شہید کیا اور ان کے زمانہ دیات میں کہ جب وہ مستدامت پر بموجب زبان الہی و احکام رسالت پسٹا ہی جلد ہاؤ فرماتے اور ان کے شہید کرنے کو عوام انسانس امام بنائے گئے اور ان کی تقلید کی گئی اور ان کے مذہب جاری کیے گئے اور یا زوہ امام مظل رکھے گئے اور اس قدر کہ اسلام میں اختلاف پیدا کرنے کے بعد اب صرف اس قدر زبانی جمع خرچ کر دیا جاتا ہے کہ کیا ہم کو آل رسول کی محبت نہیں ہے کیا ہم دوازوہ امام کی امامت کے قائل نہیں ہیں جسکو آل رسول کی محبت میں وہ مسلمان نہیں جو دوازوہ امام کی امامت کا منکر ہو وہ ایسا نادر نہیں۔ مگر عذر آمد اس زبانی جمع خرچ کے بالکل خلاف ہے کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔ فوسس ہے کہ مولوی محمد حنانیہ خاں صاحب اس قسم کی تحریروں کے ذریعہ سے دجیسا کہ کتاب انظمار الہدیٰ صفحہ ۱۲۰ میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ شیعوں نے بمقابلہ جہاد کے تفریب داری کو اور بمقابلہ جو انگریزوں کے مصائب حسین میں گریہ و زاری کو ایجاد کیا ہے۔ شیعوں کے دلوں میں آتش جہاد کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس قسم کی تحریروں کے ذریعہ سے شیعوں کو شرم دلا دے ہیں کہ وہ بھی مثل فرقہ اہل سنت غیبت امام میں جہاد کریں والوں کے شریک ہو کر ڈکیت اور نمارنگ بن جاویں۔ خدا کے واسطے مولوی صاحب اس قسم کی تحریرات کے ذریعہ سے مذہب اسلام کو تباہ اور برباد نہ کرو۔ اور اسلام کی حالت پر رحم کرو۔ اور فہم و فہم کے ساتھ میری اس مختصر گزارش کے انجام پر غور کرو۔

جناب مولوی صاحب آپ نے جو کتاب اظہار الہدی کے صفحہ اول میں لکھا ہے کہ حضرات شیعہ صرف فضائل اصحاب باصفا ہی کا انکار نہیں کرتے بلکہ کمال کتاب اللہ میں بھی نقصان کا اقرار کرتے ہیں لہذا گزارش ہے کہ آپ نے اپنے مذہبی کتابوں کو بھی ملاحظہ فرمایا ہے یا بلا حصول علم جو دلہین آتا ہے لکھ دیتے ہو۔ جناب میں نقصان قرآن کا اقرار نہا شیعہ ہی نہیں کرتے بلکہ اہل سنت کو بھی نقصان قرآن کا اقرار ہے۔ ذرا اپنے مذہب کی تفسیر اتقان نوع، م فی المناخ و المنوخ صفحہ ۱۶۶ کو تو ملاحظہ فرمائیے حسین اسطح لکھا ہے۔

ام المؤمنین عائشہ کہتی ہیں کہ سورہ احزاب تلاوت کیا جاتا تھا حیات رسول اللہ میں دو سو آیت مگر حضرت عثمان نے ہتھا دو سو آیت رکھیں اور یکصد ثابت و ہفت آتین کا لٹالین۔ اور سورہ احزاب میں ایہ رجم تھا۔ اور ابی بن کعب کہتے ہیں کہ تمہ ایہ صلوٰۃ قبل تغیر کرنے حضرت عثمان کے قرآن کو۔ قرآن میں موجود تھے یعنی ترتیب عثمانی کے قبل تمہ ایہ صلوٰۃ قرآن میں موجود تھی جبکہ عثمان نے کالڈالا۔ ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ بعد متروک التلاوۃ ایہ ان اللہ سیوید البحر لو گوناو یاد تھی۔ عبد الرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ ایہ ان جاد و البحر کو قرآن سے گرا دیا جطرح اور آیتوں کو کالڈایا۔

پس ام المؤمنین عائشہ اور ابی بن کعب اور ابو موسیٰ اشعری اور عبد الرحمن بن عوف کے بیانات جو تفسیر اتقان میں دکھلائے گئے ہیں یہ لوگ اہل سنت کے پیشوا و شیعہ کے پیشوا رہیں ہیں پس جبکہ پیشوا بان اہل سنت بہ آواز بلند نقصان قرآن کو ظاہر کر رہے ہیں تو پھر شیعوں نے کیا گناہ کیا جو وہ ملزم بنائے جاتے ہیں۔ حجت چھانے سے کہیں پوشیدہ ہوتی ہے۔ نہ حضرت عثمان آیات قرآنی کو قرآن سے نکالتے نہ شیعہ نقصان قرآن کا ذکر کرتے۔ تعجب ہے کہ قرآن میں کمی بھی کی گئی اور اس

اوس کمی کا اقرار بھی کیا جاتا ہے اور ادھڑے ذکر کر نیوالے ملزم بنائے جاتے ہیں
 شریعت اہل سنت میں جمالت کا بڑا زور شور ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ اس فرقہ
 میں یہ توہم کا جاہل اور عالم بے تکلف امام بنا دیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں
 کہ حضرت عثمان نے ترتیب قرآنی میں ایسا نقص پیدا کر دیا ہے کہ عوام
 کے بین پر کرنا فرمان الہی ہو جاتے ہیں۔ بیساکہ حکم متعہ کو ایضاً
 یونہی نہرت عمر کا حکم نکاح میں مخلوط کر کے عوام کو دھوکے میں ڈال دیا ہو اور
 مقتدا ان حضرت عمر ایضاً متعہ کے معنی ہو جاتے ہیں دل سے گڑھ لیتے ہیں
 اور عوام کے دل میں شبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اس بات کا بالکل خوف
 بیان کرتے کہ قرآن کے معنی اور مطالب کے تفسیر و تبدل میں ازام لے لیا ہو تا ہو۔ اس میں ہندو
 اور چھروہ زنا کی کیو اسلے عوام کو قرآن کے معنی تفسیر و تبدل کر کے بتلاتا اور سمجھنا
 اور لہذا کرنا اور دین کو اسلحہ بر باد کرنا اور پھر اپنے کو مسلمان کہنا نہایت شرم کی بات
 ہے لہذا میں اس نتیجہ کے فیصلہ میں ظاہر کرتا ہوں کہ شیعہ کا اعتقاد مسئلہ جہاد میں
 مستخرج اور نہایت درست ہے غیبت امام میں ہرگز جہاد جائز نہیں ہے اور جہاد
 بمادہ اتہام اور خلافت حضرت عثمان سے ابتک ہوئے وہ سب خلاف شریعت از قسم
 ذاکہ نہ تھی اور غارت گری تھے جہاد نہ تھے اور نقصان قربانی کا اقرار شیعہ باتفاق اہل
 سنت کرتے ہیں نہ اپنے دل سے لہذا مولوی محمد جانگیر خان صاحب کے کل اعتراض
 اس بار میں کتب اہل سنت کے خلاف ہیں۔ اور ان اعتراضات سے حضرت عثمان
 نقصان قرآنی کے الزام سے ہرگز برمی نہیں ہو سکتی۔ اور جناب حکیم افغان علی جانے
 بیمار الہدی میں نسبت قرآن مجید بقدر ثبوت اہل سنت کی کتابوں سے فصل کے
 ہیں وہ بہت درست اور نہایت معتبر ہیں اور انکی تردید یا او کا جواب غیر ممکن ہے۔
 مولوی محمد جانگیر خان صاحب ان منقولات کا مطلب تک تو سمجھ نہیں سکتے جو کیا دینگے

تذکرۃ الخلفاء اہل سنت کی تشفی اور تسلی اور اپنے اظہارِ نامیت کے واسطے زیرِ دست
لکھ ماری ہے۔ وہ معیارِ الہدی کا جواب ہے نہ شمس الضحیٰ کا جواب بازارِ می آویں کی گستا

تبلیغ نمبر چارم

استحقاقِ رِوَالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہر ایک اہل صحابہ ازواج کو

کتاب تذکرۃ الخلفاء صفحہ دوم میں جناب مولوی محمد جاناگیر خان صاحب نے مندرجہ ذیل
عبارت درج فرمائی ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریۃ اجمعین۔ دیکھو یہ صرف وہ فقرے حمید
ونعتہ کا ہے جواب نہ مولوی شیخ احمد صاحب نے دیانہ حکیم افتخار علی چوٹے نے یہ
اظہارِ الہدی کا جواب لکھنے کو بت بڑی لیاقت چاہے۔

اس تحریر کے دیکھنے سے مجھ کو کمال حیرت ہوئی اور یقین ہو گیا کہ اہل سنت میں مولوی محمد جاناگیر
خان صاحب سے زیادہ اب نہ کوئی ذی فہم باقی ہے نہ ذی علم۔ اگر کوئی ذی فہم باذی علم
اہل سنت میں باقی ہوتا تو مولوی صاحب ممدوح کو اس تحریر کی جرات نہوتی ہر طرف
جاہلوں کی کثرت ہے وہی مولوی صاحب ممدوح کی تصنیفات کی خریدار ہیں
اس قسم کے لفاظی سے خوش ہوتے ہیں جس کے سبب سے مولوی صاحب کی تصنیفات
کی قدر ہوتی ہے مجھ کو اس مقام پر ایک قصہ یاد آیا۔ ۱۹۶۵ء میں میری ملازمت
ضلع جہانسی میں تھی تب قریب دورہ ایک روز میں قصبہ ایرچ پر گئے کہ وہ تھا ضلع
جہانسی میں مقیم تھا یہ قصبہ نومسلموں سے آباد ہے اس قصبہ کے قاضی صاحب
میرے پاس آئے جن کا نام اس وقت یاد نہیں رہا۔ قاضی کے پاس وہ قصیدہ تھا
کہ جبکو فقراء بازاروں میں بڑھتے پھرتے ہیں جبکہ مطلع یہ ہے۔
غزیرِ حق تمہارے کبریا ہے ہا شرف جنے مجھ کو دیا ہے۔

قاضی صاحب نے مجھے استدعا کی کہ مجھ کو یہ قصیدہ پڑھا دیو میں نے پڑھا دیا
 پھر دریافت کیا کہ اسکے پڑھنے سے آپ کا مطلب کیا ہے قاضی صاحب نے فرمایا
 کہ کل جمعہ ہی خلیفہ مین اسکے پڑھو گا۔ اس درجہ تو اہل سنت کی جہالت بڑھی
 ہوئی ہے۔ اور اسپر یہ دعویٰ۔ انوار الہدیٰ مین جو ثبوت مذہب و امت
 و ثبوت خلافت بلا فصل کے تحریر ہوتے ہیں اسکی تردید تو مولوی محمد ہانگیر خالص
 سے ہونہ سکی نہ تحریر جواب اور علمی مناظرہ کا اوکو تاجیدہ معلوم۔ اظہار الہدیٰ مین
 بے سرو پا عبارتین لکھا کہ یہ جواب انوار الہدیٰ کا ہے اور اسکے بعد ان عبارتیں
 کو بقدر اضافہ کر کے نقل کر دیا اور اسکا نام بدرالدین رکھ دیا۔ کوئی ذی فہم ہو تو
 سمجھے کہ اظہار الہدیٰ و بدرالدین میں بجز بدہدی کے انوار الہدیٰ کے
 ان سے اعتراض اور خون سے ثبوت کی تردید کی گئی ہے جیسی قابلیت اور قیامت
 اور وقت اور تہذیب مولوی محمد ہانگیر خالص کی ہے ویسی ہی فہم و فراست انکے
 ہم نہ ہوں اور ہم خیالوں کی ہے جسکی بدولت گمراہی مین پڑے ہوئے دین اور
 نیا و فون بر باد کر رہے ہیں۔ باوجود اسکے کہ اظہار الہدیٰ و بدرالدین
 قابل تحریر جواب نہ تھی تاہم جناب مولوی شیخ احمد صاحب نے اس خیال سے کہ
 مولوی محمد ہانگیر خالص کے ہم مذہب اور ہم خیال جملاء یہ نہ سمجھیں کہ جواب
 مولوی اظہار الہدیٰ کے بے سرو پا مقصود اور نام مذہب عبارتوں کا کمال تہذیب کے
 ساتھ شمس الضحیٰ مین جواب لکھ دیا۔ پھر بھی بے شرمی اور بے غیرتی کے ساتھ کہا جاتا ہے
 کہ اظہار الہدیٰ کے جواب کھنڈ کو بڑی لیاقت درکار ہے۔ اب کوئی میسر ثانی
 مثل نقشب جواب عرض کرے تو مولوی محمد ہانگیر خالص کی تشفی ہو پھر عدالت
 مین نالش کرنے دوڑیں۔ اگر اہل سنت کو علم ہو تا عقل ہوتی خوف قیامت ہوتا
 تو انوار الہدیٰ و شمس الضحیٰ و اظہار الہدیٰ و بدرالدین کو ایک ساتھ دیکھتے نہ

ہو کہ حقیقت معلوم ہوتی اور مولوی محمد جانگیر خالصاحب کے اس دعویٰ کی داد دے
 کہ شیعوں سے جواب ہو سکتا ہے یا نہیں اور انہما را امدی کی تحریر جواب کو بلا لیاقت
 درکار ہو یا نا صبی جہالت اور بازاری محاوروں کے مطابق لپٹا ڈکی گالی گلوچ کی احتیاج نہ کر
 لہذا اس مرتنازعہ کے انفصال کے واسطے یہ امقابل تحقیق ہو کہ پروکار عالم اور خیانتانہ تنظیم
 کن نزرگون کے واسطے شرف و رد میں فرمایا ہے۔ لہذا اہل سنت کی معتبر کتابوں
 سے اور قرآن مجید سے اسکی حقیقت ذیل میں درج کیجاتی ہے سورہ شوریہ
 قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَّمَ الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبَانِ ترجمہ کہ (ای محمد صلعم) نہیں
 چاہتا میں تم سے احکام خدا کے ہو پنچا نے میں مزدوری مکر دوستی اقربا اپنے کی تفسیر ضابطہ
 دُرُوی أَنَّهُ لَمَّا نَزَلَتْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ قَرَأَ بِكَ مِنْ هَذِهِ الذِّبْتِ
 وَجَبَتْ لَهُمْ عَلَيْنَا قَالَ عَلِيٌّ وَفَالِهَةٌ وَأَبْنَاهُ ترجمہ حیوت نازل ہوئی یہ آیت عرض کی
 صحابہ نے کہ یا رسول اللہ صلعم کون سے قرابت سند حضور کے ہیں جنکی محبت ہم پر واجب
 ہوئی فرمایا آنحضرت نے کہ وہ قرابت سند میرے کہ جنکی دوستی است پر واجب
 ہوئی علی بن اور فاطمہ اور دونوں فرزند اونسین حسین۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی جلد ششم صفحہ ۴۰۴ وَلَا شَقَّ لَكَ فَاطِمَةُ وَعَلِيٌّ
 وَالتَّحْسِنُ وَالتَّحْسِينُ كَانَ تَعْلَقَ أَيْنُهُمْ وَيُنِ رَسُولَ اللَّهِ أَشَدَّ التَّعَلُّقَ
 وَهَذَا كَمَا طَعَاوُ بِهِ بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ فَوَجَبَ أَنْ يَكُونَ نَوَاهِمُ الْأُولَى دُرُوی
 صَاحِبِ الْكَشَافِ أَنَّهُ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ آيَةُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ
 قَرَأَ بِكَ هَذِهِ الذِّبْتِ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ فَقَالَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ
 وَأَبْنَاهُمَا فَثَبَّتَ أَنَّ هَذِهِ الْأَرْبَعَةَ أَقَارِبُ النَّبِيِّ وَإِذَا ثَبَّتَ هَذَا وَجَبَ
 أَنْ يَكُونَ نَوَاحِصُ صِبْيَانِهِ مِنَ الْعَظِيمِ وَبِكَ عَلَيْهِ وَجْهُ الْأَوَّلِ قَوْلُهُ تَعَالَى
 إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى وَوَجْهَهُ الْأَسْتِدْلَالُ بِهِ فَمَا سَبَقَ الثَّانِي لِأَشْكَالِ النَّوَاحِصِ

يَحِبُّ قَاطِبَةً عَلَيْهَا السَّلَامُ قَالَ صَلَّيْكُمْ قَاطِبَةً بِضَعْدَةٍ مَثَرِ ثِيَابٍ مِثْلُ ثِيَابِ زَيْنَبٍ
وَنُفِيتَ بِالتَّقْلِ لِلْمُعَاتِرِ الرَّحْمَنِ إِنَّهُ كَانَ يَحِبُّ عَلَيْهَا وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَآذَا
نُفِيتَ ذَالِكُ وَجِبَ عَلَى كُلِّ أُمَّةٍ مِثْلُهُ يَقُولُ لَهُ وَاتَّبَعُوا لَا تَعْلَمُكُمْ
تَهْتَدُونَ وَيَقُولُ لَدَا الْفَالِجِ رِ الدِّينِ بِنَا لِفُوتِ عَنْ أَهْلِ بَهْ وَ يَقُولُ لَهُ تَعَالَى
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ
فِي رَسُولِ اللَّهِ أُتْسَىٰ وَ حَسَنَةً الثَّالِثُ أَنَّ الدُّعَاءَ لِلْأَنْبِيَاءِ مَحْبُوبٌ عَظِيمٌ
وَلِذَلِكَ جَعَلَ هَذَا الدُّعَاءَ خَاتَمَةَ الشَّهَادَةِ وَالْقُلُوبَةِ وَهُوَ قَوْلُهُ اللَّهُمَّ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ وَهَذَا التَّعْظِيمُ لَا يُوجِبُ
فِي خِلْفٍ غَيْرِ الْأَلِّ فَكُلُّ ذَلِكَ بَدَلٌ عَلَى التَّحِبِّ إِلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَقَالَ
الشَّافِعِيُّ إِنْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلَيْسَ بِهِ الشُّفْعَةُ بِنِهَايَةِ رَافِضِي
ترجمہ اس میں شک نہیں کہ بغاب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم و فاطمہ علیہ وسلم و حسین و کا باہمی تعلیق
یہ ہے والبتہ اور متصل تعلق تھا اور چونکہ یہ بات احادیث سے بتواتر ثابت ہو
اس سے واجب آتا ہے کہ یہی لوگ آل ہیں۔ صاحب کشف نے روایت کی ہے کہ یہ
یہ آیت نازل ہوئی اصحاب نے عرض کی خدشت رسول خدا میں کہ آپ کے قرابت دانہ
کون لوگ ہیں جبکہ محبت ہم پر واجب ہوئی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ قرابت
میرے علی ہیں اور فاطمہ اور دونوں فرزند اونس۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہی چاروں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب ہیں اور جب یہ ثابت ہو گیا تو اس سے واجب ہو گئی یہ بات
کہ جس چاروں مخصوص ہیں واسطے تعظیم اور تکریم کے۔ علاوہ اسکے اور بھی کئی دلیل ہیں
اول قرآن باری تعالیٰ اِلَى الْمُؤَدَّةِ فِي الْقُرْبَابِ اس آیت کے ساتھ تہلیل
کی وہی وجہ ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ دوسری وجہ۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو پیار کرتے تھے اور آپ کا ارشاد ہے کہ فاطمہ میری لخت جگر ہے

جس بات سے اوسے انداز ہوتی ہے وہ بات مجھے بھی انداز ہونچاتی ہے اور یہ بات بھی رسول خدا صلعم کی احادیث سے بتواتر ثابت ہے کہ آپ علی و حسن و حسین محبوب تھے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو آپ کی ساری امت پر واجب ہو گیا کہ مثل رسول اللہ صلعم کے علی و فاطمہ حسن و حسین سے محبت رکھیں۔ جیسا کہ پروردگار عالم نے فرمایا ہے کہ تابعداری کرو آنحضرت کی تاکہ تم ہدایت پاؤ اور پھر خدا نے فرمایا ہے پرہیز کر اے محمدؐ اور ان لوگوں سے جو نافرمانی کرتے ہیں حکم الہی سے اور یہ بھی خدا فرماتا ہے کہ جو محبت رکھتا ہے خدا سے اور پیروی کرتا ہے خدا کی وہ دوست رکھے آنحضرت کو۔ تیسری دلیل آل کے لئے دعا کرنا ایک بہت ہی بڑا منصب ہے اس واسطے کہ سب فرمان باری تعالیٰ آخر تشدد میں ہر نماز کے یہ دعا کہ اللہم صل علی محمد و علی آل محمد وارحم محمد و آل محمد مقرر کی گئی ہے اور یہ تعظیم آل کے سوا کسی دوسرے کے واسطے نہیں پائی جاتی۔ یہ سب وجوہ دلیل ہیں اسکی کہ آل محمد کی محبت واجبات سے ہے۔ اور امام شافعی کا قول ہے کہ اگر آل محمد کی محبت کا نام فرض ہے تو جن و انس گواہ ہیں کہ میں رافضی ہوں تفسیر نیشاپوری الرابع عن سعید بن جبیر لما نزلت هذه الآية قالوا يا رسول الله من هؤلاء الذين وجبت علينا مؤدتهم لقرابتك فقال علي و فاطمة و ابناهما و لاديت ابن هذا الخ عظيم و شرف تام و ائو يدك ما روي انك من حوض الجنة على من ظلم اهل بيتي و اذاني في عنبري و كان يقول فاطمة يضعه مني و ذنب مني ما يؤذيها و ثبت بالنقل المتكبر انه كان يحب عليا و الحسن و الحسين و اذا كان ذلك وجبت علينا محبتهم بقوله و كفر شئ فسا اول رسول الله و محض الختم الشهد يذكرهم و الصلوة عليهم في كل صلوة قال بعض المذكرين ان النبي قال مثل اهل بيتي مثل سبيته لو سير من ركب فيها نجي من خلفها عرف

ترجمہ۔ دلیل چوتھی۔ سعد ابن جبیر سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھا
 نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے قرابت داروں میں سے وہ لوگ کون ہیں
 جنکی محبت ہم پر واجب ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ قرابت مند میرے علی اور
 فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اور اس میں شک نہیں کہ یہ بڑے فخر و شرف کی بات ہے
 اور اسکی نایند وہ روایت بھی کرتی ہے کہ جو سعید ابن جبیر سے مروی ہے کہ جنت
 حرا ہے اس شخص پر جسے میرے اہل بیت بظلمہ کیا اور میری عمرت کے باب میں
 کچھ ایذا دی۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہ میری تخت جگہ ہے جو چیز اسے
 ایذا دیتی ہے وہی مجھکو بھی ایذا دیتی ہے اور احادیث نبوی سے بتواتر ثابت ہوا
 ہے کہ آپ علی اور حسن اور حسین کو محبوب رکھتے تھے۔ اور جب یہ امر ثابت ہو
 تو ہم پر بھی محبت اونکی واجب ہے۔ اور آل رسول اللہ صلعم کے لئے تو بھی شرف
 اور فخر کافی ہے کہ شہد کے خاتمہ پر ہر نماز میں اوکا ذکر داخل کیا گیا ہے اور ہر
 نماز میں اونپر درود بھیجنے کا حکم ہوا اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ نبی صلعم کا ارشاد
 ہے کہ میرے اہلبیت کی مثال ایک کشتی کی ہے جو اوسین سوار ہو انجات پائی
 اور جو نہ سوار ہوا وہ بگیا تفسیر محی الدین بن العربی رومی اَنَّهُمَا لَنْ يَلْتَمِذَا
 اَلَا يَتَقِيلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ تَرَا بَنِيَّ هَؤُلَاءِ الَّذِيْنَ فَجَبَتْ عَلَيْنَا مِنْهُمْ
 فَانْ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ الْحُسَيْنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ ابْنَادُهُمَا وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ مَاتَ
 عَلٰى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْرًا اِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ نَائِبًا
 اِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا مُّسْتَحْمِلًا اِلَّا يَمَانِ اِلَّا وَمَنْ
 مَاتَ عَلٰى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ بَشَرًا مَلَكَ الْمَوْتِ بِالنَّجَةِ ثُمَّ مِنْكُمْ وَ نَكِيْرًا اِلَّا وَ
 مَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ يَزِقُّ اِلِ الْجَنَّةِ مَا تَزِقُّ الْعُرُوسُ اِلِ بَيْتِ
 زَوْجِهَا اِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرًا فَرَادًا لِّلْكَرَامَةِ

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حَبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حَبِّ
 آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ بِقِيَمَةِ الْقِيَمَةِ فَلَنُكَفِّرَ عَنْكَ يَسَّرَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اَلَا وَمَنْ مَاتَ
 عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَاِذَا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ
 لَمْ يَلِمْ مَرَاتِحَةَ الْجَنَّةِ تَرْجِمَہ جہنم میں نہاں ہوئی یہ آیت تو عرض کی
 صحابہ نے کہ یا رسول اللہ صلعم وہ کون سے قرابت مندا کیے ہیں جن لوگوں کی محبت پر دوزخ کا
 عالم نے ہم پر واجب کی ہے۔ فرمایا آنحضرت نے کہ وہ قرابت مندا میرے کہ جسکی محبت خدا
 واجب کی ہے۔ علی بن ابی طالبؑ بن ابی طالبؑ بن ابی طالبؑ بن ابی طالبؑ اور اہل اولاد اور
 فرمایا جناب رسول اللہ صلعم نے کہ تحقیق جو فوت ہوا اوپر محبت آل محمد کے وہ فوت ہوا
 مغفرت کیا ہوا اور تحقیق جو فوت ہوا اوپر محبت آل محمد کے وہ فوت ہوا تا اب یعنی گناہوں
 پاک و بری اور تحقیق جو فوت ہوا اوپر محبت آل محمد کے وہ مر اشد اور کامل الا جان اور
 تحقیق جو فوت ہوا اوپر محبت آل محمد کے بشارت دیگا ملک موت اسکو جنت کی بھیر بشارت دینگے منکر
 اور نکیر اسکو جنت کی۔ اور تحقیق جو فوت ہوا اوپر محبت آل محمد کے وہ جاوے گا جنت کو سطح سطح کجاہیں
 دولہن کو اوکے شوہر کے گھر۔ اور تحقیق جو فوت ہوا اوپر محبت آل محمد کے کہ دانا خدائے
 اوکے قبر کو زیارت گاہ ملا کر رحمت۔ اور تحقیق جو مر اوپر محبت آل محمد کے وہ
 فوت ہوا اوپر سنت نبوی کے اور تحقیق جو فوت ہوا اوپر بغض آل محمد کے آویگا
 قیامت کے دن لکھا ہوا درمیان دونوں آنکھوں کے کہ یہ مایوس ہے رحمت
 الہی سے اور تحقیق جو فوت ہوا اوپر بغض آل محمد کے وہ مر کافر۔ اور تحقیق جو فوت
 ہوا اوپر بغض آل محمد کے نہیں سونگھے گا وہ خوشبو جنت کی۔ امام فخر الدین رازی
 جو علامہ اہل سنت ہیں ایک مشہور اور معروف اور مستند عالم اور محدث ہیں
 جنکو اہل سنت انبیا امام یعنی پیشوا تسلیم کیے ہوئے ہیں تفسیر یہ قل لا اسئلكم جیب
 احادیث نبوی کہ میں احادیث کی صحت بتواتر ثابت ہو چکی ہے مندرجہ ذیل اقوال

۱۔ یہ کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسین مرتبہ ہی چاروں بزرگوار آل رسول اللہ اور قرابت مند رسول اللہ اور اہلبیت رسول اللہ ہیں اور انہیں چاروں بزرگوں کے ساتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل اور اہلبیت اور قرابت مند ہونے کی تخصیص کی ہے۔ اور بجز ان چاروں بزرگوں کے کسی پانچویں کو اپنی آل و اہلبیت قرابت مند نہیں بتلایا۔

۲۔ تمامی اصحاب و مہاجر و انصار و جملہ مسلمانان پر انہیں بزرگوں اور علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسین کی محبت واجب کی گئی ہے اور بجز ان چاروں بزرگوں کے کسی پانچویں شخص کی محبت امت پر واجب نہیں ہوئی۔

۳۔ آل رسول کا ذکر ہر نماز میں پروردگار عالم نے امت پر فرض کر دیا ہے چنانچہ حکم ہے کہ شہدین آل رسول پر ہر نماز میں درود پڑھا جاوے۔

۴۔ یہی چاروں بزرگ واسطے تعظیم کے مخصوص کیے گئے ہیں۔ بجز ان چاروں بزرگوں کے کسی پانچویں کی تعظیم امت پر واجب نہیں کی گئی۔ اور یہ بہت بڑا شرف ان لوگوں کے واسطے ہے جو کسی پانچویں کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔

۵۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر محبت آل رسول کا نام رخص ہے تو میں بھی رخصی ہوں

۶۔ تفسیر غنیابی میں بھی ایسا ہی اقرار ہوا ہے۔ اور تفسیر محی الدین ابن العربی

میں حسب ارشاد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے محبت آل رسول اور تعظیم آل

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب مولوی محمد جانیہ خاں صاحب نے جو کتاب تذکرۃ المخلقات صفحہ ۱۱ میں

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو بوجہ رشتہ خسر و حضرت عثمان کو بوجہ رشتہ دامادی و

عمر فاروق و عثمان و عزیران کو داخل عشرت کیا ہے انہیں مجھ کو بہت حیرت ہے۔ کہ اس مقام پر

امام فخر الدین رازی معترض مجھے جاوین کہ جلوس تمام فرقہ اہل سنت اپنا امام قبول کرتا ہے

یا مولوی محمد جانگیر خاں صاحب معتبر تصور کئے جاوے کہ جنکو امامت پر ابھی تک کسی نے بیعت نہیں کی امام فخر الدین رازی اقرار کر رہے ہیں کہ آلِ اولیٰ البیت رسول و قرابت مندان رسول ہیں یہی چار بزرگ علی و فاطمہ و حسن و حسین داخل ہیں کوئی پانچواں داخل نہیں۔ اور مولوی محمد جانگیر خاں صاحب خلفائے ثلاثہ کو بھی داخل کیے دیتے ہیں۔ اب نہ معلوم کہ امام فخر الدین رازی کاذب ہیں یا مولوی محمد جانگیر خاں صاحب کاذب ہیں۔ دوسرے اگر خلفائے ثلاثہ بقول مولوی محمد جانگیر خاں صاحب کے قرابت مندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و افضل الامم و قابل تعظیم تھے اور بعد خلفائے ثلاثہ کے علی و حسین علیہم السلام واجب التعظیم ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ پروردگار عالم نے جو محبت اقرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب کی تو وقت استفسار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قرابت مندر بزرگ علی و فاطمہ و حسن و حسین کے کسی پانچواں کو نہیں بتایا۔ اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور عثمان بھی آنحضرت کے قرابت مندان افضل الامم تھے تو وقت استفسار صحابہ ان حضرات کے نام اپنے قرابت مندان میں کیوں نہیں بتلائے اور ان صاحبزادوں کی محبت امت پر کیوں واجب نہیں کی گئی تیسرے اگر حضرت عثمان آنحضرت کے داماد عزیز تھے اور انکو فخر ذی النورین ہونیکا حاصل تھا تو وہ بھی مثل علی علیہ السلام کے داخل آل و داخل اولیٰ البیت و داخل قرابت مندان کیوں نہوئے۔ اور انکی محبت امت پر واجب کیوں نہ کی گئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا نام اپنے قرابت مندان میں کیوں نہ بتلایا جو تھے یہ بات سب سے زیادہ غور کے لائق ہے کہ خداوند عالم کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ ہے اور سب خلایق پر آنحضرت کی تعظیم واجب گردانی گئی ہے چنانچہ درود آنحضرت کے نام پر بنظر تعظیم پڑھا جاتا ہے۔ اور جب نام باری تعالیٰ کا لیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آنحضرت کی نبوت کا بھی اقرار کیا جاتا ہے۔ مگر بنظر

ہوں کہ ہر نماز میں جب مسلمان تشہد پڑھتے ہیں یعنی توحید الہی و نبوت آنحضرت کا
 اقرار کرتے ہیں تو اویس کے ساتھ آل محمد کے نام پر درود پڑھتے ہیں بموجب فرمان پروردگار
 عالم کے اور آل رسول میں علی علیہ السلام بھی داخل ہیں جیسا کہ مفسرین اقرار کر چکے
 ہیں۔ پس جو تعظیم آنحضرت کی الفاظ درود کے ساتھ معین ہوئی ہے وہی تعظیم الفاظ درود
 کے ساتھ علی اور فاطمہ حسن و حسین کی بھی ہے اور نام خدا کے بعد بطرح آنحضرت کے
 نام پر درود پڑھنے کا ہر نماز میں حکم ہے اوسیطع بعد نبی آل نبی کے نام پر یعنی علی
 فاطمہ حسن و حسین کے نام پر ہر نماز میں درود پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر خدا کے
 اور رسول خدا کے نزدیک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان افضل تھے
 اور علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین سے تو ان کے نام پر تشہد
 میں درود پڑھنے کا یوں حکم نہیں ہوا۔ اور یہ لوگ قرابت مندان رسول
 ہیں کیونکہ انہیں شمار کیے گئے۔ اب اس مقام پر پروردگار عالم اور جناب رسول
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم صادق سمجھے جاویں یا مولوی محمد جانگیر خان صاحب اسکا فیصلہ کل مسلمانوں
 اور خاص مولوی محمد جانگیر خان صاحب کی رائے پر چھوڑا جاتا ہے۔ پانچویں
 بھی الہ بن ابن العربی تفسیر میں مطابق احادیث معتبر جناب رسول خدا صلی
 اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کے ساتھ بغض رکھنے والا کافر
 ہے اور حجت الہی سے مایوس رہیگا۔ مولوی محمد جانگیر خان صاحب نے کتاب
 المارالہدے صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے کہ علی علیہ السلام نے غلط گواری دی اس سے
 آجکا کاتب ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور کتاب مذکور کے صفحہ ۱۱۴ میں لکھا ہے کہ زیادہ
 کتب کا ترجمہ اور کتاب تذکرۃ الخلفاء صفحہ ۲۸ میں خاظمی و عاصی لکھا ہے اور صفحہ
 ۳۱۸ میں کتاب مذکور کے لکھا ہے کہ وہ مشکل کشا نہیں وہ بیچارے اپنی تو
 کل آسان ہی نہ کر سکے تو دوسروں کی شکل کیا آسان کرینگے۔ اور کتاب مذکور

کے صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے کہ علی علیہ السلام میں انتظام ملکی کی لیاقت نہ تھی ان کلمات سے مولوی صاحب مدوح کا دشمن علی ہونا محتاج ثبوت نہ رہا۔ اور دشمن علی کے حق میں جو تصریح محمدی الدین ابن البرقی نے کی ہر اوسکے مطابق ناظرین مولوی صاحب مدوح کی نسبت علی بن کرمہ اور اوسکے معتقد اور ہم مذہب ناجی بن یاناری۔ دوسرے اگر مولوی صاحب مدوح کی تحریر حضرت علی علیہ السلام کی نسبت صحیح سمجھی جاوے تو مذہب اسلام باطل ہو جاتا ہے اور عدالت الہی میں نقص پیدا ہوتا ہے کیونکہ بحالت کذب گنہگاری و عدم لیاقت انتظام ملکی کے علیؑ کی محبت کو پروردگار عالم نے کل امت پر واجب کیا ہے اور مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حبیب التعلیم قرار دیکر ہر نماز میں اُنکے نام پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کہ جو انتظام ملکی میں لائق اور گناہوں سے پاک اور راست گواری دینے والے تھے نہ پروردگار عالم کے نزدیک واجب التعلیم قرار پائے نہ رسول خدا کے نزدیک اگر واجب التعلیم قرار پاتے تو اُنکے نام پر بھی ہر نماز میں مثل حضرت علی علیہ السلام درود پڑھنے کا حکم ہوتا اور یہ لوگ بھی قرابت مند ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل کیے جاتے اور سب امت پر محبت اور اطاعت انکی مثل حضرت علی علیہ السلام واجب کیجاتی پس درحالیکہ پروردگار عالم اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کے کسی باپچوین کو قابل درود سات نام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں قرار دیا تو مولوی محمد جاگیر خاں صاحب اور اُنکے ہم مذہب اور ہم خیالوں کا اصحاب و ازواج کو قابل درود قرار دینا ایک علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کے ساتھ مخالفت اور دشمنی کو ظاہر اور ثابت نہیں کرتا بلکہ خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی نافرمانی اور مخالفت کو ظاہر و ثابت کرتا ہے چھٹے امام مخدوم الدین رازی نے جو امام شافعی کے اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ اگر محبت آل رسول کا نام نفی ہے تو یمن بھی نفی ہوتا امام شافعی کو اس اظہار کی ضرورت جس جہ سے ہوئی وہ قابل غور ہے۔ دشمنان عسلی یعنی تاصبی شیعہ ان علیؑ کو اسوجہ سے نفی کہا کرتے تھے کہ اس گروہ شیعہ نے خلیفہ

شاہ اور امیر معاویہ و دیگر خلفاء بنی امیہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور علی علیہ السلام کو فضیلت دیتے تھے تمام خلفاء و تمام اصحاب بر اور محبت علی و فاطمہ و حسن و حسین کا اظہار کرتے تھے اور لوگوں کو ان بزرگوں کی محبت کی جانب رغبت دلاتے تھے اس وجہ سے اس فرقہ کے لوگوں کو حسب لفظ رافضی سے منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مثلاً ان خلافت خلفاء و امیر معاویہ وغیرہ اور محبت کرنا اس لئے اور فضیلت بیان کرنا اس لئے علی اور اولاد علی کے رافضی ہیں کیونکہ خلفاء و وقت سے روگردانی کرتے ہیں اور جو لوگ قابل تیرا ہیں ان کے فضائل بیان کرتے ہیں اور ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ کیونکہ حکم امیر معاویہ علی اور اولاد علی علیہ السلام ہر نماز جمعہ کے بعد خطبہ میں تبرا ہوا کرتا تھا جسکی توضیح شیعہ شہیدین کی جادگی اسپر امام شافعی نے فرمایا کہ اگر محبت آل رسول داخل رخص ہے تو میں بھی رافضی ہوں۔ چنانچہ اسی بنا پر آجتاک اہل سنت شیعوں کو بوجہ محبت آل رسول دولاٹے علی رافضی کہتے ہیں۔ یہاں تک تو میں نے اہل سنت کی معتبر تفسیر و ن سے نقل کی ہے اب میں چند حدیثیں بھی کتب بارے معتبر اہل سنت سے اور چند آیتیں قرآن مجید سے ذیل میں نقل کرتا ہوں جنکے ملاحظہ سے شرف اور بزرگی اور فضیلت آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوگی اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ پروردگار عالم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ بھی معلوم ہو جاوگا اور اس سے ہر شخص نتیجہ نکال سکے گا کہ کل اصحاب مومن تھے یا انہیں منافق اور بے ایمان بھی تھے اگر مجمع اصحاب میں بے ایمان اور منافق بھی تھے تو کیا منافق اور بے ایمان بھی قابل درود قرار پاسکتے ہیں۔ اگر بے ایمان اور مخالف قابل درود نہیں قرار پاسکتے تو کل اصحاب کے نام پر درود پڑھنا ایسا ہے کہ جسطرح یزید کی خلافت بذریعہ جماع قبول کر کے اسامیان و کینے رہے اور فرزند رسول میں دن کا بھوکا پیاسا فرج ہو گیا۔

سورہ احزاب - اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

ترجمہ سوا اسکے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے اللہ تالیجاوے تم سے نجاست گناہ کی اسے

اہلبیت اور پاک کرے تکو بیدارت تارہ ثم قَالَ اللَّهُمَّ هُوَ سَلَامٌ اَهْلَبَيْتَ

فَاذْهَبْ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَيُطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاَنَا مَعَهُمْ

يَا بَنِي اللَّهِ قَالَ نَأْتِيَتْ عَلِيٌّ مَكَانَتِكَ وَأَنْتَ عَلَى خَنْبَرٍ وَرَدِي

مُسْلِمٌ فِي مَنَاقِبِ عَلِيٍّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ كُلِّ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں جناب

ام سلمہ زوجہ رسول خدا مسلم سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اوڑھی

جناب رسول خدا مسلم نے عباء سیاہ بٹھی اور داخل کیا اوسین علی و فاطمہ و حسن و حسین کہ

اور فرمایا کہ خدایا یہ ہیں اہلبیت میرے دور کرانے نجاست کو اور پاکیزہ کرانگو گناہوں

سے۔ عرض کی جناب ام سلمہ نے کہ یا رسول اللہ ہم بھی اس عیالین داخل ہوں اگر

کیا جناب رسالت آب نے کہ عاقبت تمھاری بچہ ہے اور نہ داخل کیا اوس عیالین

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اصحاب صحاح ستہ نے بھی اس حدیث کو صحیح مسلم وغیرہ میں

درج کیا ہے۔ قابل غور یہ بات ہے کہ آنحضرت نے جن امادیت میں لفظ اہلبیت

وعترت استعمال کیا ہے اوس سے مراد صرف علی و فاطمہ و حسن و حسین ہیں۔ یا ازواج

و دیگر عزیز و قریب و حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان بھی داخل اہلبیت ہیں۔

مخفی نہ ہے کہ اگر لفظ اہل بیت و عترت سے آنحضرت کے مراد جملہ عزیز و قریب ازواج

و خلفاء ثلاثہ سے ہوتے تو آنحضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین کے ساتھ تخصیص اہلبیت

ہونے کی نہ کرتے اور یہ فرماتے کہ خدایا۔ فاطمہ و علی و حسن و حسین جو داخل عیالین

یہی میرے اہلبیت ہیں انھیں کو پاک کر دے گناہوں سے اگر ازواج بھی آنحضرت

کے نزدیک داخل اہلبیت سمجھی جاتیں تو جناب ام سلمہ کو آنحضرت داخل عیال اور

شریک اہلبیت ہونے سے منع فرماتے۔ اور جبکہ جناب رسول خدا مسلم تخصیص اہلبیت

کی علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کے ساتھ کر چکے تو فرمان رسول خدا کے خلاف اہل بخت کے محاررو یا دشمنان آل رسول کی مخالفت کے سبب ازواج و اصحاب کو کوئی ایماندار داخل اہلبیت نہیں سمجھ سکتا۔ اور جن احادیث میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ فرمانبرداری کرو میرے اہلبیت کی اون احادیث میں لفظ اہلبیت سے بجز علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کے کوئی ازواج یا اصحاب یا قرابت داخل اہلبیت نہ سمجھا جاوے گا جبکہ آنحضرت یا انصیر علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو اپنا اہلبیت ہونا ظاہر فرما چکے۔ دوسرے جگہ آپ عرض کر چکے درگاہ باری تعالیٰ میں کہ میرے اہلبیت خاص علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں انھیں نجات گناہوں سے پاک کر اور آیہ تطہیر بھی نازل ہوئی تو جس حالت میں کہ علی و فاطمہ و حسن و حسین گناہوں سے پاک اور صاف ہو گئے تو پھر ان کے معصوم ہونے میں کیا شک رہا کیونکہ معصوم گناہ کو کہتے ہیں۔ اور ان چاروں بزرگوں پر درگاہ عالم نے جب گناہوں سے پاک اور صاف کرو یا تو معصوم ہو گئے۔ تیسرے۔ اگر حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان و ازواج داخل اہلبیت ہوتیں تو صلیح آنحضرت نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو داخل عبا کر کے دعا کی تھی کہ خدا یا یہ ہیں اہلبیت میرے پاک کرو۔ انکو گناہوں سے تو ان چاروں بزرگوں کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و ازواج کو بھی داخل عبا کر کے گناہوں سے پاک اور صاف ہونے کی دعا مانگتے۔ اور جبکہ آنحضرت نے ابوبکر اور عمر اور عثمان و ازواج کو داخل عبا نہ کر کے ان لوگوں کے طیب اور طاہر ہونے کی دعا نہ مانگی نہ انکو اپنا اہل بیت کہا تو جو لوگ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و ازواج کو داخل اہل بیت گردانتے ہیں وہ نافرمانی کرتے ہیں حکم رسول کی جسکا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ نے غلطی کی کہ حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان کو اہلبیت نہ فرمایا تو کیا ہوا ہم تو انکو اہلبیت ضرور بنا دینگے چاہے رسول خدا کی اس میں نافرمانی ہو یا کفر۔ بجان اللہ کیا ضد ہے کہ اس ضد میں نجات

حق سے بھی محروم ہوتے ہیں اور دنیا کا عروج تو اب اسلام میں باقی نہیں رہا۔
 پھر نہ معلوم کس امید پر ضد کیا جاتی ہے! ترمذی جلد دوم صفحہ ۱۴۲۔ عن ابن ماجہ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ تَمَسُّكٍ بِهٖ لَوْ تَصَلُّوا بَعْدَ
 أَحَدِهَا أَعْظَمَ مِنَ الْآخِرِ كِتَابُ اللَّهِ حَبْلٌ مَدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعَلَيْهِ
 رَاهِلَتِ قُلُوبُ نَشْرَ قَاحَتِي يَسِيْرَ عَلَى الْخَوْضِ فَأَنْظُرْ فِي كَيْفٍ تَخْلُقُونِي فِيهَا
 ترجمہ زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں چھوٹا
 ہوں و میان تمہارے دو ٹوکے زیادہ بزرگ اور بڑی کر پڑے رہا ہوں۔
 میرے شب ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ انہیں سے ایک قرآن ہے اور دوسرا اہلبیت
 میرے اور آپس میں یہ دونوں جدا نہ ہونگے تا وقتیکہ ہونچیں میرے پاس عرض کوثر
 یہ حدیث متواتر اور اجتماعی ہے صحیح بخاری وغیرہ کتب ہائے معتبرہ اہل سنت
 میں درج ہے اور مولوی محمد ہانی خان صاحب نے بھی کتاب تذکرۃ الخلفاء میں صفحہ
 دوم و سوم میں اس حدیث کے معتبری اور متفق علیہ ہونیکا اقرار کیا ہے۔ اور کتاب
 ترمذی صحیحین میں کی ایک کتاب ہے حسین سے یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔
 اس سے زیادہ معتبر اب اور کون سی کتاب ہوگی صواعق محرقة ابن حجر و سدرک
 و سند احمد ابن حنبل و جامع صغیر سیوطی وغیرہ کتب ہائے معتبرہ اہل سنت سے حدیث
 سند و زیل نقل ہوئی ہے ۱۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ تَمَسُّكٍ بِهٖ لَوْ تَصَلُّوا بَعْدَ
 سَفِينَةٍ نُّحِيرَ مِنْ دَلَّهَا نَجَّى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ ترجمہ فرمایا
 جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شمال میرے اہلبیت کی مثل کشتی نوح کے ہے۔ جو شخص
 سوار ہوا نجات پائی اور جو شخص روگردان ہوا وہ ہلاک ہوا ۲۔ جامع الصغیر سیوطی
 جلد اول صفحہ ۱۴۲۔ حرف الف النجی مِمَّا تَدَّاهِلُ السَّمَاءِ وَاهْلِيَّتِي
 اِمَانٌ لَا تُهَيَّيْ تَرْجَمَ فَرَمَا بِجَنَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَارَ اِمَانٌ بَيْنَ

اہل آسمان کے اور اہلیت ہمارے باعث اسن و باعث پناہ ہین واسطے اہلین
 کے ان ہر سہ حدیث میں لفظ اہل بیت آیا ہے اور ہین اسکے قبل معتبرین تفسیرین
 اور معتبر کتابوں سے اور حسب اقرار معتبر علماء و اہل سنت کے اس بات کو ثابت
 کر دیا ہون کہ اہل بیت اور عترت اور آل کا لفظ مخصوص ہے واسطے علی و فاطمہ
 و حسن و حسین علیہم السلام کے کیونکہ خود پیغمبر خدا صلعم ان بزرگوں کے حق میں
 بالقریح فرما چکے ہین کہ خدا یا ہی ہین اہلیت ہر کے پاک کر دے انکو گناہوں سے
 ہین ان ہر سہ احادیث میں جو لفظ اہلیت آیا ہے اوس سے مراد یہی چاروں
 بزرگ یعنی علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہین۔ حدیث اول میں وصیت
 می ہے رسول خدا صلعم نے کل امت کو کہ میں درمیان تمہارے دو چیزیں چھوڑتا
 ہوں جو سب سے بڑی ہین ایک قرآن دوسرے اہل بیت اپٹے۔ یعنی
 علی علیہ السلام و فاطمہ و حسن و حسین اور حدیث دوم میں آنحضرت نے فرمایا ہر
 کہ میرے اہل بیت یعنی علی و فاطمہ و حسن و حسین مثل کشتی نوح کے ہین اور کشتی نوح کا
 واقعہ مشہور ہے کہ جب لوگوں نے نوح علیہ السلام کی فرمانبرداری اختیار کر کے کشتی
 نوح میں سوار ہو گئے وہ تو زندہ اور سلامت رہے اور جن لوگوں نے نوح
 علیہ السلام کو کاذب جانا وہ غرق آب ہو گئے لہذا اس مثال سے مطلب آنحضرت
 کا یہ ہے کہ جو لوگ فرمانبرداری کرینگے علی و فاطمہ و حسن و حسین کی وہی راہ
 راست پر سمجھے جاوینگے اور نجات پادینگے اور جو لوگ ان چاروں بزرگوں کی
 فرمانبرداری نہ کریں گے اور منحرف ہو جاوینگے وہ نجات سے محروم رہینگے۔ اور حدیث
 سوم میں آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ بطرح اہل آسمان ستاروں کی سبب حالت
 اسن میں ہین اگر ستارہ نہ ہون تو اہل آسمان نیست اور نابود ہو جاوین ہی طرح
 اہل بیت میرے یعنی علی و فاطمہ و حسن و حسین کے باعث اہل زمین حالت اسن میں

ہیں اگر یہ چاروں بزرگ اور ان کے جانشین ان کی اولاد روئے زمین پر موجود ہوں
تو قیامت آجاوے۔ اس مقام پر عین ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک چھوٹا سا مرقع
ناظرین کو ان مسلمانوں کا دیکھا دون جنھوں نے روگردانی کی عملی و فاعل
حسین و حسین سے۔

۱۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اخراجات کیا ان چاروں بزرگوں سے اور نافرمانی
کی احکام خدا اور حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وقت وفات آنحضرت نے تحریر وصیت
کیواسطے کاغذ و دوات طلب فرمایا تو کہا حضرت عمرؓ نے کہ حسب کتاب اللہ یعنی کچھ
ضرورت تحریر وصیت کی نہیں ہے ہمارے واسطے قرآن شریف کافی ہے اور
یہ ہموں پسند ہے۔ حضرت عمرؓ نے اور ان کے مددگاروں نے کلام الہی کی فرمانبرداری
قبول کی۔ مگر اہلبیت رسول کی فرمانبرداری قبول نہ کی۔ اگر اہلبیت رسول کے
فرمانبرداری بھی قبول کرتے تو یہ کہتے کہ حسب کتاب اللہ و سنت ید و اہلبیت
۲۔ مقدمہ فدک میں علی علیہ السلام کی شہادت کو بوجہ شوہریت حضرت ابوبکر
قبول نہ فرمایا اور حضرت عمرؓ نے بوجہ خوش طبعی و حسن تمایل خلافت نہ سمجھا اہلبیت
رسول کی یہ قدر کی گئی۔

۳۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کی اس نافرمانی کو دیکھ کر امت نے اس درجہ
آل رسول کی توقیر کی کہ امیر معاویہ کے ہمراہ علانیہ اہل شام نے حضرت علی علیہ السلام
مقابلہ کیا بٹھڑا لڑا لیکن لڑے حضرت علی علیہ السلام کو شہید کیا امام حسن علیہ السلام
کو زہر دیا امام حسین علیہ السلام کو تین روز کا بھوکا پیاسا مثل گوشتندان قربانی فوج
کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوشیوں کو سر بر نہ دیار بدیارت شران بے کجا وہ پر سوا
کر کے پھرایا اور سب مسلمان دیکھتے رہے کسی نے اعانت نہ کی بلکہ جس شہر میں اہل حرم
تواجد تھا ہوا حالت قید میں جاتا تھا اس شہر کے مسلمان حسین کرتے تھے اور

ہوتے تھے۔ اٹھاؤن برس تک علیؑ اور اولاد علیؑ پر ہر نماز مجاہد کے خطبہ میں سر
منبر پورا ہوتا تھا اور سب مسلمان خوشی کے ساتھ سنتے تھے اور شریک ہوتے تھے
وقت خلافت چارم عبد اللہ ابن عمرو عبد اللہ ابن زبیر و سعد ابن قاص وغیرہ
شرفاء مدینہ نے بیعت علیؑ سے صاف انکار کر دیا۔ ابو شجاعہ ثانی حضرت عمرؓ سے
بہ بھڑا ہی معاویہ علیؑ علیہ السلام پر تلوار کشی کی اور قتل ہوئے۔ دیگر اصحاب و
مہاجر و انصار نے بشرکت حضرت عائشہ علیہا السلام پر تلوار بن مچین اور غزوہ
کی یہ توقیر اہلبیت رسول اللہؐ کی وفات رسول اللہؐ کے بعد امت نے کی کہ اہل
اہلبیت جنکا رتبہ رسول خداؐ نے تمامی خلایق و امت سے اعلیٰ اور افضل بتایا
تھا اور قرآن مجید کے مثل انکار تہ ظاہر کیا تھا جسکا مطلب یہ تھا کہ قرآن صاف
اور اہلبیت رسول قرآن ناطق ہیں۔ قرآن صامت کے معنی اور طالب اہلبیت
رسول یعنی ناطق سے ظاہر ہونگے اور احکام قرآنی کے مطابق اہلبیت رسول یعنی
قرآن ناطق امت کو ہدایت اور رہنمائی کریں گے۔ سوادن اہلبیت کی اصحاب نے
اور امت نے جو قدر کی وہ اظہر من الشمس ہے اسی قدر اور منزلت بدر مسلمان ہونکا
دعویٰ کیا جاتا ہے اسی قدر و منزلت پر اہلبیت رسول کی دوستی کا اقرار کیا جاتا ہے
انہیں اصحاب پر کہ جنہوں نے اہلبیت رسول کی یہ توقیر کی اہل سنت اور دہشتہ ہیں
اور شرف انکا ہر تہ رسول اللہؐ جانتے ہیں اور اہل سنت کے اس عملد رآمد کے
مطابق میں آواز بلند فیصلہ کرتا ہوں کہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ جو حضرت ابو بکرؓ و
حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کو برا کہتے ہیں اور اپنے مذہبی جلسوں
میں ان حضرات خلفائے ثلاثہ و خلیفہ چارم امیر معاویہؓ کی عیب جوئی کرتے ہیں یہ عین
دوستی ہے۔ اور جس قسم کی دوستی اہل سنت کو اہلبیت کے ساتھ ہے اسی قسم سے
اس دوستی کو بھی سمجھ لینا چاہیے کیونکہ اہل سنت کے معاویہ میں دوستی اور

کہتے ہیں جو اپنے مخدوم کی تضحیک کرے تذلیل کرے تبرا کرے جیسا کہ امیر معاویہ نے کیا۔ یہی توشیحہ کرتے ہیں پھر ادنیٰ الزام دشمنی کیون لگایا جاتا ہے اور ان کے فعل تبرا پر کیون اعتراض کیا جاتا ہے جبکہ امیر معاویہ کے فعل تبرا پر اعتراض نہیں میرے نزدیک حسب رواج اہل سنت جس طرح حضرت معاویہ بوجہ عداوت و تبرا علی علیہ السلام کے رضی اللہ عنہ کہے جاتے ہیں اسی طرح عام شیعوں کو بوجہ عداوت خلفاء ثلاثہ و اگر نے تبرا کے رضی اللہ عنہ کہنا قرین انصاف ہے۔

اب اصحاب رسول کی ملح میں چند آیتیں قرآن مجید سے ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔
 جنکے ملاحظہ سے ظاہر ہو جاوے گا کہ اصحاب رسول قابل درود ہیں یا نہیں۔

۱۔ سورہ الانعام پارہ ہشتم وَاتَّكِبْنَا لِیَصْلُواْ نَآبَاھُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ
 ترجمہ اور تحقیق بہت لوگ گمراہ کرتے ہیں ساتھ خواہشوں نفس اپنے کے بغیر تحقیق۔
 یہ گمراہ کر نیوالے مسلمان رسول خدا کی زندگی میں موجود تھے انھیں کا نام اصحاب انھیں کے حق میں یہ درود گار عالم فرماتا ہے کہ اپنی نفس کی خواہشوں کے پورا کرنے کو بغیر تحقیق کو کون کو گمراہ کرتے ہیں انھیں گمراہ کر نیوالوں کو اہل سنت قابل درود سمجھے ہوئے ہیں۔ اور ایسی پیروی میں مولوی محمد جانیگیر خان صاحب کو بھی مصروف پاتا ہوں کہ محض اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کو کتابین بغیر تحقیق کہتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اسی گمراہی سے بچنے کے واسطے رسول خدا نے فرمایا تھا کہ میں اپنے اہلبیت کو درمیان امت واسطے ہدایت اور رہنمائی کے چھوڑے جاتا ہوں جو لوگ میرے اہلبیت کی فرمانبرداری کریں گے نجات پائیں گے نافرمانی کریں گے گمراہی میں پڑیں گے اور نجات سے محروم ہو کر دوزخ میں جاویں گے
 ۲۔ سورہ محمد پارہ ۲۶۔ رَاٰیْتُ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ
 نَظْرَ الْمُنْشِیِّ عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَنْ لِّیْ اَلْھُمْ طَاعَۃٌ وَ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ

ترجمہ و کما قونے اور لوگوں کو کہہ دو کہ لوگوں میں اور ان کے نفقات پر دیکھتے ہیں تیری
 طرف سے بچیم یا اس موت سے پس واسے واسے اور ان کے ذریعہ واری اور بات آتی
 ۴۔ سورہ محمد پارہ ۲۶۰ قُلْ شَکِیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تَقْبِلُوْا فِی الْاَرْضِ وَتَقْطَعُوْا
 اَنْعَامَهُمْ اُولَٰئِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ فَاصْطَبْهُمْ وَاَعْلِی الْبَصَارَ هُمْ اَفْکَا بَشَدَ بَیِّنَات
 الْفُرَا ان عَلَی قُلُوْبٍ اَقْفَا لَهْمَا تَرْجِبُ ۝ پس نزو یکس ہوتم اور کے
 اگر چاہو تم یہ کہ نسا و کرو تم زمین میں اور قطع کرو اپنی قرا بتوں کو یہ وہ ہیں
 کرامت کی اور کو اللہ نے پس بہر کیا اور اندھا کیا اور انکی آنکھوں کو پس وہ نہیں غور
 کرتے احکام قرآن کو اور ان کے دو غیر قفل گئے ہیں۔

۵۔ سورہ محمد پارہ ۲۶۱۔ اَمْ حَصِبَ الَّذِیْنَ فِی قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ اَنْ یُّخْرِجُوْہُمْ
 اَللّٰهُ اَمْحَاہُمْ وَاَوْفَیْہُمْ فَاَلَا یَنۢبَیْہُہُمْ فَلَعَنَ فِتْنُہُمْ یٰۤاَیُّہَا ہُوۤدَیۡہُ وَاَتَعْرِفُوْہُمْ فِی
 الْحَرْقِ الْقَوَلِ وَاَللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالُہُمْ وَاَللّٰهُ یَعْلَمُ نَفْسُ الْمُجَاهِدِیۡنَ مِنْہُمْ وَالْقَادِرِ
 وَیَبْلُو الْخَبَاۤسَ کَہُۭ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوْا وَرَوَّعُوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَسَاقُوْا اِلَیَّ
 اَنْ یُّقَالَ مَا تَبِیۡنَ لَہُمْ اَلْہٰدِیۡ لَوْ یَضُرُّ اللّٰہُ شَیْئًا وَّیَسْبِیْطُ اَعْمَالُہُمْ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ
 اٰمَنُوْا اطِیَعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیَعُوْا الرَّسُوْلَ وَاَلَا یُبْطِلُوْا اَعْمَالُکُمْ تَرْجِبُ ۝ بلکہ
 گمان کیا اور انھوں نے کہ اور ان کے دلوں میں بیماری ہے یہ ہرگز نہ نکالے گا
 اللہ کہنے اور ان کے۔ اور اگر چاہا ہیں ہم البتہ وکھلا دیں تجھ کو نشانیاں اور انکی
 پس البتہ پہچانے انکو ساتھ شایعوں اور انکی کے اور البتہ پہچانے گا اور انکو پس
 گفتگو میں اور اللہ جانتا ہے علموں تمھارے کو اور البتہ ازما دینگے ہم تمکو
 یہاں تک کہ جانیں جیسا ذکر نیوالے تم میں سے جبر کر نیوالوں کو اور ازما دیں
 ہم خبروں تمھاری کو تحقیق جو لوگ کافر ہوئے اور بند کیا راہ سے اللہ کی اور
 مخالفت کی اور انھوں نے رسول کے بعد اسکے کہ ظاہر ہوئے واسطے ان کے ہدایت

۶۔ سورہ فرقان - قَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ اِنِّ قَدْ اِنْتَحَدْتُ وَاهَذَا الْقُرْآنُ مَجْهُوٌّ
ترجمہ - اور کہ اپنیس نے اے رب میرے تحقیق قوم میری نے پکڑا اس قرآن کو بطور
مہجور و پھران کے یہ پانچ آیتیں میں نے قرآن مجید سے نقل کی ہیں خیر نمبر ۱ و ۲
و ۳ و ۴ و ۵ گاہے ان سب کا نتیجہ ذیل میں ظاہر کرتا ہوں۔

۱۔ یہ سب آیتیں اور کھنیں احباب رسول کی شان میں نازل ہوئی ہیں کہ جس کے ناموں پر مولائی محمد جہانگیر خان صاحب اور ان کے ہم مذہب اور ہم خیال درود پڑھتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیہ نمبر ششم میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احباب کو قبلہ بھی دیا کہ وہ میری قوم میں سے ہیں اور انہوں نے کسی مجبوری کے سبب سے کلام الہی کو بظاہر قبول کر لیا ہے دل سے قبول نہیں کیا چنانچہ آیہ نمبر ۵ میں پروردگار عالم آنحضرت کو تسکین دیتا ہے کہ تو ان لوگوں سے غمگین مت ہو جو بظاہر تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر وہ لوگ دل سے ایمان نہیں لائے۔

ہیں پیغمبر خدا نے جو اپنی قوم میں اپنے اصحاب کی شکایت خدا سے کی اور اسکا سبب یہی تھا کہ لوگ رسول اللہ پر طعن نہ کریں کہ آپ کی صحبت کا اثر اصحاب پر اتنا بھی نہ ہوا کہ کامل الایمان ہو جاتے۔ یا لوگ ان منافقوں کو اصحاب رسول سمجھ کر ہو کا نگھاویں اور ان کے مقتد ہو کر گمراہ ہو جاویں جیسا کہ مولوی محمد جاگیر خاں صاحب اور ان کے ہم مذہب اہل سنت امیر معاویہ کو اصحاب رسول سمجھا کر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور ان کے نام پر درود پڑھتے ہیں کیونکہ جب کلمہ درود شریف میں آلہ و اصحابہ کہا جاتا ہے تو امیر معاویہ بھی تو باعقاد اہل سنت اصحاب رسول ہیں وہ بھی قابل درود قرار دیں گے۔ سورہ محمد کی اون آیتوں میں کہ خیر منبر ۲ و منبر ۳ و منبر ۴ گئے ہوئے ہیں بروز کا عالم آنحضرت کو ان کے اصحاب کی منافقت سے مطلع فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ اپنے اصحاب کو کہ وہ بظاہر اقرار و فرمانبرداری کرتے ہیں مگر دلوں میں ان کے نفاق ہے اور منتظر ہیں تیری وفات کے۔ اور اصحاب رسول اللہ کجائب پر درود کا عالم خطاب کرتا ہے کہ تم جو وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر ہو تو وقت وفات بھی قریب آپہونگا۔ اور تم بعد وفات رسول اللہ زمین پر فتنہ و فساد مچا کر دو گے اور اس فتنہ و فساد کے ذریعہ سے اپنی تہراتوں کو قطع کرو گے اور ان اعمال سے تم پر خدا کی لعنت پڑے گی۔ کیونکہ تم کانوں سے بہرے ہو گئے ہو کہ فرمان الہی و احکام رسالت پناہی کو نہیں سماعت کرتے اور آنکھوں سے اندھے ہو گئے ہو کہ فرمان الہی اور احکام رسالت پناہی کو نہیں دیکھتے اور تمہارے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں کہ احکام قرآن پر عمل نہیں کرتے اور دوسرے نفاق کو نہیں کالتے اور پھر پروردگار عالم جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے محمد تمہارے اصحاب کے دلوں میں پناہی یعنی شیطان نے ان کو سنگدل کر دیا ہے ان کے دلوں سے ہرگز کینہ نہ کھلے گا۔ اور اگر تو چاہے کہ اپنے اون اصحاب کو پہچان سکے کہ جو تیری وفات کے منتظر ہیں اور جسکے

دلوان میں نفاق سے اور جو بعد قبر سے وفات کے زمین پر قندہ و فساد کریں وہاں لے ہیں اور اپنی قراہوں کو قطع کریں وہاں لے ہیں اور ان کے طرز کلام سے شناخت کر لے جس پروردگار عالم اصحاب رسول اللہ کی جانب خطاب کرتا ہے کہ رسول کی نافرمانی سے خدا کا کچھ ضرر نہیں بلکہ تمہارے اعمال جلد باطل ہو جائیں گے اور پھر خدا فرماتا ہے کہ اسے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے نیک اعمال کو بوجہ نافرمانی باطل مت کرو۔

پس مقام غور ہے کہ پروردگار عالم صاف طور پر حکم دے رہا ہے کہ چاہے جس قدر اعمال نیک کرو مگر رسول اللہ کی نافرمانی کے سبب وہ سب اعمال باطل ہو جائیں گے اور تم پر خدا کی لعنت پڑے گی اور مولوی محمد جاناگیر خان صاحب اور ان کے ہم نوا ہب اہل سنت کہتے ہیں کہ اصحاب بیعت رضوان کی فضیلت قرآن سے ثابت ہے جسکی نسبت خدا فرماتا ہے کہ رضی اللہ عنہ و رضو عنہ یعنی خدا تم سے راضی ہو اور تم خدا سے راضی ہو۔ ہننے اسکو بھی فرض کیا لیکن جب بعد وفات رسول خدا مسلم اصحاب رسول نے زمین پر فساد کیا اور آل رسول کے ساتھ بغض و کینہ کیا اور وقت وفات رسول اللہ آنحضرت کی نافرمانی کی اور واسطے تحریر بیعت کے کاغذ و دوات نہیں دیا اور ہمراہ امیر عساکر سامہ بن زید کے ہننے گئے جسکی توضیح نتیجہ پنجم میں کجاویگی تو ان نافرمانیوں کی سبب بیعت رضوان کے فضائل یا مثل اسکے دیگر اعمال باطل ہو گئے یا ہنن چنانچہ ان اصحاب کے بغض اور نفاق کا اور اصحاب رسول اللہ کے خطا وار ہونے کا اور اصحاب رسول اللہ پر شیطان کے ظفر یا ب ہونیکا معتبرین اہل سنت نے اقرار کیا ہے جن اقرار دن میں سے صرف دو معتبر عالمون کے قول ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

شرح مقاصد سعد الدین نقض زالی اِنَّ مَا دَقَّ بَيْنَ الصَّوَابَةِ مِنَ الشَّجَرَاتِ عَلَى

و نَجْمِ الْمَطْلُوعِ فِي كِتَابِ التَّوَارِيخِ وَ الْمَذْكُورِ عَلَى الشَّقِيقَةِ الْعِنَادُ وَ الْحَسَدُ وَ
 الدَّارُ وَ طَلَبُ الرِّيَاسَةِ نَامِلِكُ إِلَى الْمَذَامِتِ وَ السَّهْوَاتِ إِلَى الْخَيْرِ
 اَمَّا نَدَانِي كَيْتَ هِن كَرِيشَك حَسْرَتِ وَ تَقْصِيرِ نَفْسِ اُمُورِ مِّنْ صَحَابِہ سے ہوئی
 و رَجِو کچھ رنج و ملال صحابہ سے وقوع مین آیا وہ کتب تواریخ مین مذکور ہے کیسی
 مجال مین ہے کہ اُس سے انکار کر سکے یا اسکو اخفا کر سکے اور حق یہ ہے کہ بعض صحابہ
 بسبب خواہش مال دنیا و طلب ریاست دائرہ اعتدال سے تجاوز ہو گئے۔
 شرح فقہ اکبر محمد و۔۔۔ شَعْرَاءُ عَلِيمَاتُ الْعَارِفِ السَّمْعَانِ وَ رُوِيَتْ قَالَ فِي الرِّسَالَةِ
 لِمُسْتَأْنَفِ بَاعِلَامِ الْهَدْيِ عَقِبَتْكَ الْبَابُ التَّقْوَىٰ أَمَّا أَصْحَابُهُ فَاَلْبُو لَكِ
 اَدْفَسَالَهُ لَا يَفْعَلُونَ كَمَنْ وَ عُمَانُ وَ عَلِيٌّ نَسَمَ قَالَ وَ قَاطِفُ يَدِ الشَّيْطَانِ
 اَمَّا اَمَّا اَكْلَامُ وَ خَاصِرُ الْعُقَايِدِ مِنْهُ وَ دَلَّشَ وَ صَكَدَ فِي الْقَمَائِشِ حَبْثُ
 مَا حَقَّقَتْ رِيَّتِ الْمُسْتَأْنَفِ بَاعِلَامِ نَاوَدَتْ ذَلِكَ الْحَقَّادُ اَوْ صَغَائِرُ فِي الْبَوَائِلِ الْخَيْرِ
 مَا سَبْ فَقَہ اکبر کہتے ہیں کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علیؑ کے فضائل بے حد و بیشمار
 ہیں مگر شیطان اس امت پر ظفر یاب ہوا یعنی رنج بسبب طلب ریاست کے دلون
 مین اصحاب کے پیچیدہ ہوا اور عداوتون سے نفس اونکے بخش اور سیاہ ہو گئے۔
 صاحب فقہ اکبر خلفاء ثلاثہ کی فضیلت کا تو اقرار کرتے ہیں مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ جوہر
 طلب ریاست اصحاب کے دلون مین اغواے شیطانی کے سبب باہم رنج پیدا
 ہو گیا اور آپس مین عداوت ہو گئی۔ اور سعد الدین تفتانانی بھی اقرار کرتے ہیں
 کہ خواہش مال و دنیا و طلب ریاست کے سبب باہم اصحاب کے عداوت و رنج
 و خصومت پیدا ہوئی اور بعض امور مین صحابہ سے ضرر و خطا اور تقصیر ہوئی۔ اسی
 عداوت کی خبر سورہ محمد مین پروردگار عالم نے دی ہے کہ اصحاب رسولؐ لظاہر
 اپنے کو ایسا نہار کہتے ہیں مگر دل سے وہ ایماندار نہیں اور غنظر ہیں و ناس رسولؐ

تاکہ بعد وفات زمین پر فتنہ و فساد برپا کریں اور اپنی قرابتوں کو قطع کریں اور یہ امور باعث نافرمانی خدا و رسول کے ہیں ایسے اعمال اور اصحاب کے باطل ہو جانے کے بوجہ نفاق اور اوپر خدا کی لعنت ہی میں حیران ہوں کہ ایسے منافقوں اور نافرمان بردار اصحاب کو یہ خدا لعنت کرتا ہے پس شیعہ اس حکم الہی کے مطابق دشمنان علی و دشمنان اولاد علی کے اوپر اگر لعنت کرنے ہیں تو اس میں قباحت کیا ہے۔ مولوی محمد جانیگر خاں صاحب اور ان کے ہم مذہب اہل سنت جو کہتے ہیں کہ جو شخص لعنت کرتا ہے وہ لعنت اسی پر لوٹ کر آتی ہے اور پروردگار عالم سورہ محمد میں حکم دیتا ہے کہ منافقوں پر اور نافرمان بردار و نیر خدا کی لعنت ہے تو اس حکم کے مطابق تو دشمنان علی و دشمنان اولاد علی پر کہ جنہوں نے بطیع دولت و طلب ریاست علی و اولاد علی پر ظلم کیا اور ان کے ساتھ دشمنی کی لعنت کرنا احکام الہی کی فرمانبرداری میں داخل ہو گا اور لعنت کرنے سے منع کرنا اور یہ کہنا کہ وہ لعنت لوٹ کر لعنت کر نیوالے پر آتی ہے احکام الہی کی صریح نافرمانی ہے۔ اور حکم الہی کے مخالف رائے دینا دشمن خدا کا کام ہے نہ کسی ایماندار کا پس مولوی محمد جانیگر خاں صاحب اور ان کے ہم مذہب اہل سنت کی نسبت مجھ کو اس رائے کے ظاہر کرنے میں کچھ تامل نہیں کہ کل اصحابوں کو قابل درود سمجھنا اور ان کے نام پر حکم الہی کے خلاف درود بھیجنا خداوند عالم کے ساتھ دشمنی کرنا ہے ورنہ حایکہ حالات اصحاب کے ایسے ہیں جیسا کہ میں نے قرآن مجید سے ظاہر و ثابت کر دی اب میں چاہتا ہوں کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فضائل اصحاب کے ظاہر کر دوں تاکہ عام لوگوں پر اصحاب کے حالات پوشیدہ نہ رہیں۔

کتاب المغازی للواقفی نے غزوہ احد صفحہ ۱۰۲ اذ کان طلح بن عبید اللہ وابن عباس وجابر بن عبد اللہ یقولون صلی اللہ علیہ وسلم قتلی احد

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِيدٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ إِخْوَانُنَا
 مَعَهُمْ لِمَا أَسْلَمْنَا وَجَاهِدُوا كَمَا جَاهَدْنَا قَالَ بَلَى وَلَكِنْ هُوَ سَلَامٌ لَكُمْ
 بِأَنْ تَكُونُوا مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِمْ شَيْئًا وَلَا أَذَى لَكُمْ كَمَا تَكُونُونَ تَقْدِيرُ نَبِيِّكُمْ بَلَاءُ الْكَافِرِينَ
 نماز جنازہ پڑھی جناب رسول خدا صلعم نے اوپر شہداء و احد کے اور فرمایا حضرت
 کریم اور ان لوگوں پر گواہ بنے۔ کہا حضرت ابو بکر نے کہ یا رسول اللہ کیا وہ لوگ
 میرے بھائی نہیں ہیں ایمان لائے وہ لوگ جیسا کہ میں ایمان لایا اور جہاد کیا ان
 لوگوں نے جیسا کہ میں نے جہاد کیا۔ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ ہاں۔ لیکن اپنی
 مزدوری و محنت کا خط و لذات دنیا سے ان لوگوں نے کچھ چکھا نہیں اور نہ معلوم
 کہ میرے بعد تم کیا احداث کرو گے۔ یہ شکر حضرت ابو بکر بہت روسے اور تعجب
 لرکے کہا کہ آہ بعد آپ کے مجھے ایسے افعال صادر ہونگے۔

قرآن قویہ سے مطلب اس واقعہ کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا نے شہداء
 احد کی نماز میت جو وقت پڑھی تو آپ نے شہداء احد کے مراتب اور فضائل
 بیان فرمائے اب حضرت ابو بکر نے تعجب ہو کر کہا کہ یا حضرت کیا ان فضائل اور مراتب
 کا مجموعہ حق نہیں ہے جو فضائل اور مراتب کہ آپ نے شہداء احد کے بیان فرمائے
 کیونکہ بسطرح شہداء احد مسلمان ہوئے اوسطرح میں بھی مسلمان ہوا اور بسطرح شہداء
 احد نے جہاد کئے میں نے بھی جہاد کیا۔ پھر کیا سبب ہے کہ میرے مراتب مثل
 شہداء احد کے نہیں ہیں۔ اس کے جواب میں جناب رسالت مآب صلعم نے بکثرت
 فرمایا کہ یہ بات تو سچ ہے کہ تم بھی مثل شہداء احد کے مسلمان ہوئے ہو اور جہاد
 بھی کیا ہے مگر شہداء احد نے اس ایمان داری اور جہاد کا بدلہ اس دنیا میں کچھ
 نہیں پایا اور لذات دنیا کوئی خطرہ اٹھایا۔ اور تم تو بعد و نوات میرے نہ معلوم
 کہ دین میں کیا کیا نئی باتیں جاری کرو گے کہ جس کی سبب سے امت گمراہی میں

پھر یہی اوزقند و فساد پیدا ہونگے اس پر حضرت ابوبکر بہت روئے اور افسوس کیا اپنے حال پر اور ظاہر کیا رسول اللہ کے سامنے کہ کیا مجھے آپ کی وفات کے بعد ایسے ناقص افعال صادر ہونگے یہ شکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور حضرت ابوبکر کے اس گریہ و بکا پر کوئی کلمہ قابل تسکین اپنی زبان مبارک سے ایسا نہ فرمایا کہ جملے سن لینے سے حضرت ابوبکر کو اطمینان ہوتا۔ اور اسی بے اطمینانی نے وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر کو حصول خلافت کے واسطے دیر بنا دیا۔ اور ضبط علیٰ فک پر آمادہ کر دیا۔ اور رنجیدگی خباب فاطمہ کی جانب سے بخوف کر دیا۔ اور عدم تعمیل حکم خباب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پرواہ بنا دیا۔ اسی بے پرواہی کے سبب حضرت ابوبکر ہمراہ لشکر اسامہ بن زید روانہ ہوئے تاکہ موقع حصول خلافت کا ہاتھ سے نہ جاوے۔

اگر حضرت ابوبکر کلام رسول خدا سے اپنی نجات عقبیٰ دین نا امید نہ ہوتے تو انحضرت کا کلام شکر گریہ و زاری نہ کرتے۔ اور اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کو نئی باتیں ایجاد کرنے کے سبب ناجی سمجھتے تو ان کے گریہ و بکا پر ضرور تسلی فرماتے کہ پریشان نہ ہو تقاضائے بشریت سے اگر تم دین میں نئی باتیں ایجاد کرو گے تو بھی تمھاری نجات میں کوئی نقص پیدا نہوگا۔ اور خدا اور رسول خدا نے اصحاب منافق کے کہ جو بظاہر اقرار فرمانبرداری و اطہار اسلام کرتے تھے اور دل سے نہ مسلمان ہوئے نہ نفاق اذکار ہو ان کا نام اس واسطے ظاہر نہ کیا کہ اسلام میں فتنہ پیدا ہو جاتا اور امید تھی کہ ان منافقوں کے صلب سے مومن بھی پیدا ہونگے۔ اور ان لوگوں کے سبب سے اسلام قوت پائی والا تھا۔ اس وجہ سے رسول خدا نے ظاہر کروا دیا تھا کہ اسلام رونق پاوے گا فاسق و فاجر سے چنانچہ اس حدیث کی نقل بخاری جلد پنجم صفحہ ۱۰۷ سے نتیجہ نمبر سوم میں کی گئی ہے۔ جو صاحب چابین ملاحظہ فرماوین۔

بخاری جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۰۔ عن ابن عباس قال انکم تختشرون حقا لا عز لا تم
 قرأتمنا بذا انما اول خلق بعدک و عندا علینا انما کنا فاعلیت و اول یسوی فی
 الحقینہ انراہم من اصحابی یوخذن بہم فأت الشیمال فاقول اصحابی
 اصحابی فبقال انہم لم یزالوا من تدیر علی اعقابہم منذ فارقتہم فاقول
 لما قال العبد الصالح و کنت علیہم شہیدا اما دمت فیہم الی قولہ الحکیم
 فرایا بناب رسول خدا صلعم نے کہ میرے اصحاب کو ملا کہ غدا یہ الہی میں گرفتار کر کے
 جانب شمال بجا دیئے اور سوت میں ملا کہ سے کہو گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں ملا کہ
 جواب دیئے کہ یہ ہمیشہ ارتداد پر تھے اور جبوقت آپ نے دنیا کو ترک کیا یہ لوگ
 اپنے اولے پیر و ن میں بھر گئے یعنی اویسین رسوم و حالت کو اختیار کر لیا تھا
 جبکہ از اسلام قبیلہ ہائے عرب میں بغض و کینہ و خونریزی فتنہ و فساد و طمع دولت
 و حکومت کی باری تھیں۔

بخاری جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۰۔ قالت اسماء عن النبی قال انا علی حوضی انظر من
 بی و علی فینوخذ بناس من دونی فاقول امی فبقول لا تدیری
 مشق علی الفہقری قال ابی ابی لیلک اللہم انا نعوذ بک ان نرجع
 علی اعقابنا و نقفن۔ قال عبد اللہ ابن مسعود قال النبی انما فرطکم
 علی التوحش لیسر فنعن الی ابی جبال منکم حتی اذا اھوئیت لا نا و لھم
 الخشوع و دنی فاقول امی ابی اصحابی فبقول لا تدیری ما احدثت بعدک
 فرایا بناب رسول خدا صلعم نے کہ ملا کہ میرے اصحاب کو دو سوچ کی جانب کیچ کر بجا دیئے
 و سوت میں کہو گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں تب ملا کہ جواب دیئے کہ آپ میں
 ہستے کہ بعد آپ کے کیا کیا کچھ ان لوگوں نے دین میں احداث کیا۔

دری نقطہ احداث اس حدیث میں بھی آیا ہے جو واقدی سے نسبت حضرت

ابو بکر نقل کیا کیا ہے اور جبلی تصریح میں کر چکا ہوں اور اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ بعد فوت رسول خدا صلعم جن اصحاب نے احداث کیا وہ دوزخ میں بھیجے گئے اور حضرت ابو بکر کی نسبت بھی رسول خدا صلعم نے یہی لفظ فرمایا تھا کہ بعد میرے یہ معلوم نہ کیا کیا احداث کر دے گئے جیسے حضرت ابو بکر نے کر یہ کیا۔ چونکہ انسان خود مختار ہے رسول خدا نے ظاہر کر دیا اور ان باتوں کو جو حضرت ابو بکر کر نیوالے تھے اور اس اظہار سے یہ غرض تھی کہ اسکو شکر و تحفہ عطا کریں اور احداث سے باز رہیں ایسے آپ نے مکر سے کرنا صحابہ کو ظاہر کر دیا کہ میرے اصحاب ہونیکے بھروسہ پر بے فکر ہو کر فتنہ و فساد برپا نہ کرنا طلب ریاست و خواہش دولت میں قرا توں کو منقطع نہ کر دینا دین میں بدعتیں جاری نہ کرنا۔ پیشوا بنکر لوگوں کو گمراہ نہ کرنا۔ کیونکہ ان افعال کی سبب میرے صحابہ بھی دوزخ میں جاوینگے اور ان افعال کے لوگوں کو میرا صحابہ ہونا کفایت نہ کرے گا اور دوزخ سے نہ بچاویگا۔ بلکہ تم لوگ فرمانبردار رہنا میرے اہلبیت کے یعنی علی و فاطمہ و حسن و حسین کے۔ اب مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب اور ان کے ہم مذہب اہل سنت ارشاد فرماوین کہ حضرت معاویہ و دیگر اصحاب مخالفان حضرت علی علیہ السلام کی نسبت جو فرمایا جاتا ہے کہ صحبت نبی کا آئنا بھی اثر نہوا کہ نیک افعال ہو جاتے کیا بیعت رضوان سے فضیلت اصحاب ثابت نہیں ہوتی جبکہ خود پروردگار عالم فرماوے کہ بوجہ اتفاق و قطع جسم کل اعمال اونکے باطل ہو جاوینگے اور ایسے لوگوں پر خدا کی لعنت پڑے گی تو جن لوگوں پر خدا کی لعنت نازل ہو وہ لوگ مولیٰ صاحب مدوح اور ان کے ہم مذہب اہل سنت کی طرفداری کے سبب لعنت خدا سے بچ سکتے ہیں اور جبکہ خود جناب رسول خدا صلعم فرماوین کہ ایک گروہ میرے اصحاب کا بوجہ احداث داخل دوزخ ہو گا تو کیا کل اصحاب قابل درود و فرار پاوینگے یہ کیسا اسلام اور کیسا ایمان ہے کہ خدا کے

صاف اور صریح احکام سے بھی نافرمانی کیجاتی ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی تکذیب کی جاتی ہے۔ بہلا بعد وفات رسول خدا جن اصحاب نے زمین پر فتنہ و فساد کیا اور دین میں بدعتیں جاری کیں تو اہل طلب ریاست و فہرہ شہر حکومت و دولت لیکن اب مولوی محمد جانیگر خاں صاحب اور ان کے ہم مذہب اہل سنت کلمہ کلمہ یہ کہیں ان افعال کے ہوتے ہیں کہ جو ذریعہ دوزخ میں جانے کا ہے۔ اور ان فتنہ و فساد کے ذریعہ سے کم مٹوں اور جاہلون کو بہکا کر شقاوت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کھون محروم کرتے ہیں۔ اگر ناہمی کا سبب ہے تو سمجھ کر قویہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ اور اگر مذہب اسلام ان کے نزدیک باعث نجات نہیں اسوجہ سے دانستہ حق سے مخالفت کیجاتی ہے، تو جہاں مذہب اسلام کے اختیار میں ہندوستان کی سلطنت نہیں پھر مذہب اسلام اختیار کر کے جاہلون کو دھوکا دینے سے کوئی نفع نہیں ہوا شاہ وقت عیسائی ہے، مذہب عیسوی اختیار کرنے سے البتہ دولت و دنیا حاصل ہو سکتی ہے بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۴ عن ابی خازم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سمعت النبی یقول عنائہم طکم علی الخوض و مرد کا شکوت مند و مرد شرب مند لمریظما بعد کا ابد الیس و اعلی اقوام اخر فہم و یقر فانی ثم یحال بئنی و بینہم سمد فرمایا جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں عرض کر رہا ہوں گا کہ ناگاہ وارو ہونگے کہ میں اونکو پہچانوں گا اور وہ مجھکو پہچانگے۔ اور ملائکہ اونکو جنت جہنم کے پہچانیں گے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن اصحاب کو ملائکہ دوزخ میں لیجاوینگے وہ آنحضرت کے کثیر الصحت ہونگے کہ جنکو آنحضرت ہی پہچانینگے اور وہ ہی آنحضرت کو پہچان لینگے۔

ان سب دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ کل اصحاب ناجی نہیں ہیں بلکہ اکثر اصحاب دوزخی ہیں اور مولوی محمد جانیگر خاں صاحب و کل اہل سنت و دین میں آنحضرت

وآلِ انحضرت کے ساتھ اصحابِ بھی لکھ دیتے ہیں کہ جنہیں اصحاب و درخی بھی شامل ہوگا
 ہیں۔ اور جب لفظ اصحاب لکھ دیا تو اس لفظ میں کوئی تخصیص اصحاب ناجی کی ظاہر
 نہیں ہوتی۔ پس بلا حکمِ خدا و بلا حکمِ رسول اصحاب پر درود پڑھنا خدا اور رسول خدا
 کی نافرمانی کرنا ہے اور خدا اور رسول خدا کی نافرمانی کرنیوالا دائرہ اسلام سے
 خارج ہو جاتا ہے لہذا جو وہ مذکورہ بالا میرے نزدیک فرقہ اہل سنت کسی
 حالت میں ناجی نہیں قرار پاسکتا نہ پختن پاک و دوازوہ امام کے سوا
 کوئی اصحاب یا ازواج قابل درود قرار پاسکتا ہے اور اس عقیدہ کے لوگ جو
 اصحاب اور ازواج کو قابل درود سمجھتے ہیں منکر تو حید منکر بنوت قرار پادینگے۔

نتیجہ منبرِ نبویؐ

اسلام میں تفریق مذہبی کب سے شروع ہوئی اور مذہب
 سنی و شیعہ کب سے جاری ہوا اور کون کا بانی ہے اور
 باوصف کلمہ گوئی باہر سے و تہنمی کیوں ہے۔

کتاب تذکرۃ الخلفاء کے صفحہ ۳۱۵۔ میں مولوی محمد جانگیر خان صاحب تحریر فرماتے
 ہیں کہ ایک رافضی نے کسی عالم اہل سنت سے کہا کہ حضرت عثمان کی نقش تین روز تک
 بے گور و کفن دھوپ میں پڑی رہی بڑی اہانت ہوئی عالم نے جواب دیا کہ اول
 تو یہ بات محض جھوٹ ہے اور اگر سچ بھی ہے تو یہ اہانت شہداء و کربلا کی
 اہانت سے بدرجہہ ہاکم ہے۔

اور کتاب مذکور کے صفحہ ۲۲۷ میں مندرجہ ذیل عبارت مولوی صاحب ممدوح نے
 تحریر فرمائی ہے صاحب روضۃ الصفا نے بنابر مذہب شیعہ لکھا ہے کہ تین روز تک
 نقش حضرت عثمان کی بے گور و کفن پڑی رہی اور ان کی نعش کو بھیر لویں اور کتوں

کہا یا۔ جواب اول تو یہ الزام محض غلط ہے کیونکہ باوجود موجودگی بکثرت عزیزوں
 رغلہ سونے کے حضرت عثمان کے کیونکر لیا ہوا۔ اور اگر اس انتہام کو بھیج بھی مان لیا
 ہاوی تو معاملات شہد اگر بلا رطلے اس سے زیادہ تر قابل افسوس ہیں سزا
 شیعہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں اور ہماری مظلومیت کی داد دیں۔
 التماس بخدمت مولوی محمد جاناگیر خان صاحب۔ جناب مولوی صاحب شیعہ تو
 آپ کے مخالف مذہب ہیں اور انھیں سے آپ داوچاہتے ہیں عجب
 آپ کی سمجھ ہے بھلا شیعہ کیا داو دینگے۔ میں بوجہ بے تعصبی نہ شیعوں کا طرفدار
 ہوں نہ سنیوں کا طرفدار آپ کی مظلومیت کی داو میں دیتا ہوں۔ ذرا غور سے
 مطالعہ فرمائے۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے لفظ بہ لفظ صحیح ہے بلا شک و تشکیک
 حضرت عثمان سے بدرجہا زائد شہداء اور کربلاء کی تشو کی اہانت مقتصدان مدگلان
 و طرفداران حضرت عثمان نے کی جن کا لقب اوس زمانہ طرفداری میں ناصبی تھا
 اور اب سنت والجماعت ہے آگے چلکر اسکی توضیح کی جاوے گی یہ تو تمہید ہے۔
 حضرت عثمان کی لعش تو صرف تین ہی روز مصری کی مزاحمت کے سبب سے
 بے گور و کفن پڑی رہی اور صرف ایک ہی پیرکتوں نے کھایا۔ اذکار و
 کینزکات کر شہر شہر دیار بدریہ و نیزہ پر نصب کر کے بطور تاشہ نہیں پھرایا۔
 ان کے اہلحرم کو تو کسی نے سر برہنہ بے تھنہ و چادر ایسر کر کے تھر شہر دیار بدریہ
 ہر کوچہ و گلی میں نہیں پھرایا اور تشہیر نہیں کیا۔ حضرت عثمان کے قتل کا عیوض تو
 نواسب نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اور ان کے عزیزوں اور رفیقوں سے
 ایسا لیا کہ اولاد امام حسین علیہ السلام کو اور ان کے رفقا کو آج تک فراموش نہیں
 ہوا اور تاقیامت فراموش نہوگا یعنی تین دن کا بھوکا پیاسا صحرا کر بلا کی
 گربگرم پر حسین علیہ السلام کو مع ان کے جوان سپرد براور و صغیر بچران کے اور

رفتار کے مثل گو سفندان قربانی ذبح کر ڈالا۔ اونکے سر کاٹ کر نیزون پر نصب کیا اور دیار بدر یا ر شہر پھرایا اور اس طرح پر عیوض قتل عثمان کا لیا۔ اہل حرم کو سر برہنہ بے ہتھ و پا در سر برہنہ ایسر کر کے شہر شہر دیار بدر کو پختہ بہ کو پختہ پھرایا نقش حضرت عثمان تو صرت تین ہی روز بے گور و کفن پڑی رہی شہداء کو کربلا کی نعشیں تو کئی روز تک بے سر کے بے گور و کفن پڑی رہیں اور دفن ہوئے پائین۔ میں اس معاملہ میں مولوی محمد ہانگیر خان صاحب کو ڈگری دیتا ہوں کہ حضرت عثمان پیشوا فرقہ اہل سنت کے نقش کی توہین بمقابلہ نقش ہائے شہداء کربلا جو شیعہ اثنا عشریہ کے پیشوا ہیں بدرجہ ہاکم ہے۔ اور یہ ڈگری مولوی صاحب کو جو فرقہ اہل سنت کے عالم ہیں بدنیوجہ دیجاتی ہے کہ نواصب نے جو فرزند رسول کو بھوکا پیاسا قتل کیا اور اہل حرم کی توہین کی محض بوجہ غم خواری و محبت فرما کر حضرت عثمان کے اور وہی درجہ غم خواری و محبت و فرمانبرداری حضرت عثمان کے ساتھ اس وقت اہل سنت کو حاصل ہے اور بجائے نواصب کے نام تبدیل کر کے ۱۲۵ ہجری میں سنت و الجماعت بن گئے اصل میں یہ فرقہ سنت و الجماعت کا وہی فرقہ نواصب ہے کہ جسے فرزند رسول کو شہید کیا تھا۔ اور درحقیقت قتل امام حسین علیہ السلام اور عزیزان و خوشیان و رفیقان امام و اہانت اہل حرم عیوض قتل حضرت عثمان کا اور اگر حضرت عثمان قتل نہوتے تو غالباً شہادت امام حسین علیہ السلام کی نوبت نہ پہنچتی میں مولوی محمد ہانگیر خان صاحب کی مظلومی کی داود دیتا ہوں اور آواز بلند کرتا ہوں کہ شیعوں کو ضرور اپنے گریبان میں منہ ڈالنا چاہیے جیسا کہ مولوی صاحب ممدوح نے تحریر فرمایا ہے نہ معلوم کہ شیعہ حضرت عثمان پیشوا فرقہ اہل سنت کے تین روز تک بے گور و کفن نقش کے پڑا رہنے کا طعنہ کس منہ سے اہل سنت کو دیتے ہیں جبکہ اونکے پیشواؤں کی نقش ہائے بے سر کئی روز تک

بے گور و کفن صحرا کر بلا میں پڑی رہیں۔ شرمندہ تو ہوتے نہیں اولٹا طعنہ دیتے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب انصافاً مجھ کو اس بات کے کہنے میں تامل نہیں ہے کہ حضرت عثمان بوجہ رعایت و طرفداری اہل قبیلہ اپنے کے و بطبع حصول دولت و حکومت و نفع رسائی مردمان قبیلہ خود قتل ہوئے اور مصریوں نے اور محمد بن ابی بکر خلیفہ اول نے قتل کیا امام حسین علیہ السلام نے اور اونکے خور و ون و بزرگوں نے حضرت عثمان کو قتل نہیں کیا۔ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ناحق بے گناہی کی حالت میں بدلا لیا گیا۔ اور امام حسین کی شہادت نبض شجاعت است و حفاظت شریعت و استحکام دین کے ہوئی یہی فرق ہے قتل عثمان و قتل حسین علیہ السلام میں۔

کیون جناب مولوی محمد جاوید صاحب آپ نے جو کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۹۶ میں اپنے دل سے ایک قصہ تصنیف کر کے لکھ دیا ہے کہ عبد اللہ ابن سبا یہودی مذہب شیعہ کا بانی ہے۔ اگر اسکی کوئی اصلیت تھی تو پھر آپ نے اہانت نفس ہائے شہداء کر بلا کا طعنہ بمقابلہ اہانت نفس حضرت عثمان شیعوں کو کیوں دیا اور یہ جملہ کس غرض سے لکھا کہ شیعہ اپنے گریبان میں ہنڈو ڈالیں کیونکہ یہ دستور عام ہے کہ بزرگوں کی اہانت کا طعنہ اونکے خور و ون کو اونکی اولاد کو اونکے معتقدین کو اونکے رفقا کو مخالف ہمیشہ دیا کرتے ہیں ایسا طعنہ غیر ذلکویا دشمنوں کو نہیں دیا جاتا دیکھو بنی اسرائیل یعنی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ہیں اب یہودیوں نے جو اہانت حضرت عیسیٰ کی کی اس اہانت کا طعنہ بنی اسرائیل کا ایک فرقہ بنی اسرائیل کے دوسرے فرقہ کو ندیگا کیونکہ بنی اسرائیل کے کل فرقہ حضرت عیسیٰ کے دشمن ہیں بلکہ بنی اسرائیل اہانت حضرت عیسیٰ کا طعنہ نصاریٰ کو دینگے کیونکہ نصرا نی حضرت عیسیٰ کی امت اور اونکے معتقد ہیں بدینوجہ فرقہ نصاریٰ دوستانہ و معتقدان حضرت عیسیٰ میں شمار ہونگے اسیلئے اہانت حضرت عیسیٰ کا طعنہ بنی اسرائیل

جیسا کہ دیکھیں کہ کسی دشمن حضرت عیسیٰ کو۔ اگر کسی دشمن حضرت عیسیٰ کو اہانت
 حضرت عیسیٰ کا طعنہ دیا جاوے تو اس دشمن کے واسطے تو باعث خوشی ہوگا کیونکہ
 ہر دشمن اپنے مخالف کی اہانت سکر خوش ہوتا ہے نہ رنجیدہ لیکن اس طعنہ اہانت
 اگر رنج ہوگا تو دوستان اور مقتدان حضرت عیسیٰ کو۔ دیکھو شیوہ حضرت عثمان کو اچھا نہیں
 سمجھتے اور دوسرے نفرت کرتے ہیں لہذا اہانت نفس حضرت عثمان کا واقعہ سکر خندہ زنی
 کرتے ہیں افسوسناک نہیں ہوتے۔ اور اہل سنت حضرت عثمان کے معتقد ہیں اور
 ان کو اپنا پیشوا و دین جانتے ہیں وہ اہانت نفس حضرت عثمان کا واقعہ سکر رنجیدہ
 ہوتے ہیں اور شرمندہ ہوتے ہیں اور یہی دستور بھی ہے کہ پیشوا سے دین کی
 اہانت کو سکر اور ان کے معتقدین کو افسوس اور رنج ہوتا ہے اور دین اراوہ پیدا
 ہوتا ہے اگر وقت قتل یا تو بہن نفس ہم ہوتے تو اپنے پیشوا کے دشمنوں سے
 بد لالیتہ اور ان کو قتل کرتے اور اپنے پیشوا کی اہانت نہونے دیتے یا اپنی زندگی
 میں ان کو قتل نہونے دیتے۔ دیکھ لیجئے جب اہانت نفس حضرت عثمان کا واقعہ اپنے
 روضۃ القضا میں دیکھا تو حضرت عثمان کی محبت کا جوش آپ کے دل میں پیدا
 ہوا کیونکہ آپ اور آپ کے ہم خیال اور ہم مذہب حضرت عثمان کو اپنا پیشوا سے دین
 سمجھتے ہیں۔ اور قاتلان حضرت عثمان آپ کے اور آپ کے ہم مذہبوں کے نزدیک
 شیوہ تھے اور جبکہ اس حالت جوش میں قاتلان حضرت عثمان آپ کو نظر نہ آئے
 تو آپ نے نفس ہائے دشمنان حضرت عثمان کا طعنہ ان کی اولاد اور مقتدین کو دیا۔
 یعنی شہداء کو کہ بلا کو آپ نے حضرت عثمان کا دشمن جانکر اور شیعوں کو شہداء کو کہ بلا کا
 معتقد سمجھکر بمقابلہ اہانت نفس حضرت عثمان آپ نے اہانت نفس ہائے شہداء
 کو بلا کا طعنہ شیعوں کو دیا جس سے تین باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ شہداء کو بلا حضرت
 عثمان کے دشمن تھے اگر دشمن نہوتے تو پھر نفس حضرت عثمان کی اہانت کے جواب میں

نعمت اسے شہداؤں کا بلا کا آپ ذکر کرتے اور اگر شہداؤں کا بلا آپ کے نزدیک دشمن
حضرت عثمان نہ تھے تو پھر آپ نے لعش ہاے شہداؤں کا بلا کی اہانت کا ذکر کس غرض
سے کیا۔ دوسرے اہل سنت حضرت عثمان کے دوست اور معتقد اور شہداؤں کا بلا
دشمن اور مخالف بن اگر دشمن اور مخالف ہوتے تو اہانت لعش حضرت عثمان کا
واقعہ روضۃ الصفا میں دیکھ کر ابطالان کے دلائل یا اس اہانت کے افتخار کے
دلائل تحریر فرماتے اور کے مقابلہ میں لعش ہاے شہداؤں کا بلا کی اہانت کا واقعہ تحریر
فرماتے کیونکہ اس تحریر کا توصات مطالب یہ ہے کہ اگر حضرت عثمان قتل ہوئے
تو لعش اُن کی ہین روز تک بے گور و کفن پڑی۔ ہی تو دشمنان حضرت عثمان
یعنی شہداؤں کا بلا بھی زمین کر بلا پر قتل کیے گئے اور لعشیں اُن کی بے گور و کفن پڑی
رہیں۔ اگر اسے سوا کوئی دوسرا مطلب ہوا اور لعش ہاے شہداؤں کا بلا کی اہانت کا
مطلب داخل دوستی ہو تو اسکی تصریح کر دیجیے ہین بہت مشتاق ہوں تیسرے شیعہ
شہداؤں کا بلا کے معتقد اور دوست اور اُن کی اولاد میں سے ہین اگر شیعہ شہداؤں
کا بلا کی اولاد اور معتقد اور محب ہوتے تو لعش ہاے شہداؤں کا بلا کی اہانت کا
مطلب اُن کو نہ دیا جاتا اور یہ نہ لکھا جاتا کہ شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈالیں۔ کیونکہ
مذہب شیعہ کا بانی تو مولوی صاحب آپ ابن سبا ہودی کو بتلاتے ہین اور
کتاب علماء الہدی صفحہ ۷۴ میں تحریر فرماتے ہین کہ شیعہ پر ایہ دوستی ہین آل عبا کو
براہلا کہتے ہین اگر درحقیقت مولوی صاحب آپ کے اس اتھام کی کوئی صلیت
ہوتی تو خود آپ ہی شیعہ کو لعش ہاے شہداؤں کا بلا کی اہانت کا مطلب ہرگز نہ دیتے
آپ کی اس تحریر سے صحت طور پر ثابت ہو گیا کہ آپ نے عبد اللہ بن سبا ہودی کو
مذہب شیعہ کا بانی بوجہ دشمنی آل رسول شیعہ بنی تو ہین اور ربیع سانی کی واسطے
تحریر کیا ہے اور اسی دشمنی کے سبب بنظر نفحیک حضرت ام کلثوم کے عقد کا واقعہ

آپ اور آپ کے ہم مذہب بار بار تحریر اور تقریر میں لائے ہیں لہذا بنظر خیر اندیشی شیعوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس مقدمہ عقد جناب ام کلثوم میں مباحثہ اور مناظرہ کو مسدود فرماویں کیونکہ اس مباحثہ کو طول دینے سے خاندان نبوت کی بہت بڑی توہین ہوتی ہے۔ فرقہ مذہب اپنے دشمنوں کی گالیوں کا لیان شکر مہربان سکوت کرتا ہے گالی کی عیوض گالی نہیں دیتا۔ اہل سنت نے خاندان رسالت کی توہین میں کونسا دقیقہ فرو گذاشت کیا جو عقد جناب ام کلثوم کی بابت مباحثہ اور مناظرہ کی ضرورت ہو۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ نبی زاد یاں بلو اسے عام میں بے مقنوعہ چادر بھرائی گئیں قید کی گئیں اب وہ بیبیان تو موجود نہیں کہ وہ اپنے ظلم و ستم ہوں لہذا عقد حضرت ام کلثوم ہی کا واقعہ تصنیف کر لیا گیا تاکہ مجاہد آل رسول کی توہین اور تضحیک کیواسطے کفایت کرے ایسی صاف و صریح دشنام دہی جواب اور بحث سے خود اپنی توہین ہوتی ہے جو قابل مسدودی ہے پس مذکورہ بالا وجوہات سے ثابت ہے کہ مولوی محمد جہانگیر صاحب کا دعویٰ مندرجہ کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸-۱۶۲۹-۱۶۳۰-۱۶۳۱-۱۶۳۲-۱۶۳۳-۱۶۳۴-۱۶۳۵-۱۶۳۶-۱۶۳۷-۱۶۳۸-۱۶۳۹-۱۶۴۰-۱۶۴۱-۱۶۴۲-۱۶۴۳-۱۶۴۴-۱۶۴۵-۱۶۴۶-۱۶۴۷-۱۶۴۸-۱۶۴۹-۱۶۵۰-۱۶۵۱-۱۶۵۲-۱۶۵۳-۱۶۵۴-۱۶۵۵-

سننے میں گروہ و مددگار و مطیع و تابع دار۔ نعت میں جو چاہے دیکھ لے۔ پس اہل کوفہ
 دو سو وقت تک شیعہ تھے جیت تک کہ وہ مطیع اور فرمانبردار اور مددگار حضرت علی اور اولاد
 حضرت علی کے رہے۔ اور جب وہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخبر ہو کر بیعت یزید
 میں داخل ہو گئے اوس روز سے وہ فرقہ فواسب میں شامل ہو گئے شیعہ نہ رہے شیعہ
 ۱۔ بوقت تک شیعہ رہتا ہے کہ جب تک آل رسول کا مطیع رہے اور حضرت علی کو خلیفہ
 بااقتدار قبول کرے اور جب وہ دوسری خلافت کو تسلیم کرے پھر فرقہ شیعہ سے خارج ہو جائے
 یہ مددگار جناب محسن الملک مولوی امجد علی خان صاحب دہلی بالقرآن سلا بعد سلا بعد
 بعد بطن شیعہ بنی فاطمہ تھے جب انھوں نے خلفائے راشدہ کے ساتھ عقیدت اپنی ظاہر کی فرقہ
 شیعہ سے خارج ہو گئے اب وہ شیعہ نہیں رہے بلکہ سنی ہو گئے۔ اور ان کے افعال اور
 اعمال مذہبیت کی بدنامی کا باعث نہیں قرار پاتے۔ اسی طرح جب تک اہل کوفہ حضرت
 علی کے مطیع اور فرمانبردار رہے اس وقت تک شیعہ تھے اور جب انھوں نے فرزند
 رسول سے مخالفت کر کے بیعت یزید اختیار کی وہ شیعہ نہ رہے نا بھی ہو گئے اور اسی
 فرقہ فواسب نے اپنا نام سنت الجماعت رکھ لیا ہے لہذا اہل کوفہ سنت الجماعت
 قرار پانے لگے نہ شیعہ اور اہل کوفہ کی یوفائی اہل سنت کے اوشین اعمال میں شامل
 نہ گئی کہ جن اعمال کے باعث حضرت امیر خلافت سے محروم کیے گئے اور خلافت خاندان
 نبوت سے منتقل ہو کر غرناذ انون میں بوجہ انحراف امت پہنچ گئی۔

جناب مولوی صاحب صاحب روضۃ الصفا نے یہ واقعہ کہ نقش حضرت عثمان تین روز
 تک بے گور و کفن پڑی رہی نہ ملتا نہیں لکھا ہے۔ بلکہ کل سورج اسکی تائید کرتے
 ہیں۔ اعظم کوئی ایک پورانی قدیم تاریخ ہے جو سنہ ہجری میں تالیف ہوئی ہے
 پانچہ اعظم کوئی صفحہ ۱۳۶-۱۳۷ میں بھی یہ واقعہ اسطور پر درج ہے کہ نقش حضرت عثمان
 تین روز تک بے گور و کفن پڑی رہی مصریوں نے دفن نہ ہونے دیا اور ایک

پاؤں کتوں نے کھالیا۔ پس صاحب روضۃ الصفا پر آپ کا اعتراض بجا ہے صحیح بات
 چھپانے سے چھپ نہیں سکتی۔ دیکھئے اسکے جواب میں آپ کا یہ اعتراض کہ نشہا سے
 شہداء کو ربلہ کی اہانت بمقابلہ اہانت نعش حضرت عثمان بدر جہا زاید ہوئی صحیح تھا
 میں نے اسکو قبول کر کے آپ کو ڈگری دی لیکن آپ کے غلط اعتراضوں کو کوئی
 منصف مزاج قبول نہیں کر سکتا۔ آپ کا یہ عذر بھی قابل پذیرائی نہیں ہے کہ صاحب
 روضۃ الصفا شیعہ تھا۔ بلکہ صاحب روضۃ الصفا متعصب سنی تھا البتہ آپ کے مانند
 دشمن آل رسول نہ تھا اور واقعہ نگاری کے سبب اصلی حال کے لکھنے پر مجبور تھا۔
 صاحب روضۃ الصفا کی تردید میں جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ نعش حضرت عثمان کی تین
 روز تک بے گور و کفن پڑی رہنے کا واقعہ غلط ہے کیونکہ حضرت عثمان کے عزیز اور
 غلام بکثرت تھے وہ کیونکر نعش کو بے گور و کفن پڑا رہنے دیتے جناب مولوی صاحب
 اگر بلوایوں کے مقابلہ کی حضرت عثمان کے عزیزوں اور غلاموں کو قوت ہوتی تو
 حضرت عثمان کو قتل کیوں ہونے دیتے۔ یہ شہرت امام حسین علیہ السلام کے عزیزوں
 اور رفیقوں اور غلاموں کا حصہ تھا۔ کہ کسی حال میں اور کسی مصیبت میں امام حسین علیہ السلام
 کو تنہا نہ چھوڑا۔ اور جب تک ایک ایک بچہ نے جان اپنی آنحضرت پر نثار نہ کر لی
 اور سوقت تک آنحضرت کو میدان جنگ میں بخانے دیا نہ شہید ہونے دیا۔ لیکن
 جب مصریوں نے حضرت عثمان پر بلوہ کیا تو ایک عزیز بھی حضرت عثمان کا واسطے
 جان نثاری کے آمادہ اور تیار نہ ہوا یہاں تک کہ انکی وزیر با تدبیر مروان صاحب
 بھی پوشیدہ ہو گئے اور مصریوں کے مقابلہ کو قدم نہ بڑھایا۔ حالانکہ انھیں مروان
 صاحب کے مشورہ سے حضرت عثمان کے قتل کی نوبت پہونچائی تھی۔ حصول مال
 غنیمت حصول حکومت حصول دولت کے واسطے سب دوڑتے ہیں مگر مرنے کو قدم آگے
 اڑھیکا بڑھتا ہے جو عزیز با وفا اور رفیق صادق ہوتے ہیں اور دینا کو بیع سمجھتے ہیں

اگرچہ مجھ کو اس بات کے تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہیں کہ قتل حضرت عثمان کے بعد قبیلہ بنی امیہ نے انتقام خون حضرت عثمان کے واسطے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے جنگ عظیم کی حضرت عائشہ کو ترغیب دیکر حضرت علی سے جنگ کرائی اس انتقام کے انجام میں آخر کو حضرت علی مرتضیٰ شہید ہوئے اور جناب امام حسن علیہ السلام شہید کیے گئے اور ان کے بعد امام حسین علیہ السلام فوج کیے گئے اور اس دشمنی کو اس درجہ ترنی اور استحکام ہوا کہ ہر امام وقت تا امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد دیکر بے شہید ہوئے اور اس عداوت کو اس درجہ استحکام ہوا کہ آج تک اہل سنت کو فزائوشیں نہیں ہوئی گو قتل قبیلہ بنی امیہ بطور سابق صاف صاف دشمنی آل رسول کا اقرار تو نہیں کرتے مگر درخت اپنے پھل سے شناخت کیا جاتا ہے۔ انسان کے دل میں جو ہوتا ہے وہ اس کے افعال سے ظاہر قیامت ہو جاتا ہے۔ پس اہل سنت کا عمل درآمد جو آل رسول کے بالکل خلاف ہے اس عمل درآمد سے دشمنی آل رسول کا اظہار پورے طور پر ہو جاتا ہے۔ گو وقت اعتراض اہل سنت زبان سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو آل رسول کے ساتھ محبت ہو مگر اس زبانی کہہ دیتے ہیں کہ وہ محب آل رسول ہرگز قرار نہیں پاسکتے جب تک کہ ان کے اعمال سے اظہار دشمنی نہ ہو۔ اور دشمنان آل رسول کے ساتھ اظہار نفرت نہ کریں۔ مگر اس انتقام خون عثمان کی واسطے جو بنی امیہ تیار ہو گئے وہ بوجہ محبت حضرت عثمان آمادہ انتقام نہیں ہوئے تھے نہ اس وقت تک ان کے دل میں محبت کا کوئی اثر تھا اگر محبت ہوتی تو وقت قتل ان کی رعایت کرتے۔ مگر اصلیت اس انتقام کی یہ ہے کہ امیر معاویہ کو قتل حضرت عثمان کا ایک بہانہ واسطے حصول حکومت و دولت کے ہاتھ آگیا۔ لہذا اس طمع میں انہوں نے پارچہ خون آلودہ حضرت عثمان کو علی العموم دکھلانا شروع کیا اور اس ذریعہ سے لوگوں کو غیرت دلائی کہ سردار قبیلہ بنی امیہ اس حالت سے قتل کیا جاوے اور تم سب دیکھتے رہو اور قبیلہ بنی امیہ کو

صدقات گذشتہ یاد دلائے گئے کہ جو اونکے بزرگوں اور سرداروں کو ابتداء اسلام میں حضرت علی کے ہاتھ سے پونچے تھے جسکی سماعت سے عیش جہالت کو ترقی ہوئی اور قبیلہ بنی امیہ اور اونکے طرفدار دشمنی آل رسول پر تیار ہو کر حضرت علی اور حضرت حسین کے ساتھ آمادہ جنگ ہو گئے اور دشمنی آجتک قائم ہے اور یہی دشمنی باعث تفریق مذہبی ہوئی۔ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ نزاع خلافت کے واقعات سے چشم پوشی کیجاوے تاکہ اہل سنت کے خلاف مزاج کوئی امر نہ ہونے پاوے لیکن مجھ کو مجبوراً نزاع خلافت کے حالات سرسری طور پر اور مختصر ذکر کرنے پڑے۔ کیونکہ جب تک اشارتاً حالات خلافت ذکر نہ کئے جاویں گے تفریق مذہبی کے حالات اور ہر مذہب کی وجہ تسمیہ میں لکھ نہیں سکتا۔ لہذا مجھ کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ وفات رسول خدا صلعم کے بعد بطور ناجائز منصب خلافت قبضہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں آیا تو ان دونوں صاحبوں کے عہد حکومت میں تفریق مذہبی شروع ہونے پائے۔ اور مجھ کو اس بات کے کہنے میں بھی کچھ عذر نہیں کہ حضرت عمر انتظام ملکی اور حکومت دنیاوی کے واسطے ایک لائق آدمی تھے۔ احکام سلطنت کی تعمیل کرانے فتنہ و فساد کو شل دانا یا ان انگلستان حکمت علی کے ساتھ فرو کرنے۔ مغیبہ و بنو نذرلیہ تالیف قلوب و عطا دزر و عطا حکومت فرما بنردار بنانے۔ مخالفان اسلام کے ساتھ ہنمتی و درشتی پیش آنے میں بڑے مدبر تھے۔

امیر معاویہ اور یزید بھی تدبیر اور لیاقت اور انتظام امور سلطنت میں حضرت عمر سے کم درجہ نہ رکھتے تھے۔ اور منصب خلافت میں حضرت عمر و حضرت ابوبکر سے مساوی الدرہ تھے لیکن تعین خلافت کا اصلی مطلب امت کی رہنمائی ہے سلطنت دنیاوی کے بڑھانے اور خلق اللہ کو نذرلیہ حکمت علی یا تالیف قلوب یا طمع زر کے فرما بنردار بنانے کیواسطے تعین خلافت کی ضرورت نہ تھی کیونکہ رسول اللہ امت کو نجات عقیقی کا راستہ دکھلانے کے واسطے مبعوث برسالت ہوئے تھے۔ نہ بغیر

حصول سلطنت اسلئے از کا خلیفہ بھی رہنا سے امت کی واسطے معین ہوا تھا تاکہ شریعت کے احکام امت کو تعلیم کرے اور اراکین میں اختلاف نہ ہونے دے۔ لیکن امور دینی میں نہ حضرت ابو بکر صدیق و ان اور فقیہ تھے نہ حضرت عمرؓ امیر معاویہ نہ یزید ابن معاویہ اسکے ثبوت میں دو چار واقعات بطور نمونہ ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

کتاب المیراث مشکوٰۃ و مواعظ صفحہ ۱۴۳ عن قبصۃ بن ذؤنب قال جاء رجل یحذی الی انی بکر نسأله من انما فقال لک ما لک فی کتاب اللہ شیء و قال لک فی ثبوت رسول اللہ فان جی حتی اسأل الناس ایاک عورت کسی متوفی کی دادی آئی حضرت ابو بکر کے پاس اور سوال کیا کہ متوفی کی حساب داد متروکہ میں میرا کیا حق ہے کیونکہ میں متوفی کی دادی ہوں جواب دیا حضرت ابو بکر نے کہ تیرا حق نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اس وقت توحیلی جاتا کہ ہم کسی مسئلہ دان اور فقیہ سے دریافت کر رکھیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک مجنونہ کے شکار کرنے کا حکم دیا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجنونہ اور نابالغ اور سوتے پر شرعاً تعذیر جائز نہیں کتاب از الہ الخلفاء عن خلافت الخلفاء باب تصوف و سلوک میں اس واقعہ کو جو چاہے دیکھ لے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ گشت کنان شب کے وقت مدینہ میں پھر رہے تھے ایک گھر سے ٹانے کی آواز سنی دیوار کے اوپر سے کود کر اس گھر میں داخل ہوئے ایک مرد اور ایک عورت کو شرابخواری میں مصروف پایا اسے ملاست کرنے لگے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو صرف ایک جسم شرابخواری کا کیا مارتے ہیں جسم گئے۔ اول یہ کہ شرعاً تحبس کرنا ممنوع ہے۔ دوسرے کسی کے گھر میں خلاف راہ دیوار کو در داخل ہونا تیسرے بلا اجازت صاحب خانہ اس کے

مکان میں جانا شرعاً ممنوع ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کسی شخص کو زنا کرنے دیکھا حضرت علیؓ سے مسئلہ پوچھا کہ خلیفہ اپنی چشم دید واقع پر حکم سزا صادر کر سکتا ہے۔ جناب علیؓ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک چار گواہ شہادت نہ دیں۔ خلیفہ اپنی رویت پر سزا نہیں دے سکتا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مسئلہ دان اور فقیہہ ہوتے تو اس قسم کی غلطیاں اونے سرزد نہ ہوتیں نہ وہ محتاج ہوتے مسئلہ دان فقیہہ سے فتویٰ لینے کے اور جو شخص دعویٰ دار خلافت رسول ہوا اور مسائل شرعی سے وقفیت نہ رکھتا ہو وہ قائم مقام رسول یا نائب رسول نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ہمیشہ اقرار کیا کہ لاَ اَکَلْتُ لَہٗ اَکَلًا وَ لَکُمُ ھٗ۔ اگر نہ ہوتے علیؓ تو ہلاک ہوتا عمرؓ۔ حضرت عمرؓ کو اس بات بھی اقرار تھا کہ بہترین قاضی فتویٰ دینے میں حضرت علیؓ ہیں دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۱ جلی معتبری کا مولوی محمد جانگیر خان صاحب کو بھی اقرار ہے اور تذکرہ الخلفاء کے صفحہ ۱۶۵ میں اس تاریخ کو سند اور معتبر لکھا ہے۔ وَأَخْرَجَ بَنُو سَعْدِ عَنْ أَبِي حُرَیْرٍ تَقَالَ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَیْکَ أَقْضَا نَا إِلَى الْخِیْرَةِ۔ روایت کی ابن سعد نے ابی ہریرہؓ سے کہہا حضرت عمرؓ نے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام فتویٰ دینے میں بہترین قاضی ہیں۔

کامل ابن الاثیر جلد دوم صفحہ ۲۸ فی قصۃ الشوری میں حضرت عمرؓ کا قول اس طرح درج ہے کہ وقت وفات حضرت عمرؓ نے اقرار کیا کہ حضرت عثمانؓ ضعیف الراے ہیں اور حضرت علیؓ تیز ذہن اور بہترین ہادی ہیں۔

اب اس مقام پر یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ جناب محمد مصلم اس دنیا میں بنی آدم کی ہدایت اور رہنمائی کے واسطے مبعوث برسات ہوئے تھے یا بغرض سلطنت دنیوی اگر بغرض سلطنت دنیوی مبعوث برسات ہوئے تھے تاکہ قبیلہ ہاے عرب کی قوم

حالیہ حالت اور باہمی اتفاق کی اصلاح کر کے سب کو ایک رسم واحد پر قائم کر دینا
 وائس جہانت کی سبب اونکی عمر عزیز باہمی جنگ و جدال اور فتنہ و فساد میں بسر ہوگی
 جو وہ باقی نہ رہے۔ اور سب ایک دل ہو کر مجموعی قوت پیدا کر کے اپنے مخالف قوتوں کی
 مارت، گرمی میں مصروف ہوں جیسا کہ نیچری مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور یہ دونوں نصائر
 کا خیال ہے کہ ایسی حالت میں تو رسول خدا صلعم کا جانشین یعنی خلیفہ اگر جاہل بھی
 ہو اور فقیہ و مسئلہ دان تو تو کچھ مضائقہ نہیں جیسا کہ سلاطین میں دستور ہے
 اور فاتہ بادشاہ کے بعد اسکا لپہرا کبر خواہ جاہل ہو یا عالم تخت سلطنت پر بیٹھا
 دیا جاتا ہے۔ اور رعایا او کی فرمانبرداری کرتی ہے۔ مگر اس اصول کی بنیاد پر بھی
 خلافت خلفاء ثلاثہ کی قابل اعتراض ہوگی۔ کیونکہ یہ جو دوگی حضرت علی کے جو وارث
 عقیقی رسول خدا کے تھے اور موجودگی جناب فاطمہ و خیر رسول خدا و موجودگی
 حسین و فرزند رسول خدا خلفاء ثلاثہ کو حق و راست بھی نہیں پہنچتا تھا کہ وہ بجا رسول خدا
 صلعم تخت نشین ہوتے۔ اور اگر و راست و جب اصل نہ قرار پاوے بلکہ آپس
 میں ہو کہ جسکی لامٹھی اوسکی بغیر تو اس اصول سلطنت کے مطابق جیسا کہ دینا
 میں دستور ہے کہ جو غالب آیا وہی بادشاہ قرار پایا حق و ناحق و راست و غیر
 کوئی چیز نہیں تو اس حالت میں سلطنت یعنی خلافت خلفاء ثلاثہ کی قابل اعتراض
 ہوگی مگر نجات عقیقی کی پھر کوئی اصلیت نہ رہ جاوے گی اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی
 بے سود ٹھہرنے لگی اور آنحضرت کا بسوٹ برسات ہونا بغرض سلطنت دنیا قبول
 کرنا پڑ گیا اور اس حالت میں فعل و انسانی یہ ہے کہ دین عیسوی اختیار کیا جاوے
 تب راحت ملے کیونکہ جب سلطنت آنحضرت کی تھی اذ کا دین اختیار کر کے عیش
 کیا اب سلطنت نصاریٰ کی ہے نصاریٰ کا دین اختیار کر کے عیش کرنا چاہیے
 کیونکہ سلطنت نصاریٰ میں جو طریقہ نصاریٰ کا ہے جب تک وہ نہ اختیار کیا جاوے گا

اطمینان اور اسایش حاصل نہوگی۔ چنانچہ اسی بنا پر مسلمانوں میں سے ایک فرقہ
 از نام پیچرن علحدہ ہو گیا جو تمام و کمال ہدایت نصرائیت اختیار کئے ہوئے ہر صحت
 برائے نام اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور اس فرقہ کے لوگ زمانہ حال میں کل مسلمانوں
 سے عمدہ حالت میں ہیں۔ اور اگر آنحضرت کا مبعوث برسات ہو تا واسطے ہدایت
 و رہنمائی خلایق کے تھا نہ نیز حصول سلطنت دنیوی تو پھر آنحضرت کا نائب یعنی
 خلیفہ بھی مثل آنحضرت کے عالم علم شریعت و ہمہ دان ہونا چاہیے جو مشکلاشا ہوا
 وفات آنحضرت کے بعد اس شریعت کا کہ جو آنحضرت کے ذریعہ سے امت کو ملی ہے
 محافظ رہے۔ اور ہدایت و رہنمائی کی لیاقت مثل پیغمبر ایسی رکھتا ہو کہ مسائل شرعی
 کے تبلانے اور سمجھانے میں عاری نہ ہو اور خطا سے ہمراہ نہ ہو۔ اگر مطالب شرعی میں
 درمیان امت کے اختلاف واقع ہو تو امت کی مشکلاشا کی کر کے اور مطالب شرعی
 کے تبلانے اور سمجھانے میں ایسی رہنمائی کر کے کہ اختلاف ہونے پناوے۔ لیکن
 حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہرگز ہرگز مسئلہ دان اور فقیہ نہ تھے نہ علم شریعت کے
 ماہر تھے اگر مسئلہ دان اور فقیہ اور علم شریعت کے ماہر ہوتے تو میراث جدہ کے
 مسئلہ سے اپنی بے علمی ظاہر نہ کرتے اور کسی مسئلہ دان فقیہ سے دریافت کر کے محتاج
 نہوتے۔ بخونہ کے نگار کر نیز کا حکم نہ دیتے۔ دیوار کو در کیے گھر میں داخل نہوتے
 مسئلہ ثبوت زنا سے ناواقف نہوتے۔ چنانچہ رسول خدا کی وفات کے بعد جو لوگ
 کسی حکمت عملی و تالیف قلوب کے ذریعہ سے خلیفہ رسول بن گئے اور خلفاء کی بے علمی
 مسائل شرعیہ سے ناواقف ہونیکے سبب درمیان امت کے اختلاف پیدا ہوا اور ایک
 مذہب کے بہت سے مذہب ہو گئے۔ لیکن وفات رسول خدا صلیم کے بعد جو فوراً لوگوں
 کے دلوں میں حصول خلافت کا ارادہ پیدا ہو گیا اور ہر شخص دعویٰ خلافت بن گیا
 اور رسول خدا صلیم کے غسل و کفن و دفن کی نوبت بھی نہ پہونچے دینی نشن مٹ کر بے غسل

و کفن چھوڑ کر امت نے تعین خلافت کیو اسطے مجاہدین منعقد کیں سقیفہ بنی ساعدہ میں
جمع ہو کر میباحثہ کرنے لگے اور شخص طالب خلافت ہوا اور حضرت عمرؓ نے حکمت علیؓ اور
تالیف تلوک کے ذریعہ سے حاضرین سقیفہ بنی ساعدہ کو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر رضامند
کر لیا سبب اسکا یہ تھا کہ اسکا ابوبکرؓ کا ایک گروہ کثیر بن گیا ہر اسلام کو قبول کئے ہوئے
تھا مگر وہاں سے وہ گروہ مثل فرقہ نجری کے مسلمان نہ تھا اور غلط تھا وفات رسول
خدا ﷺ کا کہ کب وفات پاوین اور سلطنت ہمارے قبضہ میں آوے۔ چنانچہ
یہ دو گار عالم نے ان اصحاب کی نسبت جو ظاہری مسلمان تھے اور دل میں ان کے
نفاق تھا اور غلط وفات رسول اللہ ﷺ کے تھے سورہ محمد میں خبر دی ہے کہ
جو بیعت نمبر چہارم میں نقل کی گئی ہے اور انہیں اصحاب منافق کے دوزخ میں جگہ
کی خبر جناب رسول خدا ﷺ نے دی ہے چنانچہ احادیث رسالت پناہی کی
بھی بیعت نمبر چہارم میں لی گئی ہے۔ اب اسکا بن ثبوت کہ کون کون اصحاب آنحضرت
کو رسول برحق نہ جانتا تھا لکھا جاوے تو بہت طوالت ہوگی لہذا میں صرف
حضرت عمرؓ کا مختصر حال بطور نمونہ ذیل میں لکھ دیتا ہوں کیونکہ حسب عقیدہ اہل سنت
حضرت عمرؓ سردار تھے کل اصحاب کے پس سردار اصحاب کے عقیدہ سے ان کے اصحاب قلد کا
بھی عقیدہ ثابت و ظاہر ہو جاوے گا۔ ۱۔ شکوہ صفحہ ۲۲۔ کتاب العلم عن جابر بن عبد
بن خطاب انی رسول اللہ ﷺ بنسخۃ من التوراة فقال یا رسول اللہ
ہذا بنسخۃ من التوراة فسکت فبعل یقرأ و وجہ ما بن جہ رسول
اللہ ﷺ یتغیر فقال ابوبکرؓ تکلثک التوراة کل ما ترى ما بن جہ رسول اللہ
فمنظر عمرؓ من الی وجہ رسول اللہ ﷺ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب
رسول اللہ ﷺ فینا باللہ ربنا و بآلاءہ و نیلہ و بجمہ نبیہا فقال رسول
اللہ ﷺ و الذی نفس محمدؐ بیدہ لو بداء لکم منی فبیعتموہ

فَتَسِرَ كَقَمُونِي لَقَدْ لَلْتُمُ مِنْ مَتَوَاعِ السَّبِيلِ حَفَرَتْ عَمْرَأَتُهُ أَيْكَ لَحْه
تورات کا لیکر آدر رکھنے لگے یا رسول اللہ یہ تورات ہے جناب رسول خدا
یہ سنکر خاموش رہا اور حضرت عمرؓ نے اس نسخہ تورات کو پڑھنا شروع کیا
کہ چہرہ مبارک جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا متغیر ہونا جانا تھا اور آثار غضب نمودار ہو گئے
پس بولے حضرت ابو بکرؓ کہ اسے عمر کا شکر کہ تجھ کو روپن روئے والیان اس کلمہ کو
سنکر حضرت عمرؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر نظر کی اور کہنے لگے کہ میں پناہ مانگتا
ہوں غضب الہی اور غضب رسولؐ سے اور راضی ہوا میں خدا سے اور دین اسلام
اور نبوت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جناب رسالتؐ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم بخدا اگر موسیٰ
ہوتے تو تم اطاعت کرتے اور کلمی اور جھوٹ دیتے مجھ کو اور راہ راست سے گمراہ
ہو جاتے۔ اس واقعہ سے چند باتیں ظاہر ثابت ہوتی ہیں۔ اول اہل سنت
کے اوس دعویٰ کی تکذیب ہوتی ہے کہ جو وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ پرست راست باز
مسلمان تھے کہ جس روز وہ مسلمان ہوئے اسی روز سے علانیہ اسلام کی شہادت
اور اذان ہونے لگی۔ حالانکہ حضرت عمرؓ اپنے مسلمان ہونے کے عرصہ کے بعد
نسخہ تورات لائے اور رسول خدا کو سنا یا اس تورات کے لانے اور پڑھنے
سے مطلب حضرت عمرؓ کا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ جو فرمایا کرتے تھے
کہ میری نبوت کی خبر تورات میں موجود ہے لہذا واسطے تکذیب دعویٰ آنحضرتؐ
نسخہ تورات حضرت عمرؓ غالباً اس غرض سے پڑھنے لگے کہ اس میں آپ کی نبوت کی
خبر نہیں اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ بظاہر مسلمان تھے دل سے مسلمان نہ تھے
ورنہ تورات لانے اور اس کے پڑھنے سے کیا غرض تھی دوسرے جب حضرت عمرؓ
تورات شانے لگے اور رسول اللہ کے چہرہ مبارک پر آثار غضب نمایان ہونے لگے
تو حضرت ابو بکرؓ نے خوف ناک ہو کر حضرت عمرؓ کو قہر کیا اور حضرت عمرؓ نے جو آنکھ دھکا

کیا تو ڈر گئے کہ کوئی بلا نازل ہو لہذا پناہ مانگی غضب خدا اور غضب رسول سے
 اور اقرار کیا کہ دین اسلام برحق ہے اور جناب محمد خدا کے رسول ہیں۔ اس قرار سے
 یہ سہہ کرنا سچ ماننے تو رات تک حضرت عمرؓ نے نہ توحید کے قائل تھے نہ
 نبوت کے سرٹ بظاہر مسلمان تھے اور دل میں عقیدہ مخالف - لازم مثل زمانہ جاہلیت
 تھا۔ اگر حضرت عمرؓ کے توحید اور نبوت کے قائل ہونے تو یہ نہ کہتے کہ
 میں راہنی ہوا خدا سے اور دین اسلام سے اور نبوت جناب محمد صلعم سے۔
 اگر حضرت عمرؓ کے توحید اور نبوت کے قائل ہوتے تو رسول خدا صلعم قسم
 یہ نہ فرماتے کہ اسے عمر اگر موسیٰ ہوتے تو تم جھکو چھوڑ کر گمراہ ہو جاتے۔ اس سہہ
 سے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسالت تاب صلعم کو حضرت عمرؓ نے اسلام پر
 داخل اعتبار نہ تھا اگر اعتبار ہوتا تو آپ بہ قسم یہ نہ فرماتے کہ تم جھکو چھوڑ کر گمراہ
 ہو جاتے۔ اس ارشاد رسالت نبیہی کے خلاف حضرت عمرؓ کے بہت بار مسلمان
 ہو چکے اور یہ سے قول رسول کی تکذیب لازم آتی ہے۔ چوتھے حضرت عمرؓ کا پناہ
 ماننا اور اقرار توحید اور نبوت کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ نصاریٰ بخراں سنہ بروز
 بلکہ سکوت کر کے علین وقت پر مباہلہ سے انکار کر دیا سب اسکا یہ تھا کہ نصاریٰ
 سے آنحضرت کی نبوت سے انکار کیا تو مباہلہ مقرر ہوا اور میدان میں نصاریٰ بھی
 جمع ہوئے اور آنحضرت بھی تشریف لائے اور آپ نے عباسؓ سے مبارک بین جناب
 علیؓ علیہ السلام اور جناب فاطمہؓ و حسنینؓ کو پوشیدہ کر کے فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں تم
 میں کتنا حضرت نے صحت و ست مبارک اپنے واسطے دعا کے بلند کئے تھے کہ ایک
 بڑا بر آسمان پر نمودار ہو کر نصاریٰ کے سر و پیر محیط ہو گیا نصاریٰ کو یقین ہو گیا
 یہ صرف نبی برحق ہیں اور کوئی بلا ضرور آسمان سے نازل ہوا چاہی ہی ہے لہذا
 بلا سے انکار کر کے جزیہ دینا قبول کیا۔ اگرچہ نصاریٰ کو آنحضرت کے نبی برحق

ہو گیا تو یقین ہو گیا پھر بھی ایمان نہ لائے اور جزیہ دینا قبول کیا اس طرح حضرت عمرؓ نے
 جو رسول خدا صلعم پر آثار غضب دیکھ کر توحید اور نبوت کا بظاہر اقرار تو کیا مگر پھر بھی
 دلے توحید اور نبوت کے قائل نہ ہوئے۔ پانچویں اگر تورات شانے سے حضرت عمرؓ کا
 یہ مطلب نہ تھا کہ جناب محمد صلعم کے نبوت کی خبر اس میں نہیں ہے تو پھر چہرہ رسول خدا صلعم پر
 آثار غضب کیوں نمودار ہوئے آثار غضب بحالت تکذیب نمایان ہوتے ہیں نہ بحالت
 تصدیق چنانچہ ایک مرتبہ اور بھی حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کی نبوت میں بروز واقعہ
 حدیبیہ بالغافل صاف و صریح شک ظاہر کیا تھا دیکھو تفسیر معالم التنزیل فرار البغوی صفحہ ۸۳۲
 قَالَ عُمَرُ وَاللَّهِ مَا شَكَلْتُ مِنْذُ اسْلَمْتُ إِلَّا لِي مَبْنً كَمَا حَضَرْتُ عُمَرَ كَسَبِ
 رُوزُونٍ سَيَّادَةٍ شَكَّ هُوَ مَجَّهٌ آجَلِي بِنُوتٍ مِّنْ لِّكَ آجَلِي رُوزٍ - اس مقام پر تو
 حضرت عمرؓ نے صاف صاف اقرار کیا کہ آج مجھے حضرت کی نبوت میں شک ہوا۔ چونکہ
 حضرت عمرؓ آنحضرتؐ کو رسول برحق نہ جانتے تھے بدینو وہ ہمیشہ آنحضرتؐ کے ساتھ مقابلہ
 و مجادلہ کیا کرتے تھے اور اپنی ذات کو ذات نبی سے افضل جانتے تھے اوجہ سے ہمیشہ
 احکام رسول خدا صلعم کی نافرمانی کیا کرتے تھے جو ذیل کے واقعات سے ثابت ہو گا۔
 ۲۔ سیرۃ المحمدیہ صفحہ ۲۹۹۔ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَسْنَا
 عَلَى الْحَقِّ أَوْ لَيْسَ عَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلَىٰ قَالَ فَعَلَامَ نَعْطُرُ
 بِاللَّيْنِيَّةِ فِي دِينِنَا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَلِيٌّ أَعْصِيهِ وَلَنْ يُضِيعَنِي
 وَأَبُو بَكْرٍ مَّتَنَّمَنِي بِنَاحِيَةٍ فَأَتَاكَ عُمَرُ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ
 أَوْ لَيْسَ عَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ فَعَلَامَ نَعْطُرُ بِاللَّيْنِيَّةِ فِي دِينِنَا قَالَ
 دَعَاكَ مَا تَرَىٰ يَا عُمَرُ قَابِلَهُ رَسُولُ اللَّهِ - کہہا حضرت عمرؓ نے
 کہ یا رسول اللہ آیا میں حق پر نہیں ہوں اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں فرمایا
 رسول خدا صلعم نے کہ ہاں میں خدا کا رسول ہوں اور نہ نافرمانی خدا کی نہیں کرتا۔ اور

خدا مجھے ضایع نہیں کرتا ہے۔ خباب رسول خدا صلعم حضرت ابوبکر سے سرگوشی کرتے
 تھے کہ آئے حضرت عمر اور کہا کہ اسے ابوبکر بن حق پر نہیں ہوں اور دشمن ہمارے
 گمراہی پر نہیں ہیں۔ اور دین کو اعلان میں کرتا ہوں اور دین کو قوت میں دیتا
 ہوں کہا حضرت ابوبکر نے کہ دفع کرو ان باتوں کو اسے عمر یہ کیسی باتیں دیکھی جاتی ہیں
 تھے اسے عمر بیشک محمد خدا کے رسول برحق ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ
 جب حضرت عمر نے رسول خدا سے سوال کیا کہ میں حق پر نہیں ہوں تو اسکے جواب
 میں رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اگرچہ میں خدا کا رسول ہوں مگر خدا کی نافرمانی
 نہیں کرتا اور وہ مجھے ضایع نہیں کرتا جسکا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے
 جب رسول خدا سے سوال کیا کہ کیا میں حق پر نہیں ہوں تو رسول خدا نے جواب
 دیا کہ تم نافرمان نہ رہو۔ اس پر حضرت عمر کو غصہ آیا اور حضرت ابوبکر سے وہی سوال کیا
 جو سوال کہ رسول خدا سے کیا تھا۔ اور سوال کرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ دین اسلام کو
 اعلان میں کرتا ہوں اور قوت میں دیتا ہوں یعنی رسول اللہ کے سبب دین
 اسلام کا اعلان نہیں ہوتا نہ رسول اللہ کے سبب دین اسلام قوت پاتا ہی۔ بلکہ میرے
 سبب اعلان بھی ہوتا ہے اور قوت بھی پاتا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ اسے عمر
 یہ کیسی باتیں کرتے ہو محمد بیشک خدا کے رسول ہیں اس جواب سے ظاہر ہوتا ہے
 کہ حضرت عمر رسول خدا صلعم سے مباہلہ کرتے ہوئے کہ تم نہ خدا کے رسول ہو نہ دین کو
 اعلان کرنے ہو نہ قوت دیتے ہو جیسے رسول خدا نے فرمایا کہ بیشک میں خدا کا رسول
 ہوں اور تمھاری طرح نافرمانی نہیں کرتا اور حضرت ابوبکر نے کہا کہ اسے عمر ایسی باتیں
 نہ کرو محمد خدا کے رسول ہیں۔ اگر حضرت عمر تو حید اور نبوت کے دل سے متصف ہو تھے تو
 رسول اللہ سے اس قسم کا مباہلہ نہ کرتے کہ دین کو اعلان میں کرتا ہوں اور قوت میں
 دیتا ہوں نہ نبوت رسول خدا صلعم سے انکار کرتے۔ نہ حضرت ابوبکر یہ کہتے کہ اسے عمر

ہر کسی یاقین کرتے ہوئے بیشک خدا کے رسول ہیں اس قسم کا جواب منکر رسالت کو دیا جاتا ہے نہ معتقد صادق کو۔

نہ وقت دنات جناب رسول خدا صلعم نے جب تحریر وصیت کی اسلئے کاغذ و دوا طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے اکثر اصحاب کے اتفاق سے بڑی بیباکی کی اور کمان ابدی اور شافی کے ساتھ کہہ دیا کہ رسول اللہ کلمات بدحواسی لفرش آمیز لہ جتے ہیں۔ حسب کتاب اللہ۔ ہمارے واسطے قرآن کافی ہے اور وہی حکم پسند ہے۔ اگرچہ رسول صلعم نے یہ فرمایا کہ میں ایک کاغذ لکھ دوں تاکہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو اور بعض لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ فرمان رسول اللہ صلعم کی بجا آوری کرنا چاہیے کاغذ و دوات لازم مگر حضرت عمرؓ مانع ہوئے کہ تحریر وصیت کی ضرورت نہیں جبکہ قرآن موجود ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے وصیت نہ لکھنے دی۔ اور باہمی مباحثہ میں جب شور و غل زیادہ ہوا تو رسول خداؐ نے حجرہ کے باہر سب کو کھلا دیا۔ اس واقعہ سے چند باتیں ظاہر و ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ جو لوگ آنحضرت کو رسول برحق جانتے تھے اور توحید اور نبوت پر دل و جان سے اعتقاد رکھتے تھے ان کی تو یہ رائے ہوئی کہ کاغذ و دوات دید و اور وصیت لکھاؤ کیونکہ خدا کے رسول کی نسبت گمانِ نپایان یا بدحواسی کرنا داخل کفر ہے۔ کیونکہ آنحضرت کا وہ رتبہ تھا کہ ملک الموت بھی واسطے قبض روح کے داخل حجرہ نہواجب تک کہ اجازت نہ لے لی۔ مگر یہ لوگ جو بجا آوری فرمان کے واسطے تیار تھے بہت کم تھے اسلئے انکی رائے کو غلبہ ہوا اور حضرت عمرؓ کی رائے کثرت مدوکاران کے سبب غالب رہی۔ دوسرے یہ کہ اگر حضرت عمرؓ و طر خدا ران حضرت عمرؓ دے کو حید اور نبوت کے قائل ہوتے تو ایسا بے ادبانہ کلمہ رسول برحق کی شان میں نہ کہتے کہ نپایان ہے یا بدحواسی ہے کیونکہ نپایان و بدحواسی خدا کے رسول پر امورات دینی میں طاری نہیں ہوسکتی

اور بعض لوگ جو پردہ پوشی کے واسطے کہہ دیتے ہیں کہ بوجہ محبت حضرت عمرؓ مانع ہو گئے تھے یہ کہنا ان کا بالکل خلاف تباس ہے اگر محبت ہوتی تو تعمیل حکم کرتے اور غرض کرنے کہ حضورؐ اپنے ہاتھ سے نہ لکھیں تکلیف ہوگی ہم کہتے جاوین اور حضورؐ جاوین۔ کیا حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دشمنی تھی جو تحریر وصیت کے وقت ان کو نزو کا اور اپنی خلافت کے کاغذ حالت نزع میں اون سے لکھوا لیا۔ تیسرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ دو بزرگ چیزیں اپنے بعد اس دنیا میں چھوڑتا ہوں ایک قرآن مجید دوسرے عترت اطہراپنی۔ تصریح عترت و اہل بیت نتیجہ نمبر چہارم میں کر دی گئی ہے کہ عترت و اہل بیت سے مراد علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ اور اس ارشاد رسول خداؐ کا مطلب یہ تھا کہ میری وفات کے بعد مطابق قرآن کے میرے اہلبیت امت کی رہنمائی کرنے کے چنانچہ آپؐ نے بالتصریح فرمایا تھا کہ شال میرے اہلبیت کی مثل کشتی نوح کے ہے جو سوار ہوا نجات پائی جسے روگردانی کی گمراہ ہوا۔ نتیجہ نمبر چہارم میں اسکی توضیح ہو چکی ہے اور مراتب علیؓ علیہ السلام بھی آنحضرتؐ نے امت پر ظاہر کر دی تھی جو نتیجہ نمبر دوم و نمبر چہارم میں ذکر کئے گئے احتیاطاً چند حدیثیں ذیل میں بھی نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ جامع الصغیر للسیوطی حرث العین مع اللام۔ عَلِيُّ بَابِ حِطَّةٍ مِّنْ دَخَلَ مِنْهُ مَكَانَ مَوْئِدٍ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْهُ كَانَ كَافِرًا فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ علیؓ باب حطہ ہیں جو شخص کی داخل ہوا وہ مومن مومن ہے اور جو نکلے اوس سے وہ کافر ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ وفات رسول اللہؐ کے بعد جو شخص فرمانبردار ہوگا علیؓ کا وہ مومن ہے اور جو اطاعت علیؓ سے باہر ہوا وہ کافر ہے۔

۲۔ کنوز الحقائق للامام المناوی۔ عَلِيُّ خَيْرُ الْبَشَرِ مِمَّنْ شَكَّ فَقَدْ كَفَرَ۔ علیؓ بہترین خلق ہیں جو شک کرے وہ کافر ہے۔ رسول خداؐ تو علیؓ علیہ السلام کو بہترین

خلق و فضل لازم فرماتے ہیں اور اہل سنت حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کو علی علیہ السلام
پرفضیت دیتے ہیں۔ پس بمقابلہ فرمان رسول خدا اہل سنت کے قول کا قبول
کرنا والا نہ مومن ہو سکتا ہے نہ مسلم۔

۳۔ قول غزوہ - پارہ - ۱۳۔ سورہ رعد۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِیْکَ مَدْحًا
ترجمہ سوائے اسکے نہیں کہ تو ڈرانے والا ہے اور واسطے ہر قوم کے ہدایت
کرنا والا ہے۔ اس آیت کی تفسیر کتاب ازالۃ الخلفاء میں صفحہ ۲۶۲۔ اس طرح دیکھ
وَعَنْ عَلِيٍّ فِي قَوْلِهِ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِیْکَ مَدْحًا۔ قَالَ عَلِيٌّ رُسُوْلُ
اللّٰهِ الْمُنْذِرُ وَاَنَا الْهَادِي۔ آیت مذکور کی تفسیر میں فرمایا

جناب رسول خدا صلعم نے کہ میں ڈرائیو والا قوم کا ہوں اور اسے علی تم ہادی اس
امت کے ہو۔ رسول خدا صلعم نے علی علیہ السلام کو ہادی امت فرمایا۔ اور اہل سنت
خلفاء ثلاثہ کو امت محمدی سے خارج کر کے کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت
کی جب حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کر لی تو پھر خلفاء ثلاثہ حضرت علی کے ہادی
ہو گئے اور حضرت علی اونکے فرمانبردار ہو گئے اس قول رسول اللہ کی تکذیب لازم آتی
ہے کیونکہ رسول خدا حضرت علی کو ہادی امت قرار دیکر امت کو حکم فرمانبرداری دیکر
ہیں اور منکر اطاعت کو کافر فرما چکے ہیں اور خلفاء ثلاثہ بھی داخل امت ہیں کہ
جسکی وجہ سے حضرت علی خلفاء ثلاثہ کے بھی ہادی ہو چکے اور حسب الارشاد رسول
صلعم خلفاء ثلاثہ پر بھی اطاعت حضرت علی کی واجب ہو چکی اور جب خلفاء ثلاثہ نے
حضرت علی سے بیعت لیکر اوندکو اپنا فرمانبردار بنایا تو پھر خلفاء ثلاثہ امت محمدی
جدا ہو گئے اور انھوں نے رسول خدا کی ضرور نافرمانی کی۔

۴۔ جامع الصغیر للسیوطی و تاریخ الخلفاء صفحہ ۲، اور اسات اللیب صفحہ ۱۲۱۔
عَلَيْهِ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ۔ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ علی ساتھ

قرآن کے ہر اور قرآن ساتھ علی کے۔ اس حدیث سے اس ارشاد آنحضرت کا مطلب نکلا
 ہو گیا کہ دو بزرگ شے چھوڑنا ہوں ایک قرآن دوسرے عترت نبی۔ یہاں
 اس کے معنی بتلا دے کہ علی ساتھ قرآن کے ہے اور قرآن ساتھ علی کے۔ یعنی قرآن
 اور علی ایک چیز ہے قرآن صامت ہوا اور علی ناطق ہیں۔ قرآن کی ہدایت علی سے
 پرچونہ کسی دوسرے سے۔

۵۔ شکوۃ صفحہ ۵۵۵۔ وکنوز الخفاف حرف الباء وترمذی جلد دوم صفحہ ۲۳۶
 بِأَعْلَىٰ مَحَبَّتِكَ عَجَبِي وَمُبِغْضِكَ مُبْغِضِي فَرَمَايَا آنحضرت نے کہ یا علی نہ دوست رکھیں
 تم کو الا سون اور نہ دشمنی کریں تم سے الا منافق۔ یہ حدیث صحیح مسلم سے شکوۃ میں نقل
 ہوئی ہے۔

۶۔ ازالتہ الخلفاء صفحہ ۶۶۳۔ وَحَنَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 الطَّرَافُ وَجَدَ عَلِيٌّ عِبَادَهُ رَحِمَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ كَيْتَ هُنَّ كَذَرَمَايَا جناب
 رسول خدا صلعم نے کہ نظر کرنا چہرہ علی پر عبادت ہے۔

۷۔ ازالتہ الخلفاء صفحہ ۱۷۱۔ وَأَخْرَجَ أَبُو يَعْلَىٰ وَالْبَزْزَارُ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ أَذَىٰ عَلِيًّا فَقَدْ أَذَانِي وَأَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ
 يَرْجُو عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي أَحَبَّ اللَّهُ
 وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهُ رَحِمَهُ أَبُو بَعْلَى
 سعد ابن ابی وقاص سے اور طبرانی بسند معتبر جناب ام سلمہ زوجہ رسول خدا
 صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ جس شخص نے
 محبت کی علی سے اس نے محبت کی مجھے اور جس نے محبت کی مجھے اس نے محبت کی خدا
 اور جس نے ایذا دی علی کو اس نے ایذا دی مجھے اور جس نے ایذا دی مجھے اس نے ایذا دی
 پروردگار عالم کو۔

۴۔ ازالتہ التحفۃ صفحہ ۲۷۳۔ وَهَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ زَرَّازٍ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَلِيتُ فِي عِلِّيِّ ثَلَاثَ أَهْلٍ سَيِّدُ الْمُؤْمِنِينَ وَآمَنَاءُ
الْمُتَّقِينَ وَثَابِتُ الْعَرْشِ الْمَجِيدِ۔ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ وحی کیا خدا نے
در باب علی کے یمن شوال سردار مومنین دوم امام المتقین سوم قائد الغر المحجلین
گمراہوں کے راہ تباہ کرنے والے۔

ازالتہ التحفۃ اہل سنت کی ایک معتبر کتاب ہے جس میں یہ حدیث موجود ہے۔ اب میں
مولوی محمد جاگیر خاں صاحب اور ان کے ہم مذہب اہل سنت سے استفسار کرتا ہوں
کہ جب وحی الہی کے بموجب آنحضرت نے علی علیہ السلام کو سردار مومنین اور امام المتقین
اور ہادی گمراہان بنا دیا اور امت پر ظاہر کر دیا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور
حضرت عثمان مومن تھے یا منافق اگر مومن تھے تو اس حکم پروردگار کے مطابق علی
علیہ السلام حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے بھی سردار ہوئے یا نہیں اور
جب ان ہر سہ خلفاء کے علی سردار ہو چکے زندگی رسول خدا میں تو بعد وفات رسول
خدا علی علیہ السلام ان ہر سہ خلفاء کے فرمانبردار کس حکم الہی سے ہو سکتے تھے کیونکہ مسلمان
کل گروہ خلیفہ وقت کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے اور اسی فرمانبرداری کی بیعت لی جاتی
اور اگر کوئی ایسا حکم خدا کا نہیں ہے تو پھر خلافت خلفاء ثلاثہ کی باطل قرار پادینی
یا نہیں اور اگر یہ ہر سہ خلفاء منافق تھے تو پھر خلیفہ رسول نہیں قرار پا سکتے۔

دوسرے یہ تبلاؤ کہ حضرات ابوبکر اور عمر اور عثمان متقی تھے یا نہیں اگر متقی تھے تو
علی علیہ السلام ان ہر سہ خلفاء کے بھی امام ہوئے یا نہیں اور جب علی علیہ السلام
بحکم الہی ان ہر سہ خلفاء کے بھی امام ہو چکے تو اپنے امام سے بیعت طلب کرنا مقلد
پرکس حکم سے واجب ہے۔ اور اس طلب بیعت سے خدا اور رسول خدا کی نافرمانی
خلفاء ثلاثہ نے کی یا نہیں اور اگر خلفاء ثلاثہ متقی نہ تھے تو فاسق تھے تو فاسق خلیفہ رسول

یونین سکس جناب مولوی محمد جاگیر خان صاحب آپ نے اظہار الہدیٰ کے صفحہ ۴۷۱ میں لکھا ہے کہ اسے ابن سبا کے مرید و جواب دہ اور یہ کلمہ آپ نے بڑی جوش و خروش میں نہایت سخت لکھا ہے اگر اسکے جواب میں شیعہ لکھ دین کہ اسے مرید کے مرید جواب دہ کہ خلفاء ثلاثہ مومن و تقی تھے یا نہیں۔ تو آپ کو سخت مذہت ہوگی ایسی تحریروں سے احتیاط لازم ہے۔ کیونکہ آپ نے تو شیعوں کو ابن سبا کا مرید بنظر توہین کہنا لیکن اگر شیعہ آپ کو مرید مرید کہیں گے تو یہ امر ثابت ہو جائیگا کیونکہ آپ کے کل بیواؤں نے اجماع کر کے مرید کو خلیفہ بنایا تھا اور اسکی بیعت کی تھی۔

۵۔ حدیث غدیر تو مشہور ہے اسکی نقل کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن بعض محال اگر حدیث غدیر ثبوت خلافت کی دلیل نہ سمجھی جاوے تو ثبوت فضیلت کی دلیل تو ضرور ہوگی۔ توجب آنحضرت نے فرمایا کہ جسکا مولیٰ میں ہوں اسکا مولیٰ علی ہے تو اس سے رتبہ علی تو مثل رتبہ رسول ظاہر ہو گیا اور امت نے اقرار بھی کیا اور حضرت عمر نے مبارک باد بھی دی دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶ و ۵۵۷۔ اس سے افضل لام ہونا تو علی علیہ السلام کا ثابت ہو گیا اور مجمع خم غدیر میں خلفاء ثلاثہ بھی موجود تھے اور انہوں نے بھی قبول کیا تھا تو پھر خلفاء ثلاثہ کو علی علیہ السلام پر کیونکر فضیلت حاصل ہو گئی جو اہل سنت فضیلت شیخین کے مقرر ہیں یہ نافرمانی خدا اور رسول خدا کی ہے یا نہیں۔ آدم بر سر مطلب۔

پس حضرت عمر جب موانع تحریر و حدیث ہوئے تو یہ کلمہ تو کہا کہ ہمارے واسطے قرآن مجید کفایت کرتا ہے مگر دوسری چیز کو یعنی اہلبیت رسول اور عترت رسول کو قبول کیا اگر قبول کرتے تو اسطرح کہتے کہ حسبنا کتاب اللہ و عترتہ۔ پس یہ نافرمانی حضرت عمر کی اسی سبب سے تھی کہ وہ رسول اللہ کو نبی برحق نہ جانتے تھے بلکہ خیال مسلمانان فرقہ نجریٰ کی آنحضرت کی نسبت یہودی خیال حضرت عمر اور طرفداران حضرت عمر کا تھا اور مسلمانوں کا

تصحیح نمبر ۱۱۰

نچرنا پورا پورا مقلد حضرت عمر کا ہے اور سنت شیخین کا پیرو اس فرقہ پر جو اہل کفر کے فتوے لگاتے ہیں اور بھوکرتے ہیں یہ مخالفت ہے سنت شیخین کی۔ یہ ۴۔ ملل و نخل امام ابو الفتح عید الاکرم شہرستانی۔ جلد اول صفحہ ۷۷۔ التخلیفات الثانی فی حرضہ اَنَّهُ قَالَ جَحِزَ وَجِیثَ اسَامَہَ لَعَنَ اللہُ مَن تَخَلَّفَ خَمًّا اِلٰی اُخْرٰی فرمایا نبی نے ایام مرض و وفات میں کہ سامان کرو روزگی لشکر اسامہ کا اور سنت خدا کی اونپر جو اخراجات کرین جانے میں ہمراہ امیر عسکر اسامہ بن زید کے۔ باوجود اس تاکید کے حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و طرفداران حضرت عمر عسکر اسامہ کے ساتھ مدینہ کے باہر نہیں گئے تا آنکہ وفات پائی آنحضرت نے۔

خدا اور رسول خدا کی نافرمانیاں ہمیشہ حضرت عمر کرتے رہے اگر وہ توحید اور نبوت کے دل سے معتقد ہوتے تو کبھی نافرمانی نہ کرتے۔ اور ان نافرمانیوں ہی پر کفایت نہ کرتے تھے بلکہ رسول اللہ کے احکام کو روک دیتے تھے اور بدرجہ مساوی مباشرت اور مجاہدہ رسول خدا صلعم سے کیا کرتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے کہ دین اسلام کامیرے سب سے اعلان ہوتا ہے اور دین اسلام کو میں رونق دیتا ہوں نہ جناب محمد صلعم چنانچہ واقعات مندرجہ ذیل سے میرے اس کلام کی بخوبی تائید ہوتی ہے۔

۱۔ مسلم جلد دوم صفحہ ۶۷۲۔ عَنْ ابْنِ عَمْرِو قَالَ مَا تَوَقَّی عَبْدُ اللہِ بْنِ اَنی سَلُوْا جَاءَ اَیُّہُ عَبْدُ اللہِ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ فَسَّأَلَهُ اَنْ یَّمِطْنَهُ قَمِیْصَتَهُ اَنْ تَلْکَفَنَّ فِیْہَا بَاۃً فَاَعْطَاہُ ثُمَّ سَّأَلَهُ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیْہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ اِنَّمَا حَبِیْرُی اللہُ فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لَہُمْ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَہُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً وَ سَا دَیْدُہُ عَلٰی سَبْعِیْنَ قَالَ اِنَّہُ مُنَافِقٌ فَصَلِّیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللہِ فَاَنْزَلَ اللہُ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِنْہُمْ مَا تَاْبَدُّا وَ لَا تَقْسَمْ عَلٰی قَبْرِ رَا۔ جب فوت کیا عید اللہ ابن سلول نے آیا عید اللہ پاس رسول خدا صلعم کے اور لگا

اوسنے تمیس مبارک واسطے کفن کرنے پھر کے آپ نے دریا بعد اوسنے واسطے نازانہ کے آنحضرت سے استدعا کی اور آپ اوٹھ کھڑے ہوئے واسطے نماز کے کہ حضرت عمر نے اوٹھ کر چادر مبارک رسول اللہ کی پکڑ لی اور کہا کہ آپ کو خدا نے منع کیا ہے اسکی نماز سے فرمایا آپ نے کہ مجھے مختار کیا ہے اور فرمایا کہ شرم مرتبہ یا اوس سے زیادہ ہم اور تم استغفار پڑھیں کہما حضرت عمر نے کہ وہ منافق تھا۔ اور نماز پڑھی رسول اللہ اور خدا نے نازل کیا کہ اسے نبی کسی منافق کے جنازہ پر نماز نہ پڑھا کر وادرنہ اسکی قبر پر کھڑے ہو۔ یہ واقعہ کتب شیعہ کے تو بالکل مخالف ہے لیکن اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ خطا پر تھے اور حضرت عمر ثواب پر اور خدا موافق تھا حضرت عمر سے اور مخالف تھا رسول اللہ سے اگر خدا رسول اللہ سے موافق ہوتا تو خلاف رسول حکم نازل فرماتا۔ لیکن رسول اللہ معصوم تھے اور معصوم سے صدور خطا محال ہے پس یہ مذہب ہواہل سنت کا کہ رسول کو خطا دار اور حضرت عمر کو رسول سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اور یہ واقعہ حضرت عمر کی عقیدت کو صاف صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت عمر اگر رسول اللہ کو رسول برحق سمجھتے تو اس بے ادبی کے ساتھ مقابلہ اور مجادلہ کے واسطے تیار نہوجا اور رسول خدا کی تکذیب نہ کرتے کیونکہ رسول خدا کہتے تھے کہ میں مختار ہوں عند اللہ ابن سلول کے نماز جنازہ پڑھنے کا اور حضرت عمر کہتے تھے کہ آپ کو خدا نے منع کیا ہے اس تکرار کے نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے علم سے حضرت عمر کا علم زیادہ تھا۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷۔ وَأَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَبْرِئِيلُ إِلَى النَّبِيِّ قَالَ اقْرَأْ عُمَرَ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ إِنَّ غَضَبَهُ عِنِّي وَرِضَاكَ حِلْمِي وَمَا۔ حضرت جبریل نے اگر بنی صلم سے کہا کہ حضرت عمر سے خدا کا سلام کہو اور خبر دو کہ غصہ او کا غرت ہی اور خوشنودی او کے حکم شرع کی ہے۔ شاید اسی

بنیاد حضرت عمرؓ نے وصیت رسول خدا کی تکیہ سب کی تھی کیونکہ فرمایا تھا آنحضرت نے
کہ میں دو چیزیں سب سے زیادہ بزرگ تمھارے درمیان میں چھوڑتا ہوں
ایک قرآن دوسرے اہلبیت اپنے اور حضرت عمرؓ نے وقت وفات رسول اللہ
یہ کہہ کر حبنا کتاب اللہ قرآن مجید کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کی اور اہلبیت
رسول کی فرمانبرداری کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ اور اس ذکر نہ کرنے سے ظاہر ہے کہ
اہلبیت رسول کی فرمانبرداری سے اونکو اکار تھا اگر اکار ہوتا تو کہتے کہ حبنا کتاب اللہ
وعترۃ یعنی تحریر وصیت کی کیا احتیاج ہے ہمارے واسطے قرآن مجید و عترت
رسول کافی ہے جو احکام قرآن مجید میں موجود ہیں اوسکے مطابق عترت رسول
ہمکو ہدایت فرمادیں گی اور ہم اونکی رہنمائی پر عمل کریں گے اور اونکی فرمانبرداری کریں گے
احادیث مصنفہ اہل سنت کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا دار و مدار حضرت
عمر کی خوشی پر منحصر تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے اس اقتدار کو اہل سنت نے تسلیم
کر کے قبول کر لیا کہ ایہ متعہ کو جو حضرت عمرؓ نے اپنے حکم سے منسوخ کیا اور حکم تراویح
دیا۔ اسکی تعمیل بمقابلہ آیات قرآنی واجب ہے کیونکہ جب حضرت عمرؓ کی خوشی عین شریعت
قرار پائی۔ تو قرآن مجید کی کیا وقعت باقی رہی حضرت عمرؓ کی خوشی تھی چاہے قرآن
کو نافذ رکھتے یا منسوخ کر دیتے مگر خیریت گزری کہ حضرت عمرؓ نے صرف آیہ متعہ ہی کی منسوخی
پر اتفاق کیا۔ آگے قدم نہ بڑھایا۔ چنانچہ اسکی تائید میں۔ معالم التنزیل بخوبی صفحہ ۹۳۔
میں تحریر ہوا ہے کہ شراب و دیگر انشیاف منشی حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق حرام
ہوئیں۔ اور پھر لغوی نے صفحہ ۱۹۳۔ کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ غزوہ بدر کا
حکم باقتضائے رائے حضرت عمرؓ نازل ہوا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم حضرت
عمرؓ کے مشورہ کا مخرج تھا اور جو رائے حضرت عمرؓ دیتے تھے اوسکی مطابق وحی نازل
فرماتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ عقاید اہل سنت کے مطابق خدا نے حضرت عمرؓ سے

سابقہ کر لیا تھا کہ آپ کی خوشی میں شریعت ہے اس اقتدار کے حاصل ہونے پر
وفات حضرت ابوبکر کے بعد اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عمر نے اپنا نام امیر المومنین
رکھا ورنہ نا اختتام خلافت حضرت ابوبکر حضرت علی امیر المومنین کے لقب سے نام زد تھے
اور حضرت ابوبکر کو ان کے زمانہ خلافت میں کسی نے بلقب امیر المومنین نہیں پکارا نہ
حضرت ابوبکر نے کبھی خواہش کی کہ مجھ کو بلقب امیر المومنین کے پکارو۔ مگر حضرت عمر
جب خلیفہ ہوئے تو او ان کو اس بات کا حسد پیدا ہوا کہ حضرت علی تو امیر المومنین کے نام سے
پکارے جاتے ہیں اور مجھ کو باوجود حاصل ہونے حکومت ظاہری کے کوئی شخص
امیر المومنین نہیں کہتا لہذا حکم جاری کر دیا کہ میں بلقب امیر المومنین پکارا جاؤں
جیسے ثبوت میں تاریخ ابوالفداء جلد اول صفحہ ۷۷۱۔ سے واقعہ مندرجہ ذیل نقل ہوا
وَعَمْرُو بْنُ مَرْثَدَةَ سَمِعَ بِأَمْرِ الْمَوَدِّ مِثْلَ الْخَلِيفَةِ حَضْرَتِ عُمَرَ وَهُوَ شَخْصٌ مِنْ كُتَيْبٍ نَزَّاعٍ
أَوَّلَ أَتَانَا امیر المومنین رکھا۔ اسی بنا پر مطابق سنت حضرت عمر کے امیر معاویہ وزیر
دیگر خلفا ربی امیہ و بنی عباس بھی از نام امیر المومنین بلقب ہوئے۔

اس قسم کی احادیث مذہب اہل سنت میں محض استحکام سلطنت بنظر تالیف قلوب
جلاء کے بنائی گئیں۔ اصلیت اسکی یہ ہے کہ پیشوایان اہل سنت جناب سالت
کاب کو بنی برحق نہ جانتے تھے بلکہ ایک دنیا دارا لوالعزم و ذی عقل تصور کرتے تھے
جیسا کہ ذوق نیچری کا خیال ہے چونکہ زمانہ رسول خدا صلعم میں اسلام کو قوت حاصل
ہو چکی تھی اور ایک زبردست گروہ مسلمانوں کا بذریعہ قبول اسلام تیار ہو چکا تھا
اور وفات رسول خدا صلعم کے بعد اس گروہ کی قوت اور اتفاق سے کفار کے ملک
قبضہ اسلام میں آچکے تھے اگر صاف طور پر آنحضرت کی نبوت سے انکار کیا جاتا۔ یا جو
لوگ وفات آنحضرت کے بعد خلیفہ بنے تھے وہ مثل آنحضرت کے اپنے رسول ہونیکا
اظہار کرتے تو عام مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا۔ اور ہر شخص جداگانہ طریقہ

اختیار کر لیتا۔ اور اسلام کا باہمی اتفاق شکست ہو جاتا۔ اور حبیب باہمی اتفاق شکست ہو جاتا اور خوف قیامت کا اثر دلوں میں باقی نہ رہتا۔ تو خلفاء و وقت کی فراموشی بھی کوئی نہ کرتا۔ اور ان کے دعوی رسالت کو بھی لوگ غلط سمجھتے۔ حکومت اسلام باقی نہ رہتی پھر عیش کیونکر کرتے۔ ایدھر فضائل حضرت علی اور حضرت غدیر خم نے خلفاء کو خوفناک کر رکھا تھا اور ہر وقت یہ خیال پیش نظر تھا کہ مین امت کے ایماندار لوگ حضرت علیؑ کی جانب بخوف قیامت رجوع ہو جاویں۔ تو حصول حکومت و عیش دنیا کا موقع جاتا رہے لہذا سازش باہمی سے اس زمانہ کے دشمنان نے اس قسم کی احادیث اپنے دل سے گڈھ لیں یعنی تصنیف کر لیں کہ حضرت عمرؓ کی خوشی عین شریعت ہو اور حضرت عمرؓ کا غصہ عین عزت ہے۔ اور جو ارادہ حضرت عمرؓ کرتے تھے اویسے مطابق وحی نازل ہوتی تھی اس درجہ خدا حضرت عمرؓ کی خاطر کرتا تھا اور انکو برگزیدہ کیا تھا۔ تاکہ ایسے اقوال سے اظہار نبوت بھی نہ کہ باعث انتشار امت ہو اور حضرت عمرؓ کا رتبہ بھی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں مستحکم ہو جاوے۔ تاکہ پھر سیکو اس عراض کا موقع نہ ملے کہ حضرت عمرؓ آیہ متعہ کو کس اختیار سے منسوخ کیا۔ اور اس طریقہ سے اس زمانہ کے ذی علم دانشمندان نے امت کو جانب خلفاء غیر ذی حق رجوع کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ کی سخت مزاجی محتاج ثبوت نہیں عام مسلمان اونیکی سخت مزاجی سے نالان تھے لہذا انکی تسلی قلب کے واسطے یہ فقرہ گڈھا گیا کہ خدا نے وحی نازل فرمائی ہے کہ غصہ ان کا عین عزت ہے تم لوگ حضرت عمرؓ کے غصہ کی شکایت کر کے اس شرف عزت سے محروم ہوتے ہو جو عزت کہ پروردگار عالم نے بوجہ غصہ حضرت عمرؓ کو عطا فرمائی ہے۔ مجھ کو اس بات کا اقرار کرنے میں کچھ بھی غدر نہیں ہے کہ اس وقت اہل سنت میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ جو مذہب اسلام کو نظیر نجات عقیقی اختیار کیے ہو ان

اور کمال وسیعہ کے عابد اور زاہد اور راست یازمین مکر و اوقات اسلام سے
 وہ بالکل ناواقف ہیں۔ اگر وہ لوگ واقعات اسلام سے واقف ہو جاویں
 تو نزاع خلافت و شہادت یانہ وہ امام کے اصلی حالات پر توجہ کریں تو اوپر یہ
 راز پوشیدہ نہ رہ جاوے۔ کہ حضرت علیؑ سے محض طبع دنیا اور حصول حکومت کی
 وجہ سے امت نے انحراف کر کے دین میں رخنہ ڈالا تفریق مذہبی پیدا کر دے
 خود تو حکومت حاصل کر کے عیش کئے اور مر گئے مگر اپنے ذاتی عیش کی خاطر
 امت میں اختلاف مذہبی پیدا کر کے اسلام کو ضعیف کر گئے اور انکی ذاتی طمع کے
 سبب حضرت علیؑ شہید ہوئے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا گیا امام حسین علیہ السلام
 مع عزیز و انصار شہل گو سفندان قربانی فرج ہوئے۔ اور اس اصلی راز کے ظاہر
 ثابت ہونے پر اکثر اہل سنت و فقہا شیعہ ہو جاویں۔ مگر اہل سنت کے دلیلم
 دانشمند جو اس راز سے بخوبی واقف ہیں اور جبکہ اعتقاد پورے پورے شہل
 حضرت عمرؓ کے ہیں وہ ان اصلی حالات کے اخفا میں اور عوام کو نجات عقی سے
 مجرم کر نیکی ایسی تاویلین اور تدبیریں کرتے ہیں کہ جب عام مسلمانوں کے سامنے
 اہل سنت کی معتبر کتابوں میں سے کوئی واقعہ نکال کر پیش کیا جاتا ہے تو
 اویس کے معنی مطالب اولٹ پھیر کر کم علموں کی تسکین کر دیتے ہیں چنانچہ ہندوستان
 میں جو امیر تیمور نے اپنے زمانہ سلطنت میں رہنما و اجازت علماء اہل سنت
 تغزیہ داری شروع کی جسکا مختصر حال یہ ہے کہ امیر تیمور ہر سال زیارت روضہ
 امام حسین علیہ السلام کو کر بلا و میلے جایا کرتا تھا ایک سال علماء اہل سنت نے
 امیر تیمور سے کہدیا کہ نقل قبر و روضہ امام بنا کر زیارت کر لینے سے بھی وہی ثواب
 حاصل ہوتا ہے جو روضہ مبارک پر جانے سے ہوتا ہے چنانچہ امیر تیمور نے
 تغزیہ بنانا شروع کیا۔ اہل میں یہ تغزیہ نقل روضہ و نقل قبر ہے عام مسلمانوں نے

جو بادشاہ کو تخریب نہاتے دیکھا۔ اور معلوم کیا کہ اسکے بنانے سے ثواب ہوتا ہے اور دین کو رونق ہوتی ہے تو علی العموم اہل سنت باعقاد دلی تخریب بنانے لگے۔ علماء اہل سنت نے جو دیکھا کہ سارے ملک میں رسم تخریب داری جاری ہو گئی اور اس رسم سے رفتہ رفتہ کل اہل سنت شیعہ ہو جاؤ گئے تو انہیں تخریب تو غیر ممکن تھی کیونکہ ایسے تیمور و لے مقتد تھا اور اس کی سلطنت میں کسی عالم اہل سنت کو قوت نہ تھی کہ سختی کرتے یا بجز ممانعت کرتے۔ لہذا حکمت عملی کے ساتھ سمجھانا شروع کیا کہ یوم عاشورہ محرم یوم خوشی ہے۔ پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ عاشورہ محرم کو خوشی کرنا چاہیے نہ غم کیونکہ یہ دن خوشی اور برکت کا ہے امام حسین علیہ السلام کو اسی دن درجہ شہادت حاصل ہوا۔ اس درجہ شہادت کے حاصل ہونے کی خوشی کرنا چاہیے اور خیرات کرنا چاہیے غم نہ کرنا چاہیے۔ اس قسم کی اولیٰ سیدھی مثالیں دیگر عاشورہ محرم کو یوم عید جلال اور دشمنی آل رسول کا ارادہ اسطرح پورا کیا۔ کہ ناواقف اہل سنت نے اس قسم کی تعلیم پا کر ہر شہر میں بروز عاشورہ محرم مثل عید میلاد کرنا شروع کر دیا اور اس میں عیدہ عمدہ لباس زیب تن کر کے اور سرمہ کنگھی مستی پان۔ لباس جدید سے بناؤ سنگھار کر کے خوشی مناتے ہوئے اس میلہ میں جانے لگے اور اب تک جاتے ہیں اس میں شک نہیں کہ عوام اہل سنت کے یہ سارے افعال اور تخریب داری نیک اعتقادی کے سبب نہ براہ دشمنی اگر اذکو اس امر کا یقین ہو جاوے کہ عاشورہ محرم یوم مصیبت ہے نہ یوم خوشی اس یوم عاشورہ کو لشکر زید میں خوشی تھی اور خاندان نبوت میں گریہ و زاری اور ماتم برپا تھا۔ اور جو لوگ عاشورہ محرم کو مثل یوم عید خوشی کرتے ہیں اذکا حشر زید اور لشکر زید کے ساتھ ہو گا کہ جنھوں نے اس روز حضرت حسین کو مع اونکے رفقاء و عزیز و نکلے قتل کر کے خوشی

کی تھی۔ اور جو لوگ غم اور ماتم کرتے ہیں ان کا حشر آل رسول کے ساتھ ہو گا جسکی
مان بنوں میں اس روز سینہ زنی اور رنج و الم اور ماتم ہونا ہوتا تو
یقیناً تمام اہل سنت یوم عاشور محرم کا میلہ اور بناؤ سنگھار ترک کر دین گناہ و تقیت
کے سبب اپنے طالبوں کے غلط تعلیم کے باعث دھوکے میں پڑے ہوئے تاقی بنی
آل رسول کا بار اپنی گردن پر لا دیتے ہیں۔ میں نے اس فیصلہ میں بار بار
اور ہر جگہ واقعات شہادت کا ذکر یا اشارہ موقع بے موقع اسی غرض سے
لکھا ہے تاکہ اسکے ذریعہ سے لوگ توجہ کر کے اپنے باپ دادا کی بجا تقلید
سے دست کش ہو جاویں اور واقعی واقعات شہداء اور کربلا گمراہوں کی تعلیم کا
ایک عمدہ ذریعہ ہے ان واقعات کے ساتھ دیگر حالات اصل کے ظاہر کر نیگا
ایک عمدہ موقع ملتا ہے۔

پس جملہ کی نالیف قلوب کے واسطے حضرت عمر کے فضائل بے سرو پا میں دو چار صفہ
تصنیف کئے گئے جو بالکل خلاف عقل ہیں اور جنکے سبب حضرت عمر اس الزام شدید
سے محفوظ نہیں رہ سکتے جو اوٹھوں نے کمال بے ادبی اور ستاخی کے ساتھ اپنی
خود رائی سے زمان الہی کو منسوخ کیا اگر وہ دل سے توحید اور نبوت کے قائل ہوتے
تو حضرت علی سے منحرف ہو کر آیہ متعہ کی منسوخی کی جرات نہ کرتے جسکا ثبوت واقعات
مندرجہ ذیل سے ہو گا۔

حضرت عمر نے آیہ متعہ کو اپنے اس حکم سے منسوخ فرمایا ہے۔

ارشاد حضرت عمر رضی اللہ عنہما: كَانَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنَا أَحَرُّ مُمْسِكًا۔

ترجمہ دو متعہ حلال تھے زمانہ رسول خدا صلعم میں اور میں انکو حرام
کرنا ہوں۔ صاحب تصنیف کتاب طعن السنن نے جو مذہب اہل سنت
کے ایک معتبر عالم ہیں حضرت عمر کی اس حدیث سے اقرار کیا ہے اور کسی عالم

اہل سنت کو اس سے انکار نہیں۔ نظر احتیاط میں اور بھی اس حدیث صرف عمر کی صحت ذیل کی شہادتوں سے کیے دیتا ہوں۔

نودی صفحہ ۱۰۴۔ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ كَانَ عُثْمَانُ يَنْهَى مِنَ الشُّعْبَةِ وَكَانَ عَلَى يَأْخُزُ بِهَا فَقَالَ عُثْمَانُ بِعَلِيٍّ كَلِمَةً ثُمَّ قَالَ عَلِيُّ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنِّي أَقْدَمْتُ مَتَاعًا رَسُوْلُ اللَّهِ فَقَالَ أَجَلٌ فَلَمَّا كُنَّا خَائِفَيْنِ۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؑ سے درباب متعہ گفتگو ہوئی حضرت عثمان متعہ کو حرام کہتے تھے اور حضرت علیؑ متعہ کو حلال کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے متعہ کیا ہے ساتھ رسول اللہ کے میعاد میں پر بحالت خوفناکی۔ مولوی محمد جاوید خان صاحب نے اظہار الہدیٰ صفحہ ۱۱۹۔

میں لکھا ہے کہ ائمہ طاہرین فعل متعہ سے کیوں محروم رہتے اگر متعہ درست اور حلال تھا اور صفحہ ۱۲۱۔ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے متعہ کو حرام فرمایا ہے اگر حلال تھا تو اپنے عہد خلافت میں کیوں نہ جاری کیا۔ لیکن کتاب نودی اہل سنت کی ایک امام برحق کی کتاب ہے جسکی نقل اوپر کی گئی ہے اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اقرار کیا کہ میں نے متعہ کیا ہے اور متعہ حلال ہے پھر اسی کتاب نودی سے مندرجہ

ذیل واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اجْتَمَعَ عَلِيُّ وَعُثْمَانُ بِغَسَّاقٍ فَكَانَ عُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمَتَاعَةِ وَالْعُمْرَةِ فَقَالَ عَلِيُّ مَا تَرِيدُ إِلَيَّ حِرٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ تَنْهَى عَنْهُ فَقَالَ عُثْمَانُ دَعْنَا مِنْكَ فَقَالَ إِنِّي أَشْطِيعُ أَنِّي أَذْهَبُ فَلَمَّا رَأَى عَلِيُّ أَهْلًا بِهِمَا جَمِيعًا۔ موضع عثمان میں علی و عثمان جمع ہوئے۔ علی متعہ کو حلال کہتے تھے اور عثمان متعہ کو حرام کہتے تھے۔ علیؑ نے کہا کہ تم کیا

چاہتے ہو یا جس امر کو حلال کیا رسول اللہ نے تم اسکو حرام کرو گے۔ پھر اسی کتاب نودی میں سے ایک اور واقعہ ذیل میں لکھا جاتا ہے عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّهُ لَفِئَتْ بِالْمَتَاعَةِ فَقَالَ لَجُلٌ دُونَكَ بِبَعْضِ فِتْيَاكَ فَإِنَّكَ لَا تَذَرِي مَا لَمْ تَذَرِي

امیر المؤمنین فی الشیخ بعد حی اقیہ اللہ نساکہ فقال قد علمت
 انّ النبی قد فعلہ واصحابہ ولکن کزمت ان یشعلوا معرہون بہت فی
 الامرا علیک ثمة یفرحون فی النجی تظنّ کہ وہم ابو موسیٰ اشعری فتویٰ دیتے ہیں
 کہ متعہ حلال ہے پس ایک مرد نے ابو موسیٰ اشعری کو بنظر وکیل کہا کہ صبر کرو کیا تم جانتے
 نہیں ہو کہ حضرت عمرؓ نے مناسک حج میں متعہ کو حرام کر دیا ہے۔ ابو موسیٰ اشعری نے
 وقت ملاقات حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ کیا تم نے متعہ کو حرام کر دیا ہے حضرت عمرؓ نے
 ابو موسیٰ اشعری کو جواب دیا کہ بیشک نبیؐ نے اور اصحاب نبیؐ نے متعہ کیا ہے لیکن
 میں نے مکروہ جانا اس امر کو کہ ابام حج میں لوگ مرے اور دین اور غسل کا پانی
 اونکے سروں سے ٹپکے۔

ان واقعات سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ علیہ السلام متعہ کو حلال بتلاتے تھے اور حضرت
 عثمان حرام بتلاتے تھے اب ہم حیران ہیں کہ حضرت علیؓ کو راستہ کو سمجھیں یا حضرت
 عثمان کو حضرت علیؓ کی نسبت تو احتمال کذب ہونا داخل کفر ہے کیونکہ اونکے چہرہ پر
 نظر کرنا داخل عبادت ہوا اور اونکی شان میں رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ جسے
 بغض کیا علیؓ کے ساتھ وہ کافر ہے اور محبت علیؓ تمامی امت پر واجب کی ہے پس
 حضرت علیؓ کو کاذب سمجھنا عین دشمنی ہے اور دشمن علیؓ بالیقین کافر ہے پس درحالیکہ
 حضرت علیؓ علیہ السلام نے متعہ کو حلال بتلایا تو متعہ کے حرام کہنے والے حضرت علیؓ علیہ السلام
 کی تکذیب کرنی والے قرار پائیں گے جو داخل کفر ہے۔ دوسرے۔ خود حضرت عمرؓ قرار کرتے
 ہیں کہ نبیؐ نے اور اصحاب نبیؐ نے ضرور متعہ کیا ہے۔ لیکن میں نے مکروہ سمجھ کر حرام
 کر دیا ہے پس درحالیکہ رسول خداؐ اور اصحاب رسول خداؐ نے حلال جانکر متعہ کیا
 اور پروردگار عالم نے حکم متعہ دیا تو حضرت عمرؓ کے حرام کرنے سے متعہ حرام نہیں ہو سکتا
 اور جو لوگ متعہ کو حرام کہتے ہیں وہ مخالف تھے کہ نبیؐ خدا اور رسول خداؐ کی۔ اور

مخالفت خدا اور رسول خدا داخل کفر ہے۔ چنانچہ متوہ کے حلال ہونیکا علم قرآن مجید
پارہ والمعنات سورہ نسا میں موجود ہے جسکی نقل اس جگہ کیجاتی ہے۔

فَاِذَا سَمِعْتُمْ دُفْعًا فَاَنْتُمْ اَجْمَعُونَ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَفُونَ
اور دو تم ہر مقررہ افواہکا کہ تم پر فرض ہے تفسیر بیضاوی قیل نزلت الاية في السنة
الثی کا نیت ثلاثہ آیا و حیث فتحت مكة ثم لست تحت كماري انه
اباحها ثم اصبه يهول يا ايها الناس اني كنت امرتكم باستماع من هذا
التباعد الا ان الله تعالى احسن من ذلك على ان يوفى القيمة تفسیر بیضاوی اہل سنت میں
ایک معتبر تفسیر ہے جس میں اس آیه فا ستمتعتم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت دربار
اجازت متعہ نازل ہوئی ہے۔ اور اس آیت کے مطابق وقت منہج مکہ تین روز تک
حکم متعہ جاری رہا اور اسکے بعد حکم متعہ منسوخ ہو گیا۔

پس حکم متعہ تو آیت مذکور سے حسب اقرار بیضاوی جو ایک معتبر اور مشہور عالم اہل سنت
کے ہیں بخوبی ثابت ہو لیکن اس حکم متعہ کے منسوخ ہونیکل کوئی آیت اگر منکرین متعہ
تبدلادین اور دھلا دین تو البتہ افواہکا قول قابل اعتبار ہے ورنہ یہ حکم الہی حضرت
عمر کے حکم سے تو ایمانداروں کے نزدیک منسوخ نہ سمجھا جاوے گا۔

ہدایہ جلد اول کتاب النکاح صفحہ ۲۹۳۔ نکاح المتعة باطل قال مالك
هو جائز لا نه كان مباحا قال زفر هو حرام لا لان
النكاح لا يطل بالشروط الفاسدة امام مالك كنهين كمتعہ جائز ہے اور متعہ کا کرنا
لازمی ہے اور زفر کہتے ہیں کہ متعہ صحیح ہے اسلئے کہ نکاح بسبب شرط فاسد کے باطل نہیں ہوتا
نوروی جلد اول صفحہ ۱۵۴۔ قال عطاء قد جاء برؤي عبد الله معتمر افجنا
في مشايخه فسأله الفقه عن أشياء ذكر ذكرنا فقال استمتعنا على
عهد رسول الله واني بكر جابر بن عبد الله انه ساري جب عمرہ کر کے گھر کو واپس اسے

کروں۔ عید کے روز اگر سائل پر بارہ ہفتہ سوال کیا سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے
 جواب دیا کہ میں نے متعہ کیا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی و بنی
 حضرت ابی بلترہؓ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت متعہ کی منسوخی سے نہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر ہوئی نہ حضرت ابوبکر کو تا کہ وہ کون کو متعہ کرنے سے منع کرتے
 ترمذی جلد اول صفحہ ۷۰۰: **إِنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الشَّامِ سَأَلَ مِنْ رِثَائِهِ عَنْ**
عَنِ النَّبِيِّ بِالْعَمْرِوَةِ إِلَى الْحِجَّةِ فَقَالَ عَمْرُوَةُ: قَالَ إِنَّكَ قَدْ نَهَيْتَ عَنْهَا
فَقَالَ ابْنُ عَمْرٍوَةَ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ ابْنِي عَمْرُوَةَ وَوَضَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ أَنْ
تَوَلَّى السَّنَةَ وَتَبِعَ قَوْلَ ابْنِي إِيَّاهُ رَوَاهُ شَامِي نے جب اللہ ابن عمر
 سے سوال کیا حج منع کا ساتھ عمرہ کے جواب دیا ابن عمر نے کہ وہ حلال ہے
 کہا شامی نے کہ تمہارے باپ نے تو اوسکو حرام کیا ہے۔ کہا عبد اللہ نے کہ
 اگرچہ میرے باپ نے حرام کیا ہو مگر حلال کیا ہے اوسکو رسول خدا نے کیا میں کہ
 کروں سنت نبی کو اور فرمانبرداری کروں اپنے باپ کے قول کی۔

متعہ زن اور متعہ حج دونوں کو حضرت عمرؓ نے بذریعہ حکم واحد کے منسوخ فرمایا تھا
 چنانچہ حکم حضرت عمرؓ کی نقل اسکے قبل لکھ چکا ہوں ملاحظہ ہو اور عبد اللہ ابن عمرؓ کا
 یہ اقرار ثابت کرتا ہے کہ متعہ جائز اور درست ہے اور وہ اپنے باپ حضرت
 عمرؓ کے حکم کو مخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی کرتے تھے اور سب سے زیادہ تعجب
 یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے فرزند رشیہ حضرت عبد اللہ تو اپنے باپ کی حکم کی پیروی
 انکار کر رہے اور متقلدان حضرت عمرؓ کا بلکہ حکم حضرت عمرؓ کی حکم الہی کی وقت سمجھیں نہ
 حکم رسول کی وقت سمجھیں۔ اس درجہ حضرت عمرؓ کے عشق میں بخود ہو رہے ہیں
 اور اس بخودی کا سبب وہی ہے کہ متقلدان حضرت عمرؓ کی خوشی کو عین شریعت
 سمجھتے ہیں بدینوہیہ بلکہ حکم حضرت عمرؓ کے احکام قرآن کو غیر واجب و عمل سمجھتے ہیں

اور حضرت عمر کی خوشی میں تھی کہ مستعہ حرام ہے لہذا مقلدان حضرت عمر نے آپ سے کہہ کر
 بمقابلہ حکم حضرت عمر تاہن و غیرہ وجہ اعلیٰ بھکر ترک کر دیا۔
 نووی ص ۱۳۹ و ۱۴۰۔ شہادت کا ذکر ہے کہ ابی نعشہ قال کان بن
 عباس یأمر بالمتنعہ و کان ابن الزبیر یذہب عنہا قال ذکرْتُ ذالک یحییٰ
 بن عبد اللہ فقال علیہ السلام و انا الخدیث متنعنا مع رسول اللہ فلما
 قام یحییٰ قال انما الله کان یعمل لرسوله ما شاء و بما شاء و کو
 ات القرآن قد نزل منارہ فأتوا الحج والعمرة کما أمرکم
 کاتبنا یحییٰ بنہ الشفاء فلما اوتی یحییٰ نکتہ امرأۃ ۃ الی اخی
 الیہ بجمہ بالجار قال النوی و ذکر بعد هذا من کفایہ
 ابی من علی الاشعری انہ کان یفتی بالمتنعہ و یحییٰ بن النبی بل اللہ
 ابن عباس فتویٰ دیتے تھے کہ مستعہ حلال ہے اور یحییٰ بنہ الشفاء ابن
 مستعہ کو حرام کہتے تھے۔ راوی نے ذکر کیا اس اختلاف کو زواج النصارى کے بموجب
 راوی جابر النصارى نے کہا کہ مستعہ کیا بین نے سہراہ رسول اللہ صائم کے اور جب
 علیہ ہوئے عمر تو کہا عمر نے کہ تحقیق اللہ نے جوہا حلال کیا اور اسے رسول اپنے
 کے اور قرآن میں جو کچھ نازل ہوا موقع و وقت پر تم لوگ تمام کرو حج و عمرہ کو موقع
 حکم کے اور ترک کرو کاح مستعہ کو اور جو شخص مستعہ کر گیا میں اس کو شک مبارک کرو گا
 اور امام نووی کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعری فتویٰ دیتے تھے کہ مستعہ حلال ہے
 جو چاہے کرے جائز ہے۔ اور دلیل لاتے تھے احادیث نبوی سے۔ اس واقعہ
 سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ لوگ مستعہ کرتے تھے زمانہ رسول خدا صلعم اور زمانہ
 خلافت حضرت ابوبکر میں تا زمانہ شروع خلافت حضرت عمر۔ مگر زمانہ حج میں کوئی
 بات حضرت عمر کو ناپسند ہوئی ہو اسے مستعہ کو حرام کر دیا۔ حضرت عمر کی اس مالیت سے

لوگوں میں اختلاف شروع ہوا اور باہمی مباہلہ ہونے لگے کہ جب متعہ کو رسول خدا
 سلم نے حلال کیا اور اجازت دی کہ متعہ کرو اور قرآن میں حکم متعہ موجود ہے تو ہم
 حضرت عمر کے متبع کرنے سے کیوں باز آویں اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول خدا نے
 متعہ کی اجازت دی اور قرآن میں بھی حکم متعہ نازل ہوا مگر میں حکم دیتا ہوں کہ
 متعہ نہ کرو اور جو کوئی متعہ کرے گا میں اس کو سنگسار کروں گا حضرت عمرؓ کے ایسے قسم
 جبرِ نبی کے سبب، حدیث بنائی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ کا غصہ عین غرت ہے تاکہ
 لوگ اس قسم کے جبر اور بھتیوں کے سبب سے برداشتہ دل ہو کر حضرت علیؓ کی
 جانب رجوع نہ کریں پس حضرت عمرؓ نے ہیرا بنور حکومت رسم متعہ کو بند کیا اور قرآن
 الہی اور حکم رسالت پناہی کو اپنی خود رائی سے نہیں کیا۔ اگر حضرت عمرؓ صدقؓ اس
 توحید اور نبوت کے معتقد ہوتے تو حکم خدا اور حکم رسولؐ کی مسوخی کی حرات نہ کرتے
 : است کو ایک فعل حلال کے کرنے سے بھر مانعت کرتے۔ میں حیران ہوں کہ یہ اسے
 راقعات اہل سنت کی معتبر کتابوں اور اہل سنت کے معتبر عالموں کے اقرار سے ثابت
 ہوتے ہیں کہ متعہ حلال ہے اور یہ متعہ قرآن میں موجود ہے جسکی مسوخی کی اجتناب
 کوئی اہیت نہ دکھلائی گئی پھر اہل سنت شیعوں پر الزام متعہ کیوں لگاتے ہیں
 اگر شیعوں کے ذمہ الزام ہے تو اسی قدر کہ وہ لوگ حضرت عمرؓ کے حکم کو بھالہ قرآن و
 حدیث تسلیم نہیں کرتے۔ تو میری دانست میں کوئی ایسا مدار بھالہ قرآن کے و
 حکم رسولؐ کے حضرت عمرؓ کے حکم کو تسلیم نہ کرے گا۔

نور میں جلد اول صفحہ ۲۹۱۔ قال لی عن ابنِ حَصِينٍ وَاعْلَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ
 قَدْ اَعْمَرَ طَائِفَةً مِنْ اَهْلِهِ فِي الْعَشِيِّ فَلَمْ يَنْزِلْ اَيَّةٌ تَنْتَهٍ وَاللَّيْلِ وَ لَمْ يَنْهَ
 عَنْهُ حَتَّى مَضَى اَجْزَاءُ الْحَيْثُ يَمُرُّ ابْنُ حَصِينٍ كَيْفَ هُنَّ كَرِهُوْا لِرَسُوْلِ اللهِ نَتَوَكُّفُ عَلَى مَا جَاءَتْهُ
 حَلَامِ نَهْنِ كَمَا اَوْ رَنَدُ كَوِيْ اَيَّتِ قُرْآنِ مِّنْ نَّاسِخِ حَلَامِ مَتَعَةٍ كِي هِي۔

نوروی جلد اول صفحہ ۲۹۳ و قال فی حیران بن ابی الخضر بن نسی لستہ ایہ المستع
النجی و لم یبدعہا رسول اللہ حتی مات قال ہل بکیر بعد ما شاء عمر بن عبد
لکے ہیں کہ آیت منعہ کی نازل ہوئی قرآن میں انہی ستودہ ج اور حکم دیا مجھے رسول اللہ
منعہ کا اور نہ نازل ہوئی کوئی آیت مانع منعہ کی اور نہ رسول اللہ نے حرام کیا۔ لیکن
حضرت عمر نے خود رالی سے جو جاہا وہ کیا۔

حضرت عمرؓ نے خود رالی سے جو جاہا وہ کیا۔

حضرت عمر کو حصول حکومت اور حصول ریاست کی از حد طمع تھی اور اسی طمع کے باعث انہوں نے مذہب اسلام کو ترک نہ کیا اور نہ واقعات مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت عمر نے توحید اور نبوت کے قائل نہ تھے ورنہ خدا اور رسول خدا کی نافرمانی نہ کرتے چنانچہ حضرت عمر کی طمع خود حضرت عمر کے اقرار سے ثابت ہے۔

کی نافرمانی نہ کرتے چنانچہ حضرت عمر کی طمع خود حضرت عمر کے اقرار سے ثابت ہے۔
وکیہ وسلم جلد دوم صفحہ ۹۷، ۹۸۔ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا أَخْبَيْتُ إِلَّا مَا رَأَى قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ
کہا حضرت عمر نے کہ مجھے کبھی حکومت اور ریاست کی طمع نہ ہوئی مگر آج کے روز۔

جب تک حضرت عمر کو حکومت اور ریاست کی طمع نہیں ہوئی اور وقت تک وہ شاید راست بازی کے ساتھ مسلمان رہے ہوں لیکن جب سے انکو آنحضرت کی نبوت اور باری تعالیٰ کی توحید میں شک پیدا ہوا جس کے سبب انھوں نے نسخہ تو رات پڑھا اور اپنی زبان سے اقرار کیا کہ مجھ کو آنحضرت کی نبوت میں شک ہے جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں اس حالت شک میں انھوں نے صرف طمع حکومت و طمع ریاست کے سبب اسلام کو ترک نہ کیا اور بظاہر مسلمان بنے رہے اور یہ طمع ان کی تا دم مرگ دل سے نہ نکلی اسی طمع کے سبب حضرت عمر رسول اللہ کی نافرمانی کرتے رہے اور بدرجہ مساوی مباحثہ اور مناقشہ میں مصروف رہے ان حالات کو بالتقریح میں لکھ چکا ہوں سی طمع کے سبب لشکر اسلام کے ساتھ بیرون مدینہ نہ گئے اور وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر رہے۔ جیسا کہ پروردگار عالم نے خبر دی ہے اور آیات قرآنی اس خبر کی تصدیق

میں تشیخ جابر عباس میں نقل کی گئی ہیں اس طبع حکومت اور ریاست نے حضرت عمر کو اس
درجہ بے چین کیا کہ رسول خدا کی شمشیر کو بے غسل و کفن چھوڑ کر طلب حکومت و ریاست
میں غریبی سادہ میں پونچے جیسا کہ مولانا دوم فرماتے ہیں ۔ ۵

اہل دنیا کا رد و نیا سا ختمہ معطفے را بے کفن بگذاشتند

پس خلفاء ثلاثہ کی طبع و نیوی کی یہ ایک عمدہ شہادت ہے جس طبع کے سبب
بڑی روانائی اور حکمت عملی کے ساتھ حضرت ابو بکر کو خلیفہ مقرر کرایا۔ کل الکر
بالاتفاق اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کی خلافت براے نام تھی بلکہ زمانہ
خلافت حضرت ابو بکر میں بھی مالک خلافت حضرت عمر تھے ۔ اس کے ثبوت میں اگر اہل الکرا
کے اقوال نقل کئے جاویں تو بیٹ طوالت ہوگی اور جو غرض میری ہے اس کا
لطف جاتا رہیگا۔ مختصر یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر خلیفہ مقرر ہو چکے تو دوسرے روز
حضرت علی علیہ السلام واسطے بیعت کے مجلس خلیفہ میں طلب ہوئے ۔ اس مجلس میں
جو معرکہ پیش آئے ان کو بوجہ طوالت چھوڑ دیتا ہوں ۔ جب حضرت علی علیہ السلام
مجلس خلیفہ میں تشریف لائے تو حضرت عمر نے کہا کہ آپ کو کل ماجرو انصار نے اس
غرض سے بلایا ہے کہ سب نے حضرت ابی بکر پر بیعت کی ہے آپ بھی بیعت کریں
حضرت علی علیہ السلام نے بیعت سے انکار کر کے فرمایا کہ تمہنے قرابت رسول خدا کا توکل
ڈھونڈ کر انصار کو تسکین دی اور اس ذریعہ سے حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنایا ۔ میں کسی
ذریعہ کو اپنی نسبت ظاہر کرتا ہوں انصاف کی بات کہو کہ تمام عالم میں جناب سات
ناب مسلم سے زیادہ تر قربت کسکو حاصل ہے ۔ خدا سے ڈرو اور بہانہ مت کرو ۔ اولہ
جب تمہارے ساتھ انصاف ہو تو تم بھی انصاف کرو اور اس منصب کو خاندان رسالت
سے جدا مت کرو ۔ اس کے جواب میں ابو عبیدہ جراح نے کہا کہ یا ابو الحسن آپ اس
منصب خلافت کے منرا دار تھے اور سب سے زیادہ لائق اور منرا دار اس منصب

خلافت کا بجز آپ کے کوئی دوسرا نہ تھا فضیلت اور سبقت آپ کی وریطان اسلام کے سب سے روشن ہے اور قطعیست رسول خدا ہیں بھی بجا بلکہ آپ کے کچھ کو راجع نہیں ہو سکتی نہ آپ کے مقابلہ میں کوئی دوسرا سابق الاسلام قرار پا سکتا ہے۔ یہ رسول خدا صلعم سے قریب سے سیکے زیادہ لائق اور سزاوار اور حقدار تم ہو مگر عزیز کا اصحاب رسول خدا صلعم کلمات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہیں اور سب نے بیعت کر لی ہے۔ اب مصلحت یہی ہے کہ آپ بھی اتفاق کریں۔ اور مصلحت وقت کو مخالفت کے ساتھ برباد نہ کریں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ تم برگزیدہ نبی صلعم اور امین اور معتمد اس سے ہو اپنے اوپر رحم کرو اور جو بات حق ہو وہ کہو۔ پروردگار عالم نے جو عزت اور مرتبہ خاندان نبوت کو عنایت فرمایا ہے اس عزت اور مرتبہ کو دوسرے خاندانوں میں منتقل نہ کرو۔ قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا۔ جبریل امین ہمارے گھر میں وحی لائے۔ علم فقہ و دین و فرائض و مصلحت خلافت کو ہم بہتر جانتے ہیں۔ اور سعد بن علم دین اور نبوت رسول امین یوں اور وضع شریعت و مصلحت ملت کو دوسروں سے بہتر ہیں جانتا ہوں اپنی اقتضائے طبیعت پر عمل نہ کرو۔ اور حق کی جانب رجوع ہو۔ ہوا سے دنیا کی جانب رجوع نہ کرو کہ وہ اس سے کم نقصان پہونچے گا۔ اور دین اسلام میں رخنہ پڑے گا۔ بشیر ابن البراء نے کہا کہ یا ابو الحسن قسم ہے خدا کی کہ اگر آپ پہلے سے قبل از بیعت حضرت ابو بکر ان کلمات کو ارشاد فرماتے تو احباب رسول اللہ میں سے ایک بھی آپ کے ساتھ مختلف نہ کرتا۔ اور سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ جب آپ گھر میں بیٹھے رہے تو سب لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ کو حکومت و ریاست کی خواہش نہیں ہے۔ اب یہ بات بیکے معینہ کے خلاف ہے کہ دست حضرت ابو بکر پر بیعت کر کے شکست بیعت کریں بیاد اس سے شریعت میں خلل پڑے آپ بھی خلافت حضرت ابو بکر میں اتفاق کریں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بشیر کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ میں بغیر صلعم جناب

رسالت آپ مسلم کو نبی غسل و کفن و بلا دفن چھوڑ کر بطلب حکومت و ریاست مدینہ
 حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اے ابو الحسن اگر میں جانتا کہ میری خلافت میں آپ مخالفت کریں گے
 تو میں اس منصب خلافت کو ہرگز قبول نہ کرتا۔ اب کہ سب مسلمان میری بیعت کر چکے
 ہیں اگر آپ بھی اتفاق کریں تو میرے گمان میں خطائیں ہوں گی۔ اور اگر آپ قبول
 نہ فرمادیں تو میں آپ سے کسی قسم کی مزاحمت بھی نہیں کرایا پس حضرت علیؓ علیہ السلام بغیر
 کرنے بیعت کے اپنے گھر واپس گئے۔ اختلاف مذہبی کی ابتداء یہی ہے جیسا کہ جناب
 امیر علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ہوا سے دنیا کی جانب رجوع منت کریں اور خلافت کو خاندان
 رسالت سے مت نکالو اس سے تکمیل نقصان پہنچے گا۔ مگر جواب نے اس حکم پر عمل نہ کیا
 اور خلافت کو خاندان رسالت سے منتقل کر دیا جسکا انجام اختلاف مذہبی ہوا اور جس
 اختلاف مذہبی سے یہ نقصان پہنچا کہ مسلمان ایک دوسرے کے دشمن بن گئے اور
 جناب امیر علیہ السلام کی پیش خبری پوری ہو گئی کہ اس سے تکمیل نقصان پہنچے گا۔ جلیلون
 نے وہاں خلافت کو قلم بند کیا ہے اور سبلی تحریرات کا یہی نتیجہ ہے جو ہم نے لکھا۔
 اب اس بات کا ذکر کہ حضرت علیؓ علیہ السلام نے کسی زمانہ میں حضرت ابو بکرؓ کی بیعت بھی کی
 یا نہیں معتبر کتابوں سے نتیجہ نمبر ہفتم میں ذکر کر دیا گیا۔ انھیں فتنہ و فساد کی خبر پروردگار عالم
 نے سورہ محمد و سورہ الانعام میں دی ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے اصحاب تیری موت کے قطر
 ہیں اور زمین پر تیری وفات کے بعد فتنہ و فساد کریں گے اور اپنی قرابتوں کو قطع کریں گے۔
 نتیجہ نمبر چہارم میں اسکی نقل کی گئی ہے۔ پس رسول خدا کے فوت ہوتے ہی نزاع خلافت
 برپا ہو گئی۔ وفات حضرت ابو بکرؓ کے بعد بموجب وصیت تحریری حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ
 ہوسے اور جب حضرت عمرؓ کی وفات کا زمانہ قریب آیا اور تین روز باقی رہ گئے تو حضرت
 عمرؓ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ اجل میری نزدیک پہنچی مرنے سے میں نہیں بچتا
 کہ سب انجام انسان کا مرگ ہے۔ لیکن کار خلافت کے بارہ میں مجھ کو اندیشہ ہے۔ میں

جہاں ہوں کہ اس بارہ میں کیا کر دوں۔ جو گفتگو کہ دربارہ تعیین خلافت یا ہم حضرت عمر
 و عبد اللہ بن عباس کے ہوئی او سکوا گئے چکر لگے گا۔ اس مقام پر یہ بات قابل ذکر
 ہے کہ اہل سنت کا قول ہے کہ رسول اللہ نے کیکو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا است کی سہ
 پر چھوڑ دیا پس جسکی جانب امت نے اجماع کیا وہی خلیفہ رسول قرار پایا۔ اب میں جان
 ہوں کہ جب رسول اللہ نے تعیین خلافت امت کی را سے پر چھوڑا تھا تو حضرت ابو بکر
 نے جو وصیت نامہ لکھ کر حضرت عمر کو اپنا خلیفہ مقرر کیا یہ رسول اللہ کی او سرور و گارام
 کی نافرمانی ہوئی یا نہیں خدا اور خدا کا رسول تو کیکو خلیفہ مقرر نہ کرے اور امت کی
 را سے پر چھوڑ دے اور حضرت ابو بکر امت کے اختیارات مسدود کریں اب خدا کو
 اور رسول خدا کو ہم خیر خواہ است سمجھیں یا حضرت ابو بکر کو دوسرے خدا کو اور رسول خدا
 کو تو امت کے ساتھ بالکل غمخواری ہوئی اور رسول خدا نے اس بات کا بالکل خیال
 نہ کیا اور نہ امت کے سرانجام پر غور کر کے دربارہ تعیین خلافت کچھ فکر کی بلکہ تعیین
 خلافت امت کی را سے پر چھوڑ دیا۔ اور حضرت عمر کو وقت وفات ترود پیدا ہوا
 کار خلافت کی انجام دہی میں اب ہم خدا کو اور خدا کے رسول کو خیر خواہ است سمجھیں
 یا حضرت عمر کو حضرت عمر کے قول سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بقا بلکہ تدبیر حضرت عمر کے خدا
 بھی غافل تھا اور رسول بھی غافل تھے اور اگر حضرت عمر کے قول کا یہ مضموم نہیں ہے تو
 پھر حضرت عمر کو سرانجام کار خلافت میں اندیشہ کس بات کا تھا جو ترودا پنا ظاہر کیا
 مثل رسول اللہ امت کے اختیار میں چھوڑ دیا ہوتا جسکی جانب امت کا اجماع ہوتا
 وہی خلیفہ ہو جاتا۔ مگر حضرت عمر کے اس اندیشہ کا سبب یہ تھا کہ وہ خوب جانتے تھے کہ
 جس حکمت علی اور دنانائی کے ساتھ امت کو میں نے اپنی جانب رجوع کر کے حضرت علی علیہ السلام
 کو منصب خلافت سے محروم کیا تھا اس تدبیر کا آدمی میرے بعد کوئی نظر میں آتا میرے
 مرنے کے بعد حضرت علی خلیفہ ہو جاوے گیے اور حضرت علی کی خلافت میں میری کارروائیاں

جو خلافت شریعت ہوئی ہیں اور غصب خلافت کے حالات سب پر ظاہر ہو چکا ہے اور اس کا عوض میری اولاد اور میرے خاندان کے لوگوں سے لیا جاویگا اس وجہ سے اپنا ترو واد اور تفکر حضرت عمرؓ نے عبد اللہ ابن عباس سے ظاہر کیا چکے جواب میں عبد اللہ ابن عباس نے کہا کہ علی ابن ابیطالب کے حق میں کیا کہتے ہو۔ اونکی ہجرت اور قرابت اور فضیلت سابق الاسلام ہونیکی اور جرأت اور شجاعت ظاہر ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسے عبد اللہ حضرت علیؓ علیہ السلام ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے بیان کیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اعلیٰ اور افضل ہیں۔ اگر خلافت حضرت علیؓ کو میں سپرد کروں تو وہ مسلمانوں کو ایک ہدایت اور راہِ راست پر رکھینگے۔ لیکن ایک تو اون میں خوش طبعی ہے دوسرے عہدہ خلافت کی اونکو حرص بہت ہے۔ وہ شخص عہدہ خلافت کے لائق سمجھا جاتا ہے جس میں خوش طبعی اور حرص حکومت اور ریاست ہو۔ اس مقام پر ایک بات قابل یاد دہانی ہے۔ میں نے اس کے قبل صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۴۹ سے ایک اقرار حضرت عمرؓ کا نقل کیا ہے کہ کما حضرت عمرؓ نے کہ مجھے کبھی ریاست اور حکومت کی طمع نہیں ہوئی۔ مگر آج کے روز۔ تو اس مقام پر حضرت عمرؓ کی اس تجویز سے کہ وہ شخص قابل خلافت ہوتا ہے جسکو حرص حکومت ہو حضرت عمرؓ کی خلافت باطل قرار پاتی ہے کیونکہ اونکو حرص حکومت و ریاست غمی جیسا خود اونکو اقرار ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے ارشاد کے اسی بنا پر مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب کتاب مذکورہ الخلفاء کے صفحہ ۲۱۰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ علیہ السلام کو انتظام ملکی کی لیاقت نہ تھی اور مولوی صاحب مدوح کی اس بیباکی کا سبب یہی ہے کہ وہ مقلد ہیں حضرت عمرؓ کے اور حضرت عمرؓ کی غرضی کو عین شریعت سمجھتے ہیں قرآن کو بمقابلہ خوشی حضرت عمرؓ کے شریعت نہیں جانتے اور حضرت عمرؓ کی خوشی کا

اٹھارہ ہوا کہ حضرت علی قابل خلافت نہیں وہی مولوی محمد جاگیر خان صاحب نے بھی لکھ دیا۔

پھر عبد اللہ ابن عباسؓ حضرت عمرؓ سے کہا کہ حضرت عثمان بن عفان کی نسبت کہتے ہو حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ عہد خلافت کے لائق تو ہیں مگر محکوف ہے کہ میں اُن کو خلیفہ مقرر کر جاؤں تو وہ ہی ایسے کو مسلمانوں کے اوپر مقرر کرینگے اور نبیؐ کا اقتدار زیادہ ہوگا اور انجام میں جو کچھ وہ تمھارے ساتھ کر نیوالے ہیں کرینگے اور جو کچھ تم اُن کے ساتھ کر نیوالے ہو کرو گے عبد اللہ نے کہا طلحہ بن عبد اللہ کے حق میں کہا کرتے ہو حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ ہرگز عہد خلافت کے قابلیت نہیں رکھتا کیونکہ وہ سخت متکبر و مغرور و خود پسند ہے۔ عبد اللہ نے کہا کہ زبیر ابن العوام کی نسبت کیا کہتے ہو حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ ایک مرد بہادر ہے لیکن بخیل بڑا ہے۔ اوسکا اس بات کی بالکل شرم نہیں کہ شب و روز ایک پیانہ گندم کیواسطے قبرستان بقیع میں کھڑا رہے گا اور مسلمانوں کے ساتھ خصومت کرے گا اور سخت کیسے گا۔ وہ اُس عہد خلافت کے لائق نہیں۔ اس کام کے واسطے ایک جوان مرد آدمی چاہیے جو نہ زیادہ بخیل ہو نہ سخی۔ اوسط درجہ کا ہو اور مصلحت وقت کا خیال رکھے۔ عبد اللہ نے کہا کہ سعد ابن ابی وقاص کی نسبت کیا کہتے ہو حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ ایک بہادر لشکر کش اور نیک آدمی ہیں سپہ سالاری کی عمدہ لیاقت رکھتے ہیں۔ لیکن قابل خلافت نہیں۔ عبد اللہ نے کہا کہ عبدالرحمن بن عوف کی نسبت کیا کہتے ہو حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ نیک سیرت مسلمان ہیں مگر ضعیف اور ناتوان ہیں قابل خلافت نہیں۔ اس اصول سے تو حضرت ابو بکرؓ کی خلافت بھی باطل ہوتی ہو کیونکہ وہ بھی ضعیف اور ناتوان تھے۔

حضرت عمرؓ کی نظروں میں کوئی شخص قابل خلافت نظر نہیں آتا تھا بخیر حضرت عثمانؓ

کیونکہ جو شخص حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوتا وہ انجام میں مطیع خاندان بنوت ہوتا تھا اور حضرت عمر کی پردہ پوشی کی کیسکو دیانت نہ تھی بجز حضرت عثمان کے پس حضرت عمر کی بات کا یقین کاں تھا کہ حضرت عثمان کے خلیفہ ہونے سے حضرت علی اور اولاد علی علیہ السلام کی صفائی ہو جاوے گی اور چراغ خاندان بنوت کا گل ہو جاوے گا۔ کیونکہ بنی امیہ بنی احموم حضرت علی علیہ السلام اور خاندان بنوت کے دشمن تھے۔ بسبب دشمنی یہ تھا کہ قبل از بعثت آنحضرت حکومت کا یہ عظیم نبی امیہ کے ہاتھ میں تھی اور ابوسفیان پدر معاویہ سردار مکہ تھا جو آنحضرت سے متواتر لڑائیاں لڑا اور آنحضرت کا دشمن جانی تھا اور ان لڑائیوں میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ سے بکثرت بنی امیہ قتل ہو چکے تھے بدیوبہ بنی امیہ کو حضرت علی علیہ السلام اور خاندان بنوت کے ساتھ از حد دشمنی تھی۔ اور حضرت عمر غروب جانتے تھے کہ بنی امیہ بھی تک دل سے مطیع اسلام نہیں ہوئے ہیں وہ رسم جاہلیت کے مطابق خلافت عثمان میں از سر نو قوت پا کر اپنا بدلا حضرت علی علیہ السلام اور خاندان بنوت سے ضرور لینگے۔ مگر اس خیال سے کہ اگر شل حضرت ابو بکر خلافت عثمان کو بذریعہ وصیت بخیری مقرر کر دین تو خاندان بنوت کی بربادی کا الزام میرے سر پر رہے گا حضرت عمر نے کمال انائی کے ساتھ چند لوگ واسطے تعیین خلافت کے ایسے مقرر کیے اور وہ رسول قایم کیا کہ بجز حضرت عثمان کے کوئی دوسرا خلیفہ نہ ہوئے پاوے اور خود دشمنی آل رسول میں بعد وفات بدنام ہوں اور جو کچھ اوکا ارادہ پوشیدہ ہے وہ پورا ہو جاوے۔ اور قاتلان حضرت علیؑ و اولاد علیؑ میں اوکا شمار نہو۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام۔ عثمان بن عفان۔ وسعد بن ابی وقاص۔ وطلحہ بن عبد اللہ۔ و زبیر بن العوام۔ وعبید الرحمن بن عوف۔ ان چھ شخصوں کو واسطے خلافت کے نامزد کر کے ابوطالب انھیں کو حکم دیا کہ تم پچاس آدمیوں کی جمعیت سے ان چھ صاحبزادوں کو جمع کر کے ترغیب دینا اور کہنا

کہ باہم شورہ کر کے ایک خلیفہ مقرر کر لو اور دھجرا ان چھ صاحبوں کے کوئی سا تو ان
 دخل نہ دینے پاوے۔ اور جب تک یہ سب صاحب اتفاق باہمی سے کسی ایک کو
 واسطے خلافت کے نامزد نہ کر لیں اور وقت تک اوٹھنے نہ دینا۔ اگر وقت شورہ میں ایک
 طرف اور تین دوسری طرف ہو دین تو جعفر عبد الرحمن بن عرف ہون اور سکو
 خلیفہ کرنا۔ اگر کوئی انکار کرے تو اسکو قتل کرنا۔ اس شورہ کے تعین میں بڑی
 بھاری دانائی حضرت عمر کی یہ تھی کہ عبد الرحمن بن عوف حضرت عثمان کے داماد تھے
 پس عبد الرحمن بن عوف بجز اپنے خسر حضرت عثمان کے کسی دوسرے کی خلافت پر
 رضامند ہو نہ لے نہ تھے اور سعد ابن ابی وقاص حضرت عثمان کے چچا زاد بھائی
 تھے وہ عبد الرحمن کی رائے سے کسی حالت میں مخالفت کر نہ لے نہ تھے جب
 تین آدمی یعنی عثمان اور عبد الرحمن اور سعد ابن ابی وقاص بالاتفاق حضرت عثمان کی
 خلافت پر رضامندی اپنی ظاہر کرینگے تو بجز حضرت عثمان کے کوئی دوسرا شخص خلیفہ
 ہو نہیں سکتا۔ اور اس خلافت سے حضرت عثمان کی بجز حضرت علی کے اور کوئی اختلاف
 نہ کرے گا۔ پس ضرور ہے کہ اس اختلاف کے سبب ابو طلحہ علی علیہ السلام کو قتل کرینگے۔
 جیسا کہ حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ اختلاف کر نہ لے کو قتل کرنا۔ پس اس شورہ سے
 دونوں کام ہو جاوینگے یعنی حضرت عثمان خلیفہ بھی ہو جاوینگے۔ اور حضرت علی علیہ السلام
 بھی قتل ہو جاوینگے اور اس قتل سے بنی ہاشم کی قوت باقی نہ رہی اور حضرت عمر اور
 ان کی اولاد و اہل خاندان آئندہ کی بدنامی اور مظالم سے بچ جاوینگے حضرت علی
 علیہ السلام نے اس حال کو سن کر حضرت عباس سے کہا کہ خلافت اس مرتبہ بھی ہاتھ سے
 گئی کیونکہ حضرت عمر نے ایسے اہل شورہ تجویز کیے ہیں اور عبد الرحمن کی رائے پر
 تعین خلافت کا حکم کیا ہے کہ جسکے سبب یقین ہوتا ہے کہ بجز حضرت عثمان کے کوئی
 دوسرا خلیفہ نہ ہوگا۔ حضرت عباس نے کہا کہ یا علی تم اس شورہ میں شریک نہ ہونا۔

اور یہ مخالفت حضرت عباس کی موجودہ سے تھی کہ وہ جانتے تھے کہ جب حضرت عثمان کو عبد الرحمن خلیفہ مقرر کرینگے تو حضرت علی علیہ السلام ضرور اختلاف کرینگے اور اس اختلاف کے سبب وہ قتل ہونگے کیونکہ حضرت عمر ابو طلحہ انصاری کو یہی حکم دے گئے ہیں۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عباس کا کہنا نہ مانا اور فرمایا کہ میں ضرور شریک شورہ ہونگا۔ اس سے غرض حضرت علی کی یہ تھی کہ جب حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تھے اور میں نے حق اپنا ظاہر کیا تو مجھے الزام لگایا گیا کہ تم وقت تعیین خلافت حاضر نہ تھے جبہ جائز کہ خلافت نے انکار ہے۔ اب بھی اگر میں وقت تعیین ثالث موجود نہ ہوں گا تو یہی بہانہ صحاب اور انصار کرینگے پس حضرت علی بغرض تمام محبت شریک شورہ ہوئے ورنہ یہ تو اوٹوا اوٹو وقت معلوم تھا کہ بجز حضرت عثمان کے کوئی دوسرا خلیفہ نہ ہوگا۔ حضرت عباس نے جب دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام میرا کہنا نہیں مانتے تب آپ نے فرمایا کہ یا علی وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں یہ تھے کہا تھا کہ اگر خلافت کی ہوس ہے تو طلب خلافت میں عجلت کرو کر تھکے نہ سنا۔ اور اب کہتا ہوں کہ اصحاب شورہ میں شریک نہوا پس بھی عمل نہیں کرتے اب مناسب یہ ہے کہ جب تم سے دریافت کریں تو تم کچھ جواب نہ دینا۔ جب تک تمھارا ہاتھ پر بیعت نہ کریں۔ جب بیعت کریں او سو وقت جواب دینا۔ یا علی اس کو وہ کئے مکر سے بخون نہ رہنا کہ ہمارے دفعیہ میں یہ لوگ قصور نہ کرینگے۔ اور دوسرے کو سند خلافت پر بھجوائینگے۔ چنانچہ اس شورہ کا انجام یہی ہوا جو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا اور اتفاقاً عبد الرحمن بن عوف و سعد ابن ابی وقاص حضرت عثمان خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں مروان ابن حکم کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور دیگر مسلمان جو عہد خلافت حضرت عمر بن جابجا شہرون اور قصبون میں حاکم تھے ان کو موقوف کر کے اپنے رشتہ داروں کو قبیلہ بنی امیہ میں سے حاکم مقرر کروایا

اور اپنے رشتہ داروں اور قبیلہ بنی اُمیہ کے لوگوں کو دولت کثیر دینا شروع کیا۔ اور جو اقتدار اور حکومت قبیلہ بنی اُمیہ کو قبل از بعثت زمانہ جاہلیت میں حاصل تھی جو اشاعت اسلام کے سبب نیست و نابود ہو چکی تھی۔ وہ اقتدار و حکومت قبیلہ بنی اُمیہ کو از سر نو زمانہ خلافت حضرت عثمان میں حاصل ہو گئی۔ اور انجام اس کا یہ ہوا کہ قبیلہ بنی اُمیہ کے حاکموں نے ہر جا اور ہر مقام پر ظلم و بدعت مسلمانوں پر کرنا شروع کیا۔ چنانچہ عبد اللہ بن ابی سعد ابی سرح کی شکایت لیکر اہل مصر مدینہ میں آئے اور ایک سخت ہنگامہ کے بعد حضرت عثمان نے عبد اللہ بن ابی سعد کی معزولی کا فرمان لکھ کر محمد بن ابی بکر خلیفہ اول کو دیا اور محمد بن ابی بکر کو حاکم مصر مقرر کیا۔ چنانچہ اس فرمان کو لیکر محمد بن ابوبکر مع گروہ مصر بان جانب مصر روانہ ہوئے۔ تین منزل راہ طر کی تھی کہ مصر یوں نے حضرت عثمان کے ایک غلام کو جانب مصر جاتے ہوئے دیکھا اور سکو گرفتار کر کے لاشی لی تو اس کے پاس ایک نامہ سوجہ حضرت عثمان کا بنام عبد اللہ بن سعد ابی سرح حاکم مصر کے تھا۔ اتفاقاً کھول کر نامہ پڑھا تو اوس میں لکھا تھا کہ عمرو بن بدیل الخزاعی اور محمد بن ابوبکر کو قتل کرنا۔ اور علقمہ بن مدیس و کنانہ بن بشر و عروسی کے ہاتھ پر قطع کر کے چھوڑ دینا۔ اس نامہ کو پڑھ کر جماعت مصر مدینہ واپس آئی۔ اور بشرکت قبیلہ بنی سلیم و بنی مخزوم و بنی غفار دار الخلافت کا محاصرہ کیا۔ اور حضرت عثمان اور ان کے اہل و عیال پر پانی بند کیا حضرت علی علیہ السلام نے بنی ہاشم کے ہاتھ پانی کی مشکین بھیجن۔ اور حضرت عثمان کو مع ان کے عزیز و اقربا و عیال و اطفال سیراب کیا۔ بلوایون نے حضرت علی علیہ السلام کے آدمیوں سے پانی لیجانے میں کوئی مزاحمت نہیں کی۔ حضرت عثمان کے عزیز و اقربا و قریبوں قبیلہ بنی اُمیہ کے لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ حضرت عثمان پر جو بلوہ ہوا ہے وہ آپ کے سبب سے ہوا ہے۔ آپ نے بلا سبب ہمارے

عیش و آرام میں خلل اندازی کی۔ اور ہماری حکومت کو تباہ کیا قسم ہے خدا کی کہ ہم آپ کے ساتھ جنگ کرینگے کہ جس جنگ سے آپ کو اس دنیا میں نجات نہ ملیگی۔

ابن ابی اس لبوہ کا یہ ہوا کہ محمد بن ابی بکر نے مع دیگر لبوایوں کے حضرت عثمان بن عفان کو قتل کیا اور تین روز تک نعش اونکی بے نور و کفن مزیدہ پر پڑی رہی ایک انوش کا لٹون نے کھایا۔ حضرت عثمان کے قتل نے حضرت علی علیہ السلام اور اونکی اولاد کے ساتھ مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کے دلوں میں ازبہ و دشمنی پیدا کر دی۔ ایک تو یہ گروہ ابتدا سے دشمن تھا۔ کیونکہ اونکی حکومت بعد از بعثت رسول خدا اسلام کے ظاہر ہونے سے نیست اور نابود ہو چکی تھی اور بڑے بڑے سردار قبیلہ بنی امیہ اور کفار قریش کے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہو چکے تھے اب زمانہ خلافت حضرت عثمان بن عفان بنی امیہ کی بادشاہ قوت اور حکومت پھر بجاں ہوئی تھی کہ نوبت قتل عثمان پہنچی اور بنی امیہ اور قریش نے اس قتل کا بانی حضرت علی علیہ السلام کو سمجھا اور دشمنی تازہ ہو گئی۔ اور انجام اس دشمنی کا یہ ہوا کہ اول علی علیہ السلام شہید کیے گئے اونکے بعد امام حسن علیہ السلام زہر سے شہید کیے گئے اونکے بعد امام حسین علیہ السلام مع عزیران و فرزندان و برادران و رفیقان صحرا کر بلا میں شہید کیے گئے امام حسین علیہ السلام پر جو تین روز تک آب و دانہ بند کیا گیا وہ اوسکا عوض لیا گیا تھا جو حضرت عثمان پر پانی بند ہوا تھا۔ اونکے نعش اسے شہدا کر بلا کو جو لشکر یزید صحرا کر بلا میں بے غسل و کفن و بلا دفن چھوڑ کر چلا گیا اور دفن نہونے دیا یہ اوسکا عوض لیا گیا جو نعش عثمان تین روز تک بے دفن و کفن پڑی رہی تھی بلکہ اسقدر اور اضافہ کیا گیا کہ نعش عثمان کا کسی نے سر نہ کاٹا تھا نعش اسے شہدا کر بلا کے سر اونکے جسموں میں سے کاٹ کر نیرون پر چڑھاے گئے اور شہر بھر دیا۔ بدیا رہر کو چہ و گلی میں اون سر دن کو بطور تماشا لٹے چرے۔ عثمان کے حرم کو

کسی نے قید کر کے بلوہ میں نہیں پھیر آیا حسین علیہ السلام کے اہل حرم جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بہو اور بیٹیاں تھیں قید کی گئیں اور شہر بشہر دیار بدیار ہر کوچہ و گلی میں کمال ذلت اور رسوائی کے ساتھ سر پر نہ بے مقصدہ و چادر سجاو کی گئیں اور عسائے خلافت کو از کائناتہ دکھلایا گیا۔ دربار عبید اللہ ابن زیاد و دربار زید کے مجمع عام میں کھڑی کی گئیں یہ آبرو، مسلمانوں نے خاندان نبوت کی اور پھر بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور آج تک دعویٰ اسلام کیے جاتے ہیں۔ اور صرف دعویٰ اسلام ہی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ اپنے مقابلہ میں اولاد علی اور اولاد فاطمہ اور رفقا علی علیہ السلام و مستقدان علی علیہ السلام کو منافق غیر مسلم کہتے ہیں اور رفیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جبکہ ان کے پیشواؤں نے فرزند رسول کو مثل گوسفند قربانی فسخ کر کے اپنے رسول کی عزت کو کمال ذلت اور رسوائی کے ساتھ تشہیر کیا تو ان کے مقلد جو کچھ نہ کریں وہ سب تھوڑا ہے۔ میری اس تحریر کا ثبوت و قہات مندرجہ ذیل سے پورے طور پر ہو گا۔

قتل حضرت عثمان کے بعد اہل مدینہ نے رجوع کیا جاتے حضرت علی علیہ السلام اور عرض کی کہ آپ خلافت کو قبول کریں حضرت علی علیہ السلام نے قبول خلافت سے انکار کیا اس انکار کا سبب انشاء اللہ تعالیٰ تنقیح منبر ششم میں ذکر ہو گا جب خلافت نے بدرجہ غایت اصرار کیا تب اپنے خلافت کو مجبوراً قبول کیا۔ کیونکہ امام وقت کا منصب یہی ہے کہ جب خلقت رجوع کرے اور طالب ہدایت ہو تو رہنمائی سے دست کش نہ ہو۔ جن لوگوں نے حضرت عثمان پر بلوہ کر کے قتل کیا تھا ان لوگوں نے اور چند اصحاب و انصار نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی۔ بقیہ اصحاب و انصار نے بیعت حضرت علی سے انکار کیا منکرین بیعت میں سعد ابن ابی وقاص و عبید اللہ ابن عمر و عبید اللہ ابن زبیر و عبید اللہ بن زید و عبید اللہ ابن سلام

وصیب بن سنان و اسامہ بن زید و قدامہ بن ملحون و غیرہ بن شعبہ بن ریان
جنہوں نے بیعت علیؑ سے انکار کیا اور یہ لوگ باہم معتزلہ مشہور ہوئے جیسا کہ
تاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۰۰۱ میں بالتصویح درج ہے اور دیگر معتز توار یہ خون بین
بھی اسی طرح لکھا ہے۔ اور تفریق مذہبی کی یہ ابتدا و بوجہ قتل عثمان کے ہوئی
اور سب سے پہلے اسلام میں فرقہ معتزلہ پیدا ہوا۔

ابیر معاویہ اور اہل شام نے بھی حضرت علیؑ علیہ السلام کی بیعت سے انکار کیا جیسا کہ
شیخ فقیر اکبر صفحہ ۳۰۳ سے ظاہر ہوتا ہے وَالْخِلَافَةُ يَثْبُتُ لِغَالِي بَعْدَ مَوْتِ
عُمَارٍ بِمَبَايِعَةِ الصَّخَّابَةِ سُبُورِي مُقَاوِيَةٍ مَعَ أَهْلِ الشَّامِ وَنَاتِ حَضْرَتِ عُثْمَانَ
کے بعد معاویہ اور اہل شام نے علیؑ علیہ السلام کی بیعت نہ کی۔

قتل حضرت عثمان کے بعد ہر طرف سے سلمان حضرت علیؑ علیہ السلام کی دشمنی کا علانیہ
اظہار کرنے لگے اور حضرت علیؑ علیہ السلام کے ساتھ آمادہ جنگ ہو گئے اور عناق صنا
پناکینہ اور بعض جو لوگوں کے دلون میں حضرت علیؑ علیہ السلام کی جانب سے بھڑا ہوا
تھا۔ ظاہر ہونے لگا۔ اس گروہ کا نام کہ جو حضرت علیؑ علیہ السلام کے ساتھ علانیہ ظہار
دشمنی کرنے لگا۔ اور آمادہ جنگ ہو کر بعض خون عثمان حضرت علیؑ علیہ السلام سے لڑا۔
ناہی مشہور ہوا۔ اور ناہی کی وجہ تسمیہ بھی اہل لغت نے دشمنان علیؑ و اولاد علیؑ
لکھی ہے اور معتزلہ کی وجہ تسمیہ گوشہ نشین لکھی ہے لیکن معتزلہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے
حضرت علیؑ علیہ السلام کی خلافت کو قبول کر کے بیعت کی نہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے
دشمنوں کے ساتھ شریک ہو کر علیؑ علیہ السلام سے لڑے۔ پس قتل عثمان کے سبب
سب سے پہلے فرقہ معتزلہ پیدا ہوا۔ اوسکے بعد فرقہ نواصب اور جب فرقہ نواصب علانیہ
بوجہ دشمنی حضرت علیؑ علیہ السلام آمادہ جنگ ہوا تو جن لوگوں نے حضرت علیؑ علیہ السلام
کی خلافت کو تسلیم کر کے دست حضرت علیؑ علیہ السلام پر بیعت کی تھی اور مخالفان حضرت

علی کے مقابلہ میں بحکم حضرت علی علیہ السلام لڑنے کو گئے اس گروہ کا نام شیعہ علی شہود
 ہوا اور یہی وجہ تسمیہ اس مذہب شیعہ کی اہل لعنت نے لکھی ہے۔ اب اس مقام پر
 اس امر کے تصفیہ میں کہ جو لوگ بوجہ بغض و کینہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ آمادہ
 جنگ ہوئے اور جن لوگوں نے بیعت حضرت علی سے انکار کیا وہ لوگ دشمن خدا
 اور دشمن رسول تھے کسی نصف مزاج کو تامل نہوگا۔ درحالیکہ رسول خدا صلعم کی معتبر
 احادیث موجود ہیں کہ جو لڑا علی سے وہ لڑا مجھے اور جس نے بغض کیا علی سے اس نے
 بغض کیا مجھے اور جس نے بغض کیا مجھے اس نے بغض کیا خدا سے اور جس نے محبت کی علی سے
 اس نے محبت کی مجھے اور جس نے محبت کی مجھے اس نے محبت کی خدا سے۔ چنانچہ اصل
 حدیثین اسکے قبل اسی تیغ میں نقل کی گئی ہیں جن سے ثابت ہے کہ دشمن خدا
 یقیناً کافر ہے اور مخالف حضرت علی منافق ہے اور محب حضرت علی مومن ہے۔ اور
 بغیر دشمنی اور خصومت قلبی کی ابتدا اور سیدائش دنیا سے تا اندم ایک دوسرے کے
 قتل پر کبھی آمادہ نہیں ہوا۔ اور جب تک دین کدورت اور نفرت نہوا و سوقت
 تک کوئی شخص اپنے سرورِ زندہ ہی کی فرمانبرداری سے انکار نہیں کرتا۔ اور
 جب تک محبت ملی نہوا ایک شخص دوسرے شخص کی رفاقت میں اپنا قتل ہونا
 پسند نہیں کرتا۔ اب مسلمان خود فیصلہ کر لیں کہ جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کے
 ساتھ نیزہ و تلوار سے لڑے بارادۂ قتل علی لڑے تھے یا بارادہ اعانت علی
 لڑے تھے اور بوجہ دشمنی لڑے تھے یا بارادہ دوستی۔ اگر کوئی شخص آج تک
 بہ نیت دوستی کسی کے قتل پر آمادہ ہو کر اس سے لڑا ہو تو تبتلا دیا جاوے۔ پس جو
 لوگ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ لڑے وہ بوجہ دشمنی لڑے نہ بوجہ دوستی۔
 اور دشمنان علی کے دشمن خدا اور دشمن رسول ہونے میں بموجب حدیث رسول
 صلعم کو نہ شک باقی رہا۔ اہل سنت کا یہ اندر کہ وہ لوگ باہم رشتہ دار تھے اور

اصحاب رسول تھے او کی باہمی لڑائی خطائے اجتہادی ہے بالکل حکم خدا اور حکم رسول اللہ کے مخالف ہے اور حکم خدا اور حکم رسول اللہ کے مخالف جو عذر پیش ہو وہ ایمانداروں کے قبول کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جو لڑا علی سے وہ لڑا مجھے اور جو لڑا مجھے وہ لڑا خدا سے اور جس نے بغض کیا علی سے اس نے بغض کیا مجھے اور جس نے بغض کیا مجھے وہ دشمن خدا ہے اس حدیث میں آنحضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر علی کے ساتھ علی کے رشتہ دار دشمنی کرنے لگے تو وہ خطا و اجتہادی سمجھے جاویں گی اور معاف ہوگی۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہو تو بتلانی جاوے۔ اور جب تک ایسی حدیث نہ بتلانی جاوے اس وقت تک توکل اہل انصاف اور لوگوں کو کہ جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ لڑے اور اوس کے مقلدون کو مسلمان نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرے جن لوگوں نے حضرت علیہ السلام کی مخالفت کو قبول نہیں کیا اور بیعت سے انکار کیا اور معتزلہ ہو گئے اویسے منافق ہونے میں کوئی شبہ باقی رہا اور حبط یہ لوگ منافق ہیں اس طرح ان کے مقلد بھی منافق ہیں اور منافق بہشت سے محروم رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے قبول کیا خلافت حضرت علی کو اور بیعت کی حضرت علیہ السلام کے ہاتھ پر اور رفاقت کی حضرت علیہ السلام کے ساتھ اور لڑے دشمنان حضرت علی سے بہ تہراہی و فرما بنداری علی علیہ السلام اور لوگوں کے محب علی ہونے اور جنتی ہونے میں کوئی شک رہا اور یہ گروہ کا لقب شیعہ ہوا۔

حضرت عثمان کے قتل سے قبیلہ بنی امیہ اور قبیلہ بنی ہاشم میں سخت عداوت شروع ہوئی۔ اگرچہ قبیلہ بنی امیہ کو حضرت علی علیہ السلام و دیگر بنی ہاشم کے ساتھ ابتدا سے کینہ و عداوت تھی کیونکہ مکہ منظر سے حکومت بنی امیہ کو حضرت علی و بنی ہاشم کے وجہ سے خراب ہوا تھا مگر اسلام کی تعلیم نے اس کینہ کے ظاہر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اب قتل

حضرت عثمان نے اس عداوت کو تازہ کر دیا۔ اور قبیلہ بنی امیہ کے لوگوں نے اور طرفداران بنی امیہ نے حضرت عائشہ کو اور بھار کر حضرت علی علیہ السلام سے لڑا دیا۔ اور دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہا اسی لڑائی کا نام جنگ جمل ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس لڑائی کے سبب اور اہل مدینہ کے دُسی و جاہت لوگوں کے انکار بیعت کے باعث مدینہ کو اپنے اور اپنے دوستوں کا جاے امن نہ سمجھ کر اپنا دار الخلافت کو فہ مقرر کیا۔ اور قتل عثمان کا بہانہ حصول ریاست و حکومت کے واسطے امیر معاویہ کو ہاتھ لگا۔ تاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۸۱ کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے کپڑا خون آلودہ حضرت عثمان اہل شام کو دکھانا شروع کیا اور ان کے دلوں میں حضرت علی اور اولاد علیؑ کی دشمنی پیدا کرنا شروع کر دی جس کا انجام یہ ہوا کہ ایک ثلث سے کم مسلمان تو حضرت علی علیہ السلام کی فرمانبرداری میں رہ گئے باقی دو ثلث مسلمان حضرت علی علیہ السلام کے دشمن ہو کر شریک معاویہ ہو گئے اور امیر معاویہ کی اعانت کی اور باہم امیر معاویہ اور حضرت علی علیہ السلام کے بہتر لڑائیوں ہوئیں بعض لڑائیوں کو جنگ صفین کہتے ہیں ان لڑائیوں کے خاتمہ پر ایک چوتھا مذہب خارج کا پیدا ہو گیا۔ اسلام میں ابتداً یہی چار مذہب پیدا ہوئے۔ ایک مذہب شیعوں کا تو علی علیہ السلام کی فرمانبرداری کے سبب اسلام کی اصلی حالت پر قائم رہا باقی تین مذہب یعنی معتزلہ۔ سوناہی۔ و خارجی دشمنی حضرت علی علیہ السلام کے سبب دائرہ اسلام سے باہر ہو گئے اور براے نام مسلمان رہ گئے۔ فرقہ معتزلہ و نواصب فرمانبردار تھے امیر معاویہ کے۔ اور امیر معاویہ حضرت علی علیہ السلام کے قلبی دشمن تھے۔ اگر دشمن نہوتے تو حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے انکار نہ کرتے نہ علی علیہ السلام سے لڑتے۔ پس جو لوگ کہ اب تک امیر معاویہ کی دوستی کا دم بھرتے ہیں وہ لوگ دشمنان حضرت علیؑ میں شمار ہونگے نہ محب علیؑ اور

دشمنان علی کے دشمن خدا ہونے میں حسب فرمودہ جناب رسالت مآب مسلم کو نہ شک باقی رہ گیا۔

۲۔ ہجری تک مسلمانوں میں کسی قسم کی تفریق مذہبی نہ تھی سب ایک مذہب تھے اور مسلمانوں کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ ۳۔ ہجری میں تفریق مذہبی شروع ہوئی اور اس تفریق مذہبی کے بانی سبانی حضرت عمر تھے۔ جسکا ثبوت وجوہات مندرجہ ذیل سے ہوگا۔

۱۔ قریب وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر حضرت عمر تحریر وصیت میں مانع نہ ہوتے اور رسول خدا وصیت لکھ جاتے تو وہ تحریری کاغذ زیادہ معتبر سمجھا جاتا اور باہم نوبت جنگ و جدال نہ ہوتی۔

۲۔ زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر حضرت عمر عامہ خلائق کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوبت میں شک ظاہر نہ کرتے تو منافقت پیدا نہ ہوتی نہ مسلمانوں کا خیال طلبیاست اور حصول حکومت کی جانب رجوع ہوتا۔ بلکہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگ اطاعت اور فرمانبرداری کرتے علی حسین علیہ السلام کی کہ جنگی محبت و رگاکامانے امت پر واجب کی تھی۔ اور جنگی زیارت داخل عبادت فرمائی تھی اور جنگی محبت کرنا لوگوں کو جنتی بتلایا تھا اور جنگی فرمانبرداری کے واسطے امت کو بار بار تاکید کی تھی اور فرمایا تھا کہ پکڑے رہو رسن الہی کو مضبوط اور جسکے حق میں فرمایا تھا کہ شال انکی مثل کشتی نوح کے ہے۔ جسے فرمانبرداری کی نجات پائی اور جسے انفرمائی کی وہ دوزخ میں گیا۔ تو آل رسول امت کی نظروں میں حقیر نہو جاتے نہ نوبت اختلاف مذہبی کی پہونچتی۔

۳۔ اگر حضرت عمر مع اپنے طرفداران حضرت ابوبکر و حضرت عثمان وغیرہ کے لشکر سامہ بن زید کے ساتھ بیرون مدینہ چلے جاتے تو خلافت خاندان نبوت سے منتقل نہو پاتے

اور نوبت اختلاف مذہبی کی نہ آتی حضرت عمر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان کا شکر
اسامہ کے ساتھ بخانا بہت ہی نامناسب ہوا اور راست نے جانا کہ رسول اللہ نے
سخت تاکید فرمائی کہ جو شخص ہمراہ لشکر اسامہ بخاوے اُس پر خدا کی لعنت اُس پر بھی حضرت
ابو بکر و عمر نہ گئے جو مغزین صحابہ میں سے تھے اگر خطاب محمد رسول برحق ہوتے تو یہ
لوگ ہرگز نافرمانی نہ کرتے اور راست کے اس خیال نے وقت اہلبیت رسول کی
کم کردی اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ رسول نے بنظر حصول دنیا اپنے اہلبیت کی اطاعت
اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ اور انجام اسکا اختلاف مذہبی اور خونریزی ہوا۔
اگر امت کی نظروں میں اہلبیت رسول کی وقعت ہوتی تو موجودگی حضرت علی علیہ السلام
کے غیر کی خلافت پر رضامند نہ ہوتے اور بہانہ نہ ڈھونڈتے کہ جبکہ انجام میں ایک
مذہب کے کئی مذہب ہو گئے۔

۴۔ بعد وفات رسول اللہ اگر حضرت عمارت علی اور تالیف قلوب کے ذریعہ سے
لوگوں کو خلافت حضرت ابو بکر پر رضامند نہ کر دیتے تو خلافت خاندان بنو ت سے
نقل ہونے پاتی اور در بیان امت کے اختلاف واقع ہوتا اور ایک مذہب کے
کئی مذہب ہو جاتے اور باہم دشمنی پیدا ہوتی نہ نوبت جنگ و جدال کی پہنچتی
۵۔ اگر حضرت عمر باغ فدک کو ضبط نہ کرتے اور حضرت علی علیہ السلام کی گواہی کو غلط قرار
دیتے تو امت کی نظروں میں اہلبیت رسول کی وقعت کم ہوتی اور نوبت کشت و خون
و تفریق مذہبی کی نہ پہنچتی۔ نہ اہلبیت رسول کمزور ہونے پاتے۔

۶۔ اگر حضرت عمر وقت و فوات اپنی لعین خلافت ثالث کا دار و مدار عبدالرحمن بن عوف
کی راہ پر نہ رکھ جاتے تو منصب خلافت حضرت عثمان کو نصیب نہ ہوتا نہ بنی اُسیہ از
سر نو قوت پاتی۔ حضرت عمر کی خاص الخاص اس حکمت عملی نے خاندان بنو ت کو تباہ اور
ویران کر دیا اور امت کو راہ ہدایت سے گریختہ کر دیا کہ جبکہ سبب سے واقعہ کربلا کی

نوبت پہنچی اور اسلام میں تفریق مذہبی شروع ہو گئی جو اکتاب کمین ہوئی۔ بلکہ ترقی ہوئی جاتی ہے۔ یہ چند دلیلیں بطور نمونہ لکھی گئیں جو اس مختصر فیصلہ کے واسطے کافی ہیں۔

ورنہ ہزار ہا اسکی دلیلیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جو کچھ یہ طمع ریاست و حکومت کیا سو کیا۔ اگر وہ اسی پر کتفا کرتے تو غنیمت تھا۔ لیکن اونکی پردہ پوشی کا مادہ بن کر حضرت عثمانؓ کسی دوسرے میں نہ تھا۔ یہ پردہ پوشی عبد اللہ ابن عمرؓ سے بھی غیر ممکن تھی کیونکہ وہ اول تو کمر سہراج کے آدمی تھے دوسرے وہ مثل حضرت عمرؓ کے ذی رعب اور عاقل نہ تھے کہ حکمت عملی اور تالیف قلوب کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنا طرفدار بنا لینے۔ تیسرے وہ کسب و بیلہ کے آدمی نہ تھے کہ جنگی اعانت اونکی خلافت کے استحکام کا ایک عمدہ ذریعہ ہوتی۔ اگر حضرت عمرؓ اپنے فرزند عبد اللہ کو اپنا جانشین بنا جاتے جیسا کہ معاویہ نے یزید کو بنایا تھا تو وفات حضرت عمرؓ کے سال دو سال کے بعد خلافت اپنے مرکز پر قائم ہو کر تمام ان رسالت میں آجاتی۔ ان خیالات نے حضرت عمرؓ کو مجبور کیا تھا تعین خلافت حضرت عثمانؓ پر۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ زمانہ خلافت حضرت عثمانؓ میں خاندان رسالت پر ضرورتاً ہی آجاریگی لہذا اس بدنامی سے محفوظ رہنے کے لیے ایسی تدبیر کر گئے کہ حضرت عثمانؓ خلیفہ بھی ہو گئے اور بدانت خود اپنے کو اس الزام سے بچا لیا۔ اگر حضرت عمرؓ کو اپنی پردہ پوشی کا خیال پیدا نہوتا۔ تو ضرور اپنے فرزند عبد اللہ کو اپنا قائم مقام بنا کر مشد خلافت پر بٹھا دیتے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے مشد خلافت پر جلوہ افروز ہو کر سب سے اول حضرت عمرؓ کی پردہ پوشی کے لیے ترتیب قرآن خلاف تنزیل کیا۔ اور اکثر آیات اوسمیں سے نکال ڈالیں کہ جن سے حضرت علیؓ علیہ السلام کی فضیلت اور خلافت کا پورا پورا ثبوت ہوتا تھا چنانچہ تفسیر لقمان نوح، ۴۴ فی النساء سنخ و المنسخ صفحہ ۳۱۶ میں جو عبارت درج ہے اوسکا ترجمہ یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ سورہ احزاب تلاوت کیا جاتا تھا حیات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں

دوسرا آیت مگر حضرت عثمان نے ہفتاد و سہ آیت رکھیں باقی یکصد و سبب و سبب آیتیں نکال ڈالیں۔ اور آیہ رجم بھی سورہ مذکور سے نکال ڈالی اور ابی بن کعب کہتے ہیں کہ تیسرے آیت صلوٰۃ قبل از تغیر حضرت عثمان کے قرآن میں موجود تھی ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ بعد سرک التلاوت آیہ اِنَّ اللہَ سَیُکَذِّبُ الْکَافِرِیْنَ لَوْ کَانُوْا یَدْرِیْنَ۔ عبد الرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ آیہ ان جاہدوا النجیر کو قرآن سے گرا دیا جطیح کہ اور آیتوں کو نکال ڈالا۔

تفسیر ائقان اہل سنت کی ایک معتبر تفسیر ہے اور جن راویوں کا نام لکھا گیا ہے وہ پیشوایان اہل سنت ہیں پس نقصان قرآن کا اقرار خود علماء اہل سنت کو ہے۔ اس قرآن میں شیعہ بھی متفق ہیں اور ترتیب عثمان کو خلافت تنزیل کہتے ہیں کیونکہ حضرت عثمان نے حضرت عمر کی پردہ پوشی کے لئے آیت متعہ کو احکام کلاخ میں ایسا مخلوط کر دیا کہ جس سے عوام کو دھوکھا دیکر حضرت عمر کا یہ گناہ پوشیدہ کیا جاوے کہ انھوں نے اپنی خود۔ اسے سے حکم الہی کو منسوخ کیا۔ تاکہ حضرت عمر کی منافقت پوشیدہ رہے۔ اور اس طرح یہ اس ترتیب سے دین اسلام میں بہت کچھ خلل واقع ہو گیا۔

بعض لوگ اس بات کے کہنے میں کچھ تامل نہیں کہ شہادت شہداء کو بلا کے بانی سبانی حضرت عمر تھے۔ جیسا کہ میں بالقریح اوپر لکھ چکا ہوں۔ اور سیری اس واسطے کی تائید ابن حجر مکی کے قول مندرجہ ذیل سے بخوبی ہوتی ہے جو انھوں نے بحوالہ امام غزالی کتاب صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔ اور جسکی پیروی میں آج تک اہل سنت بڑے جوش و خروش کے ساتھ کوشش کر رہے ہیں کہ مجالس غزالی کا رواج بند ہو جاوے اور واقعات شہادت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کہیں بیان نہ کرنے پاویں اور جسطور سے ممکن ہو پوشیدہ کر دے جاویں مگر ان کوششوں سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ اہل سنت کے دلوں سے اب تک دشمنی آل رسول کی نہیں نکلی۔

عبارت صواعق محرقہ کی یہ ہے۔ قَالَ الْغَزَالِیُّ وَخِیْرُهُ یَحْرِصُ عَلَی الْوَاعِظِ وَابْنِ

مَقْتَلِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَحُكَايَا بَنِي مَسَاجِدِ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَالْمُتَشَاكِرِ
وَالْمُتَخَصِّمِ كَأَنَّهُمْ يَخْتَلِفُونَ عَلَى بَعْضِ الصَّحَابَةِ وَالطُّغْيَانِ فِيهِمْ سَمِعَ ابْنُ جَرَرَكِي
بِإِذْنِ إِيَّاتِ إِمَامِ غَزَالِي وَغَيْرِهِ عُلَمَاءُ كِبَارِ اہل سنت کہ وہ غلط اہل سنت پر فوکر کرنا
واقعات قتل امام حسن و امام حسین علیہ السلام کا اور جو کچھ کہ باہم صحابہ بغض و کینہ پیدا ہوا
اسکا تذکرہ حرام ہے۔ کیونکہ ان بیانات سے سامعین کے دلوں میں ایک جوش پیدا
ہوتا ہے وہ جوش صحابہ کے ساتھ خصومت شدید دلوں میں پیدا کرتا ہے اور صحابہ کے
اعمال اور افعال پر لوگوں کو طعنہ زنی کا موقع ملتا ہے۔

ابن جریر کے اس قول سے میرے خیال کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے کیونکہ اہل سنت
کا قول ہے کہ حسنین کی شہادت کا بانی نیرید ہے۔ اصحاب میں سے کوئی صحابی اس قتل کا
بانی نہیں ہے۔ تو پھر واقعات شہادت حسنین کے بیان کرنے سے سامعین کو اصحاب
رسول کی جانب سے بغض اور کینہ کیوں پیدا ہونے لگا۔ اگر بغض اور کینہ پیدا ہو گا تو
نامحلمان حسین اور ان کے ناصر و اعانت کرنے والوں کے ساتھ۔ مگر اصل میں بانی قتل
حسین حضرت عمر ہیں اور جب یہ واقعات شہادت بیان ہوتے ہیں تو سلسلہ اسکا
حضرت عمر کی ذات پر ختم ہوتا ہے جسکو شکر جملہ دین تشویش بھلتی ہے۔ اور جب وہ
بچے علماء سے کسی بیان کی صداقت کرنا چاہتے ہیں تو اصلی واقعہ سے تو انکار کرنے کا
موقع نہیں ملتا کیونکہ اہل سنت کی معتبر کتابوں میں وہ واقعہ درج ہے تاویلین کر کے
جملہ کی تسکین کی جاتی ہے۔ مگر یہ وہ تاویلات باعث تسکین نہیں ہوا کرتیں اسلئے
عوام کو خلفاء کی جانب سے مخصوص حضرت عمر کے ساتھ بغض اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے۔
لہذا واقعات شہادت کے تذکرہ سے اکابر اہل سنت منع کرتے ہیں اور بدعت سیئہ
تبیاتے ہیں اور اس واسطے شہادت حسین علیہ السلام کو باعث شفاعت نہیں قرار دیتے
مگر جملہ بانی شفاعت اس واقعہ کو شکر خلفاء اور اصحاب کے دشمن ہونے والے اور بدعت

اہل سنت اس دنیا سے گم ہونے پاوے۔ چنانچہ مولوی محمد جاناگیر خان صاحب نے بھی اظہار الہدیٰ صفحہ ۸ و ۱۲۶ میں تحریر فرمایا ہے کہ غم و الم اور زیارت روضہ حسینؑ سے اسلام میں بہت بڑا فساد پڑا ہے اور اس غم و الم اور زیارت روضہ حسینؑ کو بدعت سیئہ بتلایا ہے۔ وجہ اسکی وہی ہے جو اسکے قبل میں ظاہر کر چکا ہوں۔ اس مقام پر یہ بات ضرور قابل ذکر ہے کہ مولوی محمد جاناگیر خان صاحب نے غم حسینؑ اور زیارت روضہ حسینؑ کو باعث فساد اسلام قرار دیا ہے۔ مگر زیارت روضہ عبدالقادر جیلانی و زیارت روضہ فخری الدین چشتی اجمیری و زیارت روضہ مکن پور و فتح پور سیکری و پیران گنگوہ کی نسبت کچھ تحریر نہیں فرمایا کہ ان مزار و ٹکی زیارت ساتھ رقص و سرود کے کیسی ہے۔ اگر ان مزار و ٹکی زیارت کو مولوی محمد جاناگیر خان صاحب بدعت سیئہ و باعث فساد دین لکھ دیتے تو پھر انکی مصنفہ کتابوں کو کوئی ٹسنی خرید نہ کرتا۔ اس مقام پر غلام احمد ابن عمر کی تحریر مندرجہ ذیل بھی قابل غور ہے جس سے میرے اس بیان کی کمالوت حسین کے بانی مہمانی حضرت عمرؓ میں واضح طور پر تصدیق ہوتی ہے۔

تاریخ بلا درسی صفحہ ۴۶۲۔ مَا قُتِلَ ذُو نُوَيْرٍ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ كَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ إِلَى يَزِيدَ بْنِ مَعَاوِيَةَ أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ وَحَلَّتِ الْمُصِيبَةُ وَحَدَّثَتْ فِي الْأَسْلَامِ حَدَثًا عَظِيمًا وَلَا يَكْفِي مَا كُنَّا مِنَ الْحُسَيْنِ قُلْتُ إِلَيْهِ يَزِيدُ أَمَّا بَعْدُ يَا أَحَقُّ يَا أَجْنَأُ إِلَى بَيْتٍ مُنْجِدٍ مَيَّةٍ وَفَرْشٍ مُهَيَّئَةٍ وَوَسَائِدَةٍ فَقَاتَلْنَا عَنَّا فَإِنْ يَكُنِ الْحَقُّ لَغَيْرِنَا فَأَبُولُكَ أَوَّلُ مَنْ هَذَا وَابْتَنَى وَاسْتَنَافَسَ بِالْحَقِّ عَلَى أَهْلِهِ وَهِيَ هُنَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ يَوْمَ مَا السَّقِيَّةِ وَقِيلَ قُتِلَ أَيْضًا بِأَسْيَافٍ ذَالِكِ الْبَغْيِ أَوَّلُ سَهْلَهَا أَصِيبَ عَلِيٌّ بِسَيْفِ بْنِ مَالِكٍ۔ جب شیبہ ہونے امام حسین علیہ السلام عبد اللہ ابن عمر نے یزید کو خط لکھا کہ مصیبت عظیم واقع ہوئی ہے

ماوراء اسلام پر سبب شہادت حسین ابن علیؑ کے نازل ہوا۔ اس خط کے جواب میں یزید نے عبداللہ بن عمر کو نامہ لکھا کہ اے احمق ہم آئے ہیں طرف مکانات سمار شدہ کے کہ جنہیں عمدہ فرش بچھا ہوا تھا اور بڑے بڑے بلند تکیہ لگے ہوئے تھے۔ اور اس فتنہ میں اگر مخالف ہمارے حق پر تھے تو یہ الزام تجھ پر ہے کہ آگے سے ایسے ظلم کی سنت پھرے باب سے جاری ہوئی ہے۔ چنانچہ لوگوں نے کہا لا اثم سین علیہ السلام قتل ہوئے بروز شوریٰ سقیفہ بنی ساعدہ۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اول قتل ہوئے علی بن الحکم کی تلوار سے اسی یوم سقیفہ بنی ساعدہ کو۔

یزید کے خط کی توضیح ذیل میں کی جاتی ہے تاکہ عام فہم ہو جاوے خط یزید کے چار حصہ کر کے ہر حصہ پر مین نے نمبر لگا دیا ہے لہذا نمبر وار توضیح کی جاتی ہے۔

۱۔ اے احمق ہم آئے ہیں طرف مکانات سمار شدہ کے کہ جنہیں عمدہ فرش بچھا ہوا تھا اور بڑے بڑے بلند تکیہ لگے ہوئے تھے۔

مکانات سمار شدہ سے مطلب انتقال خلافت سے ہے۔ یزید کہتا ہے عبداللہ بن عمرؑ کے قتل حسین علیہ السلام کا الزام مجھ پر کیوں لگاتا ہے تو بڑا احمق ہے جو عمارت کو لہذا نے واسطے خلافت کے بنائی تھی وہ تو بروز شوریٰ سقیفہ بنی ساعدہ پھرے باب حضرت عمرؓ نے سمار کر کے اس سمار شدہ مکانات میں ایک فرش جدید بچھایا اور اس فرش پر تکیہ بلند لگائے اسی فرش اور تکیوں پر مین بیٹھا ہوں پسے پھرے باب نے نصیب خلافت کو بروز شوریٰ سقیفہ بنی ساعدہ خاندان نبوت سے منتقل کر کے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا پھر آپ خود خلیفہ بنے اُسکے بعد حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا اسی رسم معینہ کے مطابق خلافت مجھ تک پہنچی اگر خلافت خاندان نبوت سے منتقل ہوتی تو مجھ تک کیسے پہنچتی۔

۲۔ اور اس قتال میں اگر مخالف ہمارے حق پر تھے تو یہ الزام تجھ پر ہے کہ آگے سے

ایسے ظلم کی سنت تیرے باپ سے جاری ہوئی ہے۔

اس جملہ میں لفظ مخالف کا اشارہ امام حسین علیہ السلام اور علی علیہ السلام کی جانب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر علی علیہ السلام بمقابلہ معاویہ پذیر نہ ہو اور امام حسین علیہ السلام بمقابلہ یزید حق پر تھے اور یہ قتال داخل ظلم و بربادی اسلام کا باعث ہے تو اس کا الزام تجھ پر ہے۔ کیونکہ اس ظلم کا رواج تیرے باپ حضرت عمر کی ذات سے جاری ہوا ہے یعنی اگر حضرت عمر خلافت میں، رست اندازی نہ کرتے اور خلافت کو خاندان بنو تہامین رہنے دیتے تو معاویہ کو نہ حضرت علی علیہ السلام سے لڑنی کی ضرورت ہوتی نہ علی علیہ السلام ابن ملجم کی تلوار سے شہید ہوتے نہ مجھ کو حسین ابن علی سے جدال و قتال کی ضرورت ہوتی اور نہ کویت شہادت امام بیہوشی پس قتل حضرت علی و قتل حسین ابن علی کا الزام تجھ پر ہے کہ تیرے باپ حضرت عمر نے ان ظلموں کی بنیاد قائم کی ہے اور قتل حضرت علی و قتل حسین ابن علی کے بانی تیرے باپ حضرت عمر ہیں۔

۳۔ چنانچہ لوگوں نے کہا کہ امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے بروز شوریٰ سقیفہ بنی ساعدہ اس جملہ میں یزید نے عبداللہ ابن عمر کو خبردار کیا ہے کہ جس روز سقیفہ بنی ساعدہ میں شورہ خلافت ہوا اور حضرت ابوبکر منصب خلافت پر بٹھایا گئے۔ اسی روز لوگوں نے رائے ظاہر کر دی تھی کہ انجام اس کا قتل حضرت علی و قتل اولاد حضرت علی ہوگا۔ چنانچہ اسی بنا پر اب تک لوگ کہتے ہیں کہ حسین تو اسی روز قتل ہو چکے ہیں۔ اب روز کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں شورہ خلافت ہوا اور حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے نہ سقیفہ بنی ساعدہ میں شورہ خلافت ہو کر حضرت ابوبکر خلیفہ بنا گئے نہ حسین قتل ہوئے۔

۴۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اول قتل ہوئے حضرت علی ابن ملجم کی تلوار سے اسی یوم سقیفہ بنی ساعدہ کو۔

اس جملہ میں یزید نے عبداللہ ابن عمر کو مطلع کیا ہے کہ حسین علیہ السلام نواب

قتل ہوئے ہیں لیکن سقیفہ نبی ساعدہ کے شورہ کا اثر اول علی علیہ السلام کے قتل سے ظاہر ہوا۔ اور لوگوں نے کہا کہ چنے اسی روز بیچ لیا تھا کہ جس روز سقیفہ نبی ساعدہ میں شورہ خلافت ہوا اور حضرت ابوبکر خلیفہ مقرر ہوئے۔ کہ خلافت خاندان نبوت سے منتقل کر کے غیر خاندانوں میں مقرر ہوئی کا انجام یہ ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام قتل ہو جائیں گے۔ گویا قتل حضرت علی علیہ السلام کا یقین اوسید بن لوگون کو ہو گیا تھا جس دن کہ شورہ سقیفہ نبی ساعدہ ہوا۔ یہ خط عبد اللہ ابن عمر نے یہ کہ کو دوستانہ لکھا تھا۔ اور سب اس دوستی کا یہ قیاس میں آتا ہے کہ کسی روز عبد اللہ ابن عمر نے اور دیگر فدائان حضرت عمر نے اسیر معاویہ سے کہا ہوگا کہ تم نے بڑا کیا جو حضرت علی علیہ السلام سے دربار خلافت نہ راجح کی اور لڑے اور ہزار مسلمانوں کا خون ہوا اسیر معاویہ نے جو جواب دیا وہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

فصل لانی جلد ششم صفحہ ۴۰۔ اَخْطَبُ مُعَاوِيَةَ قَالَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الْوَقْتِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَوْلَهُ فَلَمَنْعَ أَحَقُّ عَمَّ بِرِ مَنَّهُ وَمِنْ أَبْنَاءِ الشُّجْرَةِ وَهَكَذَا مُعَاوِيَةُ كَانَ زَائِرًا فِي الْخِلَافَةِ فَقَدْ يَسْمُ الْفَاضِلِ فِي الْقُوَّةِ وَالْمَعْرِفَةِ الرَّيُّ عَلَى الْفَاضِلِ فِي السَّبْقِ إِلَى الْأَسْلَافِ وَالَّذِينَ فَلَنَّا أَطْلَقَ أَنَّهُ مَحَقٌّ نَا ابْنُ عُمَرَ خِلَافَتُ ذَالِ الْبَعْدِ أَنَّهُ لَا يُبَايِعُ الْمَفْضُولَ إِلَّا إِذَا خَشِيَ الْفِتْنَةَ وَلَا يُبَايِعُ بَعْدَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ شَمًّا بَنَهُ يَمْنُ يَدُ وَنَهَى ابْنَهُ عَنْ نَقْصِ بَيْعَتِهِ خُطِبَ بِرِ مَا حَضَرَتْ مُعَاوِيَةَ نَے اور کہا کہ جو شخص گفتگو کرے باب خلافت میں تو میں مستحق زیادہ ہوں حضرت عمر سے اور اونکے باپ سے اور عبد اللہ ابن عمر نے بخوف نہ حضرت معاویہ کی بیعت کی اور اونکے بعد بیعت کے اونکے پسر زید کی۔

معاویہ نے جو بمقابلہ حضرت عمر کے اپنے کو حقدار خلافت بتلا یا سبب اسکا یہ تھا

کہ ابوسفیان پر معاویہ قبل از بعثت سواران مکہ میں سے تھا اور ایک بڑا نبیاء جو
 نبی آئیت کا تھا اور سکا سردار تھا اور یہی ابوسفیان بشرکت ابوہل رسول اللہ صلعم سے
 لڑتا تھا اور مسلمانوں کو ایذا پہنچاتا رہا اور یہی ابوسفیان کے ظلم سے مسلمانوں کو تین
 مرتبہ مکہ سے ہجرت کرنی پڑی اور حضرت عمرؓ نہ صاحب قبیلہ تھے نہ کسی قبیلہ کے
 سردار تھے اس اعتبار پر معاویہ کو یہ دعویٰ تھا کہ بہ نسبت حضرت عمرؓ کے حقدار
 خلافت میں تھا کیونکہ جب خلافت خاندان رسول اللہ سے منتقل ہو کر غیر خاندانوں میں
 پہنچی تو ان سب میں زیادہ حقدار بوجہ ہونے سردار زادہ کے معاویہ اپنے کو سمجھتا
 تھا۔ یہی سبب ہے کہ عبد اللہ ابن عمرؓ و فدا ران حضرت عمرؓ امیر معاویہ سے دہتے تھے اور
 جو کچھ امیر معاویہ نے خاندان رسالت کے ساتھ کیا وہ پوشیدہ نہیں ہے تاہم وہ رضی اللہ
 عنہ کہے جاتے ہیں اور ان کے اعمال داخل خطا و اجتہاد سے کہے جاتے ہیں اگر شل
 شیعوں کے اہل سنت امیر معاویہ کے ساتھ مخالفت شروع کرتے تو پھر کوئی ساز پوشیدہ
 نہ رہتا۔ اور یہی اُمیہ غصب خلافت کے معاملہ کو ایسا ثابت کرتے کہ جواب نہ بن پڑتا
 ایک مختصر سا شکوہ قتل حسین ابن علیؓ کا عبد اللہ ابن عمرؓ نے زید کو لکھا تھا جیسے جواب
 میں قتل حسین اور قتل علیؓ علیہ السلام کا الزام پورے طور پر حضرت عمرؓ کے ذمہ زید نے
 عاید کر دیا۔ اسی قسم کے صحیح الزاموں سے محفوظ رہنے کے واسطے عبد اللہ ابن عمرؓ
 ہمیشہ زید کی غیر خواہی اور طرفداری میں رہتے تھے اور زید کی دوستی کا دم بھرتے
 تھے جسکا ثبوت واقعہ مندرجہ ذیل سے بھی ہوگا۔

قطلائی جلد و ہفتم صفحہ ۱۶۲۔ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَمَّا خَلَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ بَنِي زَيْدِ بْنِ
 مَعَاوِيَةَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَمَّا مَاتَ مَعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى زَيْدِ بْنِ بَيْعَةَ وَكَاتَبَ
 السَّبَبَ فِي خَلْعِهِ مَا ذَكَرَهُ الطَّبْرِيُّ أَنَّ زَيْدَ بْنَ مَعَاوِيَةَ كَانَ أَمَرَ
 عَلَى الْمَدِينَةِ ابْنُ عُمَرَ عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ ابْنِ سَفِيَّانَ

ثَمَّ أُنْزِلَ إِلَيْكَ يَا مُحَمَّدٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ
 الْمَلِكِيُّ وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي حَرْفٍ وَالْمَخْزُومِيُّ فِي آخِرِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُمَا
 فَزَجَعُوا فَأَظْهَرُوا عَيْتَهُ وَنَسَبَهُ إِلَى شَرْبِ الْخَمْرِ وَخَسِرَ ذَلِكَ شَمًّا
 ثُمَّ أَطْلَى عَمَّارٌ فَأَخْرَجُوهُ وَخَلَعُوا يَزِيدَ فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ جَمْعُ ابْنِ حَرْفٍ
 حَشَمَهُ وَوَلَدَ فَقَالَ لَهُمْ إِنْ سَمِعْتُمُ النَّبِيَّ يَقُولُ يَنْصَبُ
 لِي حَكْمًا عَادِيًّا لِعَوَائِدِ الْقِيَامَةِ وَأَنَا قَدْ بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ يَزِيدَ ابْنِ
 مَعْلُوكةٍ عَلَى بَيْعِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ عُنْدَ مَرَأٍ أَعْظَمَ مِنْ
 أَنْ يَبَايِعَ رَجُلًا عَلَى بَيْعِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يَنْصَبُ لَهُ الْقِتَالَ
 وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ مِنْكُمْ خَلْعًا وَلَا بَايِعَ فِي هَذَا أَمْرٍ كَأَنْتَ الْفَيْصَلُ
 بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَفِيهِ دُخُولُ طَاعَةِ الْأَمَامِ الَّذِي الْفَقْدُ شَأْنٌ
 لَهُ الْبَيْعَةُ وَالْمَنْعَةُ مِنَ الْخُرْقِ عَلَيْهِ وَلَوْ جَاءَ مَنْ وَانِيهِ لَا يَنْخَلَعُ بِالْفِسْقِ
 جب معاویہ فوت ہوا تو عبد اللہ بن عمر نے لکھا یہ یہ کو دور سے بیعت اپنے اوپر
 مدینہ نے خلع بیعت کی زید سے اور سبب اسکا یہ ہوا کہ زید نے سردار کیا مدینہ میں عمار بن
 محمد بن ابی سفیان اپنے چچا زاد بھائی کو اور عبد اللہ بن عباس املاکہ و عبد اللہ بن ابی
 عمر و المخزومی نے زید کی غیبت کی اور فتنی اور کاشل شرب خمر وغیرہ ظاہر کیا اور جب
 عبد اللہ بن عمر نے یہ ماجرا سنا جمع کیا خلق کثیر کو اور کہا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ
 کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر روز قیامت ہر غادر کے علم نصب کیا جاوے گا اور ہر
 میں نے بیعت کی ہے دست زید پر اور یہ بیعت مقبول خدا و رسول ہے اور نہشت
 ہمارے کوئی امر عظیم نہیں ہے کہ کوئی شخص خدا و رسول کے حکم پر بیعت کر کے مخرج
 ہو جاوے اور کوئی سبب خلع بیعت کا نہیں پاتا ہوں میں اور وہ سبب ہے اطاعت
 امام کی کہ جب اجماع ہو چکا اور سبب فتن کے خلع بیعت جائز نہیں۔

چونکہ عبد اللہ ابن عمر خلیفہ زاد سے اور مذہب اہل سنت کے مجتہد اعظم ہیں اور انھوں نے
 یزید کا امام برحق اور خلیفہ رسول ہونا تسلیم کر کے اہل مدینہ کو خلع بیعت سے روکا۔ اور
 حسین ابن علی نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے اپنی شہادت قبول کی۔ جس سے
 پھر باتین ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ عبد اللہ ابن عمر یزید کے با وفادار دست اور
 مقتصد صادق تھے کیونکہ بیعت کی غرض اصلی یہ ہے کہ خلعت جب اجماع کر کے کسی شخص کو
 اپنا امام یعنی پیشوا سے دین بناتی ہے تو اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر اقرار کرتی ہے کہ میں تمہارا
 محکوم اور فرمانبردار ہوں آج سے جو حکم دو گے بجالاؤں گے۔ اور صدق دل سے تمہاری
 رہنمائی اور رہایت دینی میں اطاعت کریں گے۔ رسول اللہ کے ہاتھ پر جو بیعت وضوان
 ہوئی اس کا بھی یہی مطلب تھا خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر جو بیعت ہوئی اس کا بھی یہی مطلب
 تھا میں نہیں جانتا کہ اہل سنت خلفائے ثلاثہ کو کس اعتبار پر خلفاء قرار دیتے ہیں اور یزید
 کو سلطان کیونکہ جطیح امت نے اجماع کر کے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور سیطح امت نے
 اجماع کر کے یزید کو خلیفہ بنایا اور جطیح دست ابوبکر پر بیعت کی اور سیطح دست عمار
 و یزید پر بیعت کی۔ بیعت ہوا کرتی ہے خلیفہ رسول اور پیشوا سے دین کے ہاتھ پر نہ پادشاہ
 دنیا کے ہاتھ پر چنانچہ امت اتنی بیعت کرتی ہے اپنے اور پیشوایان دین کی جگہ
 مرید ہوتے ہیں مگر سلطان وقت کی کوئی بیعت نہیں کرتا۔ جیسا کہ سلطان عبدالحمید خان
 و عبدالعزیز خان وغیرہ سلاطین اسلام بول کی کبھی کسی مسلمان نے بیعت نہیں کی۔ لہذا
 میرے نزدیک اور دنیا کے کل انصاف پسندوں کے نزدیک کوئی فرق نہیں خلافت
 حضرت ابوبکر و عثمان و معاویہ و یزید میں اور جو حدیث اہل سنت رسول اللہ سے
 بیان کرتے ہیں کہ خلافت تین برس رہی بعدہ سلطنت ہو جاوے گی اول تو یہ حدیث
 مصنوعی ہے کیونکہ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری میں حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور جلدی الثانی
 ۱۲ھ ہجری میں فوت ہوئے اور حضرت عمر خلیفہ ہوئے اور ۲۳ھ ہجری

میں فوت ہوئے اور ان کے بعد حضرت عثمان خلیفہ ہوئے اور ۱۲۔ ذوالحجہ ۳۰ ہجری میں فوت ہوئے پس دو برس میں ماہ آٹھ یوم تو حضرت ابو بکر نے خلافت کی اور دس برس سات ماہ حضرت عمر نے خلافت کی اور گیارہ برس گیارہ ماہ تیرہ یوم حضرت عثمان نے خلافت کی پس ربیع الاول ۳۵ ہجری زمانہ شروع خلافت حضرت ابو بکر سے تا تاریخ ۱۱۔ ذوالحجہ ۳۵ ہجری یوم وفات حضرت عثمان تک چوبیس برس نو ماہ چودہ یوم ہوتے ہیں اور خلافت میں شریک رکھی گئی ہے حکومت فی الانس اور اجماع امت مو علی علیہ السلام کی خلافت پر امت نے اجماع نہیں کیا بلکہ امت منتشر ہو گئی اگر علی علیہ السلام کی خلافت مجمع مسمی باویکی تو عبد اللہ ابن عمر وغیرہ عائد مدینہ کے جو معتزلہ ہو گئے اور بیعت علی سے انکار کیا اور معاویہ اور شکر معاویہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ خلیفہ وقت بیعت سے منحرف ہونا مسلمان کا کام نہیں ہے اور اگر عبد اللہ ابن عمر و معاویہ و شکر معاویہ مسلمان سمجھے جائیں گے تو علی علیہ السلام خلیفہ نہیں قرار پاسکتے کیونکہ وراثت سے زائد مسلمانوں نے ان کی بیعت نہیں کی اور ان کی خلافت کو قبول نہیں کیا اور روزِ فنا اگر جبراً تہراً تک بندی کیواسطے زمانہ خلافت حضرت علی علیہ السلام بھی شمار کر لیا جاوے تو ۱۱ ذوالحجہ ۳۵ ہجری یوم وفات حضرت عثمان سے ۲۱۔ رمضان ۳۵ ہجری یوم شہادت حضرت علی علیہ السلام تک چار سال نو ماہ چھ یوم ہوئے تو تاریخ ۱۱۔ ذوالحجہ ۳۵ ہجری شروع خلافت حضرت ابو بکر سے تا ۲۱۔ رمضان ۳۵ ہجری یوم شہادت حضرت علی علیہ السلام تک اونتیس برس چھ ماہ بیس یوم ہوتے ہیں پھر بھی تیس برس پورے نہیں ہوتے اسلئے حدیث مذکور کم فہم لوگون نے تصنیف کی ہے۔ دوسرے آثار اس حدیث کی کوئی اصلیت ہوتی تو عبد اللہ ابن عمر جو اہل سنت ہیں ایک مہاجر عالم اور مجتہد ہیں یزید کو امام برحق و خلیفہ رسول قبول کر کے بیعت نہ کرتے۔ تیسرے انصار اور مہاجر اور تابعین وغیرہ بڑے بڑے زبردست مسلمان جو

نہوں نے امام حسن علیہ السلام کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور زید کو معاویہ و پسران مروان کو خلفاء راشدین قبول کیا ہے۔

۱۔ نخل شہرستانی صفحہ ۱۰۰۔ وَمَنْ قَالَ بِاتِّفَاقٍ وَالْاِخْتِيَارِ فَقَالَ بِإِسْمَاءِ
مَدْرُوبَةٍ وَأَوَّلَادِهِ وَبَعْدَهُمْ بِجَلْدَةٍ مِّنْ وَأَوَّلَادِهِ الْمَدْرُوبَةِ عَبْدِ الْكَرِيمِ شَرَفِي
نہے کہ سب نے بالاتفاق بحالت خود مختاری معاویہ کا اور زید کا امام پرستی ہونا
و۔ اوسکے بعد مروان و عبد الملک، زید و سلیمان و ہشام و اولاد مروان کا خلیفہ
پرستی ہونا قبول کیا ہے۔

۲۔ حق محرقہ ابن حجر مکی۔ وَلَا يَجُوزُ لِعَنْ يَزِيدٍ وَلَا لِكُفَيْهِ فَإِنَّهُ مِّنْ جَلْدَةٍ
أَمْرٍ مِّنْ وَأَمْرٍ أَمْرٍ لِّمَشِيَّةِ اللَّهِ تَقَالِي۔ ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ
یہ پرستی کرنا جائز نہیں نہ زید کو نہ کافر کہنا جائز ہے کیونکہ زید مومنین میں سے
تھا اور خدا کی مرضی میں تھی کہ حسین حکم زید قتل ہوں اس میں زید کا کوئی قصور نہیں
شیخ فقیر اکبر صفحہ ۱۰۰۔ قَالَ بَعْضُهُمْ أَلْهَقَ اللَّعْنُ عَلَيْهِ أَمْرٌ عَلَى الْيَزِيدِ
مَلَايَهُ كَفَرٌ حِينَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَلَا يَخْفَى نَافِي تَقْلِهِ حَيْثُ أَنَّهُمْ
فِي قَائِلِهِ نَمَّ تَعْلِيلُهُ بِحُتَابِ إِلَى اثْبَاتِ أَمْرِهِ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ أَوْ لَا
ثُمَّ تَرْتَبُ كَفَرُهُ عَلَيْهِ ثَانِيًا وَكَلَامُهَُا مَمْنُوعٌ فَقَدْ قَالَ حُجَّةُ
الْإِسْلَامِ فِي الْأَخْيَارِ فَأَنْقِيلَ هَلْ يَجُوزُ لِعَنْ يَزِيدٍ لَكُونِهِ قَاتِلِ
الْحُسَيْنِ أَوْ أَمْرِهِ بِفَضْلٍ عَنْ لَعْنِهِ وَلَا نَهْ لَا يَجُوزُ لِنِسْبَةِ مُسْلِمٍ إِلَى كِبِيرِهِ مِنْ عَيْنِ
ملا علی قاری کہتے ہیں کہ جرم قتل امام حسین علیہ السلام بہ نسبت زید کے ثابت نہیں
اور بغیر تحقیق کسی مسلم کو بوسے کبیرہ غصب کرنا جائز نہیں اسلئے زید پر لعنت کرنا
اور اوسکو مشتم بہ کفر کرنا منع ہے اور حجت الاسلام امام غزالی نے بھی ایسا و العلوم میں
بی لکھا ہے۔

یہ چند ثبوت بطور نمونہ لکھ دئے ورنہ علماء معتبرین اہل سنت بالاتفاق معاویہ و زید
 ابن معاویہ کو امام برحق و خلیفہ رسول اللہ قبول کرتے ہیں۔ بعض علماء نے مثل
 سعد الدین نقض زالی کے اختلاف کیا ہے۔ اور اس اختلاف کا سبب یہ ہے
 کہ جہلا رکئی تالیف قلوب کے واسطے یہ اختلاف کیا گیا ہے اور اسی تالیف قلوب
 کے واسطے حدیثین بنیائی گئی ہیں کہ خلفاء ثلاثہ راشدین میں داخل ہیں اور معاویہ
 اور زید کا شمار سلاطین میں ہے اور سلاطین سے ہمیشہ خطا رہتی ہے۔ اگر
 اس قسم کا تالیف قلوب نہ کیا جاتا اور حدیثین نہ بنائی جاتیں تو ہر خاص و عام باوجود
 بلند بچارنے لگتے کہ حسین علیہ السلام کے قتل کے بانی مبانی حضرت عمر ہیں۔ لیکن
 متقدمین نے صاف صاف اقرار کیا ہے۔ اب میں تفریق مذہبی کا واقعہ لکھ کر اس
 بحث کو ختم کرتا ہوں۔ میں لکھ چکا ہوں کہ جو لوگ شریک معاویہ ہو کر بوجہ دشمنی
 حضرت علی علیہ السلام سے لڑے اور کانا نام ناصبی مشہور ہوا اور نسبت میں بھی لفظ بھی
 کے معنی دشمنان علی لکھے ہیں۔ اس کے بعد ہجری میں خلافت امام حسن علیہ السلام کے
 بعد جب کل اصحاب و انصار نے دست معاویہ پر بیعت کر لی اور خلافت معاویہ مستقل
 مقرر ہو گئی تو اس سنہ کا نام سنہ جماعت رکھا گیا۔ اور فرقہ معتزلہ کے لوگ بھی جمعیہ
 نے حضرت علی علیہ السلام سے بیعت کی تھی امیر معاویہ کی اطاعت میں داخل ہو کر فرقہ
 نواصب میں داخل ہو گئے اور خارجی بھی اسی فرقہ نواصب میں شامل ہو گئے
 شیعیان علی تبقیہ شامل ہوئے تبیح غیر ششم میں اسکی توضیح ہوگی۔ معاویہ نے خلافت
 سے اطمینان حاصل کر کے علانیہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اطہار و دشمنی کرنا شروع
 کیا اور حکم عام دید یا کہ شیعیان علی قتل کیے جاویں اور ہر نماز جمعہ کے خطبہ میں حضرت
 علی علیہ السلام پر برا کیا جاوے تبیح غیر ششم میں اس تہرے کا وجود ظاہر کیا جاوگا
 اب کل اصحاب و انصار و تابعین وغیرہ جو زمانہ معاویہ میں دست بیع ہو چکے تھے فرقہ

نواصب کے ساتھ شریک تبری ہو گئے۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بنی سلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ اور مختار ثقفی تاملان حسین سے معاوضہ لینے پر تیار ہوا اور عائدت الملوکی شروع ہو گئی۔ اہل مکہ و مدینہ جو دست یزید پر بیعت کر چکے تھے اور خلافت یزید کو قبول کیے ہوئے تھے۔ اور نماز جمعہ کے خطبہ میں فترہ نواصب کے ساتھ شریک تبری ہوتے تھے مضطر اور پریشان ہوئے اور اپنے کو اس الزام سے بچانے کے واسطے کہ ہم بھی نواصب کے ساتھ تاملان حسین و دشمنان خاندان بیات میں شریک نہ سمجھے جاویں اور مختار ثقفی ہم پر بھی فوج کشی کرے عبداللہ ابن زبیر کی جانب رجوع ہوئے اور ان کو اپنا خلیفہ سوچہ سے بنایا کہ وہ تو اسی تھے حضرت ابوبکرؓ کے اور ہمیشہ زاویے تھے حضرت عائشہ کے تاکہ عام مسلمان بوجہ محبت ابوبکرؓ حضرت عائشہ ہمارے ساتھ رعایت کریں۔ اور ہم الزام قاتل شہداء و کربلاء و دشمنی آل رسول سے محفوظ ہو جاویں زبیر نے اس حالت سے مطلع ہو کر مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار فوج کی بیعت سے واسطے تاخت و تاراج مدینہ منورہ کے بھیجا تین دن تک اہل مدینہ کو اس فوج نے قتل کیا اور لوٹا اور حور تین اونکی اہل لشکر پر مباح کر دیں اور مسجد نبویؐ کو خنس کیا۔ سات سو صحابی اور بیش ہزار اہل مدینہ قتل ہوئے اور کونٹے کتبہ بنو مضر کو ننگسار کیا اور عبداللہ ابن زبیر کو خانہ کعبہ میں قتل کیا اور حرمت خانہ کعبہ بوجہ عبداللہ ابن زبیر برباد ہوئی۔

اس مقام پر یہ بات ضرور تحریر کے قابل ہے کہ اہل مدینہ نے بوجہ محبت زبیرؓ اعانت حسین سے چشم پوشی کی تو بھی نہ بچے اور زبیرؓ ہی کی فوج نے انکو بھی قتل کیا اگر اعانت حسین پر تیار ہو جاتے تو دین اور دنیا دونوں میں سرخ رہتے۔

طبع دنیا کا انجام یہی ہوتا ہے کہ دنیا بھی نہیں ملتی اور دین بھی برباد ہو جاتا ہے امیر معاویہ کے حکم سے جو رسم تبرا علی و اولاد علی علیہ السلام پر ہر نماز جمعہ کے خطبہ میں

جاری ہوئے یہ رسم السنہ ہجری سے تاسنہ ۱۰۰۰ھ اٹھادن برس کامل برابر جاری رہی سنہ ۹۹۰ھ ہجری
 میں عمر ابن عبد العزیز نے اس رسم کو موقوف کیا۔ میں اسکی توضیح تبیغ ششم میں
 کروں گا۔ مگر تائیداً۔ ایک اردو کتاب سیرۃ النعمان کے صفحہ ۲۶ سے مندرجہ ذیل
 عبارت نقل کئے دیتا ہوں یہ کتاب ایک متعصب سنی حنفی المذہب جناب مولانا
 شبلی صاحب پروفیسر عربی کالج علی گڑھ کی تصنیف ہے جنکو شمس العلماء کا خطاب
 گورنمنٹ سے ملا ہے۔

سیرۃ النعمان صفحہ ۲۶۔ سنہ ہجری میں عمر ابن عبد العزیز خلیفہ ہوئے انکی خلافت
 نے دفعتاً حکومت مروانی کا رنگ بدل دیا اور تمام ملک میں عدل و انصاف علم و
 عمل خیر و برکت کی جان تازہ ڈال دی۔ ایک مدت سے حضرت علی پر خطبوت میں جو
 لعن پڑھا جاتا تھا ایک سخت موقوف کر دیا۔ اور علوم مذہبی کے پرے گھر گھر چیل
 گئے فقط دوسری صدی کی ابتداء میں لوگوں کو مذہبی علوم کے مباحثہ کا موقع ملا اور
 سنہ ہجری سے سنہ ہجری تک ناصبی اور معتزلہ اور خارجی بالاتفاق ہر جمہ کے
 خطبہ میں دشمنی علی کا اظہار بذریعہ لعن کرتے رہے اس دوسری صدی کی ابتداء
 میں بھی اومضین مسلمانوں کو علوم مذہبی کے ذکر و ذکر کا موقع ملا جو ناصبی یا معتزلہ یا
 خارجی تھے اور خلفائے ثلاثہ کے معتقد صادق تھے شیعوں کو اس زمانہ میں بھی علوم
 مذہبی کے ذکر کی آزادی حاصل نہیں ہوئی۔ فرقہ فاضل و خواجہ و معتزلہ کو جو
 سنہ ہجری میں مذہبی آزادی حاصل ہوئی تو کچھ لوگ نو بدستور مذہب معتزلہ
 کے مطیع رہے اور اپنے عقائد علانیہ ظاہر کرنے لگے اور کچھ لوگوں نے ابو الحسن
 اشعری کی پیروی اختیار کی اور اپنا مذہب اشعری مشہور کیا اور کچھ لوگوں نے
 ابو المنصور ماتریدی کی پیروی اختیار کی اور باہم مباحثات شروع ہو گئے
 دوسری صدی میں باہم شیخ ابو الحسن اشعری و ابو علی جبائی معتزلہ کے مباحثہ ہوا

جس کا ذکر ملا علی قاری نے شرح فقہ کبیر صفحہ ۸۹ میں تحریر کیا ہے۔ قَالَ الشَّيْخُ
 أَبُو الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيُّ لَا تَشَارِدُ إِلَى عَلِيٍّ ابْنِ جَبَّارٍ مَّا تَقُولُ
 فِي ثَلَاثَةِ أَخَوَاتٍ فَإِنَّ أَحَدَهُنَّ مُطِيعًا وَالْآخِرَ عَاصِيًا وَالثَّالِثَ
 صَغِيرًا فَقَالَ الْأَوَّلُ يَثَابُ بِالْجَنَّةِ وَالثَّانِي يُعَاقِبُ بِالنَّارِ وَ
 الثَّلَاثُ لَا يُعَاقِبُ وَلَا يَثَابُ قَالَ الْأَشْعَرِيُّ فَإِنَّ قَالَ الثَّلَاثُ
 يَا رَبِّ لِمَ أُمِّتَنِي صَغِيرًا وَمَا بَقِيتَنِي إِلَّاءَ أَنْ أَلْبِسَ ذَاكَ مِنْ بَيْنِكَ وَ
 أَطِيعُكَ وَأَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ يَقُولُ لِرَبِّ ابْنِي كُنْتُ أَتْلُمُ مِنْكَ
 أَنْتَ لَوْ كُنْتَ لِعَصِيٍّ قَدْ حَلَمْتُ النَّارَ فَإِنَّ الْأَصْلَحَ لَكَ أَنْ
 مَيِّتَ صَغِيرًا قَالَ الْأَشْعَرِيُّ فَإِنَّ قَالَ الثَّانِي يَا رَبِّ لِمَ تُمِيتَنِي
 صَغِيرًا لِئَلَّا أَعْصِيَ فَلَا أَدْخُلُ النَّارَ مَاذَا قَالَ الرَّبُّ فَهَبْتَ
 ابْنَتِي وَتَرَكْتَ الْأَشْعَرِيَّ مَذْهَبَهُ وَأَسْتَعْلَ كُفْرًا مِنْ شَعْبٍ بَاطِلٍ بِجَبَّارٍ
 أَمَّيْتُ لَكَ وَاثْبَاتٌ مَا قَرَدَ بِالسُّنَّةِ وَضَى عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ فَسَمِعُوا أَهْلَ السُّنَّةِ وَابْنَهُ
 تَنَقَّحَ أَبُو حَسَنِ أَشْعَرِيَّ نَاصِيَةً أَوْ شَادَ أَبُو عَلِيٍّ جَبَّارِيَّ مُعْتَزِلَةً سَبْعِينَ سَوَالٍ كَيْفَ كُنْتُمْ
 بِهَذِهِ تَحْمِينِ أَيْكَ أَوْ نَحْنِ مُطِيعٍ أَوْ دُوسَرِي عَاصِيٍ أَوْ نَحْنِ كُفْرًا بِمَنْ يَحْتَجُّ بِهَذَا - بِسْ بِلِي دَخَلُ
 جَنَّتْ بِدُوسَرِي دَخَلُ نَارٍ أَوْ تَقِيرِي نَدَا دَخَلُ نَارٍ هُوَ دَاخِلُ جَنَّتْ هُوَ -
 أَكْرَمِيرِي خَدَا - سَتَ يَدَا عَرَاضُ كَرِي كَيْونَ مَجْهِي صَغِيرِي سَنِي مِي مَوْتِ دِي
 أَرْحِيَاتِ مُتِي تَبِ مِي اِيَانِ لَاتِي أَوْ رَا طَاعَتِ كَرْتِي أَوْ دَاخِلُ جَنَّتْ هُوَتِي - أَبُو عَلِيٍّ
 جَبَّارِي نِي جَوَابُ دِي كَخْدَا فَرَمَانَا كَهْمُ بَهْرَ عَالَمِ هِي اَكْرَمِيرِي سَنِي رِيَاوَهُ هُوَتَا تَوَصِيَّتِ
 كَرْتِي أَوْ رَا وَسُوقَتِ هَمُ دَاخِلُ نَارِ كَرْتِي - بِحَرِ أَشْعَرِي نِي سَوَالِ كَيْلَا كَهْمُ دُوسَرِي اَكْرَمِيرِي
 كَرِي كَهْمُ كَيْونَ نَدَا مَوْتِ دِي كَهْمُ كَنَاهُ نَدَا كَرْتِي بِسْ جَبَّارِي غَضَبِي مِي بَهْرَ كَيْلَا أَوْ -
 اَنَدَا دُوسَرِي هُوَ كَيْلَا لَهْمُ لَوَكُونِ نِي مَذْهَبِ مُعْتَزِلِي كَوَتَرَكِ كَيْلَا - اَوْتَرَكِ أَشْعَرِي كَا

نام سنت و الجماعت رکھا گیا۔

اہل سنت کی معتبرین اور متقدمین عالموں کی تحریرات سے ثابت ہے کہ مذہب سنت جماعت قدیم مذہب نہیں ہے بلکہ دوسری صدی ہجری میں ہجرت کے سوا سو برس بعد خید عالموں کے اتفاق سے یہ مذہب جاری ہوا۔ اس مذہب کو نہ کسی اصحاب رسول نے جاری کیا نہ رسول اللہ کے اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں اس مذہب کا نام نشان قائم تھا۔ اصل اصول اس مذہب کا یہ ہے کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے انسان کچھ نہیں کرتا۔ خدا کی یہی مرضی تھی کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان خلیفہ ہوں اور حضرت علی خلیفہ ہوں وہی ہوا جو خدا نے چاہا اسلئے اطاعت خلفاء ثلاثہ کی امت پر واجب تھی مطابق شیت الہی کے خدا نے چاہا کہ حسین بکلمہ یہ قتل کیے جاویں پس وہ قتل ہوئے اسکا الزام یہ بد اور قاتلان حسین پر کچھ نہیں ہے جو خدا نے چاہا وہ ہوا اسلئے یہ بد امام برحق و خلیفہ رسول و واجب اطاعت تھا اور سردار اور امام تھا کل مسلمانوں کا۔ چنانچہ اسکے ثبوت میں علماء معتبرین اہل سنت کے اقوال اسکے قبل تحریر کیے گئے ہیں پس اصول مذہب اہل سنت کے مطابق بت پرستوں سے بت پرستی زنا کاروں سے زنا کاری شراب خواروں سے شراب خواری سود خواروں سے سود خواری مشرکوں سے شرک چوری و غابازوں سے دغا بازی خو بخواروں سے خو بخواری زندیوں سے حرام کاری ظالموں سے ظلم خدا کرتا ہے انسان اپنے ارادے سے کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ اصول علماء قدیم نے خلفاء وقت کے خوش کرنے اور اذکار کے بزرگوں کی عیب پوشی کیوں سطلے بنظر حصول عزت و دولت و مرتبہ قائم کر کے اس اصول کی پیروی کرنیوالوں کا نام سنت الجماعت رکھا۔ اب مقام غور ہے کہ بر بناء اس اصول کے بت پرست و مشرک و زنا کار و شراب خوار و مسلمان و سود خوار

بزرگ مسلمان ہو گئے اور احکام شریعت قابلِ نظر نہ رہے۔ اس مذہب اہل سنت
جماعت کے ان اصولوں کو دیکھ کر نہ صعب و معتزلہ و اشعری و ماتریدی سب خوش
ہو گئے اور جس روز سے مذہب سنت جماعت جاری ہوا ہے اُس روز سے
شہناں علی جواز نام ناجبی مشہور تھے اور خلی کثرت سے سب مسلمانوں سے
المذہب تھی وہ لوگ سب کے سب شریک مذہب سنت جماعت ہو گئے اور
اُسی روز سے ناجبی کے نام سے پکارنا مسدود ہوا۔ چونکہ فرقہ ناجبی کے لوگ
بہ انتہا تھے اور وہ سب کے سب شامی قبیلہ بنی آریہ کے لوگ تھے اور وہی
آج کے برسرِ حکومت تھے لہذا اُن لوگوں نے بزورِ حکومت اپنا ناجبی نام تبدیل
کر کے اپنے کو سنت الجماعت مشہور کیا۔ اہل بین یہ فرقہ سنت الجماعت کا مجبور
ہو۔ مذہب ناجبی و معتزلہ و اشعری و ماتریدی کا یعنی جن لوگوں نے علی علیہ السلام
ساتھ دشمنی کی اُن کو اور اُن کی اولاد کو قتل کیا یا جن لوگوں نے انحراف کیا علی اور اولاد
سے یا اُن کا کیا بیعت نہ لی ہے۔ یہی سبب ہے کہ فرقہ اہل سنت کے عالموں کی
تائید اور تقریر ہمیشہ علی اور اولاد علی کے مخالف ہوتی ہے۔ مگر جلائے کے تالیف
مذہب کے واسطے یہ ظاہر یہ بھی کہنے لگتے ہیں کہ ہکو علی اور اولاد علی کے ساتھ
محبت ہے اور نادِ اقف لوگ دعو کے میں اس مذہب کو اختیار کئے ہوئے ہیں
چنانچہ اس فرقہ کو صعب کو کہ جواز نام سنت جماعت مشہور ہو گئے جو عداوت
علی اور اولاد علی کے ساتھ ابتدا سے تھی کہ جس عداوت کے سبب علی علیہ السلام
تلوار سے شہید کئے گئے امام حسن علیہ السلام۔ ہر سے شہید کئے گئے امام حسین علیہ السلام
صحرار کر بلا میں شل گو سفند زج کیے گئے۔ وہ عداوت آج تک اہل سنت کو علی
اور اولاد علی اور رفقا علی کے ساتھ چلی جاتی ہے چنانچہ اُسی عداوت کے
سبب مولوی محمد جاگیر خان صاحب شکوہ آبادی نے علی علیہ السلام کی نسبت

ساتھ طور پر لکھ دیا ہے کہ اور اگر نظام ملکی کی مہارت نہ تھی وہ عاصی اور گستاخ
 وہ غلام گواہی دینا لے تھے وہ مشکل کشا نہ تھے جس کا ذکر تیغ نبر چارم میں کیا گیا ہے جناب
 فاطمہ پہلا ام کفر لگایا ہے جس کا ذکر تیغ نبر اول میں کیا گیا ہے اور تیغ ہفتم میں توضیح ہوگی
 اہانت نسل حضرت عثمان کے مقابلہ میں اہانت نسل ہمارے شہداء و کربلا کا طعن دیا ہے
 جسکی توضیح اسی تیغ میں کی گئی ہے اور ہر سال اس عداوت کا نمونہ عشرہ محرم کو سارا زمانہ
 دیکھ لیتا ہے۔ کہ عشرہ محرم اللہ ہجری کو شہداء و کربلا جب مثل گوسفندان قربانی ذبح
 ہوئے تو اہل حرم میں بدرجہ غایت اضطراب تھا بیبیون نے سر کے بال کھول دیئے تھے
 اور منہ پر طمانچے مار دی تھیں اور ریگ صحرائے کربلا کو سرون پڑا لتی تھیں اور بے چادری کے
 سبب منہ پر خاک ملتی تھیں اور باواز بلند نالہ و شیون کرتی تھیں اور سرو سنہ
 پٹیتی تھیں۔ اس کے مطابق شیون میں ہر سال دیکھا جاتا ہے کہ مصائب شہداء
 و کربلا کی و مصائب اہل حرم کی یادگاری میں سرو پا بر نہ نالہ و شیون کرتے ہیں
 سرون پر خاک ڈالتے ہیں بی بیان اولی سرون کے بال کھول دیتی ہیں اور فرقہ
 شیعہ کے کل زن و مرد سینہ دسر کو کوٹتے ہیں اور ماتم حسین میں مصروف رہتے
 ہیں اور باواز بلند صدائے گریہ بلند کرتے ہیں اور ماتلان حسین کو برا کہتے ہیں
 اور افسوس کرتے ہیں اپنی زندگی پر اور کہتے ہیں کہ روز عاشورہ ہم نہیں چوئے
 کہ فرزند رسول کے قدموں پر اپنی جان نثار کرتے۔ اور معرقت اہل حرم شہداء و کربلا
 کے غم میں نالہ و شیون کرتے تھے اب معرقت شکر یزید میں قتل حسین کی خوشی تھی
 جبکہ نفتح یزید کی باواز بلند کہتے تھے شادیا نہ بجاتے تھے آپس میں ملتے تھے
 اور مثل عید دو گانہ پڑھتے تھے اور خوشی کرتے تھے۔ یزید اور لشکر یزید کے
 نفتح اور خوشی کی یادگار میں آجنگ اہل سنت بھی عشرہ محرم میں مجنون بن کر
 پیرون میں گھنٹاؤ باندھتے ہیں اور دف و بانسری اونکے ہمراہ بجاتی ہے اور

وہ سال اور سر پرنا چتے جاتے ہیں سال بزرگ چاہے ہر پندرہ پیرین مگر عشرہ محرم کو ہر دن و مرد و مزد و جدید پارچہ زیب تن کرتا ہے ہاتھوں میں ہمدی لگاتے ہیں لکڑی پتہ تلوار لینرم ہلاتے ہوئے کمال خوشی و خوشی کے ساتھ گشت گمان پھر ہیں عہدہ غذائیں کھاتے ہیں اور یوم عید سے بھی زیادہ آسٹگی کے ساتھ میلانے ہیں اور اوسمیں انواع اقسام کے سوانگ شل ہولی کے بناتے ہیں کیسکو شیر بناتے ہیں کیسکو کچھ کب کو کچھ اور یہ سیلا عشرہ محرم کو اسی میلہ کی نقل ہوتا ہے جیسا کہ کوفہ و شام میں شہر آراستہ کیا گیا تھا۔ اور اہل محرم کمال بے حسنی کے ساتھ سر برہنہ اور شہروں میں پھراے گئے تھے پس جو سامان خوشی کے عشرہ محرم کو فوج یزید میں تھے اور جو سامان خوشی کے کوفہ و شام میں کیے گئے تھے وہی سامان خوشی کے ہر عشرہ محرم میں تمام زمانہ فرقہ اہل سنت میں دیکھتا ہے۔ ہوائنگ کہ عشرہ محرم کو بعض اہل سنت ناچ بھی دیکھتے ہیں۔ اور عاشورہ محرم کے میلے میں بڑے تنک اور اختتام کے ساتھ عہدہ عہدہ لباس پنکر نکلتے ہیں کوٹھون اور برآمدوں پر بیٹھ کر تماشا دیکھتے ہیں۔ رنڈیان قریب ہوتی ہیں اونسے تمقما اور مذاق بھی ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ سارے کام جہلاء اہل سنت دشمنان خاندان رسالت کے مکانے سے کرتے ہیں۔ دشمنان خاندان رسالت صاف طور پر کو اس بات کو کہہ میں سکتے کہ عشرہ محرم کو یزید نے فتح پائی ہے جو خلیفہ وقت تھا اوکلی فتحیابی کے شکر یہ میں خوشی کرنا چاہیے بلکہ طح بطح کے بہانہ ظاہر کر کے مصروف باد اسے سنت یزید ہوتے ہیں۔ یہ تو اہل سنت کے افعال اس وقت تک سارا زمانہ دیکھ رہا ہے پس ان سب واقعات سے کہ جکا ذکر اس تیقہ میں کیا گیا چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ قتل امام حسین علیہ السلام کا واقعہ بعض قتل حضرت عثمان کے ہوا اور علی اور اسولاد علی کے ساتھ جو قبیلہ بنی امیہ و طرفداران حضرت عثمان کو دشمنی

پہلا جو کوئی اور سنا بہت بڑا سبب قتل عثمان ہے اور اسی دشمنی کے سبب قبیلہ بنی امیہ
 و طرند اسان حضرت عثمان از نام ناجبی مشہور ہوئے۔ پس جو لوگ حضرت عثمان کے
 دوست ہیں اور حضرت عثمان کو خلیفہ برحق قبول کرتے ہیں وہی لوگ ناجبی اور
 مخالفان رسالت کے دشمن سمجھے جاوینگے اور حضرت عثمان کے معتقد صادق اور دوست
 و اتق اور خلافت حضرت عثمان کے برحق جاننے والے اہل سنت ہیں نہ شیعہ اسلئے
 اہل سنت کے ناجبی ہونے میں اور نام ناجبی تبدیل کر کے ہجرت آنحضرت کے سوا
 برس کے بعد اپنا نام سنت الجماعت رکھ لینے سے یہ فرقہ سنت الجماعت کا دشمنی آل
 رسول سے بری نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ دشمنان آل رسول سے نفرت ظاہر نہ کرے
 اور دشمنان آل رسول وہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے قتل حضرت عثمان کے معاوضہ میں
 فرزند رسول کو ذبح کیا اسلئے ہر زمانہ میں مقتدان و دوستان حضرت عثمان و دشمنان
 آل رسول کے ہمدرد اور معاون سمجھے جاوینگے نہ محب آل رسول۔ دوسرے مذہب
 اہل سنت ہجرت آنحضرت کے سوا سوا برس کے بعد جاری ہوا ہے جسکا ثبوت اہل سنت
 کی معتبر کتابوں سے لکھ چکا ہوں اور جسکا انکار کوئی عالم نہیں کر سکتا۔ اور نام ناجبی تبدیل
 کر کے سنت الجماعت نام محض بھلائی کی الیف قلوب کے واسطے عقلا و بنی امیہ و طرند
 بنی امیہ نے بغیر استحکام سلطنت و بقا حکومت کے رکھ لیا۔ کیونکہ شہادت امام حسین علیہ السلام
 نے غیر قوموں میں اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ اور یہ اضطراب زوال سلطنت کا باعث
 تھا لہذا استحکام سلطنت اور بقا حکومت کی نظر سے عمر ابن عبدالعزیز نے ۹۹ ہجری
 میں علی علیہ السلام پر تبرا کرنا بند کیا اور رفتہ رفتہ کچھ مدت کے بعد نام ناجبی تبدیل کر کے
 سنت الجماعت نام رکھ لیا۔

اب میں اصل حقیقت مذہب شیعہ کی ظاہر کرتا ہوں۔ شیعہ نام ہے اُس گروہ کا جو علی علیہ السلام
 کا رفیق اور مددگار اور مطیع اور فرمانبردار ہمیشہ سے رہا جنکا ذکر پروردگار عالم نے

تفسیر نمبر ۱۹۵

قرآن مجید میں کیا ہے۔ قوله تعالى - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
 لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سُرُوْسَهُمْ وَلَنُؤْتِيَنَّهُمْ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا عَمِلُوْا ۚ وَكَانَ
 عِبَارَتِ اَنْ هَلْ هَلَاكُ لَكُمْ لَمَّا نَزَّلْتُ قَالَ صَلَاحُكُمْ لَاحِلٌ هُوَ اَنْتَ وَشِيعَتُكَ
 قَالِيْ يٰ اَيُّهَا الْقِيَمَةُ اَنْتَ وَ شِيعَتُكَ مَرَّاضِيْنَ مِّنْ مُّبِيتِيْنَ وَيَا نِي
 عُدُوْلَكَ عَضَا بِاَقْمَحِيْنَ فَقَالَ مَن عُدُوِّي قَالَ
 مَن تَبِعَنِيْ اَمِنْتُكَ وَ لَعَنْتُكَ ۔ بعد نازل ہوئے آیہ مذکورہ کے فرمایا
 جناب رسول خدا صلعم نے علی علیہ السلام سے کہ اس آیہ سے مراد تم اور تمھارے
 شیعوہ ہیں۔ شیعوہ تمھارے بروز قیامت سرور آؤ تینگے۔ اور دشمن تمھارے غصہ
 و درونا کہ آؤ تینگے۔ اور دشمن تمھارے وہ ہیں جو پیرو تیرا و لعنت کریں۔
 جناب رسول خدا صلعم کے اس ارشاد سے تو ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کا وجود زمانہ رسول خدا
 صلعم سے ہے۔ اور مولوی محمد جبار خان صاحب نے بھی اظہار الہدیٰ کے صفحہ ۱۰۱ میں
 اقرار کیا ہے کہ زمانہ علی علیہ السلام میں فرقہ شیعہ موجود تھا۔ مگر فرقہ اہل سنت کا وجود
 مولوی صاحب نے کہیں ثابت نہیں کیا۔

شرح مواقف صفحہ ۶۲۴ - الشَّيْعَةُ اَيُّ الَّذِيْنَ شَاعِبُوْا عَلِيًّا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
 بِالْحَقِّ اَمَّا جَلِيًّا وَ اَمَّا خَفِيًّا وَ اَعْتَقِدُوْا اَنَّ الْاِمَامَةَ لَا تَخْرُجُ عَنْهُ
 وَ عَنْ اَوْلَادِهِ ۔ وَ اِنْ خَرَجَتْ فَاَمَّا بِمُظْلِمٍ يَكُوْنُ مِنْ غَيْرِهِ ۔ وَ اَمَّا
 بِنَفِيَّةٍ مِنْهُ اَوْ مِنْ اَوْلَادِهِ ۔ شیعہ وہ فرقہ ہے جسے وفات رسول خدا کے بعد
 اطاعت اور پیروی کی علی کی اور قائل ہوئے امامت علی کے خواہ بظاہر خواہ بہ تنہیہ
 اور وفات رسول خدا صلعم کے بعد بجز علی اور اولاد علی کے کسی دوسرے کی خلافت و امامت
 کو قبول نہیں کیا۔

شرح مواقف صفحہ ۶۲۹ - وَ كَانَتْ الْاِمَامِيَّةُ اَقْلًا عَلٰی مَنْ هَبَ اَمْتًا هَسْمًا

عَنْ ثَمَادٍ بِمَوْلَى جَدِّهِ الرَّحْمَانِ فَاتَّخَذْتُمْ اُسْتَفَرَقَ شُعْبَةَ اَمَامِيَّةِ اَوَّلِ اَوْ بَرِذَنْبِ اَسْتَفَرَقَ
 اَمَامِيَّةِ عَلِيٍّ وَاَوَّلَادِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ
 جَامِعِ الْاَصُولِ ابْنِ اَشِيرٍ - مِنَ الْمَجْدِ وَتَيْنِ لِمَذْهَبِ اَكَا مِثَرَةٍ عَلِيٍّ رَأْسِ الْمَكَائِيَةِ
 الثَّانِيَةِ بَعْدَ مَا ذَكَرْنَا أَنَّ سَيِّدَنَا مَا مَنَا اَنَا اَنْحَسِبُ عَلِيٍّ نَبِيٍّ مَوْحِيٍّ
 الرِّضَا سَلَّمَ هَلَّا لِي عَلَيْهِ عَلِيٍّ اَبَائِهِ الطَّاهِرِينَ هُوَ الْمَجْدُ دَلِيلُ الرِّضَا
 عَلِيٍّ رَأْسِ الْمَكَائِيَةِ الثَّانِيَةِ هُوَ - مَذْهَبِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ
 دِينِ يَمِينِ مَذْهَبِ شُعْبَةِ مِينِ بُو حَبِطَ ظَلَمِ بَنِي اَمِيَّةِ وَبَنِي عَبَّاسِ لَقِيَهُ كَيْفَ سَبَبِ جَوَ كَيْفَ اَخْتِلَافِ وَاقِعِ
 هُوَ اَتَّحَا اَوْ سَلَّمَ وَوَسْرِي صَدِي بَحْرِي مِينِ اَمَامِ رِضَا عَلِيٍّ سَلَّمَ نَعْمَ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ
 بِه مَذْهَبِ شُعْبَةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ
 تَا اَنِيْدَمِ اَوْ سَلَّمَ وَوَسْرِي صَدِي بَحْرِي مِينِ اَمَامِ رِضَا عَلِيٍّ سَلَّمَ نَعْمَ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ

بِحُجَّتِهِ اَوْ سَلَّمَ وَوَسْرِي صَدِي بَحْرِي مِينِ اَمَامِ رِضَا عَلِيٍّ سَلَّمَ نَعْمَ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ
 قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اَمَّتِي سَبْعُونَ اَلْفًا بَغِيْرِ حِسَابٍ فَقَالَ عَلِيٌّ
 مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ هُمْ شِيعَتُكَ وَانْتَ اِمَامُهُمْ فَرَمَا بِاَنْحَسِبُ
 رَسُوْلُ خُدَا صَلَّمَ نَعْمَ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ
 بِوَجْهٍ اَعْلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَعْمَ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ
 فَرَمَا بِاَنْحَسِبُ رَسُوْلُ خُدَا صَلَّمَ نَعْمَ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ دِرَاثُ كَذَرِ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ

اَمَامِ مَسَادِي كِتَابِ كُنُوْزِ الْخَلَائِقِ فِي حَدِيْثِ خَيْرِ الْخَلَائِقِ مِينِ مَسَادِي بَعْدِ زَيْلِ حَدِيْثِ نَقْلِ كَيْفَ
 يَا عَلِيُّ اَنْتَ وَشِيعَتُكَ تَرُدُّوْنَ اَلْحَوْضَ - فَرَمَا بِاَنْحَسِبُ رَسُوْلُ خُدَا صَلَّمَ نَعْمَ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ
 تَمَّ اَوْ رَتَّحَارَ سَعِيَّةٍ وَارِدِ هُوَنُ كَيْفَ حَوْضِ كَوْثَرٍ بِه -

اَيْضًا - عَلِيٌّ وَشِيعَتُهُ الْفَائِزُ فَاَنْ يُوْا الْقِيَمَةَ فَرَمَا بِاَنْحَسِبُ رَسُوْلُ خُدَا صَلَّمَ نَعْمَ اَمَامِيَّةِ كَيْفَ تَحْتَجُّ بِزَمَانِهِ
 اَوْ كَيْفَ قِيَامَتِ مِينِ نَجَاتِ پَاوَنِيَكِي -

اہل سنت کے سب سے بڑے دشمن اور سوزخین کی تحریرات مذکورہ بالا سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ فرقہ شیعہ کا وجود زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھا۔ اگر فرقہ شیعہ زمانہ آنحضرت میں موجود نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد نہ فرماتے کہ یا علی! شتر ہزار تمھارے شیعہ بغیر حساب داخل جنت ہونگے نہ یہ فرماتے کہ یا علی! تم اور تمھارے شیعہ عذاب قیامت سے بری ہیں اور صاحب نجات ہیں۔ نہ یہ فرماتے کہ یا علی! تم اور تمھارے شیعہ وارد ہونگے حوض کوثر پر نہ یہ فرماتے کہ یا علی! جو فرقہ تمھارے شیعہ کا بلا حساب داخل جنت ہوگا اس فرقہ کے امام اپنے پیشوا تم ہو گے۔ نہ یہ فرماتے کہ شیعہ تمھارے بروز قیامت مسرور آؤں گے۔

مولوی محمد جانگیر خاں صاحب نے اپنی کتاب اظہار الہدیٰ کے صفحہ ۱۱۲ میں لکھا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کذیری امت میں تین فرقہ ہونگے اولین بہتر فرقہ دوزخی ہونگے صرف ایک فرقہ خبی ہوگا۔ یہاں تک تو صحیح ہے۔ اور فریقین کو اتفاق ہے۔ لیکن اس قدر مولوی صاحب نے اضافہ کر دیا ہے کہ پوچھا حضار نے کہ یا رسول اللہ وہ کون فرقہ ہے جو ناجی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں اس طریقہ والا فرقہ خبی ہے۔ اس عبارت زیادہ کا شیون کی کتاب میں تو نام و نشان تک نہیں اسلئے یہ عبارت شیون کے مقابلہ میں دلیل نہیں ہو سکتی نہ اہل سنت کی تسلی قلب کی واسطے یہ عبارت کافی ہو سکتی ہے کیونکہ اصحاب کے حالات قابل اطمینان نہیں کہ ان کا طریقہ کوئی مذہب قرار پاوے حضرت ابو بکر کی نسبت تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرمایا ہے کہ نہ معلوم کہ تم بعد میرے دین میں کیا کیا احداث کرو گے اور احداث کئے ہیں نئی بات ایجاد کرنا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ حضرت ابو بکر نے کوئی نئی بات ایجاد نہیں کی اور شیعہ جو نئی باتوں کا ایجاد کرنا بیان کرتے ہیں وہ دشمنی کے سبب تو اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد باطل ہوا جاتا

کہ خود ان کے رسول کو ایسی غلط بات سننے کا لانا بچا رہیے جو ہونیوالی ہوتی۔ علاوہ اسکے
 جو یہ محمد میں پروردگار عالم اصحاب رسول کی شان میں ارشاد فرماتا ہے کہ ان میں
 اکثر ایسے ہیں جو بظاہر مسلمان ہیں مگر دل سے ایمان نہیں لائے اور غور سے دیکھیں کہ رسول اللہ
 جلد فوت ہونے والے ہیں پر فتنہ و فساد برپا کریں اور رسول اللہ فرما چکے ہیں کہ ملائکہ میرے
 اصحاب کو دوزخ میں بھیج کر لے جائیں گے اور سبقت میں کہو گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں ملائکہ
 جواب دیں گے کہ ان لوگوں نے بعد آپ کے دین میں بدعتیں ایجاد کیں آیات قرآنی
 اور احادیث نبوی کی نقل متوقع نمبر چارم میں کی گئی ہے جن کے ملاحظہ سے میری
 تحریر کی صداقت ہوگی پس اصحاب رسول نے تو خود طریقہ رسول اللہ کو بدعتیں جاری
 کر کے اور زمین پر فتنہ و فساد پیدا کر کے خراب کر دیا اور دوزخی ہو گئے تو ایسی بات
 میں اہل سنت نے جو اون دوزخی اصحاب کے طریقہ کو اختیار کیا ہے تو فرقہ اہل سنت
 حسب فقہ اصحاب دوزخی کے دوزخی قرار پاؤں گے ناجی کیونکر قرار پا سکتے ہیں۔ اور
 شیعوں کا ناجی ہونا تو جو جناب رسول خدا صلعم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا
 ہے۔ ہنکا ثبوت خود اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ہوتا ہے جنکی نقل بطور نمونہ میں
 نقل کر چکا ہوں۔ جو بمقابلہ اہل سنت کے دلیل کافی ہے اور اہل سنت اس سے
 انکار نہیں کر سکتے۔ ایسے تین ثبوت کے اعتبار پر مجھ کو اس بات کے کہنے میں کچھ بھی تامل
 نہیں کہ اسلام میں بجز فرقہ شیعہ کے کوئی دوسرا فرقہ ناجی قرار نہیں پاسکتا۔ دوسرے
 مولو یصاحب ممدوح کتاب اطہار الہدیٰ صفحہ ۹۹۔ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیعہ میں
 پیشوایان اہل سنت ہیں یہ بھی غلط ہے علما معتبرین اہل سنت اقرار کرتے ہیں کہ شیعہ
 اوس فرقہ کا نام ہے کہ جنے وفات رسول خدا صلعم کے بعد علی اور اولاد علی علیہ السلام کی
 امامت کو تسلیم کیا اور بجز علی اور اولاد علی کے کسی دوسرے کی امامت کو قبول نہیں کیا
 ان اقراروں کی نقل اسکے قبل بطور نمونہ لکھ دی ہے ورنہ بکثرت اسکے ثبوت موجود ہیں

اور اہل سنت اور پیشوایان اہل سنت نے وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت حضرت
 ابوبکر اور ان کے بعد امامت حضرت عمر اور ان کے بعد امامت حضرت عثمان اور ان کے بعد امامت
 حضرت معاویہ اور ان کے بعد امامت زید یہ کہ تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ منجملہ پیشوایان اہل سنت کے
 بعد اللہ ابن عمر و سعد ابن ابی وقاص بھی ہیں اور ان دونوں صاحبوں نے قتل حضرت
 عثمان کے بعد بھی علی علیہ السلام کی بیعت نہ کی نہ امامت علی علیہ السلام کو قبول کیا اور مستزحل
 ہو گئے۔ اور امام ابو حنیفہ و امام شافعی و امام احمد ابن حنبل و امام مالک جو اصلی پیشوا
 اہل سنت کے ہیں وفات رسول خدا کے بعد امامت حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت
 عثمان و حضرت معاویہ و زید کے قائل ہوئے ہیں ایسے ان لوگوں پر الملاق شیعان
 صاحبین کا ہونہیں سکتا شیعان مخلصین کا اور یحییٰ کو تو پر اطلاق ہو سکتا ہے جو امامت
 حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت معاویہ و زید و ابن معاویہ سے انکار کرے
 اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی و اولاد علی علیہ السلام کو امام برحق جانے اور بجز علی
 و اولاد علی علیہ السلام کے دوسروں کی امامت کو باطل سمجھے تیسرے۔ مولوی صاحب
 ممدوح کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ فرقہ شیعہ ضرور ناجی ہے اس واسطے مولوی صاحب ممدوح
 پیشوایان اہل سنت کو شیعہ مخلصین قرار دیتے ہیں تو برہنہ اس اقرار کے شیعوں کے
 ناجی ہونے میں جائے گفتگو باقی نہ ہے اور جب فرقہ شیعہ ناجی قرار پایا تو فرقہ سنت ناجی
 کے تارک ہونے میں کونسا شبہ باقی رہ گیا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ فرقہ ہائے
 اسلام کے صرف ایک فرقہ کو ناجی تسلیم کیا ہے اور اس فرقہ کا نام حسب اقرار اہل سنت
 ظاہر ہو گیا کہ وہ فرقہ شیعہ کا ہے۔ جواب جتنے فرقہ شیعوں کے مخالف ہیں وہ سب دوزخی
 قرار پائیں گے خواہ وہ سنت رکھتے ہوں یا ناجی ہوں یا خارجی ہوں یا معتزلہ
 ہوں۔ چوتھے جبکہ مولوی صاحب ممدوح کے نزدیک فرقہ شیعوں ناجی ثابت ہو چکا کہ جبکہ
 سب سے وہ فخر یہ پیشوایان اہل سنت کو شیعہ قرار دیتے ہیں تو پھر مولوی صاحب اور

اونکے ہم خیال اور ہم مذہب اپنے کو شیعوہ کہنے میں کیوں شرماتے ہیں اور بعد
 رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم واولاد علی علیہ السلام کے امام برحق ہونیکا اعتقاد اور حضرت
 ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت معاویہ و زید بن معاویہ کی امامت سے
 انکار کیوں نہیں کرتے تاکہ نجات میں کوئی شبہ باقی نہ رہے اور یہ تو غیر ممکن ہے
 کہ امامت حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت معاویہ و زید بن معاویہ
 کا دل سے اقرار بھی کریں اعتقاد بھی رکھیں اور شیعہ بھی بنیں یہ تو اجتماع نقیضین ہے
 جو عقلاً و نقلاً ناجائز ہے۔

پانچویں مولوی محمد جہانگیر خان صاحب نے کتاب اظہار الہدیٰ میں تحریر فرمایا ہے
 کہ شیعہوں کے بہتر فرقہ ہیں اور تفصیل ان بہتر فرقوں کی صفحہ نمبر ۱۱۱ سے شروع کریں
 صفحہ نمبر ۱۱۲ پر ختم کی ہے۔ اور صفحہ ۱۱۳ میں تحریر فرمایا ہے کہ شیعہ و ان فرقہ سنت الہیہ
 کا ہے جو بموجب حدیث جناب رسول خدا صلی علیہ وسلم کے ناجی ہے۔ لیکن مجھ کو مولوی صاحب
 مدد کی اس تحریر پر تعجب آتا ہے کیونکہ انھوں نے فرقہ ہائے ناصبی و خارجی و
 اشعری و معتزلی کو ان تہتر فرقوں میں شمار نہیں کیا۔ اس سے بھی ثابت ہے
 کہ ناصبی و خارجی و اشعری و معتزلی ان چاروں فرقوں نے متفق ہو کر اپنا نام سنبھال
 رکھا ہے اگرچہ چاروں فرقہ سنت الجماعت نہوتے تو مولوی صاحب ان چاروں
 فرقوں کو بھی فرقہ ہائے ناری میں ضرور شمار کرتے اور ناصبی اس فرقہ کا نام ہے
 جو دشمن علی و اولاد علی علیہ السلام کا ہے اور جب یہی فرقہ ناصبی سنت الجماعت
 موسوم ہو گیا تو اس سے ثابت ہوا کہ مولوی صاحب کے نزدیک دشمنان علی و
 دشمنان اولاد علی کا فرقہ ناجی ہے اور مجبان علی و مجبان اولاد علی کے فرقہ ناری
 ہیں اور پروردگار عالم نے جو محبت علی اور اولاد علی کی امت پر واجب کی ہے
 اور پیغمبر نے بالاتفاق احادیث بنوی کے مطابق ظاہر کیا ہے کہ مجبان علی اور

اولاد علی پر آتش و ذبح حرام ہے جیسا کہ نتیجہ نمبر چہارم میں توضیح کی گئی ہے۔ تو ظاہراً مولوی صاحب کے نزدیک خدا نے بھی غلطی کی اور رسول خدا نے بھی غلطی کی اور مفسرین نے بھی غلطی کی کہ دشمنان علی کو جو بقول مولوی صاحب ناجی تھے انکو ناری لکھ دیا اور کہ دیا اور مہمان علی کو جو بقول مولوی صاحب ناری تھے انکو ناجی قرار دیا۔ دوسرے یہ کہ مولوی صاحب نے جو فرقہ ناہبی و خارجی و معتزلہ و اشعری و ماتریدی کو فرقہ واحد سنت اجماعت میں شمار کیا ہے یہ عقلاً بھی جائز ہے کیونکہ سنت اجماعت وہی شخص سمجھا جاتا ہے جو خلفائے ثلاثہ و امیر معاویہ و زید بن ابیہ کی امامت کو پر حق و واجب التسلیم جانتا ہو اور علیؑ اور اولاد علیؑ کو اپنی نصیحت ندے لہذا اس سے بھی ثابت ہے کہ سنت اجماعت نام ہے اوس فرقہ کا کہ جو دشمن علیؑ و اولاد علیؑ علیہ السلام کے ہیں چنانچہ کتاب اطہار الہدیٰ صفحہ ۱۷۴ میں مولوی صاحب مہاراج نے اہل سنت کے ناہبی ہونے کا تعصب ہندو میں اقرار بھی کیا ہے اور عبارت تعصب ہندو ہم کی اسوجہ سے داخل اقبال سمجھی جاتی ہے کہ اوس سے نہ انکار کیا گیا ہے نہ اسکی کوئی تردید کی گئی ہے۔ بلکہ پیروی کی گئی ہے۔ صفحہ ۱۷۴ میں کتاب اطہار الہدیٰ کے حضرت علیؑ علیہ السلام پر طعن کیا ہے کہ علیؑ علیہ السلام تو بڑے مجاہد اور شجاع و غالب علیٰ کل غالب بلکہ منظر العجائب والغرائب تھے جبریل کے پر کاٹنے والے عرش سے بالا جانے والے تخت الہی کی خبر لائے والے۔ ذوالفقار کھنچا کیونکہ تمام شاکیوں کو مار ڈالا جو سارا قصہ کھینچا ہی دور ہو جاتا۔ اور کتاب مذکور کے صفحہ ۱۶۵ میں دوسرا طعن کیا ہے کہ علیؑ علیہ السلام ہی کے زمانہ میں تمام مفادات اور کمروہات پیدا ہوئے اور کیا شہری اور کیا لشکری سب میں بدظنی پھیل گئی بہت سے ملک قبوضہ خلفاء ثلاثہ علیؑ ہاتھ سے دے بیٹھے یہ صفت علیؑ کی ہے۔ اور کتاب مذکور کے صفحہ ۱۷۴ میں لکھا ہے کہ جناب علیؑ سے بڑھ کر کوئی گنہگار نہ ہو گا کیونکہ اوہوں نے اپنی خلافت کے

زمانہ سے لیکر تاقیامت بندگان خدا کو گمراہ رکھا۔ اور صفحہ ۵۲ کتاب مذکور میں لکھا
ہو کہ قول جناب علی و امام صادق کا کہ صرف چار یا چھ اصحاب مومن رہے باقی سب
مرتد ہو گئے محض لغو ٹھہرا۔ اور صفحہ ۵۵ کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ یا علی کہنا
منوع ہے اور صفحہ ۶۶ میں کتاب مذکور کے لکھا ہے کہ جناب فاطمہ نے امرنا حق ہے
اس وجہ اصرار و تکرار کیوں کی اور باوصف حق بجانب ہونے خلیفہ برحق کے
سیدہ نے اپنے سینہ کو کینہ سے کیوں نہ پاک و صاف کیا کیونکہ تین روز سے
زیادہ مسلمان سے کینہ رکھنا کفر ہے۔ اور کتاب مذکور کے صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے
کہ رنجیدہ کرنا جناب فاطمہ کا کفر ہے تو اس الزام سے حضرت علی بھی بری نہیں ہوتے
بلکہ لغو باشد آپ کی جانب اطلاق کفر کا زیادہ ہوتا ہے۔ اور کتاب مذکور کے
صفحہ ۶۶ میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے اپنے شیعوں کو بیجا کر کیوں نہ روک ٹوک
کی اس سے غالب علی کل غالب کی صفت آپ کی ذات پر صادق نہیں آتی پھر یہی
صفحہ میں لکھا ہے کہ علی نے غلط گواہی کیوں دی اور تین قرانی شہادت عثمانی
کی ناقص تھی۔ اور کتاب تذکرۃ الخلفاء کے صفحہ ۳۱۵ میں لکھا ہے کہ حضرت
امام حسین و نیز دیگر ائمہ بھی کسی معرکہ میں نہیں بھیجے گئے تو یہ صاحبان بھی کب مائتہ
کے لائق ہو سکتے ہیں اور کتاب مذکور کے صفحہ ۳۱۶ میں لکھا ہے کہ جو بتان نہایت
خفا ثلاثہ قائم کیے جاتے ہیں وہی بتان بعینہ صاحب زادگان حضرت علی و
نیز فرزندان دیگر ائمہ پر عاید ہوتے ہیں۔ اسی قسم کے بہت سے طعن حضرت
علی علیہ السلام اور اولاد علی علیہ السلام پر کئے ہیں اور الزام لگا کے ہیں۔ یعنی
جو الزام شیعہ خلفا ثلاثہ پر لگاتے ہیں وہی الزام مولوی صاحب نے حضرت عثمان
اور اولاد علی علیہ السلام پر لگا کے ہیں اور یہی علامت دشمنی کی ہے کیونکہ شیعہ
جو الزام خلفا ثلاثہ پر لگاتے ہیں وہ بوجہ دشمنی خلفا ثلاثہ کے لگاتے ہیں نہ بنظر دوستی

اس طرح اس کے جواب میں جو الزام حضرت علی اور اولاد حضرت علی علیہ السلام پر اہل سنت کی جانب سے لگائے جاتے ہیں وہ جی داخل دشمنی سمجھے جاوے گئے نہ داخل محبت رسول الزامی جواب کا اصول عام یہ ہے کہ جو مشکلم کسی اپنے مخاطب کے پیشوا کا کوئی عیب عام کرنا ہے اور وہ عیب درحقیقت اُس پیشوا میں ہوتا ہے تو وہ مخاطب اُس مشکلم کے پیشوا میں بھی اسی عیب کو بتلا دیتا ہے یعنی اُس الزام کو نوٹ دیتا ہے کہ میں عیب تمہارے پیشوا میں بھی ہے اگر حضرت علی علیہ السلام اور اولاد علی علیہ السلام کو اہل سنت اپنا پیشوا اور واجب الطاعت سمجھتے تو ان بزرگوں کو اون عیبوں میں مبتلا نہ بتلاتے جو عیب کے خلفاء ثلاثہ میں بتلائے جاتے ہیں بلکہ خلفاء ثلاثہ پر یہ عیب لگائے گئے تھے اور اسکی تردید اس طرح پر کرتے کہ یا تو ثابت کر دیتے کہ وہ عیب خلفاء ثلاثہ میں نہ تھے یا یہ ثابت کرتے کہ جن افعال کو تم عیب بتلاتے ہو وہ اصل میں عیب نہیں ہیں اور فلاں فلاں اسکے ثبوت ہیں۔ نہ یہ کہ کسی شخص کے تین بزرگوں پر کوئی شخص بوجہ دشمنی عیب لگاوے تو اس کے جواب میں جو تھا بزرگ جو باقی رہا ہو۔ اوس جو تھے بزرگ کی اولاد جو باقی رہ گئی تھی کہ خیر وہ عیب نہ لگا یا گیا تھا اور انکی نسبت بھی زیر دستی قبول کر لیا جاوے کہ اون میں بھی وہ عیب ہے اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ خلفاء ثلاثہ کے دشمن ہیں اور سنت الجماعت علی اور اولاد علی علیہ السلام کے دشمن ہیں اگر دشمن نہ ہوتے تو ان بزرگوں کے الزام مثل شیعوں کے ظاہر نہ کرتے کیونکہ شیعہ تو علانیہ اپنی دشمنی خلفاء ثلاثہ کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں اور جب حسب اقرار تحریری مولوی محمد جہانگیر خان صاحب یہ بات ثابت ہو گئی کہ سنت الجماعت علی اور اولاد علی علیہ السلام کے دشمن ہیں تو انہیں دشمنان علی کا نام تو نا جسی ہے جسکا اقرار خود مولوی صاحب ممدوح نے کتاب تذکرہ الخلفاء کے صفحہ ۳۱۳ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ خواجہ بانو اصب بیدین کہ دشمن آلِ مطہر ہیں

الی آخرہ تو مجھ کو حسب اقرار مولوی صاحب ممدوح اس امر کی ڈگری دینے میں کیا
تامل ہے کہ اصل میں فرقہ ناصبی یہی فرقہ سنت الجماعت ہی جن کو نسلاً بعد نسلاً حضرت
علی اور اولاد حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ دشمنی رہی اور اس دشمنی کا اثر آج تک
سنت الجماعت میں قائم ہے جسکی توضیح میں کرچکا ہوں کیونکہ یزید کی امامت اور
خلافت کو بھی فرقہ سنت الجماعت کا حق کہتا ہے اور تسلیم کرتا ہے جیسا کہ حسب قول
محبت الاسلام امام غزالی، صاحب شرح فقہ اکبر وغیرہ میں ثابت کرچکا ہوں اور دشمنان
علی پر حجت حرام ہے جیسا کہ تنقیح نمبر چہارم میں ثابت کیا گیا ہے۔ اس لیے فرقہ اہل سنت
کسی طرح ناجی نہیں قرار پاسکتا ضروری ہے اور حیطہ خفی اور شافعی اور حنبلی اور
مالکی چار فرقہ از نام واحد سنت الجماعت نامزد ہیں اسی طرح ناصبی اور خارجی اور معتزلہ
اور اشعری چاروں فرقہ ایک ہو کر سنت الجماعت کہلائے۔ اور یہ لوگ قطعی دشمن
حضرت علی و اولاد علی علیہ السلام ہیں۔ اور ہی سبب ہی کہ مولوی محمد جہانگیر خان صاحب
نے ان فرقہ ہائے ناصبی و خارجی و معتزلہ و اشعری و خفی و مالکی و حنبلی و شافعی کو جداگانہ
تشریفوں میں شمار نہیں کیا صرف ایک نام فرقہ اہل سنت کا اس سبب لکھ دیا کہ یہ
کل فرقہ دشمنان علی و اولاد علی علیہ السلام ہے جسکا نام سنت الجماعت ہے۔ زما یہ حال
کے اہل سنت و ائمات اسلام سے ناواقف ہونے کے سبب اپنے ناصبی ہونے
سے یعنی دشمنی آل رسول سے انکار کرتے ہیں۔ ورنہ اہل میں وہ فرقہ کہ جسے انحراف کیا
جناب امیر کے ساتھ اور زہر دیا امام حسن علیہ السلام کو اور شہید کیا امام حسین علیہ السلام
کو وہ فرقہ یہی ہے کہ جسکا نام اہل سنت ہی میں بخیرہ احیاء پیر یاد دہانی کرنا ہوں۔
واقعات شہادت شہداء کر بلا کے بعد جب طوائف الملوکی ہوئی تو بعد از خرابی بسیار
خلافت خاندان مروان میں پہنچی اور مروان اور اولاد مروان کے دشمن آل رسول
ہونے کا اہل سنت کو بھی قرار ہے اور مولوی محمد جہانگیر خان صاحب نے بھی اپنی تصنیفات میں

اقرار کیا ہے۔ چنانچہ اس طوائف الملوکی کے بعد عبد الملک پر مروان خلیفہ ہوا اور
اس خلیفہ عبد الملک کے زمانہ خلافت میں حجاج بن یوسف ممالک عراق کا حاکم
یعنی گورنر تھا جس نے آل رسول اور مہمان آل رسول پر بے انتہا ظلم کیے اور قریب
امام حسین علیہ السلام کا نشان شاننا چاہا اور پیشوایان دین و عالمان اشریت کا نام
و نشان شانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا جبکہ اقرار ایک متعصب عالم اہل سنت
نے کتاب سیرۃ النعمان صفحہ ۲۵۰ میں کیا ہے۔ جس سے یہ بات محتاج ثبوت نہ رہی
کہ بوجہ بغض آل محمد اس زمانہ خلافت عبد الملک میں احادیث رسول خدا اور ہدایا
علی مرتضیٰ میں بہت کچھ تغیر اور تبدل ہوا کیونکہ زمانہ خلافت عبد الملک میں حکم تھا
کہ تقویٰ اختیار کیا جاوے بغض علی۔ اور غدا ب شدید میں مبتلا کئے جاتے تھے
شمعیان علی۔ اس عبد الملک کے زمانہ خلافت میں۔ امام زہری تابعی قاضی تھے
امور دنیات کا دار مدار احکام شرعی کا اجراء انھیں امام زہری کی فداست خاص
کے متعلق تھا۔ اسی خلیفہ عبد الملک کے زمانہ میں جناب سیدنا صاحب دین امام
زین العابدین علیہ السلام خانہ نشین تھے اور بحالت موجودگی اس امام عالی مقام
کے امام زہری کا اجتہاد جاری تھا۔ امت سحر تھی امام زین العابدین سے اور
پیرو تھی امام زہری کے اجتہاد کی۔ ان امام زہری نے ایک مرتبہ امام زین العابدین
علیہ السلام کی خلیفہ عبد الملک سے سفارش بھی کی تھی کہ وہ جناب گوشہ نشین ہیں نہ
خوہش خلافت رکھتے ہیں نہ احکام خلیفہ میں کوئی شرعی دست اندازی کرنے ہیں
جسکا ذکر لوائح الانوار امام عبد الوہاب شعرائی جلد اول صفحہ ۳۰۰ میں ہر کفنہ بڑے
عجب کی بات ہے کہ امام برحق واجب الطاعت کی موجودگی میں امت نے
اوس امام سے روگردانی کر کے معاملات شرعی میں تابعداری اختیار کی امام زہری
کی۔ اور لعنت کیا کرتے تھے بمقابلہ امام زین العابدین علیہ السلام پر جیسا کہ لوائح الانوار

امام عبد الوہاب شہرانی جلد اول صفحہ ۲۲ سے ثابت ہوتا ہے۔ امام زہری کہا کرتے تھے کہ اس دنیا میں صرف چار عالم ہیں ایک ابن المسیب مدینہ میں دوسرے حسن البصرہ میں تیسرے مکحول شام میں چوتھے شعبی کوفہ میں جسکا ذکر تفسیر العلماء مولانا شبلی صاحب ایک متعصبی نے سیرۃ النعمان صفحہ ۲۶ میں کیا ہے۔ امام زہری کے نزدیک جناب امام زین العابدین علیہ السلام و امام محمد باقر علیہ السلام کا شمار علماء دین میں بھی نہ تھا اور اس زمانہ خلیفہ عبد الملک تک ما سۃ ہجری کوئی کتاب علم حدیث میں تحریر نہیں ہوئی۔ محض زبانی بیانات پر اعتبار کیا جاتا تھا۔ اور اس زبانی بیان کے کرنیوالے کثیر التعداد اشخاص دشمنان آل رسول تھے جنکی حکومت تھی۔ شروع اول صدی ہجری میں انھیں امام زہری نے کہہ چکی راے پر زمانہ حکومت اولاد میں شریعت کا دار مدار تھا احادیث کو ایک کتاب میں جمع کر کے شائع کیا جسکا ذکر کتاب سیرۃ النعمان صفحہ ۳۶ میں درج ہے سب سے اول علم حدیث میں بھی ایک کتاب امام زہری نے شائع کی ورنہ اس کے قبل علم حدیث میں کوئی کتاب نہ تھی۔ اس بات پر ہر شخص قیاس کر سکتا ہے کہ عبد الملک بن مروان مثل زید کے دشمن آل رسول تھا۔ اس آل رسول کی دشمنی کے زمانہ میں امام زہری کو فضیلت و رتبہ امامت و عہدہ قضا جو حاصل ہوا محض خلیفہ عبد الملک کی رفاقت اور غیر خواہی اور فرمانبرداری کے باعث یا عبد الملک کی ضد اور دشمنی میں۔ اگر یہ رتبہ بوجہ مخالفت و مخالفت خلیفہ عبد الملک امام زہری کو حاصل ہوتا تو حالت مخالفت و مخالفت میں امام زین العابدین علیہ السلام سے اعلیٰ اور افضل اس عہدہ امامت کی واسطے دوسرا کون تھا۔ پس امام زہری نے جب یہ رتبہ بوجہ دوستی و رفاقت دشمنان آل رسول یعنی خلفاء بنی مروان حاصل کر کے احادیث کو مجتمع کر کے شائع کیا اون احادیث کے راوی بھی بجز دشمنان آل رسول و دوستان

اہل آئینہ کے دوستان آل رسول میں سے ایک ہی ہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ
کتب صحاح ستہ کے راوی اکثر وہ لوگ ہیں جو سلسلہ ہجری کے سرکاروں میں لشکر
پریدین شامل تھے اور امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک تھے۔ پس ایسے
لوگوں کی حدیثیں جمع کی ہوئیں کہ جہیز مذہب اہل سنت کا دار مدار ہے کیونکہ قابل
اعتبار قرار پاسکتی ہیں۔

امام ابو حنیفہ ششہجری میں بزمانہ خلافت عبدالملک پیدا ہوئے۔ اور امام شعبی
دعاویہ امام ابو حنیفہ نے تحصیل علم کی جسکا ذکر صفحہ ۲۷ و ۲۸ سیرۃ النعمان میں ہے۔
یہ دونوں عالم لیئے امام شعبی و حماد بھی زمانہ خلافت بنی مروان میں اجتہاد کرتے تھے
اور خلفاء ہی مروان کے رفیق اور فرمانبردار تھے۔ اگر رفیق اور فرمانبردار ہوتے
تو مثل امام محمد باقر و امام جعفر صادق کے انکو بھی کسی قسم کی فضیلت زمانہ خلافت بنی مروان
میں حاصل نہوتی۔ پس ان دونوں عالموں کا شمار بھی مثل امام زہری کے رفقاء ثہمنان
آل رسول میں ہے نہ دوستان آل رسول میں۔ دوستان آل رسول میں امام
زہری و امام شعبی و حماد کا شمار ہونا خلاف عقل و خلاف قیاس ہے۔ اگر یہ لوگ آل
رسول کے دوست ہوتے تو بحالت موجودگی امام زین العابدین و امام محمد باقر
و امام جعفر صادق علیہم السلام کے نہ اجتہاد کرتے نہ عہدہ قضا قبول کرتے نہ امام بنتے۔
انہیں حضرت سے امام ابو حنیفہ نے بھی تعلیم پائی۔ اور یہ تعلیم خود ہی نخواہی مخالف آل
رسول تھی کیونکہ وہ زمانہ ہی آل رسول کی دشمنی کا تھا۔

سلسلہ ہجری میں حماد فوت ہوا اور ابو حنیفہ کا اجتہاد شروع ہوا۔ اور ابو حنیفہ نے
نقد کو مرتب کیا۔

شمس العلماء رسولانا شبلی صاحب کتاب سیرۃ النعمان صفحہ ۴۵۔ میں باوجود ہونے متعصب
نہیں کہے اقرار کرتے ہیں۔ کہ ابن تیمیہ نے جو امام ابو حنیفہ کو حضرت جعفر صادق کا

ساتھ اور ہمہ گیر لکھا ہے یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چربی ہے امام ابو حنیفہؒ کو
 مجتہد اور فقیہ ہونے کیکن فضل و کمال میں اذکو حضرت جعفر صادقؑ سے کیا نسبت
 حدیث و فقہہ بلکہ تمامی مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے۔ الیٰ اخرہ
 اس اقرار سے ثابت ہے کہ بزمانہ موجودگی امام زین العابدین علیہ السلامؑ کاوش
 کو امام زہری نے جمع کر کے شائع کیا اور بزمانہ امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ علیہم السلام
 امام ابو حنیفہؒ نے فقہہ کو مرتب کیا مگر ان برحق اماموں کا نہ احادیث مجتمع شدہ ہیں
 کوئی دخل ہوا نہ فقہہ میں۔ ایسی احادیث اور فقہہ کیونکر معتبر اور واجب العمل
 قرار پاسکتی ہے۔ مولانا صاحب ممدوح کتاب مذکور کے صفحہ ۹۷-۹۸ میں تحریر فرماتے
 ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب سلطنت اور حکومت کے ساتھ بہت مناسبت رکھتا ہے
 اس اقرار سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی کہ امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ اجتہاد میں خلافت
 دشمنان آل رسول کی تھی۔ اور جب مذہب حنفی کو زیادہ مناسبت سلطنت و حکومت
 کے ساتھ ہے تو واسطے خوشنودی خلفاء و وقت کے جو احکام فقہہ اور بخون نے مرتب
 اور اجراء کئے وہ خواہی نخواہی مخالف آل رسول و موافق خلفاء و وقت کے نہ نظر
 حصول اغزاز و دولت مرتب کئے اگر ایسا کرتے تو خلفاء و وقت بوجہ اطاعت آل
 رسول اذکو نہ موقع ترتیب فقہہ کا دیتے نہ امام بناتے نہ اجتہاد کرنیکا اذکو موقع
 حاصل ہوتا بلکہ مثل امام نسائی کے قتل کر ڈالے جاتے۔ دہموجودگی امام محمد باقرؑ و امام
 جعفر صادقؑ علیہم السلام کے خود امام ابو حنیفہؒ کو حوصلہ اجتہاد و امامت کا ہوتا۔ ایسے
 برحق اماموں کے زمانہ حیات و مقام موجودگی میں بجز دشمنان آل رسول کے کسی محب
 آل رسول کو حوصلہ اجتہاد و امامت کا پیدا نہیں ہوتا۔ میرے اس بیان کی تائید
 مولوی صاحب ممدوح کی تحریر مندرجہ صفحہ ۸۶ سیرۃ النعمان سے ہوتی ہے جس میں انھوں
 نے لکھا ہے کہ بعض مصنفوں نے امام ابو حنیفہؒ کی ذہانت اور طباعی کے فیل میں ہتک

ایسے قصے کہہ گئے ہیں جنکو خدا نخواستہ اگر ہم تسلیم کریں تو عیاذاً باللہ امام صاحب کو عید چالاک تفتنی سخن ساز مانتا پڑ گیا۔ اگرچہ مولانا شبلی صاحب شمس العلماء نے اپنے مذہبی مصنفوں کی تحریروں پر اعتراض کیا ہے۔ مگر ان مصنفوں کی تحریروں ہرگز قابل اعتراض نہیں بلکہ بر بناء او بخین قصہ جات کے ابو حنیفہ امام اعظم کلاسے میں انوکھا مذہب جاری ہوا ہے۔ اور دوازدہ امام سے اعلیٰ اور افضل درمیان اہل سنت کے قرار پائے اور اہل سنت نے موجودگی امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام اور ان کی جانب رجوع کیا اب سمجھنے والے چاہے جسد جو سمجھیں یا چالاک یا تفتنی یا سخن ساز۔ یہ اختیار سمجھے دانا کا ہے۔

مذکورہ بالا واقعات سے ثابت ہے کہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں دوستانہ اور معتقدان آل رسول و علماں شریعت کے ساتھ بدرجہ غایت مخالفت ہوئی اور ظلم کئے گئے اور وہی لوگ علماں شریعت میں باقی رکھے گئے اور امام بنائے گئے جنہوں نے اطاعت اور پیروی کی خلفاء وقت کی جو خلفاء دشمن تھے آل رسول اور خاندان نبوت کے اور مطیع دشمنان آل رسول کے دشمن خدا و دشمن رسول ہونے میں کونسا اندر ہو سکتا ہے۔ پس جن لوگوں نے خلفاء بنی مروان کے زمانہ خلافت میں احادیث جمع کر کے شایع کیں فقہ مرتب کی مذہب جاری کیا۔ وہی جمع شدہ احادیث اور مرتب شدہ فقہ آج تک اہل سنت میں جاری ہیں اور جو مذہب زمانہ خلافت بنی مروان میں ابو حنیفہ نے جاری کیا جس مذہب کو حکومت اور سلطنت اور مذہب حاویہ سے مناسبت تھی وہی خدا سے اور معاویہ سے وہی مذہب آج تک اہل سنت میں جاری ہے اور سبکی پیروی اور تقلید آج تک اہل سنت میں ہوتی ہے۔ مقام غور ہے۔ کہ مروان اور اولاد مروان کے دشمن خاندان رسالت ہونگے اہل سنت بھی مقررین

اور انہیں دشمنان خاندان رسالت کے زمانہ خلافت میں احادیث بھی مجمع ہو کر شائع ہوئیں فقہ بھی مرتب ہوئی مذہب غنی بھی جاری ہوا اور اویان حدیث بھی اوی قلیل مروان کے لوگ ہیں جو کربلا میں قاتلان حسین کے شریک تھے اور جو شریک تھے وہ آل رسول کے قطعی دشمن تھے۔ اور انہیں احادیث و فقہ و مذہب پر اہل سنت کا آج تک عملدرآمد ہے تو اب مذہب اہل سنت خلفاء بنی مروان کے مذہب کے موافق سمجھا جاوے یا مذہب آل رسول کے مطابق سمجھا جاوے۔ اس دنیا میں کوئی ایماندار اس بات کو قبول نہ کرے گا کہ دشمنان آل رسول و دشمنان خاندان رسول کے مذہب کے لوگ آل رسول کے اور خاندان رسول کے مقتدا اور پیرو سمجھے جاویں چنانچہ اسی اضطراب میں اس زمانہ کے ذی علموں اور فاضلوں کو اپنے مومن کہنے میں شرم آتی تھی جیسا کہ شمس العلماء مولانا شبلی صاحب سیرۃ النعمان صفحہ ۹۱ - میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے قتادہ سے کہا کہ اکثر محدثین اپنے کو مومن کہتے ہوئے ڈرتے تھے جیسا کہ حسن بصری سے ایک شخص نے سوال کیا کہ تم مومن ہو حسن بصری نے جواب دیا انشاء اللہ سائل نے اعتراض کیا کہ انشاء اللہ کا یہ کیا محل ہے حسن بصری نے جواب دیا کہ میں اپنی تین مومن تو کہوں مگر ڈرتا ہوں کہ خدا یہ نہ کہہ دے کہ توجھوٹ کہتا ہے۔ چنانچہ قتادہ سے جب ابو حنیفہ نے سوال کیا کہ تم مومن ہو تو قتادہ نے بھی یہی جواب دیا کہ مومن کہنے سے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں خدا یہ نہ کہہ دے کہ توجھوٹ کہتا ہے۔ یہ بحث زیادہ غور کے لائق ہے کہ محدثین کو اقرار مومنت میں کسوجہ سے تامل تھا۔ اول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مومن کسکو کہتے ہیں مومن اوسکو کہتے ہیں جو دل سے توحید و نبوت و ملائے آل رسول کا اقرار کرے اور پیروی کرے آل رسول کی محض اقرار زبانی سے مومن نہیں قرار پا سکتا۔ اور احادیث جمع کی گئیں اور شایع ہوئیں زمانہ خلافت بنی مروان میں جو دشمن تھے

آل رسول اور خاندان رسالت کے اور محدثین نے باوجود علم نظر تحفظ جان مال یا
 بطر حصول عزت و دولت و قربت خلفاء وقت کی خوشامد میں احادیث موضوعہ و
 معنیہ جعلی کو کتب احادیث میں جمع کر کے شائع کروا دیا تھا جسکی وجہ سے اذکوار اپنے
 دوسرے کتب میں شرم آتی تھی اور اس بات سے ڈرتے تھے کہ ان موضوعہ اور
 معنیہ اور جعلی احادیث سے منہ علم کشفہ خالق گمراہ ہوگی۔ کہیں ہمارا شران گمراہ ہو گئے
 نہ پھر ہم کس منہ سے اپنے کو مسمن کہیں اگر خدا کدے کہ تو جھوٹا کتاب ہے بلکہ تو بنہ دن کا
 گمراہ کر دیا ہے تو اسکا جواب کیا ہو سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ قنادہ کی بحث اور محدثین
 انکار کا مطلب امام ابو حنیفہ نے بالکل نہ سمجھا اور قیاس کو شریعت میں داخل کر کے اپنا مذہب
 جاری کر دیا اور خلق اپنے گمراہ کیا یہ تو کیفیت مذہب اہل سنت و کتب احادیث مذہب اہل سنت کی
 درجہ اعتقاد اور پیروی میں مذہب بنی مروان دشمنان آل رسول و دشمنان
 خاندان رسالت و اہل سنت ایک ہی تو اہل سنت کے ناجہی اور دشمنان آل
 رسول و دشمنان خاندان رسالت ہونے میں حجت کیا باقی رہ گئی۔ اور شیعوں میں
 تو زیادہ کثرت بنی فاطمہ اور اولاد علی و مرزا یان عجم کی بوجہ تعلق جناب شہر بانو کے
 ہے شیخ اور پٹھان تو فرقہ رفتہ کی قدر بوجہ خوف عقلی فرقہ شیعہ میں شامل ہو گئے
 ہیں ورنہ شیخ یا تو اولاد خلفائے ثلاثہ ہیں سے ہیں یا اولاد بنی امیہ و بنی مروان ہیں
 ہیں سے ہیں یا نو مسلم ہیں جو زمانہ حکومت دشمنان آل رسول میں مسلمان ہوئے
 اور قوم پٹھان نواح افغانستان میں ہے کہ جو ولید بنیہ مروان کے عہد خلافت
 میں فتح ہوا اور بوجہ قیام و حکومت بنی امیہ افغانستان بنی مروان کی نسل میں
 مخلوط ہو جانے سے شامل ہی امیہ ہو گیا ایسے شیخ اور پٹھان ہم مذہب بنی مروان
 سنت و جماعت ہیں لہذا بوجہ مذکورہ بالا میں فیصلہ کرتا ہوں کہ مذہب اہل سنت
 حادثہ ہر اول اس مذہب کے لوگ بلقب ناجہی پکارے جاتے تھے دوسری

حدی ہجری میں لقب ناصبی کو تبدیل کر کے لقب سنت الجماعت سے اپنے کو منسوب کیا۔ اور شیعوں کا مذہب قدیم ہے اور بجز مذہب شیعہ کے کسی دوسرے مذہب کو اسلام میں حق نجات حاصل نہیں۔ اور یہاں شیعہ و سنیوں کے درمیان جو بڑی زمانہ قبل حضرت عثمان سے دشمنی شروع ہوئی جو آج تک قائم ہے اور غالباً یہ دشمنی تا قیامت قائم رہے گی۔ افسوس صد افسوس کہ باوجود گذر جانے زمانہ و راز کے آل رسول کی دشمنی آج تک دونوں سے نہ گلی اور اس دشمنی پر مسلمان ہونے کا دعوے کیا جاتا ہے۔

شیخ نمبر ششم

امیر معاویہ کی نسبت شیعہ و سنیوں کے عقاید میں اختلاف کیون ہے کتاب اظہار الہدیٰ کے صفحہ ۹۰ میں جناب مولوی محمد جاگیر خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت معاویہ کی نسبت نیک گمان رکھنا ہر مومن کو ضرور ہے۔ اور وہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

فرقہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کو حضرت معاویہ کے ساتھ قلبی دشمنی ہے۔ یہی امر ان دونوں فرقوں میں مابہ النزاع ہے۔ لہذا یہ معاویہ کے اعمال اور افعال اور علماء اہل سنت کی تحریرات و احادیث نبوی سے جو ذیل میں درج ہیں نتیجہ کال کر فیصلہ کرتا ہوں۔

۱۔ سیرۃ المحمدیہ صفحہ ۴۴۶۔ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۱ میں طریق عبد الملک بن عمر عن معاویہ بلفظ ما زلت اطمع فی الخلفاء قہرا لے اخیر یہ معاویہ نے بیان کیا کہ ہمیشہ مجھ پر طمع خلافت غالب رہی۔

اس اقرار سے ثابت ہے کہ اسی طمع خلافت میں امیر معاویہ حضرت عثمان کا کرتہ خانہ لوگوں کو دکھلا کر حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے سخت کرتے تھے اور لوگوں کے

دین میں دشمنی پیدا کرنے تھے۔ پس دشمنان حضرت علیؑ کا گروہ تیار کر لیا۔
حضرت معاویہؓ تھے اور بالتخصیص حضرت معاویہؓ کی ذات سے اس دنیا میں
حضرت علیؑ کی دشمنی پھیل گئی چونکہ اہل سنت امیر معاویہؓ کے مقلد اور معتقد ہیں۔
پہنچو جبہ اور بنین حضرت علیؑ اور اولاد حضرت علیؑ کی دشمنی کا اثر اتناک باقی ہو
اور امیر معاویہؓ کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کیونکہ خلافت معاویہؓ کو دیکر عیشیا یا بن
اہل سنت برحق جانکر قبول کر چکے تھے جیسا کہ تفہیم نمبر چہم میں ثابت کیا گیا،
اور شیعہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے معتقد ہیں اور انکو اپنا پیشوا اور امام برحق
اور خلیفہ بلا فصل سمجھتے ہیں اور امیر معاویہؓ کو دشمن حضرت علیؑ جانتے ہیں ہذا وجہ
شیعوں کو معاویہؓ کے ساتھ قلبی عداوت ہے۔

۲۔ در اسات الالباب۔ و نہی معاویہؓ مَنَعَ النَّاسِ جَبْرًا مِنْ اَنْ يَأْتُوا بِهٖ
عَلٰی كَذِّ هَبِّ عَلِيٍّ۔ معاویہؓ نے لوگوں کو جبراً منع کیا کہ جو روایت مذہب
حضرت علیؑ کے موافق ہو اوپر نہ کوئی عمل کرے نہ موافق مذہب حضرت علیؑ کوئی
روایت کرے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب امیر معاویہؓ حضرت علیؑ علیہ السلام
کے مذہب سے بالکل مخالف تھا اگر مخالف نہوتا تو معاویہؓ یہ نہ کہتے کہ مذہب علیؑ کے
موافق جو روایت ہے نہ اوپر عمل کیا جاوے نہ موافق مذہب علیؑ روایت
کیا وے اور اس بارہ میں لوگوں پر جبر کیا جاتا تھا۔ اور مذہب حضرت
علیؑ کے پیرو صرف شیعہ تھے جو حضرت علیؑ علیہ السلام کے مطیع اور فرمانبردار تھے
اور ان کے ہمراہ معاویہؓ و لشکر معاویہؓ سے لڑتے تھے اور آج تک حضرت علیؑ
علیہ السلام کو امام برحق جانتے ہیں اور معاویہؓ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اور اہل سنت
معاویہؓ کے معتقد ہیں اور انکو خلیفہ برحق جانتے ہیں اور رضی اللہ عنہ کہتے
ہیں ایلے اہل سنت مذہب حضرت علیؑ کے معتقد نہیں سمجھے جاسکتے۔ کیونکہ مذہب

حضرت علی کا پیر و مذہب معاویہ کا پیر و دشمن قرار پاکستانیہ اجتماع نقیضین ہے۔ معاویہ کا مذہب دوسرا تھا حضرت علی کا مذہب دوسرا تھا جس کا اقرار خود معاویہ کو ہے۔ دوسرے اس جبر کے ذریعہ سے حضرت علی علیہ السلام کے بیان و ہدایات کو معاویہ نے مغفود بھی کیا تاکہ لوگ ہدایات سے محروم رہیں اس سے زیادہ اور کیا ثبوت دشمنی ہوگا۔ اور جب معاویہ کا دشمن حضرت علی ہونا ثابت ہے تو تو اہل سنت جو معتقد معاویہ ہیں اور معاویہ کو خلیفہ برحق جانتے ہیں اور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ بدرجہ اعلیٰ دشمنان حضرت علی سمجھے جائینگے کیونکہ دشمن کا دوست اور معتقد بھی دشمن ہی کہا جاتا ہے۔

۳۔ تاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۲۱۲۔ کَانَ خُلُقَاءُ بَنِي أُمَيَّةَ يُسَبِّحُونَ عَلِيًّا مِنْ سَنَةِ أَحَدَى وَأَرْبَعِينَ وَهِيَ السَّنَةُ الَّتِي خَلَعَ الْحَسَنُ فِيهَا نَفْسَهُ مِنَ الْخِلَافَةِ إِلَى أَوَّلِ سَنَةِ لِسْعٍ وَتِسْعِينَ أَجْمَلَ يَأْمُ سُلَيْمَانَ ابْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ الْبَطْلَ ذَلِكَ وَكُتِبَ إِلَى نَوَائِدِهِ بِأَبْطَالِهِ وَلَمَّا خُطِبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَبْدَلَ السَّبَّ فِي آخِرِ الْخُطْبَةِ۔

ابتداء خلع خلافت امام حسن علیہ السلام از سالہ ہجری ۴۰ تا سالہ ہجری ۴۹ علفار بنی امیہ ہر جمعہ کے خطبہ کے آخر میں مہر دن پر بیٹھ کر حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کیا کرتے تھے۔ سالہ ہجری ۴۹ میں عمر ابن عبد العزیز نے اسکو موقوف کیا۔ اہل لعنت نے لفظ سب کے معنی دشنام و اون لکھا ہے اور مسلمانوں کے عام محاورہ میں سب و شتم کے معنی لعنت کرنا ہے۔ اس بنا پر اہل سنت شیعوں کی نسبت کہا کرنے ہیں کہ یہ لوگ سب صحابہ کرتے ہیں اسلئے انکو رافضی کہتے ہیں۔

۴۔ تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۲۱۔ میں بھی بشرح صدر تذکرہ ہے۔

۵۔ تاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۹۲۔ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ وَهَامَلَهُ يَدْعُونَ

لَتَمَّانَ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ مَا تَجْمَعُو بَسْبُوتَ عَلِيٍّ فَإِنَّا كَانُوا الْمَغِيرَةَ
 سَوِيًّا لِّلَّذِي كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ طَاعَةً لِّعَمَّارِيَّةٍ فَكَانَ يَقِي مُ
 حَمَلٌ رَّجَاعَةً مَّعَهُ قَبْلَ دُونَ عَلَيْهِ سَبَّهِ لِعَلِّيٍّ فَلَمَّا رَأَى زِيَادٌ دَعَا
 لِعُمَّانَ وَ سَبَّ عَلِيًّا مَعَارِيَهُ أَوْ رَأَى عَامِلَ مَبْعُودٍ كَيْ خَطْبَةٍ مِنْ دَعَا كَرْتِ تَحْتِ حَضْرَتِ
 ثَمَّانِ كَيْ دَاسِطِ أَوْ لَعْنَتِ كَرْتِ تَحْتِ حَضْرَتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَأَوْ رَمِغِرَهُ حَاكِمُ كَوْ فَوْ بَعْلِي طَا
 مَعَارِيَهُ كَيْ سَبَبِ دَاسِطِ قَوْ شَنُودِي مَعَارِيَهُ كَيْ جَمْعِ كَيْ خَطْبَةٍ مِنْ دَعَا كَرْتِ تَحْتِ دَاسِطِ حَضْرَتِ
 ثَمَّانِ كَيْ مَعَ اِيَكِ جَمَاعَتِ كَيْ كَرْتِ أَوْ لَعْنَتِ كَرْتِ تَحْتِ حَضْرَتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَأَوْ رَجَبِ
 حَاكِمُ بِرَأَوْ رَجَبِ تَحْتِ حَضْرَتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَأَوْ رَجَبِ تَحْتِ حَضْرَتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَأَوْ رَجَبِ
 سَ ثَابِتِ هِيَ كَيْ حَضْرَتِ ثَمَّانِ كَيْ دَاسِطِ لَقِينَا دَثْمَنِ حَضْرَتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَأَوْ رَجَبِ
 زَمَانِ مَعَارِيَهُ كَيْ وَ سَبَبِ مَسْلَمَانِ جَمْعُونِ نَ اِجْمَاعِ كَيْ خَلَا فَنَتِ مَعَارِيَهُ بِرَأَوْ رَجَبِ اِطْمَاعَتِ
 مَعَارِيَهُ حَضْرَتِ ثَمَّانِ كَيْ حَقِّ مِينَ دَعَا كَرْتِ تَحْتِ حَضْرَتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَأَوْ رَجَبِ اِطْمَاعَتِ
 أَوْ لَعْنَتِ كَرْتِ تَحْتِ حَضْرَتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَأَوْ رَجَبِ اِطْمَاعَتِ
 دُوسْتَانِ أَوْ مَقْتَدَانِ حَضْرَتِ ثَمَّانِ كَيْ دَثْمَنِ عَلِيٍّ هُونِ مِينَ كُونَا شَكِ بَاتِي رَكِيَا
 أَوْ دُوسْتَانِ وَ مَقْتَدَانِ حَضْرَتِ ثَمَّانِ كَيْ بَجَزَائِلِ سَنَتِ كَيْ أَوْ رَكُونِي فَرْقَةِ نَمِينَ هِيَ
 أَوْ رَأْسِي فَرْقَةِ كَانَامِ أُولِ نَا صَبِي تَحْتِ - جَيْسَا كَيْ تَقِيْعِ مَبْرُ خَيْمِ مِينَ لَكَا كَا كِيَا هِيَ -
 ۶۔ مدارج النبوت جلد دوم۔ محدثین اتفاق کرده اند کہ هیچ حدیثی ثابت نہ فی فضیلت معاویہ
 مذہب اہل سنت کی یہ ایک معتبر کتاب ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فضیلت معاویہ
 میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی اور جبکہ اہل سنت کے نزدیک فضیلت معاویہ
 میں کوئی حدیث ثابت نہیں تو پھر دانستہ رضی اللہ عنہ کہنا دشمنی حضرت علی کی ایک
 واضح دلیل ہے۔

۷۔ در اساتہ اللیب صفحہ ۷۰، قَالَ قَدْ اَلِقَدَّ اِمْرَيْنِ مَعْدِي كَرِبٌ وَ حَمْرٌ نِيَابِي

سُفِيَانُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ بَنِي عَمَّا حَلَمْتَ إِنَّ النُّعْمَانَ بْنَ عُلْفَةَ قَدْ خَلَعَ
 لِقَتَادَةَ فَقَالَ يَا فُلَانُ أَتَعْلَمُ مَضِيْبَةً فَقَالَ لَمْ يَلْمِزْهَا مَا مَضِيْبَةُ وَتَدَّ
 وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ فِي حُجْرَةٍ فَقَالَ هَذَا مِنْ حَسَنَاتٍ مِنْ عَلِيٍّ قَالَ
 فَقَالَ الْأَسْبَدِيُّ حُجْرَةٌ أَطْفَاها جب فوت ہوئے امام حسن علیہ السلام کہا
 معاویہ نے کہ ایک چنگاری تھی وہ اب خاموش ہو گئی۔

اس واقعہ سے کوئی شک باقی رہا امیر معاویہ کے حضرت علی و اولاد حضرت
 علی و خاندان رسالت کے دشمن بنانی ہونے میں دشمن نہوتے تو امام حسن
 علیہ السلام کی وفات کا حال سن کر یہ نہ کہتے کہ ایک چنگاری تھی وہ خاموش
 ہو گئی اور جب امیر معاویہ خاندان نبوت کے دشمن تھے تو ان کے دوست
 اور معتقد بدرجہ اولیٰ دشمن خاندان رسالت ہوئے اور امیر معاویہ کے دوست
 اور معتقد اہل سنت ہیں جو امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

۸۔ مسلم جلد دوم صفحہ ۲۷۸۔ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ
 قَالَ أَمَرَ مَعْشَرَ بَنِي أَبِي سَفِيَانَ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ لَسْتُ أَبَا تَمْرٍ
 معاویہ نے حکم دیا سعد بن ابی وقاص کو کہ تو کیوں نہیں کرتا ابو تراب پر بیٹھے
 علی پر۔ اس کے ثابت ہوتا ہے کہ امیر معاویہ لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ حضرت علی
 علیہ السلام پر لعنت کرو اگر لعنت کرینو لا یا حکم لعنت دینے والا دوستوں میں
 شمار ہوگا تو پھر فعل سب و شتم کے سبب شیعہ خلفاء ثلاثہ کے دشمن کیوں سمجھے
 جاتے ہیں کیونکہ فعل سب و شتم تو داخل دوستی ہیں اس لیے شیعوں کو بھی سب و شتم
 کے سبب دوستانہ خلفاء ثلاثہ میں داخل کرنا چاہیے اور اگر شیعہ خلفاء ثلاثہ کے دشمن
 ہیں تو امیر معاویہ حضرت علی علیہ السلام کے دشمن ضرور ہیں اور دوستانہ معتقدان
 حضرت معاویہ بدرجہ اولیٰ دشمن حضرت علی سمجھے جاویں گے اور امیر معاویہ کے دوست

اور معتقد علی سنت ہیں نہ شیعہ کیلئے اہل سنت کا شمار بھی ہو جسہ و عانت یہ سیدھا ہے
 عثمان حضرت علی علیہ السلام میں ہوگا۔

۱۔ رُوِيَ ابْنُ الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ بُو سَفِ الْمَدَائِنِيِّ فِي كِتَابِ الْأَخْبَارِ
 أَنَّهُ كَتَبَ مَعَاوِيَةَ تَسْنِخَةً وَاحِدَةً إِلَى عَمَّالِهِ بَعْدَ عَامِ الْجَمَاعَةِ أَنْ
 يَسْرِئَتْ الدِّمَمَةُ مِنْ رُؤْيَى شَيْئًا مِنْ أَفْضَلِ ابْنِ تَرَابٍ وَأَهْلِيئِهِ فَقَتَلُوا
 الْمُطَبَّاعَ فَبُكِّلَ لَوْ سَرِقَهُ وَ عَلَى كُلِّ مَنبَرٍ يَلْعَنُونَ عَلِيًّا وَيَتَرَكُونَ مِنْهُ
 وَيَقُولُونَ فِيهِ وَ فِي أَهْلِيئِهِ إِنَّهُ النَّاسُ بِلَاؤُهُ حِينَئِذٍ أَهْلُ الْوَلَايَةِ لِلشَّرِّ
 مِنَ عَمَّا مِنَ الشَّيْعَةِ فَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمُ زِيَادُ بْنُ سَمِيَّةٍ وَ هُوَ بِهِمْ عَارِفٌ
 لِأَنَّهُ كَانَ مِنْهُمْ أَيَّامًا عَلَى قَتْلِهِمْ تَحْتَ حَجَرٍ وَ مَذْبَحٍ وَ أَخَافَهُمْ وَ قَطَعَ
 الْأَيْدِي وَ الْأَسْرَجِلَ وَ سَهَّلَ الْعُقُوتَ وَ صَلَبَهُمْ عَلَى جُرْفٍ مِنَ النَّخْلِ شَرَّ
 وَ هَمَزَ عَنِ الْعِرَاقِ فَلَمْ يَبْقَ بِهَا مَعْرُوفٌ مِنْهُمْ ثُمَّ كَتَبَ عَمَّالُهُ تَسْنِخَةً
 وَاحِدَةً إِلَى جَمِيعِ الْبُلْدَانِ أَنْظَرُوا مَنْ قَامَتْ عَلَيْهِ الْبَيْتَةُ إِنَّهُ يُحِبُّ عَلِيًّا
 فَأَهْلِيئِهِ فَأَمْسَوْا مِنَ الدِّيَّانِ وَ اسْقَطُوا عَطَائَهُ وَ رِشْقَهُ وَ شَفَعُوا
 ذَلِكَ بِتَسْنِخَةٍ أُخْرَى مِنَ التَّمَتُّومِ هِيَ الْآلَةُ هِيَ الْأَقْوَمُ فَقَتَلُوا بِهِ
 وَ أَهْدَمُوا دَارَهُ فَلَمْ يَكُنِ الْبَلَاءُ أَشَدَّ وَ لَا الْكُثْرُ مِنْهُ بِالْعِرَاقِ وَ لَا
 سَمًا بِالْكُوفَةِ حَتَّى إِذَا الرَّجُلُ مِنَ الشَّيْعَةِ لِيَاثِيَةٍ مِنْ بَنِي يَرْفَعُ فَيَدْخُلُ
 بَيْتَهُ فَيَلْقَى الْبِيرَ سِسَّةً وَ يَخَافُ مِنْ خَادِمِهِ وَ مَلُوكِهِ وَ لَا يَمْدُ ثَعْوَةً
 حَتَّى مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَازْدَادَ الْبَلَاءُ وَ الْفِتْنَةُ فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ
 الْقَبِيلِ إِلَّا خَائِفٌ وَ لَحْرٌ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ تَقَامَرُوا لَا بَعْدَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَ لِي
 عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ مَرْثَانَ فَاشْتَدَّ عَلَى شَيْعَتِهِ وَ قَتَلَ عَلَيْهِمُ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوْسُفَ
 فَفَعَلَ الْغَفَوَاتِ وَ الدَّوَاهِي وَ تَقَرَّبَ إِلَى الشُّكِّ وَ الصَّلَاحِ يُغْفِرُ عَلَيْهِمْ وَ أَهْلِيئِهِ

<http://fb.com/ranajabirabbas>

خلیفہ ہوا اسکی خلافت میں اور زیادہ سخت زمانہ آیا شیعوں پر اور اس زمانہ میں حکم تھا کہ لوگ تقویٰ اختیار کریں بعض حضرت علیؑ راہبیت اٹھارے۔

اس واقعہ سے ثابت ہے کہ امیر معاویہ نے مسکنہ ہجری میں خلیفہ ہو کر حکم عام جاری کر دیا کہ جو کوئی فضائل حضرت علیؑ بیان کرے اسکو قتل کرو چنانچہ زیاد بن عیہ اس زمانہ میں اور محبت حضرت علیؑ کے جرم میں بڑی ہرجی اور سختی کے ساتھ قتل کیا گیا اول اس کے دست و پا قطع کیے گئے وہ پھر زندہ جان بچھڑ کے نیچے دبا یا گیا جب اسکی جان کل گئی تو غش اسکی رخت میں بنظر شہرت لٹکائی گئی کہ لوگ دیکھ کر عجزت کپڑیں اور محبت حضرت علیؑ کو دل سے نکال دہنی حضرت علیؑ دشمنی اولاد علیؑ پر تیار ہو جاویں۔ چنانچہ اس خوف سے اس زمانہ کے کل مسلمان ہنابر خوشنودی امیر معاویہ حضرت علیؑ و اولاد علیؑ کے ساتھ اظہار دشمنی کرتے تھے اور فضائل حضرت علیؑ کا ذکر اس زمانہ میں بالکل بند ہو گیا تھا۔ اصحاب اورتابعین اور کل مسلمان حکم امیر معاویہ اور واسطے خوشنودی امیر معاویہ کے علاوہ حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کے ساتھ اظہار دشمنی کرتے تھے اور تبرا کرتے تھے کیونکہ کل امت کے اجماع سے امیر معاویہ خلیفہ مقرر ہوئے تھے بدینوجہ کل امت بطیب خاطر امیر معاویہ کے حکم کی پیروی تھی۔ چونکہ شیعیان علیؑ کے قتل کا حکم عام تھا اور اکثر شیعہ قتل بھی ہوئے لہذا شیعوں نے خوف جان و نقصان مال و بربادی خاندان تقیہ کیا اور تقیہ امیر معاویہ کی بیعت کی مگر دل سے وہ حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کے دوست اور فرمانبردار بنے رہے۔ اہل سنت جو زیادہ تر شیعوں کے مسئلہ تقیہ سے بیزار ہیں اور اعتراض کرتے ہیں اور کمال بغض و غضب اس مسئلہ تقیہ پر ظاہر کرتے ہیں اسکا اصلی علت یہی ہے کہ عہد خلافت امیر معاویہ میں جسقدر اصحاب اور مسلمان تھے وہ سب شریک معاویہ ہو کر حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کی دشمنی ظاہر کرنے لگے تھے اور

تبر اولین کرتے تھے حضرت علی و اولاد علی پر اور اس دشمنی کے سبب سب کے سب
 صحابہ و مسلمان ناصبی ہو گئے اور اٹھاؤں برس کا مل زمانہ خلافت عمر ابن
 عبد العزیز تک سب کے سب صحابہ و تابعین و کل مسلمان دشمنی حضرت علی کا اظہار
 کرتے رہے اور تبر اولین حضرت علی و اولاد علی پر کیا کرتے تھے۔ جب وقت
 اندازی آیا شیعہ ان لوگوں کو دشمنی حضرت علی و اولاد علی کا الزام دینے لگے چونکہ
 اس سے کوئی منکر نہیں ہو سکتا تھا اسلئے اس الزام کا جواب بجز اسکے اور کچھ نہ بن سکتا
 تھا کہ تم بھی تو اس دشمنی میں شریک تھے اور تبر اولین کرتے تھے اسکے جواب میں
 شیعہ کہتے تھے کہ ہم نے مجبوری بغرض حفاظت جان و ماں و خاندان تقیہ کیا تھا اور
 یہ تقیہ سکوت اختیار کر لیا تھا اور دشمنان حضرت علی جو کچھ کہتے تھے اوسکے
 مجبوری سن لیا کرتے تھے کیونکہ قوت انتقام نہ تھی مگر اپنی زبان سے کچھ نہ کہتے
 تھے۔ اور تقاضا سے معقل یہی ہے اور صبر و رضا کے ہی معنی یہ کہ دشمنوں کے
 لعن بطن منکر صبر و سکوت کرے اور حوالہ بخدا کر دے اسکا نام مظلومی ہے چنانچہ
 جناب سید الساجدین کا واقعہ شاہد حال ہے دیکھو لواطح الانوار امام عبد الوہاب
 شعرائی جلد اول صفحہ ۳۴-۳۵ فی ترجمہ زین العابدین -

فَلَمَّا دَخَلَ الزُّهْرِيُّ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ لَهُ لَيْسَ عَلِيٌّ ابْنُ الْحُسَيْنِ
 حَيْثُ يُظَنُّ مِنْ جِهَتِ الْخِلَافَةِ إِنَّمَا هُوَ مُشْغُولٌ بِنَفْسِهِ وَبِعِبَادَةِ رَبِّهِ
 فَقَالَ نَعَمْ وَخَرَجَ رُكُومًا مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَبَّهَ وَبَالَغَ فِي سَبِّهِ
 فَنَادَتْ إِلَيْهِ الْعَبِيدُ وَالْمَوَالِي فَكَفَّهُمْ عَنْهُ وَقَالَ مُهْلِي عَلَى الرَّجُلِ
 ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا سَرَّكَ مِنْ مَرَاتِلِ الْفِرَاقِ حَاجَةٌ نَحْنُكَ عَلَيْهَا فَانْصَرَفَ
 زہری تابعی نے عبد الملک خلیفہ مروانی سے کہا کہ حضرت زین العابدین کو خلافت کا
 دعویٰ نہیں ہے بلکہ وہ تارک دنیا و مرجع نفقہ و قناع ہیں۔ ایک روز آپ مسجد سے

کچلے کر ایک مرد نے آپ پر لعنت کی آپ نے فرمایا مبارک باد آیا کچھ تیری جانتا
 ہو کہ میں اوسے بر لاؤں وہ شرمندہ اور خفیف ہوا اسپکا نام تسلیم و رضا و جبر
 شکر ہے اور ایسی پیروی شیعہ کرتے تھے کہ شکر صبر و سکوت کرتے تھے اور وقت
 موقع ظاہر کرتے تھے کہ ہم حالت تقیہ میں سب کچھ سن لیتے تھے اور صبر کرتے تھے
 انکڑل سے ہم حضرت علی اور اولاد علی کے دوست اور طبع اور فرمانبردار رہے
 اور اونکو اپنا پیشوا اور امام جانتے رہے اس جواب کو سنکر نابھیں یعنی مخالفان شیعہ
 شرمندہ ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ شیعوں کا فرقہ بڑا دغا باز ہے کہ تقیہ کے آخر
 میں کسی الزام کو اپنے اوپر عاید نہیں ہونے دیتے اور دشمنی حضرت علی اور اولاد
 علی کا الزام ہمارے ذمہ عاید کرتے ہیں اور اس فعل دشمنی علی و اولاد علی سے اکثر لوگ
 شرمندہ ہوتے تھے مگر چونکہ انکے باپ دادا اور پیشوا اسی دشمنی علی اور اولاد علی
 میں فوت ہو چکے تھے اور اس الزام سے اصحاب اور تابعین وغیرہ کوئی محفوظ
 نہ تھا یہ نوجہ دوسری صدی ہجری میں نام نابھیں تبدیل کر کے سنت و جماعت
 نام رکھ لیا جسکی تصریح تیقہ نمبر خیم میں کی گئی ہے۔ یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ
 اہل سنت تقیہ کے سنکر ہیں اگر اہل سنت میں بھی تقیہ جائز ہوتا تو دشمنان حضرت
 علی کی تعداد صحیح اسم و از ظاہر ہونے پاتی۔ انکا تقیہ نے نام بنام دشمنان حضرت
 علی کا نام بتلا دیا اور وہ سب اہل سنت کے پیشوا اور امام ہیں اس الزامات
 سخت سے بریت حاصل کرنے کو اور شیعوں کے اعتراضات سے بچنے کی واسطے
 طبع طرح کی تدبیریں علماء اہل سنت نے کیں مگر اصل حال کب پوشیدہ رہ سکتا ہے
 بعض عالموں نے اسی نیا پر اسے دی کہ ذکر و اقعات قتل حسین حرام ہے بعض نے
 اسے دی کہ مجالس فضائل و مصائب کا منع کرنا بدعت سیئہ ہے بعضوں نے
 ظاہر کیا کہ خلافت و امامت معاویہ و زید کی برحق ہے اور بعضوں نے کہا کہ

وہ خلیفہ اور امام نہیں بلکہ سلطان ہیں یہ اختلاف اہل سنت میں اور اہل اضطراب کے باعث پیدا ہوا کہ جو اونکے باپ دادون اور پیشواؤں کے ذمہ دشمنی حضرت علیؑ و اولاد علیؑ کا پورا پورا ثبوت ہو گیا تھا اسی اضطراب کی حالت میں امام شافعیؒ و ملا حضرت علیؑ اور فضائل حضرت علیؑ کا اقرار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر ولاد علیؑ کا نام رفس ہے تو میں بھی رفسی ہوں۔ کیونکہ اوس زمانہ میں جب شیعہ اہل سنت کو ناجبہ یعنی دشمنان حضرت علیؑ کے نام سے منسوب کرتے تھے تو اسکے جواب میں شیعہ کہتے تھے۔ اور رفسی اوسکو کہتے ہیں جو اپنے امام کو چھوڑ کر اہل سنت کا مطلب اس رفسی کہنے سے یہ تھا کہ تم نے امیر معاویہ کی اور خلفاء ثلاثہ کی یہ کفیت کی تھی اور اہل میں تم اذنی امامت اور خلافت کے قبول کرنیوالے نہیں ہو اسیلئے تم رفسی ہو کہ جس امام کو کل مسلمانوں نے اور اصحاب رسولؐ نے قبول کیا تھے اذنی کو چھوڑ دیا پس لفظ رفسی سے تو مطلب اہل سنت کا یہ ہے۔ اگر اہل میں رفسی نام اوس فرقہ کا ہے۔ جو زید شہید کے ساتھ تھا اور جس نے زید شہید کی رفاقت کو ترک کر کے زید کو شہید کر دیا اسکی تصریح اہل سنت کی کل کتابوں میں درج ہے جو لوگ دیگر کتب کے دیکھنے سے عاجز ہیں وہ غیاث اللغات میں اس لفظ رفسی کی تصریح دیکھ لیں کیونکہ اوس میں وجہ تسمیہ لفظ رفسی کی درج ہے باوجود اس اضطراب اور پریشانی کے کہ اہل سنت نہایت مضطرب اور پریشان تھے الزام دشمنی حضرت علیؑ سے جو اونکے باپ دادون اور پیشواؤں کے ذمہ عاید ہوتا تھا۔ تاہم دولت دنیا نے اذنی کو ترک نہ سہا اہل سنت یعنی فرقہ ناجبہ سے جدا ہونے پر آمادہ نہ کیا کیونکہ حکومت اسلام کی قبضہ بنی امیہ و بنی عباس میں تھی۔ مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب نے جو اظہار الہدیٰ کے صفحہ ۱۳۰ میں لکھا کہ لعنت بدترین نشان غضب الہی کا ہے جو شخص لعنت کرتا ہے وہ اسی پر لعنت کر

آئی ہے۔ اس سے پہلے اہل سنت کسی کانفر پر بھی لعنت نہیں کرتے۔ اس تحریر کی بنیاد پر یہ
 اعتراضات ستفہار ہیں کہ امیر معاویہ نے اور جن لوگوں نے رجم کیا خلافت امیر
 معاویہ پر ان سب نے ملکر جو اٹھاؤں برس تک حضرت علی اور اولاد علی پر
 لعنت کی وہ لعنت انہیں لوگوں پر لوٹ کر گئی یا نہیں۔ لیکن مولوی صاحب ممدوح
 کی تحریر کی صداقت خاص اس مقام پر مجھ کو بھی کرنی پڑی کہ وہ لعنت ضرور ان
 لوگوں پر لوٹی اور کسی لوٹی کہ تمامی شیعہ کہ جنکا شمار کروڑوں ہے ان لوگوں پر
 کہ جنہوں نے حضرت علی اور اولاد علی کے ساتھ دشمنی کی اور اوپر لعنت کی آج تک
 برا لعنت کر رہے ہیں بارہ سو برس تو لعنت کرتے کرتے گزر گئے اور غالباً یہ
 لعنت تاجہ قیامت ہوتی رہیگی۔ پس باہم شیعہ و سنیوں کے دلی عداوت اور کینہ
 اور بغض اس کے پوری زمانہ خلافت امیر معاویہ سے ظاہر ہونے لگا اور رفتہ رفتہ
 بڑھتا چلا گیا اور آج تک قائم ہے۔ اہل سنت جو فضائل آل رسول اور مصائب
 آل رسول کو منع کرتے ہیں اور بدعت سیئہ کہتے ہیں اور خود بھی نہیں کرتے یہ
 نتیجہ ہے تعلیم اور پیروی امیر معاویہ کا امیر معاویہ نے بھی جبراً لوگوں کو منع کیا تھا
 کہ جو کوئی فضائل حضرت علی بیان کرے اسکو قتل کر دے۔ اسی حکم کی تعمیل آج تک
 اہل سنت کرتے جاتے ہیں کہ مجالس غزا و مجالس فضائل کے بند کرنے میں کوتاہی
 نہیں کرتے لڑنے بھڑنے قتل و غارت وغیرہ پر ہر طرح سے تیار رہتے ہیں جیسا
 مجمع پاتے ہیں دیکھا کرتے ہیں۔ اور جو رسم شیعوں پر ظلم کرنے کی وجہ رفاقت و
 پیروی حضرت علی معاویہ نے جاری کی تھی اسکی پیروی آج تک اہل سنت میں ہوتی
 ہے۔ اور اس پر بھی محبت آل رسول کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۱۔ تاریخ خمس جلد دوم صفحہ ۲۹۴ - وَفِي حَيَاتِهِ قَالَ ابْنُ خَلِّكَ
 لَمَّا مَرَّ مِنَ الْحَسَنِ كَتَبَ مَرَّةً ابْنُ الْحَكَمِ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِذَلِكَ وَكَتَبَ إِلَيْهِ

مَعَاوِيَةَ كَانَ أَقْبَلَ الْمَطْلُ إِلَى بِخَيْرِ الْحَسَنِ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَاوِيَةَ مِنْ قَدِّ سَعْدٍ تَكَلَّمَ
 مِنَ الْخَضِرَاءِ فَكَتَبَ أَهْلُ الشَّامِ كَذَلِكَ الشُّكْرُ فَقَالَتْ فَاخْتَهُ يَسْتُ
 فَرِيضَةً لِمَعُوِيَةَ أَمَرَ اللَّهُ عَلَيْكَ مَا الَّذِي كَبَّرْتَ لِأَجْلِهِ فَقَالَ مَاذَا الْحَسَنُ
 فَقَالَ أَهْلُ مِثْلِ ابْنِ فَاطِمَةَ تَكَبَّرَ فَقَالَ مَا كَبَّرْتَ شَيْئًا تَعَدُّ
 وَلَتَكُنْ اسْتَبْرَاحَ قَلْبِي - جب امام حسن علیہ السلام بیمار ہوئے مرنے لگے
 عرضی بھی نزل و معاویہ بہ اطلاع بیماری امام حسن علیہ السلام اسکے جواب میں معاویہ بہ
 لکھا کہ جب ختم ہو جاوین یعنی فوت ہو جاوین فوراً خیر دنیا جب معاویہ کو خبر وفات
 ملی بہ آواز بلند تکبیر کہی اور اہل شام نے بھی تکبیریں کہیں اسپر بی بی فاختہ نے کہن
 کہ ایسی تکبیر کہنے کا کیا سبب ہے معاویہ نے بطور طعن کے کہا کہ بی بی فاطمہ کی موت
 سب سے اعلیٰ ہے اور اس موت سے میرے قلب کو راحت ملی۔

عرب میں دستور ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مخالف پر فتح پاتا ہے تو اس فتح کی
 خوشی میں آواز بلند تکبیر کہتا ہے معاویہ نے بھی اور اہل شام نے اسی دستور کے
 مطابق آواز بلند تکبیریں کہیں یہی سبب تھا بی بی فاختہ کے استفسار کا جبکہ مطلب
 یہ ہے کہ کون سی خوشی حاصل ہوئی کہ آواز بلند تکبیر کہنے کی ضرورت ہوئی معاویہ
 نے جواب دیا کہ حسن ابن علی فوت ہوئے اونکی وفات سے میرے قلب کو رحمت
 ملی۔ اس اقرار سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر معاویہ کو بدرجہ غایت آل رسول کے
 ساتھ دشمنی تھی اگر دشمنان آل رسول ہی کا لقب رضی اللہ عنہ ہے تو ہر شئی
 رضی اللہ عنہ اگر کہا جاوے تو کیا عجیب ہے پھر نزدیک اور قاتلان حسین کو
 اہل سنت رضی اللہ عنہ کے لقب سے کیوں محروم کرتے ہیں۔

۱۱۔ تاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۹۲۔ ذکر تسلیم الحسن الامیر الی معاویہ تھ
 قَالَ الْحَسَنُ اِنْ لَا يَسُبُّ عَلِيًّا فَلَمْ يُجِبْهُ اِلَى الْكَفِّ عَنْ سَبِّ عَلِيٍّ -

امام حسن علیہ السلام نے وقت ترک خلافت معاویہ سے کہا کہ تو لعن کرنا حضرت علیؑ پر موقوف کر معاویہ نے اس شرط کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ میں لعنت کرنا علیؑ پر ترک نہ کروں گا۔

اس واقعہ سے ثابت ہے کہ معاویہ کو کس درجہ بغض شدید تھا حضرت علیؑ علیہ السلام کے ساتھ کہ ترک لعنت کو قبول نہ کیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ امام حسن علیہ السلام کو یہ مجبور ہی صلح کرنی پڑی اگر صلح نہ کرتے تو دین اسلام باہمی جنگ و جدال میں ختم ہو جاتا اور نہ یہ بات خلاف عقل ہے کہ امام حسن علیہ السلام اپنے اور اپنے باپ اور اپنے بھائی کے دشمن جانی سے صلح کرتے۔ مگر آتش فتنہ و فساد کے ختم کرنے کو صلح کی تھی تاکہ دین اسلام برباد نہ ہو اور یہ محبت تا بہ قیامت قائم رہے کہ باوجود دست برداری پھر بھی ظالموں کے دل سے دشمنی کم نہ ہوئی اور نوبت شہادت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام ہو چکی اور اس طرح دیگر امام زہرے شہید کیے گئے۔

۱۱۔ تاریخ ابن خلکان فی ترجمہ ابو عبد الرحمن نسائی۔ وَاخْرَجَ إِلَى اِدْمَشْقَ فَمَلَ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَكَارِوِي بْنِ فُضَّالٍ فَقَالَ اَمَّا يَرْضَى اَنْ يَخْرُجَ مُعَاوِيَةَ رَاسًا يَوْمَ اَيُّ يَفْضِلُ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى مَا اَعْرِفُ لَهُ فَضِيلَةً اِلَّا كَلَا اَشْلَعُ اللّٰهُ بَطْنَكَ وَكَانَ يَتَشَبَّعُ فَمَا نَالُوْكَ يَدُ فَعَمَّكَ نَارٌ فِيْ خُصَّتَيْهِ حَتّٰى اَخْرَجُوْكَ مِنَ الْمَسْجِدِ۔

حضرت علیؑ علیہ السلام مار ڈالا۔ اور امام نسائی نے کہا کہ معاویہ اگر آتش نار سے نجات پاوے تو غنیمت جانو اور اس کے حق میں فضیلت کیا ہوگی۔

امام نسائی اصحاب ستہ میں سے ہیں اور اہل سنت انکو افضل العلماء کہتے ہیں امام نسائی کو معاویہ کی نجات کا بھی یقین نہ تھا اور کہتے تھے کہ معاویہ میں کوئی فضیلت

یعنی۔ انکے بھی خلاف مولوی محمد جانگیر خان صاحب معاویہ کی فضیلت کے قائل ہیں اور انکو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ دوسرے رسول خدا صلعم فرماتے ہیں کہ جس نے دشمنی کی علی سے وہ میرا دشمن ہے اور میرا دشمن دشمن خدا ہے۔ اور علی پر جو لعنت کرے وہ علی کا دشمن ہے۔ پس حضرت علی اور اولاد حضرت علی پر لعنت کرنا معاویہ کا اور کل مسلمانوں کو حکم لعنت دینا ثابت ہے پس دشمن خدا کو رضی اللہ عنہ کہنا اور نیک اعتقاد انکے ساتھ رکھنا اونھیں لوگوں کا کام ہے جو بظاہر اقرار اسلام کریں اور دل سے توحید اور نبوت کے منکر ہوں۔ تیسرے شامیوں کا بغض محتاج ثبوت نہ ہا کہ امام نسائی کو فضائل حضرت علی بیان کرنے پر قتل کیا جسکے خوف سے سب لوگ ساکت تھے اور شیعوں کو تقیہ کرنا پڑا تھا اور جو لوگ تقیہ کو برا کہتے ہیں وہ بطیب خاطر شامیوں کے شریک ہو گئے تھے اور حضرت علی اور اولاد حضرت علی پر لعنت کیا کرتے تھے اور اس رسم نے یہاں تک استحکام پایا کہ اب تک اہل سنت شیعوں سے معترض ہوتے ہیں جب وہ مجالس میں فضائل حضرت علی بیان کرتے ہیں اور بمقابلہ فضائل حضرت علی کے اہل سنت فضائل شیخ عبد القادر جیلانی بیان کرتے ہیں اور مصائب آل رسول بیان کر کے جو شیعہ گریہ و زاری کرتے ہیں اس کے جواب میں اہل سنت مجالس رقص و سرود برپا کر کے حال و قال میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور جسطرح شیعہ مجالس غزا کو داخل عبادت کہتے ہیں اس کے مقابلہ میں اہل سنت مجلس حال و قال کو کہ جبین رقص و سرود ہوتا ہے داخل عبادت بتلاتے ہیں۔

۱۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۸۔ وأخرج السلفی فی الطیور رات عن عبد اللہ بن جندب بن حنبل قال سئل ابي عن علي ومعاوية فقال اعلم انك عليا كان كثير الاعداء فقتل له اعداءه عيباً فلم يجدوا فباعوا اربل رجبيل قد حاربته وقاتله فاطروا ككياتاً منهم۔

حضرت علی علیہ السلام کے دشمن کثرت سے تھے اور دشمنوں نے چاہا کہ کوئی عیب تلاش کر کے مکاروں کو گمراہ کر دے۔ پھر اس عداوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ صفین میں براہ مکر و مایا کا خونریزی کی نوبت پہنچی۔

تاریخ الخلفاء کی سوجھی کو تو سولوی محمد جہانگیر خاں صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ پس واقعہ مندرجہ تاریخ مذکور سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علی علیہ السلام کے دشمن کثرت تھے اور تسلاشی تھے کسی عیب کے کاو نہ لگا یا جاوے جب کچھ نہ پایا تو حضرت عمرؓ نے ہی ایک عیب لگا دیا کہ حضرت علیؓ میں حوشن طبعی اور حرص خلافت زیادہ ہے ایسے وہ قابل خلافت نہیں ہیں جیسا کہ تصحیح زیر پریشانی میں ظاہر کیا گیا ہے۔ پس یہ امر محتاج ثبوت نہ رہا کہ حضرت علی علیہ السلام جو جسہ کثرت دشمنان خلافت سے محروم کیئے گئے۔ اور حضرت ابوبکر خلیفہ مقرر ہوئے اور انجام اوسکا براہ دعا با

مکر جنگ صفین کی خونریزی ہوئی اور بانی اس خونریزی کے حضرت عمرؓ ہوئے نہ حضرت علی علیہ السلام کو خلافت سے بوجہ دشمنی محروم کرتے نہ نوبت جنگ صفین و سرکہ کر بلا کی پہنچتی نہ ایک مذہب اسلام کے مختلف مذہب قائم ہونے۔ پس دشمنی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھی بلکہ دین اسلام کے ساتھ تھی۔ اسکا

بار بار رسول خدا صائم نے فرمایا تھا کہ علیؓ کا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن دشمن خدا ہے اور جس نے جنگ کی علیؓ سے اوسے جنگ کی مجھ سے اور جس نے ایذا دی علیؓ کو اوسے ایذا دی مجھے اور جس نے لعنت کی علیؓ پر اوسے مجھ پر لعنت کی اور میرا لعنت کرنا والا کافر ہے۔ ان احادیث کی نقل دیگر تنقیحات میں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے کی گئی ہے۔ پس بار بار اس تاکید سے آنحضرت کی غرض یہ تھی کہ دین اسلام میں اختلاف نہ پڑنے پاوے اگر خاندان نبوت میں خلافت اور بیگی تو دین میں اختلاف نہ پڑنے پاوے گا۔ مگر افسوس ہے کہ امت نے حکم

خدا و حکم رسول خدا کی نافرمانی کی اور اسلام کی قوت اور شوکت کو طمع دنیا میں
 پشکر بر باد کر دیا جس کے سبب سے ایک مذہب مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گیا۔
 میں سخت متعجب ہوں کہ اہل سنت کے معتبرین علماء و کلمہ رہے ہیں کہ وفات رسول خدا
 کے بعد اہلبیت رسول خدا صلعم کے مخالف اصحاب نے اتفاق کر لیا تھا کہ حکومت
 خاندان رسالت سے علیحدہ کر لیا جائے اور حضرت علی رضی تک خلافت نہ ہوگی
 پاوے اور خاندان رسالت سے حکومت سکاٹنے اور حضرت علی رضی کو خلافت
 سے محروم کرنے کی غرض سے اہلبیت رسول کو تخت ایزد پر چٹائی گئی اس پر بھی
 اہل سنت اہلبیت رسول کے ایذا رسانوں کو سوسن اور پیشوا دین تہاتے
 ہیں اور اس پر آمادہ جنگ و جدال ہوتے ہیں اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں
 اور خوف قیامت سے بالکل نہیں ڈرتے اور اس بات کا خیال نہیں کرتے
 کہ خاندان رسالت سے جو براہ دشمنی حکومت نکالی گئی اوس کا انجام اختلاف
 مذہبی ہے۔ مگر اس پر بالکل خیال نہیں کرتے چنانچہ میرے اس بیان کی تائید میں
 سعودی کی مروج الذہب میں روایت مندرجہ ذیل قابل غور ہے۔
 مروج الذہب سعودی صفحہ ۶۶ تاریخ کامل ابن اثیر جلد پنجم۔ وَقَالَ الْمُقَدِّدُ
 فَقَالَ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مَا أُرَى بِهَذَا أَهْلَ هَذِهِ الْبَيْتِ بَعْدَ بَيْنِهِمْ فَقَالَ
 عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَمَا أَنتَ وَذَلِكَ يَا مُقَدِّدُ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي
 لَا أَحِبُّهُمْ يَحِبُّ رَسُولُ اللَّهِ وَأَنَا أَحَقُّ مَعَهُمْ وَفِيهِمْ يَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ أَحَبُّ
 مِنْ قُرَيْشٍ وَأَنْتَ تَطْلُوهُمْ عَلَى نَاسٍ هَلْ هَذَا الْبَيْتُ فَمَا أَجْتَمَعُوا عَلَى نِعْسِ سُلْطَانِ
 رَسُولِ اللَّهِ بَعْدَ مَا كُنَّا مِنْ أَيْدِيهِمْ مَا وَائِمُ اللَّهُ يَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَاجِدْ عَلَى قُرَيْشٍ نَصْرًا
 الْقَائِلُ لَهُمْ لَقَاتَالِي يَا هُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ تَرْجِمُهُ أَوْ يَكْفُرْ هُوَ فَقَالَ مَقْدَادُ أَوْ زَوْجِي
 لَوْ كَرِهَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّوْا بَعْدِي نِيَّةً أَوْ بِلَيْتٍ كَوْنِي أَوْ نَكِي مَا نَدَّ كَوْنِي بَشَرٍ مَبْلَاسِي أَيْدِي

نہیں ہوا پس کہا عبد الرحمن بن عوف نے حضرت مقداد سے کہ تم لو ان امور
 میں کیا دخل ہے۔ جواب دیا حضرت مقداد نے کہ قسم ہے خدا کی ہم اپنی بیعت
 رسول کو بوجہ محبت رسول خدا صلعم دوست رکھتے ہیں یہ لوگ حق کے ساتھ
 ہیں اور حق پیچ ان کے ہے اور عبد الرحمن نجیب ہے قریش سے کہ تو غلبہ سے رہا
 غیر ذلکو خاندان رسالت پر اور تملو گون نے اتفاق کر لیا ہے اس بات پر کہ وفات
 رسول اللہ کے بعد سلطنت خاندان رسالت سے کال لو۔ اسے عبد الرحمن
 قسم ہے خدا کی کہ اگر مجھ کو انصار و معین ملتے تو میں قریش سے اوسط طرح جہاں و
 قتال کرتا جیسا کہ رسول خدا کے سہرا و رہبر جہاں و قتال قریش کے ساتھ کیا تھا۔
 اس مقام پر حجت الاسلام امام غزالی کی روایت بھی قابل غور ہے جس کو شاء
 ولی اللہ صاحب میث و دلوئی نے حجتہ اللہ البالغہ میں نقل کیا ہے۔

۱۴۔ حجتہ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۸۔ مَا ذَكَرَهُ الْغَزَالِيُّ أَنَّهُ لَمَّا انْقَضَتْ سَهْمَةُ الْخُلَفَاءِ
 الرَّاشِدِينَ اِلَهْدِيَيْنِ اِقْضِيَتْ الْخِلَافَةُ اِلَى قَوْمٍ تَوَلَّوْهَا بَعِيرٌ اِشْتَقَاقًا
 وَلَا اِسْتِقْلَالًا بِعِلْمِ الْفَتَاوَى وَالْاَحْكَامِ فَاضْطُرُّوا اِلَى اِسْتِغَاثَةِ
 بِالْفُقَهَاءِ وَ اِلَى اِسْتِضَاعِ بَعْدَ فِي جَمِيعِ اَحْوَالِهِمْ وَقَدْ كَانَ بَقِيَ مِنَ الْعُلَمَاءِ
 مَنْ هُوَ مُسْتَمَرٌّ عَلَى الطَّرِيقِ الْاَقْبَلِ وَمُلَازِمٌ صِفَاتِ الدِّينِ فَكَانُوا اِذَا طَلِبُوا
 حَرَبًا وَ اَعْرَضُوا فَرَأَى اَهْلُ تِلْكَ الْاَعْصَابِ عِزَّ الْعُلَمَاءِ وَ اِقْبَالَ
 الْاَئِمَّةِ عَلَيْهِمْ مَعَ اِعْرَاضِهِمْ فَاشْرَبُوا بِطَلَبِ الْعِلْمِ تَوَصُّلًا اِلَى اَنْبَاءِ
 الْعِزِّ وَ دَرَكِ جَاهِهِ فَاجْتَمَعَ الْفُقَهَاءُ بَعْدَ اِنْ كَانُوا مَطْلُوبِينَ طَالِبِينَ
 وَ بَعْدَ اِنْ كَانُوا اَعَزَّةً بِالْاِعْرَاضِ عَنِ السَّلَاطِينِ وَ اَوَّلُهُ بِالْاَقْبَالِ عَلَيْهِمْ
 حُجَّتُ الْاِسْلَامِ اِمَامُ غَزَالِي سَيِّدُ حُجَّتِ الْبَالِغَةِ مِنْ رِوَايَتِهِ هِيَ كَيْبُ زَمَانٍ خَلْفَ اَرْ
 رَاشِدِينَ كَاخْتَمَ هُوَ كَمَا اَوْ رَخْلَافَتِ اَكْبَى اَوْ سِ قَوْمِ مِيْن كَهْ جُكُوحِي اَتَحْقَاقِ نَهْ تَهَا اَوْ رَعْلَمِ

حکام و ائمہ کا اوکو حاصل نہ تھا پس وہ خلفاء مضطرب ہو کر طائفہ مانت و معتاد کے
 ہوئے اور باقی سلاطین علماء دین مثل طور و طریقی صحابہ کے عمل حدیث پر یہ و ن
 قیاس کے اور اس زمانہ کے علماء نے دیکھا کہ غرت و دولت خلفاء کی رضا مندی
 پر ہے پس واسطے خوشنودی خلفاء غیر تحقیق کے مسائل میں قیاس داخل کر دیا تاکہ
 بحث اور تقریر کو گنجائش ملے۔

یہ شہادت ایک بہت بڑے عالم مذہب اہل سنت امام غزالی کی ہے کہ جو مذہب
 اہل سنت میں حجت الاسلام ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء نے واسطے
 حصول غرت و دولت خلفاء کے رضا مندی کرنے کو مسائل میں قیاس داخل کر کے
 تقریریں کرنا شروع کیں اور غیر تحقیق کو واسطے خوشنودی خلفاء وقت کے مستحق
 ثابت کرنا شروع کر دیا۔ انھیں عالموں نے بذریعہ قیاسات فرقہ ناصبی و معتزلہ
 و ماتریدی کو تبدیل نام کر کے سنت اجماعت نام رکھا اور قیاسات کے ذریعہ سے
 اقتدار اسلام میں تغیر پیدا کر دیا کہ عوام الناس حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے مگر اہل
 بڑے ہوئے ہیں اور انھیں قیاسات نے اختلاف مذہبی کو ترقی دی اور رب لوگوں
 کو اپنے عالموں کی تقریروں میں بذریعہ قیاس بحث کی گنجائش ملی تب ہر شخص کو جملہ
 پیدا ہو گیا کہ جو دل میں آتا ہے قرآن اور حدیث کے معنی پیدا کر کے جاہلون کو گمراہ
 کرتا ہے انھیں خوشامد کرنیوالے عالموں کے قیاسات نے دوازدہ امام کو معطل
 کر دیا تھا اور خلقت کو اونکی جانب رجوع نہ ہونے دیا تھا اور خود امام بنے اور
 امام بنکر غرت اور دولت حاصل کی اور اس غرت اور دولت نے ہر شخص کو چھوٹا
 امامت و ولایت بنا دیا۔ چنانچہ فرقہ اہل سنت میں جو ہر قوم کے لوگ بکثرت امام
 بن گئے ہیں اور مذہب حنفی و شافعی و حنبلی و مالکی جاری ہو گئے ہیں اور پیری
 اور مریدی کے گھر گھر چھ پھیل گئے اور قص و سرود کی محفلیں تہہ کلف جاری

ہو گئیں یہ سارا نتیجہ انہیں قیاسات کا ہے جو حضرت علیؑ اور اولاد حضرت علیؑ کے حقوق کو ثابت نہیں ہونے دیتا اور غیر تحقیق کے خلاف کا عوام کو متفرد اور سپر وٹاسے ہو گئے ہیں۔

جناب مولوی محمد جانگیر خاں صاحب نے بھی اپنے اوتھین بزرگوں کی تقلید میں قیاس کا مایا ہے اوار الہدیٰ میں جو ثبوت خلافت بلا فصل کے دلائل قرآن اور حدیث سے لکھے گئے ہیں اور ان ثبوتوں کی تردید میں تو کوئی تاویل بھی نہ کر سکے مگر حسب استدلال و خود قیاس کو دست دیکر قیاسی دلائل پر بلا کسی ثبوت معتبر کے مذہب سنت کے حق ہونیکا دعویٰ کر دیا ہے اور شیعوں کو کالیان شاویٰ ہیں۔

۱۱۔ شکوہ صفحہ ۵۵۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ سَبِّ عَلِيٍّ فَقَدْ سَبَّيْتُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْحَاسِكُ وَقَدْ أَخْرَجَهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَسْفُفٍ النَّبِيُّ الشَّافِعِيُّ مُلْتَمِثًا الشَّامِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَخْرَجَهُ الْمُعَافِيَةُ النَّبِيُّ عَنْ جَمَلٍ لَا مُسْلِمٍ وَأَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ وَأَبْنُ عَسَاكِرٍ عَنْ ابْنِ جُبَيْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ وَأَخْرَجَهُ الْخَطِيبُ عَنْ عَمَّارِ بْنِ بَسَامٍ رَوَاهُ

۱۲۔ ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۳۶۔ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَ لَقَدْ عَمِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ الْكَارِمِيُّ إِنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مَوًى مِنْ وَلَا يَغْضُضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ

فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ یا علیؑ دوست تمہارا مومن ہے اور دشمن تمہارا منافق ہے

۱۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۱۔ وَأَخْرَجَهُ أَبُو يَعْقَبٍ وَالْبُنَّانِيُّ عَنْ سَعْدِ بْنِ ابْنِ قَاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ أَذَى عَلِيٍّ فَقَدْ أَذَانِي وَأَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهُ

نہایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ جنے ایندادی علی کو او نے ایدادی مجھے اور جنے
محبت کی علی سے او سے محبت کی مجھ سے اور محبت کی خدا سے اور جنے دشمنی کی
علی سے او نے دشمنی کی مجھ سے اور دشمنی کی خدا سے ۔

۱۸۔ قول تاملے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ
الْبَرِیَّةِ اَخْرَجَ الْحَافِظُ جَمَالَ الدِّیْنِ الرَّیْثِیِّ عَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ
هٰذِهِ الْاٰیَةَ لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ صَلَّعُمَا عَلَیْ هُوَا نَتَّ وَشِیْعَتُكَ مَرْضٰی
مَرْحُومَیْنِ وَیَا نِیَّ عُدُوْكَ عَضَابًا مُّقْتَضٰی فَقَالَ مِنْ عَدُوِّیْ قَالَ مَنْ تَهْوٰ اَمْلٰکَ
وَلَعْنَتُكَ مَا نَفَظَ جَمَالَ الدِّیْنِ اَبُوْ ذَرٍّ وَکِی تَفْسِیْرُ اَبْنِ عَبَّاسٍ سَے رَوٰی تَ کَرْتِے ہِیْن کَہِیْن
نَازِل ہُوئی یہ آیت نہ رَایَا جَنَاب رَسُوْلُ خُذْ صَٰلِحُ لَے کَہِیَا عَلٰی اِس آیَہ سَے مَراد تَم
اور تمہارے شیعہ ہِیْن ہر روز قِیَامَت شیعہ تمہارے سَے سَورِ آوِیْگَے اور دشمن تمہارے
غُصَّہ و در دِاکی مِیْن آوِیْگَے۔ اور دشمن تمہارے وہ ہِیْن جو تِیسے بُرا کر تِے ہِیْن اُو
تِہِی لَعْنَت کر تِے ہِیْن۔

۱۰۔ عل نخل شہرستانی ص ۹۰۔ فَمَنْ أَنَّ الْأِمَامَةَ تَنْبِئُ بِالْإِتِّفَاقِ
وَالْإِخْتِيَارِ قَالَ بِإِمَامَةٍ كُلِّ مَنْ اتَّفَقَتْ عَلَيْهَا الْأُمَّةُ أَوْ
جَمَاعَةٌ مُعْتَبَرَةٌ مِنَ الْأُمَّةِ مَاطًا مُطْلَقًا وَأَمَّا بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ
قَرَشِيًّا عَلَى مَذْهَبِ قَوْهِ فَقَالَ بِإِمَامَةِ مُعَاوِيَةَ وَأَوَّلَادِهِ وَبَعْدَهُمْ
بِخِلَافَةِ مَرْوَانَ وَأَوَّلَادِهِ إِمَامٌ بِالْقَوِيَّةِ كَمَا فِي كِتَابِ نَخْلٍ مِنْ كُتُبِهِ
تَسَاقُتُ أَوْ رَاخْتِيَارُ مِنْ أَوْ رَاخْتِيَارُ كِي إِمَامَتِ قَبُولِ كِي كِي هِي إجماع امت کے
سبب سے اس لئے امامت معاویہ و نیزہ پسر معاویہ اور ان کے بعد امامت مروان
و اولاد مروان بھی واجب التسلیم ہے۔

۲۰۔ دیوان حضرت علی علیہ السلام صفحہ ۱۴۹۔ اَضْرِبْ لَكَ اَسْرًا مُعَاوِيَةَ:

الْحَبِيبِ الْعَظِيمِ الْحَاوِيَةِ هَذِهِ يَوْمِ النَّارِ مَعَاوِيَةَ وَجَاءَ فِيهَا كِتَابُ عَائِشَةَ

ابن اشعار میں حضرت علی علیہ السلام نے اسیر معاویہ کو ناری رسک کہا ہے۔

۲۰۔ سیرہ الحدید۔ جلد دوم صفحہ ۲۲۴۔ وَفِيهَا أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ

قَالَ يُطْلِعُ مِنْ هَذَا الْفَيْزِ رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِي يَخْتَرُ عَلَيَّ غَيْرَ مَلِكِي فَيُطْلِعُ

مَعَاوِيَةَ وَفِيهَا الْكَلْبُ نَيْفُ الْمَشْهُورِ الْمَرْفُوعِ أَنَّهُ قَالَ أَنْتَ مُعَاوِيَةُ

فِي تَابُوتٍ مِنْ نَارٍ فِي دَرَجَاتٍ مِنْ جَهَنَّمَ يَنَادِي يَا خُنَاتُ يَا مَنَانُ

يُقَالُ لَهُ لَئِنْ لَمْ تَكُنْ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ هَذَا ذِكْرُ الطَّبَرِيِّ

فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ معاویہ کی موت غیر شریعت پر ہوگی یعنی مسلمان

موت ہوگا۔ اور یہ حدیث مشہور اور مرفوع ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا

ہے کہ معاویہ ایک صندوقِ آشی میں طبقہ جہنم میں ہوگا اور چلاوے گا یا خُنَاتُ يَا مَنَانُ

پس ملا کہ جواب دینگے کہ اب خدا کہ بھارتا ہے تو نے خدا کی نافرمانی کی اور توفیق

میں سے تھا اور اسی سزا کہ لائق ہے۔ اور اس طرح پر ذکر کیا ہے طبرانی نے۔

۲۱۔ سیرہ النبی ص ۵۷۷۔ وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ قُتِلَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ الْكِنْدِيُّ

وَمِنْ خَمْسَةِ مَنْ أَحْبَبَ رَسُولُ اللَّهِ بِأَمْرِ مُعَاوِيَةَ كَانُوا إِفْقَاءً لِعَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِلَى

الْحَبِيبِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ عَدِيٍّ أَوْ بِأَنَّهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَواتُہُ

اللہ بجزی میں جعفر بن عدی اور پانچ کس اصحاب رسول اللہ صلعم بحرم رفاقت

علی حکم معاویہ قتل ہوئے۔

ان اصحاب مولوی محمد جانگیر خان صاحب ذرا توجہ فرمائی کہ آپ کے اور آپ کے ہم مذہبوں

اور آپ کے پیشوا و خلیفہ برحق حضرت معاویہ کے نزدیک دشمنی حضرت علی و دشمنی اولاد

علی تو باعثِ ثواب ہی۔ اگر ثواب نہ ہوتا تو حضرت علی و اولاد علی پر اٹھاؤن

برس تک لعنت نہوتی۔ اصحاب رسول اللہ رفاقت حضرت علی میں قتل نہ کئے جانے

ان بلجم کی تلوار سے حضرت علی شہید نہوتے امام حسن علیہ السلام کو زہر نہ دیا جاتا

امام ہون علیہ السلام مثل کوسفندان قرمانی فرج نہ کیے جاتے کوسفندان قرمانی کو تو وقت فرج داند و پانی بھی دیدیتے ہیں مگر عیشین تو تین دن کے بھوکے اور پیاسے فرج کیے گئے۔ حسین ہی کے فرج پر کفنائین کیا گیا۔ بلکہ شخص ماہر بچہ علی مغرب بھی نشانہ تر بنایا گیا۔ یہ انتہا سے دشمنی ہے۔ یہاں یہ دشمنی تو آپ نے اور آپ کے پیشوایا دین نے داخل خطار اجتہادی فرمائی جس خطا و اجتہادی کا مطلب آج تک کوئی ذی فہم نہ سمجھا نہ آپ کے کسی پیشوانے اس خطا سے اجتہادی کی آج تک توضیح کی نہ آپ نے کوئی توضیح فرمائی میں اس خطا و اجتہادی کی توضیح کا بڑا مشتاق ہوں آپ کے اور آپ کے مذہبی عالموں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ ذرا اس خطا و اجتہادی کی توضیح تو کر دیجئے کہ خطا و اجتہادی کسکو کہتے ہیں اور میر معاویہ مجتہد کیونکر بنے اور مجتہد اور خلیفہ و امام میں کیا فرق ہے اور ہر ایک کا جدا گانہ منصب اور کام کیا ہے۔ اور شخص واحد میں یہ تینوں اوصاف کیونکر جمع ہوتے ہیں کہ زمانہ واحد میں وہ مجتہد بھی سمجھا جاوے اور امام بھی مانا جاوے اور خلیفہ بھی قرار پاوے۔ لیکن آپ اصحاب رسول اللہ کو بلا تخصیص عائشا قابل و رد قرار دیتے ہیں تو یہ پانچ صحابہ جو بحرم رفاقت حضرت علی حکم معاویہ قتل ہوئے جسکا ذکر سیرۃ المحمدیہ سے نقل کیا گیا انکے قتل کا بھی کوئی مؤخذہ امیر معاویہ سے ہو گیا یا نہیں اگر امیر معاویہ ان اصحاب کے خون سے بھی آپ کے اور آپ کے ہم مذہبوں کے نزدیک قابل رحمت اور لائق درود ہیں تو شیعہ جن اصحاب پر تہرا کرتے ہیں تو آپ کے مذہبی اصول کے مطابق تو شیعہ بھی قابل رحمت ہیں۔ کیونکہ جب قتل اصحاب قابل رحمت قرار پایا تو وہ اصحاب جو برا کہنے کے لائق ہیں انکا برا کہنا تو بدرجہ اولی قابل رحمت قرار پاوے گا دوسرے یہ بات بتلا دیجئے کہ

خلف حضرت عمر خلیفہ دوم ہمراہی امیر معاویہ حضرت علی علیہ السلام سے بعض خون

سید اللہ

نتیجہ غیر ششم
عید اللہ
۲۰۱۵

شہانِ ہند سے اور دیگر حکم حضرت علی علیہ السلام قتل ہوئے تو ان کے کاشکار و ناجیوں میں ہونا
یا ناریوں میں اور جو لوگ برزناقت امیر معاویہ حضرت علی و لشکر علی علیہ السلام کے
ہاتھ سے قتل ہوئے وہ سب ناجی تھے یا ناری کیونکہ جناب رسالت آبِ صلہ کی حد
معتبر ہے کہ جو لڑے علی سے وہ دوزخی ہے۔ مسلم جلد دوم صفحہ ۳۸۹۔ عَنِ الْأَخْثَفِ
بْنِ قَبِيْسٍ قَالَ خَرَجْتُ قَانًا أُرِيدُ هَذَا الشَّجَلُ فَلَقَنِي أَبُو بَكْرٍ
فَقَالَ أَيْنَ تَرِيدُ يَا أَخْثَفُ قَالَ قُلْتُ أُرِيدُ نَصْرَ ابْنِ عُمَرَ رَسُوْلَ
اللّٰهِ لَعَنِي عَلَيْهِ قَالَ فَقَالَ لِيْ يَا أَخْثَفُ اذْهَبْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
أَخْبَرَنِي أَنَّ الْمُسْلِمَاتِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُلُ فِي النَّارِ بِهَدِيثِ صَحِيحِ
سَلَمٍ لِيْ كُنِيَ بِهٖ جَوَاهِلُ سُنَّتِ مِیْنِ قِرَانِ كَے بعد اعلیٰ اور فضل سمجھی جاتی ہے۔ اس
حدیث سے ثابت ہے کہ علی سے لڑنیوالا اور علی کی تلوار سے جو قتل ہو وہ دوزخی ہے۔
اس بارہ میں مولوی صاحب کیا ارشاد فرمائے ہیں کہ جو اصحاب بہ ہمراہی حضرت عائشہ
جنگِ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کی تلوار سے قتل ہوئے اور جو اصحاب جنگِ صفین
میں بہ ہمراہی امیر معاویہ حضرت علی علیہ السلام کی تلوار سے قتل ہوئے وہ سب
ناری تھے یا ناجی اور یہی اصحاب اہل سنت کے نزدیک قابلِ درود سمجھے جاتے
ہیں یا وہ اصحاب دوسرے تھے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۲۔ وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ
وَالْحَاكِمُ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
قَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ تُقَاتِلُ عَلَى الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى نَبِيٍّ بِهٖ حَدِیْثِ مُسْتَدْرَجٍ ہرگز فرمایا
رسول خدا صلعم نے کہ یا علی تم لڑو گے موافق تنزیلِ قرآن کے۔

پس اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جو حضرت عائشہ اور معاویہ سے
لڑے موافق تنزیلِ قرآن یعنی حسبِ فرمانِ الہی لڑے۔ اور جو شخص اپنے مخالف کے
فرمانِ الہی کے موافق لڑتا ہے اس کا مقابل مخالفِ خدا اور مخالفِ رسول سمجھا جاتا ہے۔

پس حضرت عائشہ کے شریک ہو کر طلحہ و زبیر و دیگر اصحاب جوڑے سے وہ کسوچہ سے خدا اور رسول خدا کے مخالف نہ سمجھے جاویں اور حضرت معاویہ و پھر ابیہان حضرت معاویہ جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ لڑے وہ کونسی وجہ سے خدا اور رسول خدا کے مخالف نہ سمجھے جاویں۔ میں استدعی ہوں کہ مولوی محمد جاناگیر خاں صاحب اور ان کے دیگر ہم مذہب اسکی توضیح تو کر دیں تاکہ ان کے پیشوایان کا حال علانیہ ناواقفوں پر ظاہر ہو جاوے پوشیدہ نہ رہنے پاوے۔

مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۶۔ یَعْنِي لَا يَدْعُوْنَ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَنَّ سُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَعَلَّيْكُمْ
وَفَاطِمَةُ وَالحُسَيْنِ اَنَا حَارِبٌ لِّكَ حَارِبٌ يَحْمَدُكَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاتْلُ
فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ جو لڑے علی و فاطمہ و حسن و حسین سے اس سے میں لڑنے
والا ہوں اور جو صلح کرے علی و فاطمہ و حسن و حسین سے اس سے میں صلح کرنا والا ہوں
یہ حدیث ترمذی سے نقل ہوئی ہے اور ترمذی بھی ایک کتاب ہے صحاح ستہ
کی جو بعد از قرآن قبول کجاتی ہے۔ اب مولوی محمد جاناگیر خاں صاحب ارشاد فرماتے
کہ حضرت عائشہ و دیگر اصحاب رسول جو بہ ہمراہی حضرت عائشہ حضرت علی علیہ السلام
سے لڑے اور حضرت معاویہ و دیگر اصحاب و مسلمان جو بہ ہمراہی حضرت معاویہ حضرت
علی علیہ السلام سے لڑے یہ سب لوگ اس حدیث صحیح کے مطابق رسول اللہ صلعم
کو نیوالے قرار پاؤنگے یا نہیں اور رسول اللہ سے لڑنا کام کافر کا ہے یا مسلمان کا
سورہ اعراب۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَفِيْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ترجمہ تحقیق جو لوگ کہ ایذا دیسے ہیں اللہ
اور اس کے رسول کو لعنت کی ہے اللہ نے انکو دنیا اور آخرت میں اور تباہ کیا ہے
واسطے ان کے عذاب خوار کرنا والا۔

مسند احمد بن حنبل میں طرقت اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ مَنْ اَذَا عَلِيًّا فَقَدْ اَذَانِي

تَحَالُفًا مِّنْ أَذَىٰ حَلِيتَا بَعْثَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ يَهُودِيًّا ۚ وَنُكْرًا بَيْنَنَا
 اُمَرَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ خَدَّاهُ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ يَدْرِي أَنَّهُ يَكُونُ يَوْمَئِذٍ يَهُودِيًّا ۚ
 اُدْرَا يَهُودِيًّا وَهَنَدَهُ مِيرَاوُ عَلِيٍّ كَالْمَبْعُوثِ هُوَ كَابِرُ رُزْقِيَا مَتِ يَهُودِيٍّ اُوْر نَصْرَانِيٍّ -
 مَشْكُوتُهُ وَتَرْغِي وَانْزَالَتْهُ اَلْخَفَاءُ وَتَارِيخُ اَلْخَفَاءِ اَن سَبَّ مَعْبُوتُ كَرَبِ اَلْهَيْتِ
 مِّنْ يَنِيهِ حَدِيثُ دَرَجِ هِيَ -

اب مولوی محمد جانگیر خان صاحب اور اونکے دیگر ہم مذہب ارشاد فرمایا کہ حضرت
 عائشہ و دیگر اصحاب ہمراہ بیان حضرت عائشہ و حضرت منار یہ و دیگر اصحاب ہمراہ بیان
 حضرت معاویہ جو حضرت علی علیہ السلام سے لڑے اور اٹھاون برس کا مل حضرت
 علی علیہ السلام پر علانیہ لعنت کرتے رہے اس سے حضرت علی علیہ السلام کو ایذا
 پہونچی یا مسرت اور حضرت علی کا ایذا پہونچا نیوالا رسول خدا اور خدا کا ایذا و ہندہ
 قرار پایا یا نہیں اور یہ لوگ حضرت علی کے ایذا دینے والے قیامت میں یہود
 و نصاریٰ کے ساتھ مبعوث ہونگے یا نہیں اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ مبعوث
 ہونوالا کافر قرار پاوینگا یا نہیں - دوسرے عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ
 ابن زبیر اور سعد ابن ابی وقاص وغیرہ نے جو بیعت حضرت علی سے انکار
 کیا اور بیعت نہ کی ان لوگوں کے بیعت نہ کرنے سے حضرت علی علیہ السلام کو
 ایذا پہونچی یا مسرت - تیسرے جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو ایذا پہونچی
 اور زنج دیادربارہ عدم حصول خلافت یہ سب لوگ خدا اور رسول خدا کے
 ایذا و ہندہ قرار پاوینگے یا نہیں اور آیت مذکورہ میں خدا اپنے اور اپنے
 رسول کے ایذا دینے والوں کو دنیا اور آخرت میں لعنتی قرار دیتا ہے
 اور فرماتا ہے کہ یہ لوگ عذاب سخت میں مبتلا ہونگے - تو کسان مذکورہ بالا
 خدا اور رسول خدا کے ان احکام کے مطابق لعنتی اور ناری کیوں نہ قرار

دئے جاویں۔ بین اور بہت لوگ اسکے جواب شافی کے منتظر ہیں۔

بین نے جو واقعات اہل سنت کی معتبر کتابوں سے اس تبلیغ میں لکھے ہیں ان پر نمبر شمار لکھ دیا ہے جس غرض کے ظاہر و ثابت کر نیکو بین نے واقعات مذکور کی نقل کی ہے اسکی کیفیت نمبر وار ذیل میں ظاہر کرتا ہوں۔

۱۔ واقعہ نمبر ایک سے امیر معاویہ پر ہمیشہ طبع خلافت کا غالب رہنا ثابت ہوتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اسی طبع سے امیر معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ اور دشمنی کر کے خدا اور رسول خدا کی نافرمانی کی۔

۲۔ واقعہ نمبر ۲ و نمبر ۹ سے ثابت ہے کہ امیر معاویہ نے بچہ لوگوں کو منع کیا کہ جو روایت موافق مذہب حضرت علی کے ہو اور پیر نہ کوئی عمل کرے نہ موافق مذہب حضرت علی کے کوئی روایت کرے اور جو کوئی فضائل حضرت علیؑ و اولاد علیؑ بیان کرے اسکے عوض حضرت علیؑ و اولاد علیؑ پر تبرا و لعن کرایا جاوے اس سے ثابت ہے کہ مذہب حضرت علیؑ دوسرا تھا اور مذہب معاویہ دوسرا ہیں جو لوگ جملافت معاویہ کے مطیع اور معتقد ہیں اور معاویہ کی فضیلت کے قائل اور اذن کو امام برحق تسلیم کر کے رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ معاویہ کے ہم مذہب اور معتقد قرار قرار پاویں گے نہ حضرت علیؑ کے اور معاویہ کے مذہب کا نام ناصبی تھا یعنی دشمن علیؑ اسلئے فرقہ ناصبی ہی فرقہ اہل سنت قرار پاویگا جو معاویہ کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نہ کوئی دوسرا فرقہ اور مذہب حضرت علیؑ کا وہ فرقہ پیر و سمجھا جاویگا جو مذہب معاویہ کا مخالف ہو اور مذہب معاویہ کا مخالف فرقہ شیعہ ہے جو مذہب حضرت علیؑ کا معتقد اور پیر و سمجھا جاتا ہے۔

۳۔ واقعہ نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ و نمبر ۶ و نمبر ۷ سے ثابت ہے کہ امیر معاویہ حضرت علیؑ و اولاد علیؑ علیہ السلام پر خود بھی لعن کرتے تھے اور ان کے حکم

۳۔ دنیا کے کلی مسلمان باسٹھار ہزار شیعہ نماز مجید کے ہر شرطیہ میں لعن کر لے گئے تھے اور
 دوسرا امام حسن علیہ السلام کی مخالفت پر بھی معاویہ نے لعن کرنا پھوڑا دو سری بات
 یہ ثابت ہوتی ہے کہ جب حضرت علی اور اولاد علی پر لعن کجاتی تھی تو عثمان کے
 لعن میں اور سوت دعا کجاتی تھی پس یہ لعن یوحنا بن عثمان دشمنی کے بدل ٹھکان
 برس کامل جاری رہی اور اسی فرقہ کا نام ناصبی مشہور ہوا جو اطاعت معاویہ پر
 دشمنی خاندان نبوت حضرت علی و اولاد علی پر لعن کرتے تھے جواب از نام منٹ انجما
 نامزد ہیں۔

۴۔ ان واقعات سے یہ بھی ثابت ہے کہ شتر ہجری سے جب فرقہ ناصبی و معتزلہ
 و شیعہ کی تفریق شروع ہوئی اسوقت باہمی عداوت کا آغاز ہوا اور اسلئے ہجری
 میں اس عداوت کی میر معاویہ نے شیعوں کے قتل اور غارت گری کا حکم دیکر استحکم
 کر دیا جو آج تک قائم ہے اور جو حکم میر معاویہ نے شیعوں کے قتل اور غارت گری کا اور
 مذمت سے موقوف کر دینے کا اور انعام اور اکرام نہ دینے کا جاری کیا تھا اس
 حکم کی پیروی آج تک اہل سنت کرتے چلے جاتے ہیں کوئی دوسرا فرض ادا ہو
 یا نہ ہو مگر حضرت معاویہ کی اس سنت کو ضرور ادا کرتے ہیں اور جب طور سے ممکن ہوتا ہے
 شیعوں کے ضرر اور نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ اور اپنی حکومتوں
 اور ریاستوں میں ہرگز ہرگز شیعوں کو نوکر نہیں رکھتے چنانچہ ریاست ٹونک و
 ریاست ہوپال اسکے شاہد حال ہیں۔ جہاں شیعہ بقیہ داخل ہو کر مشکل سے نوکر
 ہو گئے اور اس بقیہ نے اذن شیعوں کی اولاد کو بالکل فرقہ نواصب کا شریک و
 ہم عقیدہ و ہم خیال بنادیا اور ان صاحبان بقیہ کو بعد مرگ بھی نواصب ہی کے
 عقیدہ کے مطابق غسل و کفن و دفن نصیب ہوا۔ اس قسم کے بقیہ کر نیوالے شیعوں کا
 حال بھی سخت فسوس کے لائق ہے جو محض ملازمت کے واسطے اسد بچہ بقیہ کرتے ہیں

کہ اولی مرتبہ بھی خراب ہوتی ہے اور اولی اولاد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور سب سے زیادہ افسوس محکوم ایک مذہبی علم شیعہ پر ہے کہ جو اپنے کو نبی مظلوم کہتے ہیں اور کسی ہندو کے مطیع ہیں شیعوں کی کتاب میں ترسیم کر کے چھپوا کر پکارتے ہیں۔ اور خوفِ خدا کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔

۵۔ واقعہ نمبر ۱ و نمبر ۱۰ سے ثابت ہے کہ امیر معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اس درجہ دشمنی تھی کہ وفاتِ امام حسن علیہ السلام سے معاویہ اور اہل شام کو از حد خوشی ہوئی اور تکبرین کہیں۔ اور شہادتِ امام حسین علیہ السلام سے یزید کسپر معاویہ کو خوشی ہوئی تھی۔ اور مقلدانِ امیر معاویہ و یزید اب تک ان دونوں اماموں کی شہادت کو باعثِ خوشی قرار دیتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور یوم شہادت کو ضرور عمدہ عمدہ پارچہ زیب تن کرتے ہیں اور خوشیوں لگانے ہیں اور ناچ و تماشا بغرض ادائی سنتِ یزید و معاویہ دیکھتے ہیں جیسا کہ تیقہ نمبر ۱۱ میں تصریح کی گئی ہے اس خوشی کا سبب یہی ہے کہ یوم شہادتِ امام حسین علیہ السلام کو یزید نے خوشی کی تھی اور خلافتِ یزید کو اہل سنت تسلیم کر چکے ہیں اسلئے اپنے خلیفہ یزید و معاویہ کی سنت کو ادا کرتے ہیں۔ اور جلیل امیر معاویہ اور اولی کے شرکا و حضرت علی علیہ السلام کی عیسیٰ میں مصروف رہتے تھے اس مطیع مقلدانِ امیر معاویہ مجبان علی کی عیب جوئی میں مصروف رہتے ہیں اور جب کچھ نہیں پاتے تو حسبِ تقلید بزرگانِ خود مندرجہ واقعہ نمبر ۱۱ تا واپس کر کے اولاد علی پر الزام لگاتے ہیں اور مجبان علی کو گالیوں دیتے ہیں۔

۶۔ واقعہ نمبر ۱۲ و نمبر ۲۲ سے ثابت ہے کہ پانچ شخص صحابہ رسول سے بوجہ رفاقت حضرت علی مع حجرون عدی کے اور امام نسانی بوجہ اظہارِ فضائل حضرت علی کے قتل ہوئے۔ یہ انتہائے عداوت ہے۔ اور مقلدانِ معاویہ و یزید اب تک ان لوگوں کی ایذا رسانی اور نقصان پر آمادہ رہتے ہیں جو مجالس میں فضائل حضرت

علی جان کرے ہیں۔ مل کا موقع تو بوجہ حکومت برٹس گورنمنٹ حاصل نہیں
ہونا۔ مگر گالی گلوچ دھینگاشنی میں ثالثات عدالت میں ان مجالس کو بدعت
سیبہ کہنے میں لوگوں کو ترغیب دیکر شرکت مجالس سے روکنے اور منع کرنے
میں کوتاہی بھی نہیں کرتے

۷۔ واقعہ نمبر ۱۳ سے ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے دشمن بہت تھے اور
دریغے محرومی خلافت کے بظاہر عیب تلاش کرتے تھے مگر عیب تو کوئی نہ پاتے
تھے۔ البتہ اس عداوت کے نتیجہ میں براہِ مکروہ دنیا بازی جنگ معین واقع ہوئی
اور اسی دشمنی کے سبب حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کو اشتنا و سد و سے چند
کھینے قبول نہ کیا۔ اور چند ماجوں کی اعانت سے کار خلافت کا اجرا غیر ممکن تھا۔
پس امت نے امام وقت اور خلیفہ مطلق علی ابن ابیطالب سے روگردانی کر کے
اپنی مرضی سے حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنایا۔ اور جن مسلمانوں نے نافرمانی کی حکم
خدا اور حکم رسول کی اور دشمنی کی حضرت علی اور اولاد علی کے ساتھ اوصیہ میں
مسلمانوں کو آج تک مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے اور اپنے مذہب کا نام و ابھار
رکھا ہے گو پاکر اسلام کا دار مدار دشمنی حضرت علی پر رکھا گیا ہے۔

۸۔ واقعات نمبر ۱۰ و نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ سے ثابت ہے کہ امیر معاویہ کے حق میں کوئی
فضیلت ثابت نہیں ہوئی اور رسول خدا کی حدیث مستند سے بھرا طبری ثابت
کیا گیا ہے کہ امیر معاویہ غیر مسلم فوت ہونے اور آتش و زرخ میں جلانے جاوینے
پس مولوی محمد جانی خان صاحب و دیگر اہل سنت کا یہ غدر کہ معاویہ نے وقت و فاقہ
توبہ کی مخالف ہے حکم رسول اللہ صلعم کے اور اس غدر سے رسول خدا صلعم کی پیش قدمی
کی تکذیب ہوتی ہے اور تکذیب رسول بجز منکرین توحید و نبوت کے کوئی مسلمان
نہیں کر سکتا لہذا امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ کتنا خدا اور رسول خدا کی نافرمانی ہے

اور سب سے اول جتنے نافرمانی کی وہ شیطان تھا اور یہی نافرمانی کے سبب شر ہو
 گیا۔ واقعہ نمبر ۱ سے ثابت ہے کہ احکام الہی و احادیث رسالت نہایت ہی کے صحیح و صاف
 مطالبہ پدیریعہ تاویلات جو تبدیل کیے جاتے ہیں وہ خلفاء ثلاثہ و خلفاء ربیانیہ میں
 کیا اور ان عداوتوں کے پوشیدہ کرنے کو کہ جن عداوتوں کے سبب حضرت علی علیہ السلام
 خلافت سے محروم کیے گئے قتل کیے گئے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا گیا امام حسین
 علیہ السلام تہ تیغ کیے گئے تاکہ عوام میں اضطراب پیدا نہ ہو اور خلفاء غیر متحققین کی خلافت
 کو زوال نہ آنے پاوے چنانچہ ان عداوتوں کے اور حق تلفیوں کے پوشیدہ کر نیکی و قیاس
 ہر مسئلہ میں علماء نے داخل کر کے بحث اور تقریر دن میں گنجائش پیدا کی اور اس طرح
 پر دین کی اوس حقیقت کو کہ جو ذریعہ نجات سمجھا جاتا تھا پوشیدہ کیا اور مذہب
 کی اصلی بنیاد کو شادیا او بیکی بیروی آج تک علماء اہل سنت کرتے چلے جاتے
 ہیں۔ تاکہ مذہب اہل سنت میں زوال نہ آنے پاوے۔

چنانچہ شرح عقاید نسفی میں اہل سنت کی واسطے سند درجہ ذیل حکم جاری کیا گیا ہے
 فَمَا قَاتَعُوا مِنَ الْمُعَاذِلَاتِ وَالْمُعَارِيضَاتِ لَكُنَّ مِنْ نَزْلِ عِزِّهِ وَمَحَالِ
 تَارِ بِلَادٍ فَسَبَّاهُمْ وَالطَّعَنُ فِيهِمْ هَرَاتٍ كَانَتْ مَتَابِعًا لِفَتْ الْأَدْلَةِ الْقَطِيعَةِ فَلَمْ
 خطا و محابہ اگر باعث لعن و طعن ہو تو لازم ہے کہ تاویل کر کے صحابہ کو لعن و طعن سے
 محفوظ رکھنا چاہیے۔ گرچہ وہ تاویل قرآن و حدیث کے خلاف ہو۔ اس حکم کے مطابق
 اہل سنت نے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہے کہ جن اصحاب کو خدا دوزخی کہتا ہے اور
 جن اصحاب کی شان میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ملائکہ دوزخ میں بجا دینگے اور ان
 اصحاب کی خطاؤں کو بہانہ کر کے جھوٹ بول کے پوشیدہ کر دے تاکہ وہ لوگ لعنت سے
 اور طعن کے محفوظ رہیں۔ پس اہل سنت اصحاب دوزخی کو دوزخہ اعتقاد یا بوجہ
 اسکے کہ اونھیں کی اولاد میں سے ہیں (جو فضل اورا علی قرار دینے میں طرفداری

کے سبب نہ راست بازی کے باعث۔ اگر واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام ہو تو حسب اسلام اس دنیا سے گم ہو جاتا۔ مگر واقعہ شہادت نے اسلام کی ڈوبی ہوئی کشتی کو بچا لیا اور کناہ پر لگا دیا۔

۱۔ واقعہ نبیوائے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حبشہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان خلیفہ رسول اللہ تھے اور سیطرح امیر معاویہ ویزید بھی خلیفہ رسول اللہ تھے اور سیطرح مسلمانوں نے بوجہ عداوت حضرت علی علیہ السلام کی جانب رجوع نہ کیا اور اپنی مرضی سے اول خلیفہ بنایا حضرت ابوبکر کو اور ان کے بعد حضرت عمر کو اور بعد حضرت عثمان کو اور سیطرح مسلمانوں نے امیر معاویہ ویزید کو بھی خلیفہ بنایا تھا۔ کوئی فرق تعین خلافت حضرت ابوبکر و امیر معاویہ ویزید بن ظاہر نہیں ہوتا جیسے خلافت حضرت ابوبکر پر اجماع اور بیعت ہوئی اور سیطرح خلافت امیر معاویہ پر اجماع اور بیعت ہوئی اور حبشہ خلافت عمر پر اجماع اور بیعت ہوئی بدریہ و لیبیدی حضرت ابوبکر اور سیطرح خلافت زید پر اجماع اور بیعت ہوئی بوجہ و لیبیدی معاویہ کے کوئی فرق نہ تھا۔ پس اہل سنت کا اصول اجماع امت کے خلاف خلفائے ثلاثہ کو راشدین کہنا ایک فعل عبث ہے اور بات بنائی ہے۔ چنانچہ واقعات مندرجہ ذیل سے ثابت ہوگا کہ علماء معتبرین نے خلافت و امامت معاویہ ویزید کو مثل خلافت خلفائے ثلاثہ کے تسلیم کیا ہے۔

اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۶۷۸۔ اہل سنت و جماعت راصالح امام حسن ولیل است بر صحت امامت معاویہ۔

حیوۃ الحیوان و پیری صفحہ ۱۲۔ خلافت امیر المؤمنین معاویہ بن ابی سفیان قالوا لما خلع الحسن نفسه من الخلافة ثم اقام له معاویة و استقام له الملك و صفت له الخلافة و كان قد

بایں اہل بیت علیہ السلام و اختلاف علیہ اہل العراق الی ان حضرت
 فاجتمع علی بدیع خلیفہ خلافت امیر المؤمنین و ابی بن ابی سفیان کی جگہ کہ ترک کیا خلافت کو امام
 حسن نے اور پھر و کیا معاویہ کو اور ہو گیا معاویہ خلیفہ اور بیعت لی اہل شام
 سے بدعتی اور انکار کیا اوسکی بیعت سے اہل عراق نے دیکھو نہ کہ یہ لوگ شیعہ تھے
 یہاں تک کہ رخصی کر دیا اہل عراق کو امام حسن نے واسطے بیعت معاویہ کے پس اجماع
 ہو گیا اوپر معاویہ کے۔

ابو شامہ و تميم بن مرثدہ شرح عقاید نسفی صفحہ ۱۰۲۔ وَاجْتَمَعْنَا أَنْتَ الْخِلَافَةَ مُعَاوِيَةَ
 لَمْ يَكُنْ عَلِيٌّ وَصَايَاكَ مَعَهُ الْحَسَنُ وَتَابِعَ جَمِيعُ الصَّحَابَةِ وَالْمُسْلِمُونَ
 فَأَمَّا يَنْبَغُ يُدَبِّنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ بَانَ خِلَافَتُهُ كَانَتْ
 بِاسْتِخْلَافِ مُعَاوِيَةَ وَتَبَعَهُ الْمُسْلِمُونَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ
 فَمِنْ طَرِيقِ الْقِيَاسِ أَنْ طَاعَتُهُ كَانَتْ وَاجِبَةً عَلَى الْحُسَيْنِ وَجَمِيعِ
 الْمُسْلِمِينَ إِلَّا أَنْ نَقُولَ أَنْ مُعَاوِيَةَ كَانَ عَالِمًا مِنْ غَيْرِ فَسَقَ وَ
 كَانَتْ فِيهِ الدِّيَانَةُ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مُتَدَيِّنًا لَكَانَ لَا يَجُوزُ الصَّلَاةُ مَعَهُ فَلَمْ يَكُنْ
 مِنْهُ سِوَى النَّبِيِّ ثُمَّ عَلَى صَاحِبِهِ مَعَهُ لِأَنَّهُ كَانَ يَدْعِي الْحَقَّ وَكَانَ عَادِيًّا
 فَيُحَايِلُ النَّاسَ ثُمَّ بَعْدَ عَلِيٍّ كَانَ إِمَامًا عَادِيًّا لَا فِي دِينِ اللَّهِ وَفِي عَمَلِ النَّاسِ
 اجماع کیا جمیع صحابہ و تابعین و کل مسلمانوں نے خلافت و امامت معاویہ پر بعد
 از علی و صلح امام حسن علیہ السلام کے اور جملہ تابعین و صحابہ و مسلمین نے تابعداری
 کی معاویہ کی در باب خلافت یزید کے بعضوں نے کہا ہے کہ خلافت یزید کی حق
 تھی اسوجہ سے کہ باستخلاف معاویہ کے تھی۔ اور اطاعت کی صحابہ اور مسلمین نے
 پس مقتضائے قیاس یہ ہے کہ امام حسین کو اطاعت یزید کی واجب تھی اور
 اس جگہ میں کہتا ہوں کہ معاویہ عالم غیر فاسق تھا اور اوسمیں دیانت تھی اور اگر

نہی ہرگز امام حسن فاسق سے صلح نہ کرتے اور ایسا نہ اہل معاویہ امام عادل و صالح و متقی تھے دین خدا میں۔

یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ علماء اہل سنت معاویہ اور زید کی خلافت اور امامت کو حق سمجھتے تھے اور کل صحابہ اور تابعین نے اور جملہ مسلمانوں نے خلافت معاویہ و زید پر اجماع کر کے بیعت کی اور ہر عالم اہل سنت نے جا بجا ذکر معاویہ و زید بن معاویہ و زید کو لقب خلیفہ اور امام و امیر المومنین کے ساتھ نامزد کر کے لکھا ہے ان دونوں کو بادشاہ کے نام سے کسی نے کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے اگر یہ لوگ بادشاہ تھے اور خلافت ختم ہو گئی تھی عثمان یا امام حسن علیہ السلام پہ تو پھر معاویہ اور زید کے نام سے لقب خلیفہ و امام و امیر المومنین ساقط ہو کر لفظ سلطان لکھا جانا چاہیے تھا۔ مگر آج تک اہل سنت کی تصنیفوں اور تالیفوں میں ذکر معاویہ اور زید میں لقب خلیفہ و امام و امیر المومنین استعمال ہوتا ہے۔ اور اہل سنت کی کل کتابوں سے ثابت ہے کہ زمانہ خلافت معاویہ میں کل اصحاب اور تابعین اور مسلمان معاویہ کو خلیفہ و امام و امیر المومنین کے لقب سے پکارتے تھے اور اس طرح زید کو لقب خلیفہ و امام و امیر المومنین سے پکارتے تھے لقب سلطان سے کبھی کسی نے معاویہ اور زید کو نہیں پکارا۔ اگر یہ دونوں بقول مولوی محمد جاگیر خان صاحب کے بادشاہ تھے خلیفہ نہ تھے تو ان کا نام خلیفہ و امام و امیر المومنین کیوں نامزد ہوئے اور مثل سلاطین اسلام بول ان کا نام سلطان کیوں نامزد ہوئے۔ اور بادشاہ کیواسطے اجماع امت اور کرنے بیعت کی کیا ضرورت تھی سلاطین شرکی کیواسطے کبھی اجماع امت اور بیعت نہیں ہوئی۔ بلکہ اجماع امت اور بیعت کا طریقہ جاری ہوا زمانہ خلافت حضرت ابو بکر سے اور اوسے اصول پر اصحاب و تابعین و مسلمین نے خلافت معاویہ و زید پر بھی اجماع کر کے بیعت

کی۔ پس کوئی فرق اور کوئی امر یا بہ الا تمیاز در میان حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و امیر معاویہ و زید کے ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ جسکے سبب سے خلفاء ثلاثہ تو خلیفہ برحق سمجھے جاویں اور معاویہ و زید بادشاہ خیال کیے جاویں اگر بادشاہ ہیں تو حضرت ابو بکر و معاویہ و زید یا پھر بدرجہ مساوی بادشاہ ہیں اور خلیفہ ہیں تو یا پھر بدرجہ مساوی خلیفہ ہیں۔ اسکے ثبوت میں ایک تازہ شہاد اور بھی لکھے دیتا ہوں۔ گو اس شہادت کے لکھنے سے طوالت تو ہے مگر میرے فیصلہ کو استحکام ہوتا ہے۔

روسا رقبہ کا کوری ضلع لکھنؤ ملک او دھ جو مذہب سنت اجماعت میں سخت متعصب مشورین انہیں کے جناب مولوی مسیح الدین صاحب نے جو ایک مشور رکس اور مذہب اہل سنت کے ایک مشور عالم ہیں۔ ایک کتاب از نام تاریخ الخلفاء تصنیف فرمائی ہے یہ کتاب اردو زبان میں ہے اور حسنہ البجری میں بار اول طبع ہوئی ہے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۵ سے عبارت مندرجہ ذیل نقل کیجاتی ہے۔

نقل عبارت مندرجہ کتاب تاریخ الخلفاء تصنیف جناب مولوی مسیح الدین صاحب

ہمارا عقیدہ یہ تھا کہ اکثر علماء اہل سنت کے یہ ہے کہ بعد استقرار خلافت کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جب حضرت سبط اکبر حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ و سلام اللہ علیہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی کسی حرکت بد قابل انکار کا ان سے صادر ہونا بروایت صحیح متواتر مشور ثابت نہیں ہے۔ الا دوا مر۔ ایک بعد وفات سبط اکبر علیہ السلام کے نزدیک اپنی حالت حیات میں ولیعہد مقرر کرنا باوصف اوسکے ابتلا کے معاصی میں تو ممکن ہے کہ وہ اوسکی حیات میں معاصی کا ترکیب نہو یا محبت فرزند می نے اسکے عیوب سے

ناپسند کیا کر دیا ہو۔ اور دوسرے امر کے ذکر کو ہرگز جی نہیں چاہتا۔ مگر نصبِ ائمہ کا یہی
 جو اختیار کیا ہے اس نے اس کے ذکر پر مجبور کیا ہے یعنی بمباوضہ و بد لے میں جو سب
 اور لعن کی خطبوں میں غیر مستحقین پر یعنی علی علیہ السلام پر اور اولاد علی علیہ السلام
 اور جنوں نے راہ نکالی جو طریقہ سارے خلفائے نبوی امیہ میں عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ
 کے وقت تک جاری رہا البتہ نہایت قابل نفرت و انکار ہے اور ہکویقین ہے
 کہ وہ اپنے دل میں خوب سمجھتے تھے کہ بموجب مضمون حدیث شریف کے سب
 اور لعن غیر مستحق پر خود سائب اور لاعن پر پلٹ آتی ہے۔ باوصف اس کے
 شدت طمع خلافت اور سلطنت اور معصیتِ عظمیٰ اس کی جو اس کے دل میں تھی اس نے
 اس ظاہری غیر قلبی سب و لعن کے عیب سے اس کو زندہ حاکم رکھا تھا۔ یعنی اس کی
 سمجھ یہ تھی کہ اگر وہ عیوض نہ لے سکے تو اس کے لیے معاون اور انصار مبادا ایسے
 سمجھیں کہ وہ مستحق سب و لعن کے ہیں بخلاف طرف ثانی کے تو سلطنت اور حکومت
 میں فتور واقع ہوگا۔ اب یہاں ہکویخت تعجب ہے کہ جناب امیر المومنین اعدائے
 الغالب علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ نے کیوں سب و لعن اعدائے مخالفین
 پر فرمائی فقط۔

مولوی سیح الدین صاحب کی اس تحریر سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔
 ۱۔ امیر معاویہ حضرت علی و اولاد علی علیہ السلام پر خود بھی لعن کرتے تھے اور امیر معاویہ

ہر خطبہ میں اس لعن کی راہ نکالی اور یہ طریق لعن کرنے کا زمانہ خلافت عمر ابن عبد العزیز
 تک جاری رہا۔

۲۔ مولوی سیح الدین صاحب اقرار کرتے ہیں کہ امیر معاویہ کا یہ طریقہ قابل
 نفرت ہے۔ اور اسی لفظ نفرت کو تبرا کہتے ہیں جو شیعہ کرتے ہیں اور جب خود

علماء اہل سنت حضرت معاویہ کے ساتھ اظہار تبرا کرین نو پھر شیعوں پر کیوں لازم دیا جاتا ہے۔

۳۔ معاویہ کا فعل سب و لعن دل سے نہ تھا۔ بلکہ بغرض معاوضہ تھا۔

۴۔ لعن لعن پر پلٹ آتی ہے۔ اس حدیث سے حضرت معاویہ واقف تھے۔

۵۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے اعدا اور مخالفین پر لعن کیا کرتے تھے۔

یہ اقرار مولوی سیح الدین صاحب کا زبان اردو میں ہے اس میں نہ گنجائش

تاویل ہے نہ معنی کے تغیر تبدل کا موقع۔ اب مولوی محمد جاگیر خان صاحب

ارشاد فرما دین کہ امیر معاویہ نے جو رسم لعن بعد ہر خطبہ جاری کی تھی اور تمام ممالک

اسلام میں یہ طریق بحکم معاویہ جاری رہا اور اس طریقہ لعن میں تمامی اصحاب

وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن زبیر وغیرہ نے معاویہ کی شرکت کی تو یہ

لعن معاویہ پر اور شرکاء معاویہ پر پلٹی یا نہیں پلٹی اگر پلٹی تو لعن کے معنی ہیں رحمت

خدا سے دور ہونے کے تو ظاہر ہے کہ اس لعن کے پٹنے سے معاویہ اور ان کے وہ

مابین کہ جنہوں نے خلافت معاویہ پر اجماع کیا اور شرکاء لعن ہوئے لعن کے

پلٹنے پر رحمت خدا سے دور ہو کر داخل نار ہوئے یا نہیں اور جو لوگ رحمت الہی

محروم ہوں وہ رضی اللہ عنہ ورحمت اللہ علیہ کیونکر قرار پاسکتے ہیں۔ دوسرے

جب حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر لعن کی تو ان حضرت

پیرو اور مقلد اور معتقد وہی لوگ قرار پانگے جو پیروی کرین ان کے قول اور

فعل کی اور دشمنان علی اور اولاد علی پر شیعہ سب و لعن کرتے ہیں جو خاص پیروی

ہے حضرت علی علیہ السلام کی ایسے حضرت علی علیہ السلام کے پیرو اور معتقد جب نہ

فروہ شیعہ کے کوئی دوسرا فرقہ قرار نہیں پاسکتا۔ اور دشمنان علی و مخالفان علی کو

رضی اللہ عنہ ورحمت اللہ علیہ اہل سنت کہتے ہیں ایسے اہل سنت کا شمار

دشمنان علی بن ہوگانہ دوستان علی بن پس اہل سنت کا حضرت علی علیہ السلام کی دوستی کا اقرار کرنا بظاہر کم علموں اور جاہلوں کو دھوکا دینا ہے یا کچھ ائمہ تیسرے۔ امام سے صدور خطا محال ہے اگر دشمنوں اور مخالفوں پر حضرت علی علیہ السلام کے لعنت کرنا حکم الہی کے خلاف ہوتا تو وہ حضرت اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر کبھی لعن نہ کرتے پس بموجب پیروی حضرت علی علیہ السلام اگر شیعہ دشمنان و مخالفان علی و اولاد علی علیہ السلام پر جو سب و لعن کرتے ہیں انہیں قباحت کیا ہے۔ چوتھے مولانا عبد الغفر شاہ صاحب محبت دہلوی کتاب سرالشاہدین میں لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام تو زید سے نہ ہر دلوایا۔ اور امام حسن علیہ السلام نے حیات حضرت معاویہ بن رہے شہید ہوئے ہیں جسکی خوشی میں امیر معاویہ اور اہل شام نے تکبیریں کہیں اور معاویہ نے کہا کہ ایک جنگاری تھی وہ خاموش ہو گئی اور اقرار کیا کہ بنی فاطمہ کی موت سے میرے قلب کو رست ہوئی ہے۔ اس علم پر جو معاویہ نے زید کو دلیعہ کیا یہ سارے ثبوت دشمنی علی و اولاد علی کے ہیں یا دوستی علی و اولاد علی کے اور دشمن علی رسول اللہ کا اور خدا کا دشمن ہے یا بین اور دشمن خدا و دشمن رسول کا فر ہوتا ہے یا مومن رضی اللہ عنہ پس جس قسم کی دوستی معاویہ اور اہل شام کو حضرت علی اور اولاد علی کے ساتھ تھی اوسی قسم کی دوستی اہل سنت کو حضرت علی اور اولاد علی کے ساتھ ہے چونکہ مذہب اہل سنت کا طبعی ہے جو ہجرت رسول خدا صلعم کے سوا سو برس کے بعد دوسری صدی ہجری میں جاری ہوا ہے جب ان کے پیشواؤں پر الزام دشمنی ثابت ہونے لگتا ہے تو حالت اضطراب میں دین کا مشتی پر تیار ہو جاتے ہیں جواب دینے کی تو قدرت نہیں رکھتے حالت اضطراب میں جو کچھ منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں اور جو خیال پیدا ہوتا ہے

لکھ دیتے ہیں آئندہ اور گزشتہ کا مطلق خیال نہیں رکھتے۔ نہ اصول عینہ کا لحاظ رکھتے ہیں پس اس نتیجہ کے فیصلہ میں مجھ کو اس بات کے ظاہر کرنے میں اور فیصلہ دینے میں کچھ بھی تامل نہیں۔ کہ معاویہ اور زید علی اور اولاد علی علیہ السلام کے قطعی ہونے سے پہلے ان کے متعلق بھی جو اذکی امامت اور خلافت کو حق جانتے ہیں اور ان کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یقیناً خاندان نبوت کے قلبی دشمن ہیں اور دشمنان حضرت علی کا دشمن خدا اور دشمن رسول ہونا میں اس کے قبل احادیث نبوی سے ثابت کر چکا ہوں اور آیات قرآنی سے ظاہر کر چکا ہوں کہ اوپر خدا نے دین و دنیا میں لعنت کی ہے اور مستحق عذاب سخت کا فرمایا ہے۔ پس امیر معاویہ کی نسبت اختلاف باہمی کا سبب یہی ہے کہ امیر معاویہ علی و اولاد علی کے دشمن قلبی تھے جیسا کہ مذکورہ بالا وجوہات سے ثابت ہے اور اہل سنت معتقد ہیں امیر معاویہ کے اور شیعہ معتقد ہیں علی و اولاد علی کے بدنیہ ان دونوں فرقوں کے اعتقادات میں فرق ہے اور شیعہ حق پر ہیں۔

نتیجہ نمبر ہفتم

باہم خلفاء ثلاثہ و حضرت علی و جناب سیدہ اتحاد تھا یا اختلاف اور صدیق اکبر ہونیکا شرف کس کو حاصل ہو شیعہ اور سنو کے نزاع باہمی کا تصفیہ ہی ایک نتیجہ کے فیصلہ سے ممکن ہے اگر دونوں فرقہ امیر غور فرماویں۔

نتیجہ نمبر دوم میں اہل سنت کی جبر کتابوں سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم بار بار علی ابن ابیطالب کے حق میں فرما چکے ہیں کہ علی بعد میرے ہر مومن اور مومنہ کا والی یعنی آقا و سرور ہے اور جس شخص نے دوست رکھا

علی کو اونے دوست رکھا خدا اور رسول خدا کو۔ اور جسے نبیٰ کیا علی سے اُسے
 نبیٰ کیا خدا اور رسول خدا سے۔ علی امیر المؤمنین و امام المتقین و کرامہوں کے
 راہ و تباہی والے ہیں۔ علی کا مونہ و کبیرا داخل عبارت ہے۔ علی بہترین خلق ہیں
 و تمام امت سے افضل ہیں اور نور سے پیدا ہوئے ہیں اور گناہوں سے
 لطیف و طاہر ہیں۔ اور شک کرنا والا کافر ہے۔ کل انبیاء اقرار توحید بانجا
 و اقرار نبوت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و ولایت علی پر معبود رسالت ہوئے اور تھے نبی
 ہمارے میں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ پروردگار عالم نے
 علی و فاطمہ حسن و حسین کی محبت کل امت پر واجب کی ہے۔ اور علماء معتبرین اہل
 نے اقرار کیا ہے کہ ان چاروں بزرگوں کا رتبہ تمام خلقت سے اعلیٰ اور افضل
 اور اونکے واسطے بہت بڑا شرف یہ ہے کہ ہر نماز میں ہر مسلمان اقرار توحید
 و اقرار نبوت کے بعد اول جناب محمد پر درود پھیلتا ہے اور اونکے بعد آل محمد پر
 یہ شرف نہ کسی اصحاب کو حاصل ہوا نہ انبیاء کو نہ کسی دوسرے مسلمان کو۔
 پروردگار عالم نے ان چاروں بزرگوں کا بذریعہ آیہ تطہیر طیب و طاہر و معصوم
 ہونا ظاہر کر دیا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے امت کو وصیب کی کہ قرآن اہلبیت
 اپنے تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں انکی فرمانبرداری کرنا اور جو شخص نے
 دگردانی کر دیا و زخ میں جاویگا۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ میرے اہلبیت مثل
 کشتی نوح کے ہیں جو شخص سوار ہوا یعنی جسے اطاعت کی اور فرمانبرداری کی
 وہ نجات پاویگا اور جسے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا یعنی نجات سے محروم ہوا۔
 پھر فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے کہ اہلبیت میرے باعث امان دنیا میں
 یعنی میرے بعد اگر میرے اہلبیت دنیا میں نہ رہیں تو امن خلاق قائم نہ رہے
 اور اہلبیت کی تخصیص آنحضرت نے علی و فاطمہ حسن و حسین کے ساتھ الفاظ صاف

و مستح میں کر دی ہے کہ جس میں گنجائش بحث و گنجائش تاویل بھی باقی نہ رہی
اور بجز ان چاروں بزرگوں کے کسی پانچویں کو داخل اہلبیت نہ فرمایا۔
اور تبیح نبیرہم میں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ فرمایا
خاب رسول خدا صلعم نے کہ میں ڈرانے والا خلق کا ہوں اور علی ہادی امت ہیں
علیؑ ساتھ قرآن کے ہے اور قرآن ساتھ علی کے ہے یعنی مطابق قرآن کے
بجز علی کے کوئی دوسرا امت کی رہنمائی نہیں کر سکتا اور رتبہ قرآن کا اور علی کا
بدرجہ مساوی ہے۔ پھر فرمایا آنحضرت نے کہ علی کا دوست رکھنے والا مومن ہے
اور علیؑ سے دشمنی کرنے والا منافق ہے اور پھر فرمایا آنحضرت نے کہ علی کا دوست
میرا اور خدا کا دوست ہے اور علی کا ایذا دینے والا میرا اور خدا کا ایذا دینا
ہے اور میرا اور خدا کا ایذا رسان کا فر ہے۔

علیؑ اور فاطمہؑ و حسن و حسین علیہم السلام کے فضائل بہت ہی مختصر واسطے تقویت
فیصلہ میں نے لکھ دئے ہیں ورنہ قرآن اور حدیث سے بکثرت فضائل ان
بزرگوں کے ظاہر ہوتے ہیں اور معتبرین علماء اہل سنت نے اقرار کیا ہے کہ
مثل ان چاروں بزرگوں کے کسی اصحاب کو اسلام میں فضیلت حاصل نہیں ہے
لہذا بموجب ارشاد خدا و رسول خدا ہر مسلمان پر واجب ہوئی اطاعت و فرمانبرداری
علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسین کی پس جن لوگوں کے ساتھ علی و فاطمہ و حسن و حسین اتحاد
کریں اور جسکو اچھا جانیں ہم پر بھی واجب ہے کہ اوسکو اچھا کہیں اور اسکی فرمانبرداری
دل و جان سے کریں۔ اور یہی شرط اطاعت اور فرمانبرداری کی ہے اور جس
کسی سے علی و فاطمہ و حسن و حسین نفرت کریں اور جسکو بُرا جانیں اور جسکو اپنا دشمن
سمجھیں ہم پر بھی واجب ہے کہ اوس سے نفرت کریں اور اسکو بُرا جانیں اور
بوجہ دشمنی علی و فاطمہ و حسن و حسین اور اسکو دشمن خدا اور دشمن رسول سمجھ کر اسکو

منافق سمجھیں اور اس کے مسلمان ہونیکا یقین نہ کریں۔ اس اعتقاد کا مخالف صاحب علی یا محب اہلبیت نہیں قرار پاسکتا۔ بلکہ اپنے لوگوں کا شمار منافقوں میں ہوگا۔ اس معاملہ میں مولوی جہانگیر خان صاحب کی تحریرات مندرجہ ذیل قابل غور و ملاحظہ ہیں۔

۱۔ کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۳۸۔ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر خلیفہ برحق کے عذر معقول کو بدل و جان قبول فرمایا اور فوراً رنج بشری کو اپنے سینہ رحمت گنجینہ سے نکال ڈالا۔

۲۔ کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۴۳۔ قرآن فضیلت سیدۃ النساء الکاملہ عذر خواہی حضرت صدیق اکبر کی ہے اس پر بھی کینہ رکھنا جناب موصویر کا محض خلاف شان مصومیت و رحمت کے ہے۔ اور یہ بات بھی دوسرا قیاس ہے کہ خاتون جنت نے تھوڑی سی حرث دنیا کے لئے اس قدر رنج کیا ہو کہ تازہ زندگی دور نہوا۔

۳۔ کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۴۴۔ باروصف علم حق بجا اب ہونے خلیفہ برحق کے یہ وہ نے (یعنی جناب فاطمہ نے) اپنے سینہ رحمت گنجینہ سے کیوں نہ صاف کیا کیونکہ تین دن سے زیادہ مسلمان سے کینہ رکھنا کفر ہے۔

۴۔ تذکرۃ الخلفاء صفحہ ۹۷۔ جب حضرت علی نے شاکر جملہ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت پر اتفاق کیا نہایت ہی شبابی کے ساتھ اپنے دولت خانہ جنت اشیانہ سے باہر تشریف لائے سوائے تہ بند شریف کے کوئی پارچہ بدن اقدس پر نہ تھا چنانچہ اسی حالت میں انجناب نے صدیق اکبر کی خدمت میں پہنچ کر فرط شوق سے بیعت کی۔

مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کی تحریرات سے چند باتیں قابل ذکر ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضرت ابوبکر نے جناب فاطمہ کے رضامند کرنے کو عذر خواہی کی۔ اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر جناب فاطمہ کی ناراضی کو محرومی نجات کا باعث سمجھتے تھے کیونکہ جناب رسول خدا کی یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ جو شخص ایذا پہنچاتا ہے فاطمہ کو وہ ایذا پہنچاتا ہے مجھ کو۔ اور رسول اللہ کے ایذا رسان کے واسطے سیرہ اخاب میں صاف حکم ہے کہ وہ دوزخی ہے۔

۲۔ جناب فاطمہؑ کو مولوی صاحب ممدوح نے معصومہ لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل سنت بھی جناب فاطمہ کا معصوم ہونا تسلیم کرتے ہیں اور جب جناب سیدہ معصومہ قرار پائیں تو علیؑ و حسنینؑ کا معصوم ہونا بھی ثابت ہو گیا کیونکہ یہ چاروں بزرگ ایک آیہ تطہیر کے ذریعہ سے معصوم ہوئے تھے۔ اور معصوم سے صدور خطا محال ہے۔

مولوی صاحب ممدوح نے واقعہ صفائی حضرت ابو بکر و جناب فاطمہ بالکل غلط لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی مذہبی کتابوں سے بالکل ناواقف ہیں میں اس کے ثبوت میں صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی تحریروں میں نقل کرتا ہوں جس سے ثابت ہوگا کہ جناب فاطمہ تادم مرگ حضرت ابو بکر سے ناراض رہیں اور حضرت علیؑ علیہ السلام کو ممانعت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ پر ابو بکر نہ آنے پادین نہ نماز جنازہ پڑھنے پادین۔ اور مولوی صاحب ممدوح نے بیعت حضرت علیؑ علیہ السلام کا حال بھی نامی معتبرین علماء اہل سنت کے اقرار و ان کے خلاف لکھا ہے۔ روضۃ الصفا میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صاحب روضۃ الصفا و اعثم کوئی و کامل ابن اثیر وغیرہ کل علماء معتبرین بالاتفاق اس بات کو کہتے ہیں کہ جب سب اصحاب و انصار دست ابو بکر پر بیعت کر چکے تو سب کے بعد حضرت علیؑ علیہ السلام واسطے بیعت کے طلب ہوئے آپ نے مجلس حضرت ابو بکر میں پہنچ کر بیعت سے انکار کیا اور عہدہ

خلافت ہو سکے اور حضرت ابو بکر نے بغیر لینے بیعت کے حضرت علی علیہ السلام کو دیا جائے دیا۔ اسکا مختصر حال تفہیم نبی کریم میں کیا گیا ہے اور صحیح مسلم و صحیح بخاری میں بھی جو اہل سنت میں بعد قرآن کتب معتبر تسلیم کجاتی ہیں یہی اقرار کیا گیا ہے کہ میں نے لکھا البتہ تعین خلافت حضرت ابو بکر کے چھ ماہ کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا بیعت کرنا ظاہر کیا گیا ہے۔

عبارت صحیح مسلم و صحیح بخاری کی یہ ہے۔

صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۹۱۔ عَنْ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْ أَنَّ فَاطِمَةَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ سَأَلَتْهُ مِمَّا كُنَّا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ سَمَاءَ أَفَاءَ اللَّهِ عَلَيْهِ بِأَمْدٍ يَنْتَ وَفَدَاكَ لِي أَنِ ابْقِي مِنْ خَمْسٍ خَيْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا تُؤْهِرُ مَا تَرَكْنَا هَسَدَةً أَنْ تَكُنَا كُلُّ الْوَحْدَةِ فِي هَذَا الْمَكَالِ وَإِنِّي وَاللَّهِ وَأَعْتَدُ يَفِيَّتًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا عَمِلْتُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ فَإِنِّي بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى فَاطِمَةَ شَيْئًا فَوَحَدَتْ فَاطِمَةَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ فَكَانَ فَعَجَزَتْهُ فَلَمْ تَكَلِّمْهُ حَتَّى تَوَفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَلَمَّا تَوَفِّيَتْ وَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلَى لَيْلٍ وَلَمْ يُدْرِكْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا عَلَى وَكَانَ يَحْيَى مِنَ النَّاسِ جِهَةً حَيَاةً فَاطِمَةَ فَلَمَّا تَوَفِّيَتْ اسْتَشْكَرَ عَلَى وَجْوهِ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مَصَاحِقَةً إِلَى بَكْرٍ وَمَا يَحْتَمِلُ وَلَمْ يَكُنْ بِأَعْيُنِ تِلْكَ الْأَشْهُرِ فَأَرْسَلُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ أَتَيْتَنِي وَأَلَا يَأْتِيَا مَعَكَ أَحَدٌ كِرَاهِيَةً لِيَحْضُرَ عُمَرَيْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ عُمَرُ لَا بِي بِكَرِ وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَا عَسَى أَنْ يَفْعَلُوا إِنِّي وَاللَّهِ لَا تَيْسَهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ إِلَى الْخَيْرِ

بھاری جلد ششم نمبر ۳۰ میں بھی بجنہ بشرح صدر تحریر ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے تین شوکی استعارہ کی۔ اول میراث۔ دوم زمین فندک۔ سوم خمس۔ حضرت ابوبکر نے ان تینوں شوکے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم مکمل گروہ انبیاء کہ نہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ بلکہ مال صدقہ یعنی خیرات ارباب مستحقین کا ہے۔ یہ سنکر جناب فاطمہ غضبناک ہوئیں اور ہجران کیا اور حضرت ابوبکر سے گفتگو ترک کر دی اور تا وقت وفات خود حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں اور گفتگو نہ کی اور زندہ رہیں وفات رسول اللہ کے بعد چھ ماہ تک اور دفن کیا انکو بوقت شب اونکے شوہر علی ابن ابیطالب نے اور جناب فاطمہ نے منع کر دیا تھا کہ میرے جنازہ پر ابوبکر نہ آنے پاویں اور نماز جنازہ نہ پڑھنے پاویں اور نماز انہی حیات جناب فاطمہ حضرت علی علیہ السلام کا دقار اور وباہت تھی اور وفات جناب فاطمہ کے بعد لوگوں کے رخ اون حضرت کی جانب سے گشتہ ہو گئے۔ پس حضرت علیؑ نے اسوقت میں پیغام صلح کیا اور اسوقت تک حضرت علیؑ نے بیعت نہ کی تھی جب حضرت علیؑ نے واسطے صلح کے پیغام بھیجا حضرت ابوبکر کے پاس کہ تم تنہا میرے پاس آؤ دوسرا کوئی تمہارے ساتھ نہ آوے یعنی مجھے کراہیت ہر ملاقات سے حضرت عمر کے یہ سنکر حضرت عمر نے قسم کھائی خدا کی اور منع کیا حضرت ابوبکر کو کہ تنہا نہ جاؤ مگر اس بات کو حضرت ابوبکر نے قبول کیا اور تنہا گئے پاس علیؑ ابن ابیطالب کے۔ اور فرمایا حضرت علیؑ علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے کہ اتنے روز تک میں نے بیعت سے اسلئے انکار کیا کہ خلافت میں میرا حق ہے یہ سنکر حضرت ابوبکر ابیدہ ہوئے پھر فرمایا اون حضرت نے کہ وعدہ بیعت دے دو فرما رہے۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے زیادہ معتبر کوئی کتاب اپنی سست میں نہیں ہے
 پس روایت صحیح مسلم و صحیح بخاری سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب فاطمہ تادم
 مرگ حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں اور کبھی ہر کلام نوین اور اس قدر بیزار
 تھیں کہ وصیت کر مرن کہ میرے جنازہ پر حضرت ابوبکر نہ آنے پادین جنازہ جنازہ
 پڑھنے پادین لیکن مولوی محمد جہانگیر خان صاحب اپنے مذہب کی معتبر کتابوں کے
 میں خلاف کتاب اطہار الہدیٰ صفحہ ۳۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ باہم جناب فاطمہ
 حضرت ابوبکر کے صفائی ہو گئی اب نہ معلوم کہ مولوی محمد جہانگیر خان صاحب اس
 معاملہ میں کاذب ہیں یا مسلم اور بخاری کاذب ہیں اسکا فیصلہ خود مولیٰ صاحب
 مخرج کروین شیعہ تو ہر حال میں دگری پادین کے خواہ مسلم و بخاری کاذب قرار
 دے جاوین یا مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کاذب قرار پادین۔

کیون جناب مولوی محمد جہانگیر خان صاحب مسلم و بخاری سے تو ثابت ہو گیا کہ
 جناب فاطمہ تادم مرگ حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں تو برتبار اس ثبوت کے
 حضرت ابوبکر رسول اللہ صلم کے ایذا دہندہ قرار پادین کے پادین اور حوالہ
 ایذا دہندہ احکام الہی و احادیث رسالت پناہی کے مطابق زمرہ مؤثرین
 شمار ہوگا یا زمرہ منافقین میں اور منافق ناجی ہوتا ہی یا ناری اسکا فیصلہ آپ
 نو و کروین میں اس فیصلہ کا بدل شاق ہون۔ دوسرے یہ بھی تحریر فرماتے کہ
 آپ نے جو کتاب اطہار الہدیٰ صفحہ ۴۴ میں تحریر فرمایا ہے کہ جناب فاطمہ نے
 حضرت ابوبکر کے کینہ کو دے کیون نہ کالاکتہ کہ تین دن سے زیادہ مسلمان
 کینہ رکھنا کفر ہے۔ تو اب فرماتے کہ جناب فاطمہ حق پر یقین یا حضرت ابوبکر۔ اگر
 حضرت ابوبکر خلیفہ برحق تھے تو ان کے مسلمان صادق ہونے میں جائے گفتگو
 نہ رہی۔ ایسی حالت میں بقول آپ کے جناب فاطمہ پر الزام کفر عاید ہوتا ہے

کیونکہ اوصوفی نے حضرت ابوبکر سے افضل مسلمان کے ساتھ تین دن سے زیادہ
 کینہ رکھا اور اسی حالت کینہ میں بقول مسلم و بخاری قضا فرما گئیں۔ اور اگر جناب شیدہ حق پر
 تعین تو حضرت ابوبکر مسلمان نہیں قرار پاسکتے اگر وہ مسلمان ہوتے تو جناب فاطمہ اور اسے
 ہرگز کینہ نہ رکھتیں کیونکہ بقول آپ کے مسلمان کے ساتھ تین دن سے زیادہ کینہ رکھنا کفر ہے
 اب فرمائیے کہ ہم پیروی جناب فاطمہ کی کریں یا حضرت ابوبکر کی مگر مولوی صاحب جو شخص
 کہ شیطانی نجات عقیقی دین اسلام کو اختیار کیے ہوئے ہر اولاً سلام کو حق جانتا ہر وہ تو جناب
 فاطمہ کی پیروی کریگا۔ جنگی محبت پروردگار عالم نے تمام امت پر واجب کی ہر اولاً
 رسول خدا نے مرتبہ جناب فاطمہ کا قرآن کے مساوی بتلا دیا ہے اور جنگی نام پر یہ ہر
 نماز کے آخر تشہد میں درود پڑھنے کا حکم ہے۔ اور جنگی پیروی کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
 وصیت کی ہے۔ بمقابلہ جناب فاطمہ کے حضرت ابوبکر کی پیروی کوئی مسلمان پامنا
 نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نہ حضرت ابوبکر کی محبت مثل جناب فاطمہ امت پر واجب کی گئی
 نہ حضرت ابوبکر کا رتبہ مثل جناب فاطمہ رسول خدا نے مساوی قرآن ظاہر کیا نہ
 حضرت ابوبکر کی واسطے مثل جناب فاطمہ ہر نماز میں تشہد کے اخیر پر درود پڑھنے
 کا حکم دیا۔ نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مثل جناب فاطمہ کے حضرت ابوبکر کی پیروی
 کے واسطے امت کو وصیت کی۔ نہ حضرت ابوبکر کی ایذا رسانی سے جناب رسول خدا
 کو ایذا پہنچتی ہے جیسا کہ جناب فاطمہ کی ایذا سے رسول خدا کو ایذا پہنچتی ہے
 لہذا اس بنا پر شیعوں کو میں ڈگری اس بات کی دیتا ہوں کہ جناب فاطمہ کی پیروی
 رسول خدا کی پیروی کے برابر ہے کچھ فرق نہیں اور جہتد کینہ اور نفرت جناب
 فاطمہ کو حضرت ابوبکر کے ساتھ تا دم مرگ رہا اور یہ قدر کینہ و نفرت ہر مسلمان کو حضرت
 ابوبکر کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ جس شخص کے ساتھ جناب فاطمہ کو اسد بھ کینہ
 نفرت ہو کہ نماز جنازہ تک کی اجازت ندین اس شخص کی فرمانبرداری کرنا یا اس

شخص کو اپنا پیشوا بنانا دشمنان جناب فاطمہ کا کام ہے کسی مومن مسلمان کا کام نہیں ہے۔

بیسرے صحیح مسلم و صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے تاہوم و نوات جناب فاطمہ حضرت ابوبکر کی بیعت بنین کی اور تاریخ حصول خلافت حضرت ابوبکر کے چھ ماہ کے بعد جناب فاطمہ نے وفات پائی لیکن چھ ماہ تک تو حضرت علی علیہ السلام کے بیعت نہ کرنے کا اقرار مسلم و بخاری کو بھی ہے اور اہل سنت میں مسلم اور بخاری سے زیادہ معتبر کوئی دوسری کتاب نہیں ہے مگر مولوی محمد جہانگیر خان صاحب اپنی کتاب تذکرہ اہل خلفاء کے صفحہ ۹۷ میں مسلم اور بخاری کے بھی خلافت تحریر فرماتے ہیں کہ جس روز حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اسی روز جبر بیعت نہ کر حضرت علی علیہ السلام کو واسطے بیعت کے اس درجہ اضطراب ہوا کہ جسم اطہر کو پارچہ فروری سے بھی پوشیدہ نہ کیا اور نہ برہنہ تن نہ نہ بند باندھے ہوئے مجلس خلیفہ میں پہنچے اور بڑے اشتیاق کے ساتھ بیعت کی۔ اب نہ معلوم کہ اس واقعہ نویسی میں مسلم و بخاری کا ذوب میں یا مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کا ذوب ہیں۔ بہر حال انہیں سے کوئی نہ کوئی ضرور کا ذوب ٹھہرا اور شیعوں کو ڈگری ملیگی۔ اسکا فیصلہ مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کی رائے پر چھوڑا جاتا ہے اور افسوس ظاہر کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کو کس درجہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ دشمنی ہے کہ نہ نظر توہین یہاں تک لکھا یا کہ مجلس خلیفہ میں وہ حضرت کمال دولت اور رسوائی کے ساتھ برہنہ واسطے بیعت کے تشریف لے گئے مالا کہ مسلم و بخاری و تمامی علماء معتبرین اہل سنت بالاتفاق اقرار کر رہے ہیں کہ جب کل محاجرو انصار دست حضرت ابوبکر پر بیعت کر چکے تو حضرت علی علیہ السلام واسطے بیعت کے طلب کیے گئے اور ان حضرت نے بیعت سے انکار کیا اور

فرمایا کہ حقدار خلافت میں ہوں اور بغیر کرنے بیعت کے واپس چلے آئے۔ جس
مختصر حال تبیخ نبیرہ چشم میں لکھا گیا ہے۔ ان معتبر اقراروں کے خلاف مولوی
محمد جانگیر خان صاحب نے ایک جدید اجتہاد اجرا فرمایا ہے کیونکہ اگر یہ
مقتواند پیر تمام کند + امیر معاویہ کے اجتہاد نے تو آل رسول کی دشمنی کو اس درجہ
ترقی دی کہ ہر مسجد میں علی اور اولاد علی علیہ السلام پر مثل ذکر الہی علامہ لعنت ہو
لکی اب دیکھیں کہ مولوی محمد جانگیر خان صاحب کا اجتہاد کونسا رنگ پیدا کرتا ہے
چوتھے مسلم اور بخاری کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ وفات جناب سیدہ کے بعد لوگوں
کے رخ حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ اور جو جاہست
اور داران حضرت کاحیات جناب سیدہ میں تھا وہ بعد وفات جناب سیدہ باقی نہ رہا
لہذا بھجوری جناب امیر کو صلح کرنی پڑی۔ کیونکہ چھ ماہ تک آپ بغیر کرنے بیعت کے
ایک حال پر قائم رہے اور امت پر اپنا استحقاق خلافت ظاہر کرتے رہے
جب باتشناؤ چند کس کے امت نے خلیفہ برحق کی جانب رجوع نہ کیا تو بمقتضا سے
مصلحت وقت آپ کو صلح کرنی پڑی اگر صلح نہ کرتے تو جعفر خونریزی قتل حضرت
عثمان کے بعد ہوئی اور جنگ جبل و جنگ صفین واقعہ کار بلا کی نوبت پہنچی یہ نہ تو
زمانہ خلافت حضرت ابوبکر ہی میں پہنچ جاتی۔ اور امام وقت کا منصبی یہی ہے
کہ مصلحت وقت کا خیال رکھے اسکا نام ثقیفہ ہے۔ پس جس مصلحت سے جناب رسول
خدا صلعم نے کفار مکہ کے ساتھ صلح کی تھی اسی مصلحت سے حضرت علی علیہ السلام نے
حضرت ابوبکر کے ساتھ صلح کی۔ اور جس مصلحت سے رسول خدا صلعم باڑہ برس کامل
وغظ و پند کرتے رہے اور کفار مکہ جو ظلم کرتے تھے انکو برداشت فرماتے تھے
مگر امدادہ جنگ نہوئے۔ اسی مصلحت سے حضرت علی علیہ السلام سب کچھ دیکھتے تھے
مگر ساکت تھے امدادہ جنگ نہوتے تھے۔ اور صلح جناب رسول خدا صلعم نے کفار مکہ پر

صلحت وقت ویکٹر جاو کیا۔ اسی صلت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام نے جنگ
 بل و جنگ صفین میں جاو کیا۔ اور امام حسین علیہ السلام کے واسطے یہی صلت تھی
 کہ وہ بیعت نہ یہ سے انکار کریں اور اپنی شہادت کو قبول فرما دیں اگر ایسا نہ کرتے
 تو بیعت اسلام گل ہو جاتا۔ اور کوئی مومن اس دنیا میں باقی نہ رہتا اور باب شہادت
 سدود ہو جاتا۔ اور امام حسن علیہ السلام نے جو معاویہ سے صلح کی اور وقت کی صلت
 رہی تھی۔ اول تو آپ کے لشکر کے لوگ خالصتاً اللہ آپ کی امانت پر مستعد نہ تھے
 اور ان کے حصول عیش و دنیا کی جانب مائل تھے اور زبان سے اقرار فرمانبرداری
 امام حسن علیہ السلام کا کرتے تھے۔ دوسرے اگر امام حسن علیہ السلام صلح نہ کرتے تو
 عوام کے نزدیک ثابت ہو جاتا کہ درزند رسول نے بطلب ریاست و خود ہمیش و دنیا
 انار اسلامانوں کا خون کرا دیا۔ اور اس صلح سے ظاہر کر دیا کہ حضرت علی علیہ السلام
 کی جنگ واسطے قیام دین اسلام کے تھی تاکہ اسلام میں نہ ہی اختلاف باقی نہ رہے
 اور ایماندار و پیرویہ بات ثابت ہو جاوے کہ مخالفان علی جو علی کے ساتھ جنگ کرتے
 ہیں دشمن ہیں خدا اور رسول خدا کے اور اس اظہار سے غرض یہ تھی کہ خلق اللہ
 نہ ہو کے اور فریب میں آکر مخالفان علی کے عقائدات کے پیرو نہو جاوے اور
 نہ اور آتش و دوزخ نہ بن جاوے اور جبکہ حضرت علی علیہ السلام کی جنگ سے یہ
 بات شل روز روشن ظاہر ہو چکی تھی کہ جو لوگ جنگ جمل میں ہمراہی حضرت علی
 جنگ صفین میں ہمراہی امیر معاویہ اس جناب سے لڑے وہ سب دشمنان علی
 و دشمنان خدا اور رسول خدا ہیں اور نجات عقبی سے محروم ہیں تو پھر مکرر اس اظہار کی
 ضرورت باقی نہ رہی تھی کہ امام حسن علیہ السلام امیر معاویہ سے جنگ کرتے۔
 امام حسن علیہ السلام دیکھتے تھے کہ معاویہ نے علانیہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ براہ
 دشمنی جنگ کی اور کل مسلمان واقف ہو گئے کہ امیر معاویہ و طرفداران امیر معاویہ

بوجہ دشمنی جناب امیر دشمن خدا اور دشمن رسول ہو گئے اور یہ سب دوزخی ہیں
 پھر بھی لوگوں کی رغبت جانب معاویہ ہے ان لوگوں کے دلوں میں محبت
 اسلام و اعتقاد رسول بالکل نہیں اگر اب دوبارہ امیر معاویہ کے ساتھ جنگ
 کی جاوے گی تو بجز خونریزی کے نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے گا اور امت کو اس بات کا یقین
 ہو جاوے گا کہ بظہر حصول سلطنت یہ جنگ کیجاتی ہے نہ بغرض تقویت دین
 اگر دین اسلام کی کوئی اصلیت ہوتی تو فرزند رسول بغرض حصول سلطنت
 جنگ نہ کرتے اس مصلحت کے مطابق امام حسن علیہ السلام کو صلح کی ضرورت ہوئی
 تاکہ عوام پر ظاہر ہو جاوے کہ اہلبیت رسول طمع دنیا سے بری ہیں ان کے
 دلوں میں خواہش سلطنت کا کوئی اثر نہیں اگر سلطنت کی خواہش ہوتی تو
 باوجود موجود ہونے امانت ظاہری کے امام حسن علیہ السلام صلح نہ کرتے
 بلکہ اہلبیت رسول کی جنگ یا صبر محض تقویت دین و بقا و اسلام کے واسطے ہی
 چنانچہ امام حسن علیہ السلام کے صلح کرنے ہی لوگوں نے دست امیر معاویہ پر محبت
 کرنی شروع کر دی اور صلح جو اگلے تھے جانب معاویہ وہ ظاہر ہو گیا۔
 اور مقتدان حضرت معاویہ آج تک اس صلح کی خوشی کا اظہار کرتے چلے جاتے
 ہیں۔ جسکی سبب سے ہر مومن و شہیدان حضرت علی کو پہچان لیتا ہے اور واقف
 ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ بوجہ اعتقاد امیر معاویہ علی و اولاد علی کے دشمن ہیں۔
 اور اس دشمنی کے سبب نجات عقبی سے محروم ہیں۔ اس واقفیت پر بھی جو
 لوگ بلا سبب ناری ہونا قبول کریں تو اس میں مومنین کو کیا ضرر ہے ہر شخص
 اپنے فعل کا مختار ہے۔ البتہ مومنین پر اسقدر واجب ہے کہ ہر زمانہ میں ان
 واقعات کا بظہر اشاعت و اشاعت دین اظہار کرتا رہے تاکہ قیامت میں کیکو
 یہ عذر باقی نہ رہا و سکے کہ ہم ان حالات سے واقف نہ تھے۔ اور اسی واسطے

امام حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت قبول کی پس اگر امام حسن علیہ السلام صلح نہ کرتے
 رسول امام حسین علیہ السلام شہید نہ ہوتے تو فرقہ نزاری و فرقہ ناجی کی تیسرے و شوارہ و جانی
 انجمن مولوی محمد جاگیر خان صاحب کتاب اطہار الہدیٰ صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے
 ہیں کہ حضرت عمر کو اہلبیت کے ساتھ مطلق کہنہ نہ تھا۔ اس کہنہ کے بڑے بڑے
 پر دست ثبوت تو میں لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ اونکے پڑھنے سے اہل سنت کو
 رنج ہوگا اور یہ رسالہ بنظر اطہار حق تحریر کیا جاتا ہے نہ بنظر رنج رسانی لہذا ثبوت
 کہنہ کے واسطے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ مسلم و بخاری کی روایت مذکورہ بالا
 سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو واسطے صلح کے
 تنہا بلایا تھا اور حضرت عمر کی ملاقات سے انکار کر کے کراہیت ظاہر کی تھی اور
 حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو تنہا جانے سے بدمعنع کیا اگر حضرت عمر کو کہنہ نہ تھا تو
 حضرت ابوبکر کو تنہا جانے سے کیوں منع کیا۔ اور حضرت علی اگر حضرت عمر کو فتنہ پرداز
 نہ سمجھتے تھے تو اونکی ملاقات سے ہمراہی ابوبکر کراہت کیوں ظاہر فرمائی۔ اس
 اظہار کراہت کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کو بغرض
 صلح طلب کیا تھا اونکو خیال تھا کہ اگر حضرت عمر ہمراہ آویں گے تو کوئی فتنہ برپا کرے
 اور صلح نہ ہونے دینگے اور یہ دلیل باہمی رنج و کہنہ کی ہے نہ اتحاد باہمی کی۔
 سمجھئے یہ بات یہ اقرار مسلم و بخاری ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حضرت ابوبکر و
 حضرت عمر کو کاذب و گنہگار و خیانت کرنے والا و عا در یعنی بدعہد جانتے تھے جسکا
 ذکر بخاری جلد وہم صفحہ ۲۵۸۔ و مسلم جلد دوم صفحہ ۹۰۔ میں موجود ہے بنظر اختصار
 حرم صحیح مسلم کی روایت ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ جو صحیح مسلم نے لکھا ہے وہی
 بخاری بھی لکھا ہے۔

مسلم جلد دوم صفحہ ۹۰۔ باب الغی۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ بَيَّنَّا رَسُولَ

مَا هَلْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عَمَّانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَ
 الزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ فَقَالَ عُمَرُ نَعَمْ فَإِذَا نَ لَهُمْ جَاءَ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عَمَّاسٍ وَعَمَلٍ
 قَالَ نَعَمْ فَإِذَا نَ لَهُمْ فَقَالَ عَمَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي بَيْنِي وَبَيْنَ
 هَذَا الْكَاذِبِ الْأَرِيْمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ مَا لَ فَقَالَ يَقُومُ أَجَلُ سَيِّ
 أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ تَأْتِيهِمْ بَيْنَهُمْ مَوَارِثُهُمْ فَقَالَ مَا لَكَ بَيْنَ أَوْسٍ وَهَيْلٍ
 لِي بِهِمْ قَدْ كَانُوا قَدْ مَوَّهَهُمْ لِذَلِكَ فَقَالَ عُمَرُ أَسْتَشِدُّكُمْ يَا اللَّهُ
 الَّذِي يَأْذِيهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
 لَا تُورِثُ مَا تَرَكَنَا هَ صَدَقَةٌ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ أَتَى عَلَى الْعَبَّاسِ وَعَلَى
 فَقَالَ أَسْتَشِدُّكُمْ بِالَّذِي يَأْذِيهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا تُورِثُ مَا تَرَكَنَا هَ صَدَقَةٌ قَالُوا نَعَمْ قَالَ عُمَرُ إِنَّ اللَّهَ
 كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيرِ فَوَاللَّهِ مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ وَلَا
 أَحَدٌ هَادٍ فَنَلَمُ حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ خَذُ نَفَقَتِهِ سِتَّةً ثُمَّ
 يَجْعَلُ مَا بَقِيَ أَسْوَيْتِ الْمَالِ ثُمَّ قَالَ أَسْتَشِدُّكُمْ يَا اللَّهُ يَأْذِيهِ تَقُومُ السَّمَاءُ
 وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ ذَلِكَ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ أَسْتَشِدُّكُمْ عَمَّاسًا وَعَلِيًّا بِشَيْءٍ مَا
 نَشَدَّ بِهِ الْقَوْمَ الْعُلَمَاءُ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَمَّا تَوَقَّى رَسُولُ اللَّهِ قَالَ
 أَبُو بَكْرٍ أَنَا وَلِي رَسُولُ اللَّهِ فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ
 وَتَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ ابْنِهَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 لَا تُورِثُ مَا تَرَكَنَا هَ صَدَقَةٌ تَرَاهُمَا لَا كَاذِبًا إِثْمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللَّهِ لَعَلَّ
 لَصَادِقٍ بَارِئٍ شَدَّ تَائِعٍ لَمَعَقٍ ثُمَّ تَوَقَّى أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِي رَسُولُ اللَّهِ
 وَقَدْ لِي أَبُو بَكْرٍ فَرَأَيْتُمَا فِي كَاذِبٍ إِثْمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللَّهِ
 يَعْلَمُ أَنِّي لَصَادِقٌ بَارِئٌ شَدَّ تَائِعٍ لَمَعَقٍ ثُمَّ تَوَقَّى أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِي رَسُولُ اللَّهِ

حضرت عباس اور حضرت علی باہمی جھگڑا کئے فیصلہ کہ حضرت عمر کے پاس بیزمانہ ملا
حضرت عمر گئے اور دونوں صاحبوں نے حضرت عمر سے کہا کہ ہم دونوں کے باہمی
جھگڑہ کا فیصلہ کرو واپس کہا حضرت عمر نے حضرت علی و حضرت عباس سے کہ جب
نوت ہوئے رسول اللہ اُس وقت کہا حضرت ابوبکر نے کہ میں ولی رسول اللہ ہوں
و سوقت تم دونوں ابوبکر کے پاس آئے اور تم اسے عباس اپنی جیتیھی کے مال سے
ترک مانگتے تھے اور علی اپنی زوجہ کا ترک مانگتے تھے انکے جواب میں ابوبکر نے کہا
کہ رسول اللہ صلم نے فرمایا ہے کہ ہم یہ ارشاد نہیں چھوڑتے ہو کچھ چھوڑنے میں
وہ صدقہ ہے۔ تمہیں اسے عباس اور علی نے ابوبکر کو چھوٹا اور گنہگار اور غدار
یعنی بد عہد ظلم کرنا اور بیونا اور خائن یعنی خیانت کرنے والا جانا۔ پھر وفات
پائی ابوبکر نے اور میں ولی رسول اللہ و ولی ابوبکر ہوا تھے مجھ کو بھی چھوٹا اور
گنہگار اور غدار اور خیانت کرنا والا جانا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں اور
ابوبکر دونوں راست باز و رتالین حق ہیں۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حضرت ابوبکر اور حضرت
عمر کو دروغ و گوا اور گنہگار اور غدار یعنی بد عہد ظلم کرنا اور بیونا اور خائن یعنی
خیانت کرنا والا جانتے تھے جسکا اقرار خود حضرت عمر نے کیا ہے اور جس اقرار کا
ثبوت صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے صاف طور پر ہوتا ہے۔ اور یہی اہل سنت
میں صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے زیادہ معتبر کوئی دوسری کتاب نہیں ہے اور
حضرت عمر اپنے کو اور حضرت ابوبکر کو راغبانہ بتاتے تھے۔ جس سے چند امر
ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ ولوی محمد جانگیر خاں صاحب دو گراہل سنت جو
عام طور پر کہتے ہیں کہ باہم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت
علی اتحاد قلبی تھا اور ایک دوسرے کا مددگار تھا اور یہ چاروں

میں میں یار تھے اور امین دلی دوستی تھی اس قول کو ہم صحیح سمجھیں یا غلط
 کے قول کو صحیح سمجھیں اگر مولوی صاحب ممدوح و دیگر اہل سنت کا یہ دعوئے
 صحیح ہے تو حضرت عمر کا اقرار غلط قرار پاتا ہے اور مسلم اور بخاری پر الزام کذب
 عاید ہوتا ہے جنہوں نے حضرت عمر کی نسبت اقرار غلط کا اتہام کیا اور اگر حضرت
 عمر استباز ہیں اور مسلم اور بخاری نے اقرار صحیح کی نفل کی ہے تو مولوی صاحب
 ممدوح سوہ دیگر اپنے ہم مذہبوں کا ذب ٹھہرتے ہیں اب مولوی صاحب ممدوح
 جس کا کاذب ہونا قبول فرما دین ہم اسی کو کاذب جاہلین۔ اگر مولوی صاحب
 ممدوح اپنا اور اپنے ہم مذہب اہل سنت کا کاذب ہونا تسلیم کریں گے تو تمام
 انحال و اقوال اہل سنت کے لغو اور باطل ہو جائیں گے اور از سر نو تجدید ایمان
 کی ضرورت ہوگی۔ تو اس تجدید ایمان میں مولوی صاحب اور ان کے ہم مذہب
 اہل سنت کو نسا مذہب اختیار کریں گے اس ارادہ کو بھی ظاہر فرما دین۔ اور
 اگر حضرت عمر کے اس اقرار سے کہ حضرت علی نے ان کو اور حضرت ابو بکر کو دروغ گو
 اور گنہگار اور غدار اور خائن کہا انکار کریں گے تو مسلم اور بخاری کا ذب قرار پائے
 اور کتب ہائے صحیح مسلم و صحیح بخاری قابل اعتبار نہ رہیں گی اور برباد عقاید شیعہ
 خلافت خلفائے ثلاثہ سے انکار کرنا پڑے گا اور مذہب شیعہ قبول کرنا ہوگا۔ بہر حال
 مسلم و بخاری اہل سنت کی کتب مسلمہ ہیں جس کا رتبہ بعد قرآن سمجھا جاتا ہے
 ان کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی حضرت ابو بکر و حضرت عمر کو دروغ گو اور
 گنہگار اور غدار اور خائن جانتے تھے۔ تو حضرت علی کے اس تصدیق کے خلاف
 مستقدان حضرت علی خلفائے ثلاثہ کے خلیفہ برحق اور امام واجب الطاعت ہونے کو
 کب قبول کر سکتے ہیں۔ اور جو لوگ حضرت علی کے اس ارشاد سے سخر ہو کر خلفاء
 ثلاثہ کے صادق القول اور بے گناہ اور استباز ہونے کو قبول کرتے ہیں اور

نتیجہ ہفتم

اور مکر و نپیلہ برحق جانتے ہیں وہ حضرت علی کی تکذیب کر سوائے ہیں اور قول
حضرت علی کی تکذیب بخود دشمنان حضرت علی کوئی ایسا ملہا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر
حضرت علی اس نتیجے کے اتہاد میں تحریر ہو چکے ہیں ایسے مراتب کا برگزیدہ
اور علیل انسان و معصوم بزرگ اپنے منہ سے کوئی لفظ غلط نہیں نکالا کرتا۔
پس ان وجوہ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام جبکہ کاذب کہیں
وہ یقیناً کاذب ہے۔ اور جبکہ خود حضرت عمر اقرار کرتے ہیں اور اس
اقرار کو بخاری و مسلم سے معتبر عالموں نے قلمبند کیا ہے تو اس میں کونسا شک
باقی رہ گیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کاذب خیانت
کر نیوالا اور غدار اور گنہگار کہا۔ اسلئے ہر مومن مسلمان حضرت ابوبکر و حضرت عمر
کے کاذب و خائن و غادر و گنہگار ہونے میں بلا حجت و تکرار و زما برداری
کر گیا قول حضرت علی کی نہ اعتقاد اہل سنت کی کیونکہ اہل سنت کے پیشوا
دین و رہنما حضرت ابوبکر و حضرت عمر ہیں۔ تو جس مذہب کے پیشوا خائب و مہملہ
علی ابن ابیطالب کے قول کے مطابق کاذب و خائن و غادر و گنہگار ہوں وہ
مذہب کیونکر ناجی قرار پاسکتا ہے۔

تساوین۔ روایت مذکورہ سے ثابت ہو کہ جب حضرت ابوبکر بغرض صلح تنہا
حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے بیعت کو وعدہ فرما پرٹا لا بیعت
نہیں کی اور قیاس بھی اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ جن لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام
کاذب غادر خائن و گنہگار تبلا دین اور کی بیعت بھی کریں ان الزامات کا وجہ
ٹانیکے واسطے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے معتقدین نے غلط مشورہ کر دیا ہے کہ بعد
چھ ماہ بیعت کر لی صحیح اس قدر ہے کہ یہ تبقیہ صلح کر لی تھی وہی صلح از نام بیعت
مشورہ کی گئی جیسا کہ معاویہ نے مشورہ کیا تھا کہ تخلیہ میں امام حسین علیہ السلام

نے زید کی بہت کر لی۔

انھوں نے رضی طور پر یہ بھی قبول کر لیا جاوے کہ بوجہ عدم رجوع است و عدم
سودگی یا در و حین مصالحتاً جناب امیر نے بیعت بھی کر لی ہو تو اس بیعت سے
حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو کوئی فخر حاصل نہیں ہو سکتا جبکہ حضرت علی علیہ السلام
آواز بلند فرما دیں کہ حضرت عائشہ نے یلا استحقاق خلافت پر قبضہ اور بجا لست
ہیگنا ہی میرے ساتھ عداوت کی اور میری اطاعت و فرمانبرداری سے برگشتہ
ہوئے چنانچہ اول حضرت نے اعدائے دین کی شکایت میں جو کلمے اپنی زبان
سہارک سے فرمائے ہیں وہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے مصنفہ اشعار مندرجہ ذیل تاریخ ابوالفدا و سیرۃ الحمیدیہ
سے نقل ہوئے ہیں اور یہ دونوں کتابیں اہل سنت کے معتبر عالموں کی
مصنفہ ہیں۔

<p>وَأَوْحِبُّ طَاعَتِي فَرَضًا يَعْزِمُ اور جب کہ آئی ہو میری اطاعت اور فرمانبرداری كَذَلِكَ أَنَا أَحْوَلُ وَذَلِكَ سُبُحِي اس طرح میں جناب محمد صلعم کا بھائی ہوں وَأَحَبُّهُمْ إِلَيَّ بَعْدَ نَبِيِّ حَسْبِي اور خبر دی میری امامت کی بروز غدیر خم لِيَجَاهِدَ طَاعَتِي وَمُرِيدُ هَضْمِي ہوں لوگوں کو سزا و نجات کرنے میں میری اطاعت سے اور مُرِيدُ عَدَاوَتِي مَنْ عَذِرَ حُسْرِي ارادہ کرتے ہیں میری عداوت کا بلا تصور</p>	<p>وَفِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ وَلَا ي قرآن میں میری محبت لازمی بتلائی گئی ہے لَمَّا هَارُونَ مِنْ مُوسَى أَخُوهُ جیسا کہ ہارون موسیٰ کے بھائی تھے لِذَلِكَ أَقَامَتِي لَكُمْ إِمَامًا اور مقرر کیا مجھ کو آنحضرت نے امام است وَوَيْلٌ لِّمَنْ وَنِيلٌ ثُمَّ وَنِيلٌ انسوس اور پھر انسوس اور پھر انسوس ہے وَوَيْلٌ لِّلَّذِي يَشْقَى سَفَاهَا اور انسوس اور لوگوں پر جو اپنی بدبختی و بد نصیبی سے</p>
--	---

سَبَقْتُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ طَرًّا

مقدم ہوں میں اسلام میں سب سے

پہلے اور جنت کی ولایت علیکم

اور واجب کردی ولایت میری سب پر

وَأَوْصَانِي النَّبِيُّ عَلَى اخْتِيَارٍ

اور وصیت کی نبی نے میرے مختار بنا کی

الْأَمْرَ شَاءَ فَلْيُؤْمِنُ بِهِدًا

اور جو چاہے ایمان لائے میری مختار ہو

عَلَامًا مَا بَلَعْتُ أَوْ أُنْصَلِمُونَ

اُسوقت سے کہ میں بالغ ہوا ہفت

رَسُولُ اللَّهِ يَوْمَ غَدَا نِيْرَحِيمٍ

رسول اللہ نے بروز جسم غدیر

لَا مَتَّهِ رِضَا مِثْكُمْ بِحُكْمِي

اپنی اہمیت کو حکم و رضامندی اپنے

وَالْأَقْلَمِ نَسَبًا سَمِيْدًا نَعِيْمٍ

اور جو کوئی ایمان لائے گا وہ بدست گاروی کے

طائیں ابن ابی حنبلہ دوم صفحہ ۲۱۔ رَوَى عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّهُ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ

وَأَخُو رَسُولِهِ وَأَنَا الصِّدِّيقُ الْكَبِيرُ لَا يَقُولُ مَا بَعْدِي إِلَّا كَاذِبٌ

مَنْفَرْتُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ قَبْلَ النَّاسِ يَسْبِقُ سِنَانٍ فَرَأَى بِمَعْرِفَتِي عَلَى

نصیہ السلام نے کہ میں صدیق اکبر ہوں اور جو شخص بعد میرے صدیق اکبر ہونے کا

ادعوی کرے وہ کاذب اور مفتری ہے۔ اور نماز پڑھنے میں نے ہمراہ رسول اللہ

سب کے قبل۔

تاریخ الخلفاء شیخ حسین دیار بکری جلد دوم صفحہ ۲۷۔ وَعَنْ أَبِي لَيْلَى عَنِ النَّبِيِّ

أَنَّهُ قَالَ الصِّدِّيقُ يَقُولُ ثَلَاثَةَ حَبِيبٍ بَنِي مَرْيَ الثَّيَّارِ مُؤْمِنٍ الْبَيْنِ

الَّذِي قَالَ يَا لِقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ وَحِزْبَ قَبِيلِ مُؤْمِنٍ الْفِرْعَوْنَ

الَّذِي قَالَ اتَّقُوا رَجُلًا إِنَّ يَقُولَ رَبِّي اللَّهُ وَعَلَى ابْنِ

أَبِي طَالِبٍ الثَّالِثُ وَهُوَ أَنْصَلُهُمْ۔ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي النَّاقِبِ

فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ صدیق اس دنیا میں تین ہیں اول حبیب بن

مؤمن آل بسین دوم حضرت حزقیل مؤمن آل فرعون سوم حضرت علی ابن ابی طالب

اور علی صدیق ثالث اور دونوں صدیقین سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔

مولوی محمد جاگیر خان صاحب اور کل فرقہ اہل سنت حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر کہتے ہیں اور علی ابن ابیطالب فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر میں ہوں اور بخیر میرے جو شخص صدیق اکبر ہو نیکا دعویٰ کرے وہ کاذب اور مفتری ہے جناب امیر کے اس ارشاد کی تصدیق جناب رسول خدا صلعم کی حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اس دنیا میں صدیق تین ہیں ایک جیب بخار و دوسرے حضرت حذیل تیسرے علی ابن ابیطالب جبکہ حسب ارشاد رسول خدا صلعم کے ہزاران تین صاحبان موصوف کے کسی جو تجھے کا صدیق ہونا ثابت نہیں تو پھر صدیقی چارم حضرت ابوبکر کیونکر صدیق ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکر کا دعویٰ صدیق ہونا اور اہل سنت کا حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر بنانا ارشاد نبوی کے خلاف ہے یا نہیں اور تکذیب کرنیوالا ارشاد نبی کا کافر ہے پس اہل سنت کا فرقہ ناجی ہونا کیسے تسلیم کے لائق نہیں حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اشارہ مذکورہ میں فرمایا ہے کہ بروز عیدِ ختم رسول خدا صلعم نے مجھ کو امام بنایا اور امت کو میری اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا لہذا میں چاہتا ہوں کہ اس جگہ حدیث غدیر کی نقل بھی کروں کیونکہ اس حدیث کو اس کلام سے تعلق ہے گو اس حدیث کی نقل جناب مولوی شیخ احمد رضا اپنی تصنیفات میں بالتصريح کر چکے ہیں مگر وجہ تعلق ضروری میں بھی میل میں نقل کیے جیتا ہوں مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶، ۵۵۷ میں امام احمد ابن حنبل ترمذی سے یہ حدیث ذکر کی گئی ہے۔

وَعَنْ تَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ لَمَّا نَزَلَ بِغَدَاةِ يَرْحُتَمَ أَحْذَبِيْدٍ عَلَيَّ فَقَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ إِنِّي أَفْزَعُ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ قَالُوا بَلَىٰ فَقَالَ اللَّهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاكَ فَاعْلَمْ مَوْلَاكَ

العم وال من والا وعاو من عاوا فلقبہ عمر بعد ذالک

فان لا یجوز ان یقال ان یطالب اصحابه وامسکوا مواکبی و مستولے
 علی مؤمنین و مؤمناتہ و اولادہ اخصد۔ روایت ہو مراد ابن عارب
 زید ابن ارقم سے کہ جب فرکشا ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پکارا یا تم علی ابن ابیطالب کا اور فرمایا کہ یہاں لٹا کیا تم نہیں جانتے کہ میں اسے
 اور فضل ہوں جلد مؤمنین سے سب سے پہلے کہا کہ ہاں پھر فرمایا کہ کیا میں تمہارے
 دشمنوں سے افضل و بہتر نہیں ہوں سب نے اقرار کیا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ اہلی
 جہنم میں آ جا ہوں اور کہہ علی آقا ہے۔ اسے خدا دوست رکھو و سلو جو دوست
 رکھے علی کو اسے خدا دشمن رکھو و سلو جو دشمن رکھے علی کو۔ بعد اسکے ملاقات کی حضرت
 عمر نے علی علیہ السلام سے اور کہا کہ مبارک ہو تم کو اسے سلی کہ ہو گئے تم آقا میرے
 اور آقا کل مؤمنین و مؤمنات کے۔

چونکہ چند واقعات متعلق اسکے معجزات ذکر کرنا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام عدم حصول
 خلافت کے شکی تھے اور جن کتابوں سے میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ زبان
 عربی میں ہیں عربی عبارتوں کی نقل سے بلا سبب طوالت ہوتی ہے لہذا
 ترجمہ ان عبارتوں کا ذیل میں لکھے دیتا ہوں اصل عبارتیں اصل کتابوں
 میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں میں ہر کتاب کا نام ذیل میں درج کرتا ہوں۔

شرح ابن ابی الحدید جلد دوم صفحہ ۱۹-۲۰۔ بعد استقرار خلافت سفینہ بنی ساعد
 کے حضرت علی علیہ السلام طرف روضہ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کر کے فرماتے
 تھے اور وہ آیہ جو حضرت ہارون نے وقت معبود کوہ طور و انحراف قوم سامری
 پر عطا تھا تلاوت فرماتے تھے کہ آپ کی امت نے مجھے کمزور کر دیا اور قریب
 کہ مجھے قتل کرین اور سانسوس کہان ہیں جعفر اور کہان ہیں حمزہ آجکے روز اور
 اس بات میں علی کا حال مشہور ہے اور اہل عرب بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جبریل علی علیہ السلام سے سخت اور روگردان رہے۔ اور بیت کرم کو اپنے گھر کے جھکواؤں کے ساتھ بغض نہ تھا۔

شرح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۵۰۶۔ روایات متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ظلم قریش کی شکایت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدا یا قریش نے مجھ کو حق سے باز رکھا اور خلافت کو مجھ سے غضب کیا اور مجھ پر ظلم کیا۔

شرح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۲۸۳۔ حضرت سلمان اور ربیعہ انصاری کی خواہش تھی کہ بیعت کرین علی سے اور جب بیعت ابو بکر کی ہو گئی تو سلمان نے صحابہ سے کہا کہ اجماع و بیعت میں تمہارے خطا کی اور اسے صحابہ نے مرد پر کو اختیار کر کے خطا کی در باب احباب بیعت اہلبیت رسالت کے اور اگر ان کو خلیفہ کرتے ہرگز اختلاف واقع ہوتا۔

شرح ابن ابی الحدید جلد دوم صفحہ ۹۶۔ زمانہ خلافت حضرت علی علیہ السلام میں شہر کوفہ میں لوگ جمع ہوئے واسطے اور اسے نماز تراویح ماہ رمضان حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو تہدید کی اور منع فرمایا کہ یہ فعل خلاف سنت ہے بعضوں نے ترک کیا پس امام حسن مسجد میں تشریف لائے اور ہمراہ آپ کے درہ تھا اور جب نمازیوں نے دیکھا باواز حنین اور در دناک سے پکارا کہ اسے عمر اس وقت کہاں۔ شرح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۴۵۸۔ زبیر کی روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی و حضرت عثمان کے قلبی صفائی نہ تھی۔ بلکہ ظاہری آمد و رفت تھی۔ اور روپہ وہ رنج و ملال تھا۔

کامل ابن الاثیر جلد دوم صفحہ ۲۹۔ فی نفعہ الشوری۔ حضرت عمر بنی وصیت میں کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ضیف الراے ہیں اور حضرت علی تیر فرہن اور بیہوش ہادی

ہیں اور جب حضرت مقدادؓ نے واسطے انتقاد بیت حضرت علیؓ کے مجمع کیا ہیں تو ہم کو طبع خلافت پیدا ہوئی اور کلام تند اور گفتگو سے طویل شروع ہو گئی حضرت عمارؓ نے کہا کہ حضرت علیؓ کی بیعت کرو مقدادؓ نے کہا بچشم ابن ابی مرجم سے کہا کہ بیعت حضرت عثمانؓ کی کرو۔ اس وقت نبی ہاشم اور بنی امیہ میں تفریق بہت بڑی تھی ہمارے کہا اسے گروہ مسلمین اسوس ہے کہ خلافت کو تم لوگ خاندان نبوت سے نکالتے ہو۔ اتنے میں ایک مرد قبیلہ بنی مخزوم کا بولا اسے پس زمین فریاد یہ تیری باہین عداوت آمیز ہیں حضرت علیؓ علیہ السلام نے ایک خطبہ فصیح پڑھا اور فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلعم اجازت دیجائے تو میں ضرور فوراً سب پر شمشیر نکالتا۔ اور کوئی شخص قبل میرے دعوت رسالت میں شریک نہوا اور رحم رسول سے مجھے زیادہ کوئی شخص قریب تر نہیں ہے سو میرے کلام کو اور قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ اہل جمع ایک دوسرے پر تلواریں نکالیں گے اور پیشوا اہل ضلالت و اہل جہالت کے ہونگے۔ کامل ابن اثیر سنت الجماعت مذہب کا عالم ہے جسکی کتاب سے عبارت مذکورہ ترجمہ ہوئی اور اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے مجمع کر کے حضرت عثمانؓ کی خلافت کو قبول کیا اور محض لوگوں کی نسبت حضرت علیؓ علیہ السلام فرمایا تھا کہ یہ لوگ اہل ضلالت اور اہل جہالت کے پیشوا بن گئے پس حضرت عثمانؓ طرفداران حضرت عثمانؓ اہل سنت کے پیشوا ہیں اور جو لوگ حضرت علیؓ علیہ السلام کے متفق ہیں وہ اس ارشاد کے مطابق اہل سنت کو ضرور فرقہ جہالت و ضلالت میں شمار کریں گے لیکن مخالفان علیؓ فرقہ اہل سنت کو جو کچھ سمجھیں وہ سمجھیں اس میں کسی ایماندار کا کچھ ضرر نہیں۔

تاریخ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۳۶۵ و تفسیر محی الدین ابن العربی فی تفسیر سورۃ الاخلاص و شرح تجرید توشیحی صفحہ ۳۸۹ و شرح ابن بیثم صفحہ ۹۴۔ ابن خلکان و ابن العربی و

شیخ نور محمد بن عبد اللہ ابو علی جباری و ابن الخشاب و ابن شیبہ بخاری و
سوی دل اللہ محدث و بلوی اقرار کرتے ہیں کہ خطبہ شقیہ حضرت علی علیہ السلام
اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

أَمَّا وَاللَّهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ أَبِي قَحَافَةَ وَإِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَعَلِي مِنْهَا
مَعَلَّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَى يَتَّخِذُ رُحَّتِي السَّبِيلُ وَلَا يَذُرُّ رَأْيِي الْبَطْلُ
فَسَدَّ لَتٌ دُونَهَا ثَوْبًا وَطَوَيْتُ عَنْهَا كُتُبًا وَطَفِئْتُ أُنْتَائِي بَيْنَ
أَنْ أَصُولَ بَيْدٍ حَيْدًا أَوْ أَصْبِرُ عَلَى طَعْنَةٍ عَسِيًّا وَكَهْرَمٌ فِيهَا الْكِبَرُ
وَتَشْيِبٌ فِيهَا الصَّغِيرُ وَيَكْدُ حُرْمِهَا مُؤْمِنٌ حَتَّى يَلْقَى رَبَّهُ فَسَرَّائِي
أَنَّ الصَّبْرَ عَلَى مَا تَأْتِي أَخِي قَصَابَتُكَ وَفِي الْعَيْنِ قَدْرٌ وَفِي الْحَنَانِ
شَجْوَى أَرَى سَكْرَانِي نَهْبًا حَتَّى مَضَى الْأَوَّلُ لِسَبِيلِهِ فَأَذُلُّ بِهَا إِلَيَّ
فَلَا بَعْدَ لَكُمْ تَشْتِلَ بِقَوْلِ الْأَعَشَى شَتَانٌ مَا يُوصِي عَلَى كُورِهَا
وَيَوْمٌ حَيَّانٍ أَخِي جَارِيًّا عَجَبًا بَيْنَا هُوَ يَسْتَقْبِلُهَا فِي نَحْوِيَةِ إِذْ
عَقَدَ مَا لَا خِرَ لَعْدٍ وَفَاتِهِ تَشَدُّ مَا تَشْطُرُ أَصْرُ عِيَهَا فَصَارَهَا
فِي حَوْزَةِ خَشَاءٍ نَغْلُظُ كَلِمَهَا وَنَجْشُنُ مَسْهَا وَيَكْثُرُ الْعَنَارُ فِيهَا وَالْإِعْتَدَا
مِنْهَا فَصَادِجُهَا كَرَاكِبُ الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا حَرَمٌ وَإِنْ أَسْلَسَ
لَنَعْمَ فَرَسِي النَّاسِ لَعْمُ اللَّهِ يَجْبُطُ وَشِمَاسٍ وَتَلَوْنِ وَاعْدِزَّ اضِ
فَصَابَرْتُ عَلَى طَوْلِ الْمُدَّةِ وَشِدَّةِ الْحِجَةِ حَتَّى إِذَا مَضَى لِسَبِيلِهِ
حَبَلَهَا فِي حَبَا عَهْ زَعَمَ إِنْ أَحَدُهُمْ مَيَالُ اللَّهِ وَالشُّورَى مَسْتَى
إِعْتَرَضَ الرَّتْبُ فِي مَعِ الْأَوَّلِ حَتَّى صِرْتُ أَقْرَنُ إِلَى هَذِهِ النِّظَائِرِ
لَكِنِّي أَسْفَفْتُ إِذَا أَسْفُو وَطَرْتُ إِذَا طَارَ فَصَغَى رَحْبِلٌ لِيَضْفِئَهُ
وَمَالَ الْأَخِرُ لِيُصْرِهَ مَعَهُ هُنَّ وَهُنَّ إِلَى أَنْ قَامَ ثَلَاثُ الْقَوْمِ

<http://fb.com/ranajabirabbas>

اور میرا مرتبہ کمال استقامت بلند ہے کہ خیالی بٹری ویاٹنگ بویج نہیں سکتا۔
 کہ اتھائے بلند ہی تک پرندہ نہیں پوچھ سکتا۔ اور میں نے چشم پوشی اور کوتاہی
 کیا نہ بع خلافت میں اور غور کرتا رہا اس امر کی طرف کہ بحالت عدم موجودگی
 حسین و انصار کے آمادہ جنگ ہوں یا صبر کروں اس زمانہ پر آشوب و فتنہ
 و فساد میں صبر اس درجہ سخت نظر آتا تھا کہ حسین کم سن بڑھا ہو جاتا ہے۔
 اور جوان ضعیف و ناتوان ہو جاتا ہے اور مومن کو اس صبر میں قریب آگئی
 نصیب ہوتی ہے۔ پھر میں نے صبر کرنا افضل سمجھا اور صبر کیا کہ جبکہ سب سے
 آنکھوں میں کھٹک اور علق میں زخم ہو گیا۔ اور دیکھتا رہا اپنی میراث کو لٹنا
 ہوا یہاں تک کہ گذرا اول یعنی فوت ہوئے حضرت ابوبکر اور ختم ہوا زمانہ خلافت
 اول کا۔ اپنے راستہ سے اور پھر جھکا یا اول نے فلانے کی جانب اپنے بعد۔
 یعنی مقرر ہوئی خلافت حضرت کی بعد وفات حضرت ابوبکر حکیم حضرت ابوبکر اور
 شال دمی آنحضرت نے قول اعشی کی۔ کہ تقد ر فرقی ہے روز سرگردانی سے پشت
 ناقہ پر اور روز مصیبت خیاب بھائی جابر سے تعجب ہے اسکی یعنی حضرت
 ابوبکر کی (دو حالتوں کے اوپر کہ اپنی زندگی میں اول طالب معافی ہوا اور
 مقرر کر گیا دوسرے کے واسطے اپنی وفات کے بعد یعنی وقت حصول خلافت
 حضرت ابوبکر نے معافی چاہی کہ مجھے قبول خلافت میں خطا ہوئی اور قریب گ
 وصیت کر دی کہ میرے بعد حضرت عمر خلیفہ ہوں) ان دونوں نے پستان
 شیر خوار کو خوب چوسا یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے دل بھر کر عیش خلافت
 و خط خلافت کو حاصل کیا اور حالت خشونت میں خلافت کو چھوڑا۔ جکا زخم
 سخت تھا اور خشونت میں بھرا ہوا تھا۔ یعنی سخت مزاج و زود رنج و غصہ ور۔
 حیا کہ سوا کسی سرکش و بے محنت جانور کا خونناک رہتا ہی اس امر سے کہ اگر اپنے

ہاں کہی ہمارے چاہے تو نیل کے ٹوٹنے کا ڈر ہے اور ڈھیلا چھوڑ دینے سے بے نیاز
 ہو جائیگا اندیشہ جو قسم خدا کی ایک مین ہی نہیں بلکہ کل امت اس وحشت اور تلون
 اور زبان درازی کی معترض تھے (جناب امیر نے یہ الفاظ زمانہ خلافت ثانی کے
 محبتوں اور تلون اور زبان درازی کے بارہ مین ارشاد فرما سے ہیں کہ اگر
 مین صبر و سکوت کے ساتھ و کھتار تھا تو اسلام برباد ہوتا تھا اور دخل دیتا تھا تو
 فتنہ و فساد پیدا ہوتے تھے) پس صبر کیا مین نے طول مدت پر (یعنی خلافت ثانی
 کے زمانہ دراز پر) اور سخت محنت پر (یعنی اس زمانہ دراز مین جو حفاظت
 شریعت مین حضرت علی نے محنت کو افرامائی اور علی نسبت آپ دے رہے ہیں کہ مین نے
 اس سخت محنت پر بھی مدت دراز تک صبر کیا) یہاں تک کہ جب گدراوہ (یعنی فوت
 ہوئے خلیفہ ثانی) مقرر کر گئے ایک جماعت کو اور ان کے زعم مین اس جماعت
 مین ایک مین بھی شمار کیا گیا مینے وقت موت خلیفہ ثانی نے تعین خلافت کے
 واسطے چند لوگ نامزد کئے اور مین حضرت علی کو بھی شمار کیا تھا جو کہ دراصل
 خلیفہ برحق تھے (خدا یا تو بچا آفتون اور شوری سے کیا شک ہوا تھا
 اور کہ یعنی خلیفہ ثانی کو مجھ سے ساتھ اول کے (یعنی حضرت ابو بکر کے) کہلایا
 گیا ان سے لیکن مین شریک ہوا ان کے ساتھ جب او بھون نے پست
 پر دازی کی اور بلند پر دازی کی ان کے ساتھ جب او بھون نے بلند پر دازی
 اختیار کی (یعنی وقت تعین خلافت ثالث مجھ کو اہل شوری کے ساتھ
 شک ہونا پڑا اور کوئی برتاؤ مخالفت کا مین نے نہیں کیا) پھر مائل ہوا
 ایک شخص اپنے کنبہ کی جانب (یعنی سعد جسکا باپ رصاص غزوہ بدر مین حضرت
 علی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا) اور مائل ہوا دوسرا رشتہ دامادی کی جانب
 (یعنی عبد الرحمن بن عوف) اور مقرر ہوا تیسرا قوم ثالث سے (یعنی حضرت

عثمان با اتفاق سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمن بن عوف خلیفہ مقرر ہوئے
 اور اوتھے اوسکے ساتھ نبیؐ آیا اور کھانے لگے مال خدا کو بے انتہا مانند اون
 شروٹ کے جو موسم بہار میں سبزہ کو کھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ٹوٹ گیا رشتہ خلافت
 اور اوسکا علمدار اوسکے قتل کا باعث ہوا۔ پھر جمع ہوا میرے گرد ابوہ کثیر اور
 آتے تھے میرے پاس بے در پے اور اسقدر ابوہ ہوا کہ حبشین لوگوں کے
 پاؤں کے نیچے دب گئے اور میرا پیرہن دونوں جانب سے چاک ہو گیا۔ اور ہر طرف
 سے واسطے بیعت کے لوگ مجھ پر گرنے لگے۔ پھر میں جب سب کے اصرار پر
 خلافت کے لیے مستعد اور حکمران بناتا ہوں ایک گروہ نے بیان شکنی کر کے شکست
 بیعت کی اور دوسرے گروہ نے نافرمانی کی اور منحرف ہو گئے حکم خدا سے
 گویا اونہوں نے کلام الہی کو سنا ہی نہ تھا۔ کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ دارا آخرت ہی
 کر نیگے اونکے لیے جو نہیں چاہتے ہیں بلندی۔ زمین میں۔ اور زمین چاہتے فساد
 کرنا۔ اور انجام نیک شقی پر ہر گار دگا ہے۔ ہاں خدا کی قسم تحقیق کہ سنا ہے
 اس آیت کو اور یاد بھی کیا ہے لیکن دنیا آنکھوں میں پیاری نظر آئی اور اسکی
 زینت نے اونکو فریفتہ کیا۔ قسم اوسکی جسے دانہ کو شق کر کے درخت پیدا کیا اور
 انسان اور حیوان کے جسم میں جان ڈالی۔ اگر مسلمین کے رجوع ہونے
 اور مددگاروں کے پیر آنے سے مجھ پر محبت قائم نہ ہوتی تو منصب خلافت کو اوسکے
 حال پر چھوڑ دیتا۔ کیونکہ پروردگار عالم نفوس را کہ ہفیا کو کلیف ساتھ اسے
 نہیں دیتا ہے کہ رہی نہوں صبر نہ کرین جفا کاروں کی سیری اور مظلوموں کی کمرنگی پر
 اور سکوت اور صبر کرتا مثل اول کے دینی حکومت ظاہری کو اختیار نہ کرتا اگر
 ایک گروہ مسلمین کا میرا مددگار نہ ہو جاتا اور حیطہ عہد خلیفہ اول میں صبر کر کے
 گوشہ نشین ہوتا تھا اسی طرح قتل خلیفہ سیوم کے بعد بھی صبر و سکوت کرتا اور حکومت

نما پر ہی کو اختیار لکڑنا

یہ کتاب جناب امیر نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تھا کہ ناگاہ ایک شخص
 آیا اور اس نے ایک خط جناب امیر کو دیا آپ پڑھنے لگے اور خطبہ نامہ تمام پڑھا۔
 جب آپ خط پڑھ چکے تو ابن عباس نے کہا کہ آپ نے اپنی بیان کو بہانہ
 نامہ چھوڑا ہے ختم فرماوین۔ جناب امیر نے فرمایا کہ یہ بات یا ابن عباس
 ثلاث شقشہ تدبرتم موت یعنی وہ ایک شقشہ تھا کہ ظاہر ہوا اور پھر تھم گئی
 اب اس کا اثر باقی نہ رہا۔ ابن خطاب بڑا طریفہ اور خوش صبر تھا۔ ابن ابی
 الحدید کہتا ہے کہ سنیہ ہجری میں ابو الخیر واسطی نے مجھے کہا کہ میں اس خطبہ
 کو ابی محمد عبد اللہ ابن احمد معروف بابن النخشب کہنے سے پڑھا پس جب میں
 پوچھا اس مقام پر جہان ابن عباس نے درجہ است کی تھی جناب امیر سے کہ جو
 تاہرہ گیا ہے اسکو بھی ارشاد فرمائی تو ابن النخشب کہنے لگے کہ اس وقت
 اگر میں ہوتا تو ابن عباس سے عرض کرتا کہ تمہارے ابن عم کے دین باقی کیا
 رہ گیا ہے جو بیان کرین جو کچھ دل میں تھا وہ سب کہہ چکے اب سوال کیا کرتے ہو۔
 ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے ابو الخیر سے کہا کہ اس خطبہ کو حضرت کی جانب
 منسوب کرتے ہیں جواب دیا ابو الخیر نے کہ واللہ میں نے اس خطبہ کو ابن
 کتابون میں دیکھا ہے جو سو برس پیشتر پیدائش شریف الرضی کے تصنیف
 ہوئی تھیں اور اکثر فقرات اس خطبہ کے تصانیف ابی القاسم بلخی پیشتر اور ابی القاسم
 میں دیکھے گئے۔ اور ابی جعفر کی کتاب انصاف میں اس خطبہ کو میں نے دیکھا جو
 شریف الرضی کے قبل فوت ہو چکا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صحابہ
 نے مجھ کو خلافت سے اور میراث باغ فدک سے محروم کیا۔ اور میں نے اس
 حکم کو برداشت کر کے صبر کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سزاوار خلافت حضرت

علی علیہ السلام تھے اور وہ بوجہ دشمنی اصحاب خلافت سے محروم کیے گئے پس جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو بوجہ دشمنی خلافت سے محروم کیا۔ اور ان دشمنان علی کا پیشوا بنانا اور اس دشمنی کو داخل دوستی کرنا دشمنان خدا اور دشمنان رسول اللہ کا کام ہے نہ کسی ایماندار کا۔ کیون جناب مولوی محمد جاگیر خان صاحب اگر حضرت علی علیہ السلام نے شوق و محبت و رضامندی کے ساتھ خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی تو پھر اپنی زبان مبارک سے یہ کیوں فرمایا کہ میں خلافت سے محروم کیا گیا اور میں نے اس مصیبت میں صبر کیا اور خلیفہ بنے حضرت ابوبکر اور ان کے بعد حضرت عمر اور ان کے بعد حضرت عثمان۔ جبکہ حضرت ابوبکر رضامندی حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہو گئے تھے اور ان حضرت نے کمال شوق کے ساتھ ان کی بیعت کی تھی تو پھر خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان حضرت علی علیہ السلام کو باطل باعث مصیبت کیوں ہو گئے۔ اور صبر کس بات کا کرنا پڑا۔ صبر وہ شخص کرتا ہے کہ جس کا حق چھینا جاوے اور وہ انصاف سے ناامید ہو۔ دوسرے جناب یہ کہ جو اپنے اشرار میں فرمایا ہے کہ مجھ کو رسول خدا نے بروز غدیر خم اپنے حکم سے امام بنایا تھا۔ مگر میرے ساتھ بے قصور عداوت کی جاتی ہے اور میرے قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ یہ شکایت کن لوگوں کی ہے۔ کیون جناب مولوی محمد جاگیر خان صاحب آپ حضرت علی علیہ السلام کو (معاذ اللہ) کاذب جانتے ہیں یا صادق اگر صادق ہو تو آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حدیث خم غدیر دربارہ خلافت و امامت حضرت علی علیہ السلام کے ہے کیونکہ خود وہ جناب فرماتے ہیں کہ بروز غدیر خم مجھ کو رسول خدا صلعم نے امام مقرر کیا ہے اور جب حدیث غدیر سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو رسول اللہ نے امام مقرر کر دیا تھا تو پھر خلافت خلفاء ثلاثہ کی باطل ہے اور مذہب اہل سنت کی بنیاد باقی نہ رہی۔ اور اگر حضرت علی علیہ السلام

نو آپ (علیہ السلام) کا ذہن جاننے میں تو یہ علامت دشمنی کی ہے اور دشمن
 علی (علیہ السلام) کا اور رسول خدا کا دشمن قرار پاویگا۔ اور خدا کا دشمن اور منافق و کافر ہے
 اور سب سے اگر باہم خلفاء ثلاثہ و اصحاب کے اور حضرت علی علیہ السلام کے دوستی اور
 محبت اور صفائی ہوتی تو وہ جناب اون کے ظلم کے شاکر نہ ہوتے اور یہ نہ فرماتے
 کہ بھڑا ہیت کے اور کوئی معین و مددگار میرا نظر نہیں آتا۔ پس جن لوگوں نے
 اسے روگردانی کی، و حقوق اون کے غضب کیے اذکو قابل رحمت سمجھا اور اپنا
 پیشوا بنانا کسی ایماندار کا کام نہیں ہے۔ اور اگر ایمان داری، سیکانام ہو کہ مخالفان
 علی رحمت اللہ علیہ کیے جاوین اور پیشوا دین بنا کے جاوین تو ایسے اسلام سے
 تو یہود و نصاریٰ بدرجہا علی اور افضل ہیں۔ اس بارہ میں شیعہ کہا جیسا
 کہتے ہیں۔ اور کون سی وجہ ان ظاہری ثبوتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے
 کہ جس کے سبب سے شیعہ پیشوایان اہل سنت کے عقیدہ بنکر اپنی عفت خراب کریں۔
 تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۹۲۔ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ دَسَّ وَ لَيْتَا
 مِنْ وَجْهِ اِنَّهٗ لَمَّا احْتَفَ الْحَسَنُ قَالَ لَا حِيَةَ يَا اَخِي اِنْ اَبَاكَ
 شَتَّ شَتَّ لِهَذَا الْاَمْرِ فَصَرَفَهُ اللّٰهُ عَنْهُ وَوَلَّيَا اَبُو بَكْرٍ ثُمَّ اسْتَشْرَفَتْ لَهَا
 وَصَرَفَتْ عَنْهُ اِلَى عُسْرٍ ثُمَّ لَا يَشْكُ وَقَتَّ الشُّورَى اِنَّهَا لَا تَعْدُو
 فَصَرَفَتْ عَنْهُ اِلَى عُثْمَانَ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بُويعَ عَلِيٌّ ثُمَّ
 نُوْزِعَ حَتَّى خَبَرَ وَالسَّيْفُ مَاصِفَتْ لَهُ وَاِلَى وَاللّٰهِ مَا اَرَى اَنْ يَجْمَعَ اللّٰهُ
 بَيْنَنَا الشُّوَّةَ وَالْخِلَافَةَ فَلَا عَرَفَنَّا مَا اسْتَحْبَبْتَ سَفَهَاءُ الْكُوفَةِ فَاَخْرَجُوْكَ

روایت کی ابن عبد البر نے چند راویوں کے بیان سے کہ جب قریب ہوا
 وقت وفات حضرت امام حسن علیہ السلام کا تو آپ نے فرمایا اپنے بھائی امام حسین
 علیہ السلام سے کہ اے برادر باپ ہمارے افضل تر تھے واسطے منصب خلافت کے

لیکن سب امتداری کی نصب خلافت میں حضرت ابوبکر نے اور خطبہ نبویؐ کے بعد حضرت عمر اور ان کے بعد حضرت عثمان اور بعد قتل عثمان جب بیعت ہوئی حضرت علیؑ علیہ السلام کے تو نزاع پیدا ہوئی اور نوبت بہ تلوار کشی پہنچی اور میں دیکھتا ہوں کہ ہم اہلبیت میں نبوت و خلافت جمع ہوتی معلوم نہیں ہوتی۔

کیونکہ جناب مولوی محمد جاگیر خان صاحب تاریخ الخلفاء کی مستبری کا تو آپ کو بھی قرائع اور یہ روایت اسی تاریخ الخلفاء سے نقل کی گئی ہے۔ اب یہ تو فرما بیٹے کہ آپ امام حسن علیہ السلام کو راستباز سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک امام حسن علیہ السلام راستباز تھے تو امام حسن علیہ السلام تو صاف طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ سزاوار خلافت حضرت علیؑ علیہ السلام تھے مگر تصرف کیا خلافت میں اول حضرت ابوبکر نے اس کے بعد حضرت عمر نے اس کے بعد حضرت عثمان نے تو اس سے ثابت ہے کہ حق علیؑ کو بلا استحقاق خلفاء ثلاثہ نے لیا۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ قتل عثمان کے بعد جب حضرت علیؑ علیہ السلام کے ساتھ بیعت کی نوبت پہنچی تو لوگوں نے ایسا تنازع برپا کیا کہ نوبت بہ تلوار کشی پہنچی اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ شاکی اور خنیں اصحاب رسولؐ کے تھے کہ جگہ سب سے جناب علیؑ علیہ السلام حکومت ظاہری سے محروم کیے گئے اور تنازعہ برپا ہو کر نوبت بہ تلوار کشی پہنچی۔ پس جبکہ فرزند رسولؐ کے ارشاد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سزاوار خلافت جناب امیر تھے اور خلفاء ثلاثہ نے بلا استحقاق خلافت میں تصرف کیا تو اس سے الزام غصب خلافت محتاج ثبوت نہ ہا۔ اور شیعہ اس دعویٰ میں راستباز قرار پائے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام بلا فصل خلیفہ برحق یعنی نائب رسولؐ تھے۔ اور آپ کا بیان اس بارہ میں غلط ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت بڑے اشتباہ اور کمال عقیدت کے

ساتھ کی گئی اس کی کوئی اس ہوتی تو فرزند رسول خطا و ثلثہ کی خلافت پر
 افسوس ظاہر نہ کرتے اور سزاوار خلافت حضرت علی علیہ السلام کو نہ تلاتے
 اب دیکھیں کہ فرزند رسول کی صداقت میں آپ کیا فرماتے ہیں کیونکہ آپ نے
 امام حسن علیہ السلام کی مدح اسوجہ سے زیادہ کی ہے کہ امیر معاویہ کو اور مخون نے
 خلافت پر مکر دی جسکے سبب سے اہل سنت کو حصول عیش و عشرت کے واسطے
 اٹا دی تل گئی۔ اسوجہ سے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ «یرآپ کے ہم مذہب
 امام حسن علیہ السلام کے اس ارشاد کو تو بہ لے لیں فرمادینگے اور اس تسلیم سے امام
 آپ کے اور شیعوں کے کوئی نسل باقی نہ رہے گا۔ وَأَخْرَجَ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ
 أَنَّ الْحُسَيْنَ حَيًّا وَلَا يَنْكَرُ وَهُوَ عَلَى مِنْبَرٍ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ أَنَا
 عَنْ مَجْلِسِ أَبِي فَقَالَ صَدَقْتُ وَاللَّهِ الْمَجْلِسُ أَبِيكَ رَوَيْتُكَ دَارِ قُطَيْبِيُّ
 امام حسن علیہ السلام تشریف لائے نہ حضرت ابوبکر اور وہ منیر رسول اللہ پر بھی
 خطبہ پڑھ رہے تھے فرمایا امام حسن علیہ السلام نے لاؤ ترے میرے باپ کے
 منبر پر سے پس کہا ابوبکر نے کہ سچ فرمایا آپ نے قسم خدا کی یہ جگہ آپ کے باپ
 کی ہے۔

اگر حضرت ابوبکر خلیفہ برحق تھے تو پھر امام حسن علیہ السلام کے اس ارشاد کو حضرت
 ابوبکر نے کیوں تسلیم کیا کہ یہ منبر آپ کے باپ کا مقام نشست و اترتہم اسکو
 تصدیق کیا ہے جس سے حضرت علی علیہ السلام کا خلیفہ رسول ہونا اقرار حلفی
 حضرت ابوبکر سے بھی ثابت ہے۔

اصابہ ابن حجر عسقلانی باب الحاء مع السین فی ترجمۃ الحسین صفحہ ۶۸۲ وَقَالَ لَحْظِي بْنُ
 سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ عَبْدِ بْنِ حُنَيْنٍ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ
 قَالَ أَتَيْتُ عَمْرًا وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَصَعِدْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ أُنْزِلْ

حق منہج نبوی واذا ذهب الی منبر آتیہ فقال کلام یکن لانی سیدوا خذوا منی

ایک روز امام حسین علیہ السلام حضرت عمر کے پاس آئے اور سوقت حضرت عمر منبر پر بیٹھ خطبہ پڑھ رہے تھے امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بے محابہ منبر پر چڑھ گیا اور کہا کہ میرے باپ کے منبر پر سے اتر لو اور اپنے باپ کے منبر جا کہا حضرت عمر نے کہ میرے باپ کا کوئی منبر نہ تھا پھر بٹھا لیا نزدیک اپنے۔

اس واقعہ سے بخوبی ثابت ہو کہ امام حسین علیہ السلام نے صاف طور پر حضرت عمر سے کہا کہ میرے باپ کے منبر پر سے اتر لینے خلافت رسولی سے دست برداری کرو اور اپنے باپ کے منبر پر جائے اپنے باپ کے جانشین بنو کیونکہ جانشینی پیغمبر کے سزاواراؤں کے اہلیت ہیں اسکے جواب میں حضرت عمر نے کہا کہ کوئی منبر میرے باپ کا نہ تھا یعنی میرے باپ کسی سند حکومت یا نبوت کے مالک نہ تھے کہ میں اذکار جانشین بنتا مقام غور ہے کہ جن لوگوں کی خلافت سے علی و امام حسن و امام حسین علیہم السلام انکار کریں اور جن لوگوں کو مستحق خلافت قرار دین اور ان لوگوں کی خلافت کو ایماندار کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں اور شیعہ جو خلافت خلفاء ثلاثہ کے منکر ہیں وہ بیروتی کرتے ہیں علی و امام حسن و امام حسین علیہم السلام کی اس تعلیم کو ابن سبا یہودی کی تعلیم قرار دینا دشمنان آل رسول کا کام ہے کیا علی و امام حسن و امام حسین علیہم السلام بھی یہ تعلیم ابن سبا یہودی خلافت خلفاء ثلاثہ کو باطل بتلاتے تھے۔ کیونکہ جناب مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب اپنے اظہار الہدی کے صفحہ ۱۸۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ بطرح انسان پر اطاعت خدا و رسول کی فرض ہے اور بطرح اطاعت خلفاء اربعہ کی فرض ہے۔ اب بتلائی کہ خلفاء ثلاثہ سے تو حسب وجوہات مذکورہ بالا علی و فاطمہ حسن و حسین علیہم السلام کو سبج تھا اور نفرت تھی ان کا یہ چاروں بزرگ خلافت خلفاء ثلاثہ کو باطل قرار دیتے تھے۔

اور روایت صحیح مسلم و صحیح بخاری سے کہ جبکی نقل کی گئی ثابت ہو کہ حضرت علی علیہ السلام

حضرت ابو بکر و حضرت عمر کو دروغ گو گنہگار خدا اور خیانت کرنے والا جانتے تھے
جس کا خدا اور حضرت عمر نے کیا ہے تو ایسے لوگوں کی اطاعت اگر شل اطاعت
خدا اور رسول فرض ہے تو علی و فاطمہ حسن حسین علیہم السلام کے (نفس و باطن)
دروغ ہونے کا بھی آپ اعتقاد رکھتے ہونگے۔ لیکن جن لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام
دروغ گو گنہگار خدا اور خیانت کرنے والا کہیں اور ان لوگوں کو شیعوہ کیونکر تہہ باز
اور پیشوا دین تسلیم کریں کیونکہ شیعہ معتقد ہیں حضرت علی علیہ السلام کے بدنی وجہ
وہ دشمنان علی کی اطاعت اور فرما برداری کو سہرام جانتے ہیں۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اہلبیت کے تابع رہنا بعد میرے
اور اہلبیت کی تکفیر سے کروی ہے علی و فاطمہ حسن حسین کے ساتھ جس کا ثبوت
نیقح نمبر چہارم میں لکھا گیا ہے اور ضبط احتیاط چند حدیثیں ذیل میں بھی لکھے
دیتا ہوں جن سے ثابت ہوگا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم اطاعت اہلبیت
دیا ہے خلفاء ثلاثہ کی اطاعت کہیں واجب نہیں کی ہے۔

مسند احمد بن حنبل - عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ حَبِيبَ رَسُولِ اللَّهِ يَقُولُ كُنْتُ
أَنَا وَ عَلِيٌّ نُورًا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ اللَّهُ آدَمَ
بَارِعَةً عَشْرَ أَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ قَسَمَ ذَلِكَ النُّورَ بَيْنَهُمَا
فَجَزَّ نَارًا عَلَى ثَمَامِ الْخَيْرِ فَقِيَّ النَّبِيُّ وَ فِي عَلِيٍّ الْخَيْرُ لَافَةً
فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اور علی چودہ ہزار برس قبل خلقت آدم
سے عالم نور میں بجنور پروردگار عالم موجود تھا اوس نور کے دو حصہ ہوئے
اوس کا ایک شکر امین ہوں اور دوسرا شکر اعلیٰ ابن ابیطالب ہیں میں سرخط
ہوا منصب نبوت پر اور علی منصب خلافت پر۔

جس کتاب سے یہ حدیث نقل ہوئی ہے وہ کتاب اہل سنت کی منبر کتاب پر

جس کے صنف امام احمد ابن حنبل ہیں۔ اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوئی ہیں اولیٰ
 کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ سے پیدا ہونے والے پورے پودہ ہزار برس پیشتر پیدا ہوئے اور علیہ
 السلام سے یہ دونوں صاحب عالم نورین موجود تھے۔ دوسرے جناب محمد مخصوص ہوئے واسطے نبوت
 کی اور علی واسطے خلافت کے پس جبکہ حضرت علی علیہ السلام خلافت کے واسطے مخصوص تھے تو
 خلافت خلفائے ثلاثہ کیونکر قابل تسلیم ہو کر اطاعت اور پیروی اون کے مثل خدا اور رسول خدا
 کے بقول مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب و جب سمجھے جاوے پس جسطرح مسلمانوں کے ایک بڑے
 گروہ نے حضرت علی علیہ السلام پر اٹھاؤں برس تک لعنت کی اور کفار بت پرستی کرتے
 ہیں اور ان افعال کو اون کے فاعل بہتر و واجب جان کر ترک ہوئے اور ہونے
 ہیں اس طرح اگر مولوی محمد جہانگیر خان صاحب اور اون کے ہم مذہب اطاعت و
 پیروی خلفائے ثلاثہ کی بھی واجب جائیں تو اون کو اپنے فعل کا اختیار ہے لیکن کوئی
 ایماندار اسلام قبول کر کے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف توہر گروہ پیروی نہ کرے گا
 کتاب المناقب ابن المؤید موفق ابن احمد۔ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ دَخَلْتُ
 عَلَى النَّبِيِّ وَإِذَا الْحُسَيْنُ عَلَى فَخٍّ يَلْقِيهِ مَعِيَهُ وَيَلْتَمِسُنَا لَهُ وَهُوَ
 يَقُولُ أَنْتَ سَيِّدُ رَأْبِ سَيِّدٍ وَأَخُو سَيِّدِ آبِ السَّادَةِ
 أَنْتَ إِمَامُ ابْنِ الْإِمَامِ أَخُو الْإِمَامِ أَبُو الْأَمَّةِ أَنْتَ مُحَبَّةُ
 بِنِ مُحَبَّةِ أَخُو مُحَبَّةِ أَبُو مُحَبِّ سَتَعِهِ مِنْ صَلْبِكَ تَأْسَعُوهُمْ وَتَارِثُهُمْ
 جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین علیہ السلام کو زانو پر لیتے ہوئے تھے اور
 چشم و لب کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم سید ابن سید برادرید پر سید و
 امام ابن امام برادر امام پدر امام اور ثم حجت ابن حجت برادر حجت پدر حجت
 اور نو حجت خدا تمہارے صلب سے پیدا ہونگے نوین اوغین سے قیام ہیں۔
 جن بزرگوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سردار امت اور امام یعنی پیشوا راست اور حجت

خدا یعنی رکن دین و فرادین اونکے خلاف خلفاء ثلاثہ کی امامت کیونکر تسلیم ہو سکتی ہے
یہ خلفاء ثلاثہ کی پیروی و اطاعت مثل خدا و رسول خدا واجب بھی جاوے۔

بصراحہ جو سہری باب الیہا فصل الواو۔ وَأَخْرَجَ أَبُو سَعْدٍ وَابْنُ إِسْمَاعِيلَ فِي
سَائِرِنَا إِنَّهُ صَلَّيْهُمُ قَالَ اسْتَخْرَ صَوْبًا هَلْبِيَّتِي خَيْرًا فَإِنِّي أَحَاطُ بِكُمْ عَنْهُمْ
عَلَى أَوْصِيْنِ أَكُنْ خَصِيمُهُ أَخَصَمَهُ وَمَنْ أَخَصَمَهُ دَخَلَ لَنَا رِقَابُهُ عَالٍ
مَنْ حَفَظَنِي فِي أَهْلِيَّتِي فَقَدْ أَخَذَ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا أَنَّهُ أَخْرَجَ الْأَوَّلُ
أَنَا وَأَهْلِيَّتِي شَجَرَةً فِي الْجَنَّةِ وَاعْتَصَلْنَا فِي الدُّنْيَا مِمَّنْ شَاءَ
أَخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا فَوَالِیْ خَبَابِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ كَرَّمَ وَصِيَّتْ كَرَّمَ
مَنَّا رَسْمَ دَرْمِيَانِ مِیْنِ وَاسَطِ اِهْلَبِیَّتِ كَسِ كَزِيْرُ فَرْمَانِ اَوْنِیْ رَسْمِ وَرَنَهْ بَرُورِ
قِیَاسَتِ مَمَّ سَمِیْنِ مَخَاصِمِ كَرُوكَا اَوْ حَسِیْنِ مَخَاصِمِ كَرُوكَا وَهْ دَاخِلِ نَارِ كِیَا
جَارِیْكَ اَوْ رَجْمِ زَمَانِیَا كَزُجُوْشِ مِیْرِیْ مَحَبَّتِ وَاطَاعَتِ كَرِیْ بِهْ نَظَرِ مَحَبَّتِ اِهْلَبِیَّتِ
كَسِ كُوْیَا اَوْ سَمِیْنِ اطَاعَتِ تَرَانِ كِیْ مِیْنِ اَوْ اِهْلَبِیَّتِ اِكِدْرُخْتِ مِیْنِ جَنَّتِ مِیْنِ اَوْ
شَاخِیْنِ اَوْ سَكِیْ دُنْیَا مِیْنِ مِیْنِ جُوشِ مِیْرِیْ پَا سَمِیْنِ تَسَكِ كَرِیْ اَوْ سَمِیْنِ شَلَخِ سَمِیْنِ اَوْ
وَهْ رَاوَرِ اَسْتِ پَرِچَلَا۔ خَبَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِیْ نَاوَرْمَانِیْ سَبِیْنِ سَمِیْنِ اَوْ
مَحَبَّتِ اَبُو بَكْرٍ وَحَضْرَتِ عَمْرٍ وَحَضْرَتِ عُثْمَانِ نَبِیْ كِیْ كَزُجُوْشِ مِیْرِیْ مَحَبَّتِ اِهْلَبِیَّتِ رَسُولِ كِیْ فَرْمَانِ بَرُورِ
كُوْشِ كَرِیْ خُوْشِ خَلِیْفِ نَبِیْ اَوْ اِهْلَبِیَّتِ رَسُولِ كُوْشِ فَرْمَانِ بَرُورِ نَبِیْ كِیْ وَاسَطِ
بِیْعَتِ طَلَبِ كِیْ اَوْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ فَرْمَانِیْ مِیْنِ كَزُجُوْشِ مِیْرِیْ اِهْلَبِیَّتِ كَسِ زِيْرُ فَرْمَانِ پَرِچَلَا
مِیْنِ اَوْ سَمِیْنِ قِیَاسَتِ مَمَّ سَمِیْنِ مَخَاصِمِ كَرُوكَا اَوْ حَسِیْنِ مَخَاصِمِ كَرُوكَا وَهْ دَاخِلِ نَارِ كِیَا
نَارِ بُوْكَا۔ پَسِ فَرْمَانِ بَرُورِیْ كِیْسِ بَلَكِ خَلَفَاءِ ثَلَاثَةِ نَبِیْ اِهْلَبِیَّتِ رَسُولِ كُوْشِ فَرْمَانِ بَرُورِ
نَبِیْ كِیْ وَاسَطِ بِیْعَتِ طَلَبِ كِیْ اَوْ اَكَا رِبِیْعَتِ كِیْ سَبِیْبِ اَمَاوِیْ قَتْلِ بُوْشِ
بُوْشَا كَزُجُوْشِ مِیْرِیْ مَحَبَّتِ اِهْلَبِیَّتِ نَبِیْ كِیْ اَوْ اَكَا رِبِیْعَتِ كِیْ سَبِیْبِ اَمَاوِیْ قَتْلِ بُوْشِ
بُوْشَا كَزُجُوْشِ مِیْرِیْ مَحَبَّتِ اِهْلَبِیَّتِ نَبِیْ كِیْ اَوْ اَكَا رِبِیْعَتِ كِیْ سَبِیْبِ اَمَاوِیْ قَتْلِ بُوْشِ

کرتے ہیں میری اطاعت سے اور ارادہ کرتے ہیں میری بربادی کا اور افسوس
 ہون لوگوں پر جو ارادہ کرتے ہیں میری عداوت کا بلا قصور اور رنجیدہ کیا جناب سیدہ کو
 اس سبب ترک کام کیا جتنا سیدہ نے حضرت ابو بکر سے اور تا دم مرگ رنجیدہ رہا
 ایسے ہی نافرمانوں سے رسول خدا نے قیامت میں خاصہ کرنے کو فرمایا ہے ایسے لوگوں کی
 اطاعت اور پیروی بجز دشمنان آل رسول کے کوئی ایماندار نہیں کر سکتا۔
 وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِينَا الْحِكْمَةَ أَهْلُ الْبَيْتِ
 وَفِي حَدِيثِ حَسَنِ الْأَعْنِ عَنِ عَائِشَةَ وَكَرَّيْنِي هَيْبَتِي وَالْأَنْفُسَانَا قَبْلُومِنْ جَسَدِنَا
 وَتَجَاوَزَ أَمْرَهُمْ كَرَمُ الرَّحْلِ عِيَالِهِ فَلَا تَعْيِبُهُ فَلَا تَذْ
 كَانَ مَوْضِعَهُمْ كَأَفْرَا جَنَابِ رَسُولِ خَدِ صَلَاحُ نَعِ كَهَامَا رَسَا الْبَيْتِ مِينَ «نَا»
 وحکمت ہے اور وہ محل اسرار ہمارے ہیں اونکو پکڑے رہو۔ رسول خدا
 صلعم تو فرماتے ہیں کہ اہل بیت ہمارے محل اسرار ہیں اونہیں دانی
 اور حکمت ہے اونکو پکڑے رہو اونکی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔
 اونکی اطاعت برابر ہے اطاعت قرآن کے اور مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب
 اور اونکے ہم مذہب اہلسنت کہتے ہیں کہ اطاعت اور پیروی کرو خلفائے ثلاثہ
 کی مثل اطاعت خدا اور رسول خدا کے اس تنازعہ سے تو ظاہر ہوتا ہے
 کہ رسول خدا صلعم کے ارشاد کے مخالف مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب کا اور
 اونکے ہم مذہبوں کا اعتقاد ہے۔ پس جو لوگ کہ اسلام کے پیرو و معتقد ہیں
 تو حکم رسول خدا صلعم کی پیروی کریں گے جسکا کہ کلمہ پڑھتے ہیں اور جو لوگ
 مخالف اسلام ہیں اور مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب اور اونکے ہم مذہب
 اہل سنت کا کلمہ پڑھتے ہیں وہ لوگ مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب اور
 اونکے ہم مذہب اہل سنت کے حکم کی پیروی کریں گے۔

چونکہ اہل سنت کی معتبر کتابوں سے کہ جبکی نقل اسکے قبل تبقیع ہذا میں کی گئی ہو
 و نیز اقرار سعد الدین لغتانی و صاحب شرح فقہ اکبر مستبرین علماء اہل سنت سے
 کہ جبکی اقرا رات کی نقل تبقیع نمبر چہارم میں کی گئی ہے ثابت ہو کہ یا ہم حضرت
 علی علیہ السلام و خلفائے ثلاثہ دینہ و ربیع تھا صفائی نہ تھی اور جناب سیدہ حضرت
 ابوبکر سے ناراض و رنجیدہ فوت ہوئیں اور اصحاب نے حضرت علی علیہ السلام
 کے ساتھ اہلادب رہا ست و حکومت دشمنی و کینہ کیا اور مدینہ اکبر علیہ السلام
 تھے اہل سنت بوجہ خصوصیت آل رسول حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر کہہ کر حکم
 جناب رسالتہا صلعم سے بھی منکر ہوتے ہیں اور حکم جناب امیر سے بھی انحراف
 کرتے ہیں اور خوف قیامت سے بالکل نہیں ڈرتے۔ اگر مذہب اسلام کو صحیح
 سمجھتے اور روز قیامت کو حق مانتے تو رسول خدا صلعم کے ایسے صاف اور صحیح
 احکامات منحرف ہو کر دشمنان آل رسول کی شرکت اختیار نہ کرتے۔ لہذا
 اس تبقیع کے فیصلہ میں مجھ کو اس رائے کے ظاہر کرنیکی ضرورت ہوئی کہ
 جو لوگ خلفائے ثلاثہ کے معتقد اور پیرو ہیں وہ دل سے حضرت علی علیہ السلام
 کے ضرور مخالفت ہیں گو بظاہر حکم علموں اور جہلوں کی تسکین قلب کے
 واسطے اظہار دوستی کریں۔ اور جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کے معتقد اور
 پیرو ہیں وہ خلفائے ثلاثہ کے یقیناً مخالف ہیں گو بظاہر انکار مخالفت کریں
 مگر یہ انکار کسی حالت میں معتبر نہیں قرار پاسکتا۔

تبقیع نمبر ہفتم

گروہ اسلام میں آل رسول کا معتقد اور پیرو کونسا فرقہ ہو

مولوی محمد جانگیر خاں صاحب کے سوالات جو ایک قسم کے طعن ہیں اور کتابت کو خلفاء

صفحہ ۲۷۱ میں درج ہیں قابل غور ہیں۔

مولوی صاحب ممدوح نے تذکرۃ الخلفاء صفحہ ۲۷۰ و ۲۷۱ میں گیارہ طعن حضرت علی علیہ السلام کی ذات پاک پر کئے ہیں اور ہر طعن کا جواب شیعوں نے دیا ہے، اگرچہ اس قسم کے سوالات کے جواب بکثرت شیعہ دے چکے ہیں اور طعن ہا مندرجہ تذکرۃ الخلفاء کا جواب بھی غالباً کوئی شیعہ ضرور لکھے گا میرا منصب جواب لکھنے کا نہیں ہے کیونکہ میں نے درمیان دونوں فریقوں کے اوصاف فیصلہ کرنے کا وعدہ کیا ہے تاہم مجوز کا یہ فرض تو ضرور ہے کہ وہ واقعات اسلام کی تصریح کروئے تاکہ نادانوں کے خیال یک سو ہو جاویں اور انکو اسلام کی حقیقت معلوم ہو جاوے۔ لہذا اول میں گیارہ طعن مندرجہ تذکرۃ الخلفاء صفحہ ۲۷۰ و ۲۷۱ کی نقل ذیل میں کرتا ہوں اور اسکے بعد اپنی رائے ظاہر کر دوں گا۔

نقل عبارت تذکرۃ الخلفاء حضرات شیعہ اپنی اس تاریخ سے جسکو وہ بہت درجہ مستند و معتد سمجھے ہوں امور ات ذیل کا جواب دیں۔

۱۔ حضرت اسد اللہ غالب بن ابیطالب منظر العجائب والغرائب نے کتنے ملک کفار اشرار کے قتل کئے۔

۲۔ امیر باذل نے جو مال و منال کہ راہ خدا یا اپنے اہل بیت با صفا میں صرف کیا یا وہ مکسوب تھا یا مغنمہ خلفاء ثلاثہ۔

۳۔ امام المومنین حیدر کرار غیر فرار نے کتنے کروڑ کفار و مجار کو مسلمان با ایمان کیا۔

۴۔ صفدر نامہ دار لافنی الاعلیٰ لاسیف الازوال فقار نے کتنے بد عیان بنوت و طالبان رسالت کتاب کو مثل قوم عادت باہ و برباد و ہلاک کیا۔

۵۔ دستور المعظم سند یافتہ آسمانی و دستار بند غدیر نے کس حد تک روئے

مین پر اسلام کو شایع و ذائع فرمایا۔

۶۔ امامت دستگاہ ولایت پناہ نے کتنے ہزار ساجد تعمیر فرمائیں۔

۷۔ شجاع بے شال نے کتنے مرتبہ کافران روم و شام و گبران عجم و ایران کو شکست فاش دی۔

۸۔ مستحق خلافت بلا فصل کے زمانہ عدالت نشانہ میں امن جانی و مالی و سلام دینی و دنیوی بندگان خدا کو حاصل تھے یا اونکی زمانہ میں جو معاف شدہ تھے امامت کی نرکھتے تھے۔

۹۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کے وقت میں خارجہ ناجہبی سیائی بہ بہب حادث ہو گئے یا اسی اور زمانہ میں۔

۱۰۔ حاجت روائی دو جہان نے با این ہمہ قدرت و مقدرت کیوں مال و منال غنیمت ناجائز مجاہدین کسری و تعمیر پر تصرف کیا۔

۱۱۔ جناب امیر المؤمنین نے باوصف طاقت و اللہی وقوت ناتناہی کے کیوں اپنی عمر عزیز کو تفسیر میں نہایت ہی مذلت و خواری سے ضائع کیا اگر یہ فعل اقیح نہیں آسمانی مستحسن و منقرض تھا تو پھر اکثر مقامات پر جو ہر ذوالفقار کیے دیکھنا ناکیا ہی۔ پس یہ امر مفروضہ خواہ بطبع جاہ و مناصب خواہ بغرض شوکت خلافت مبنی بر خطا و قصور ہے یا اور کیا فقط تمام ہوسے طعن مولوی محمد جاگیر خاں صاحب شکوہ آبادی کے۔

ان سوالات میں اول یہ امر استفسار طلب ہے کہ یہ گیارہ سوال ہیں یا اختصار علی علیہ السلام کی ذات پاک پر طعن کئے گئے ہیں۔ اگر درحقیقت یہ سب سوال ہیں تو انکا جواب ایسقدر کافی ہے کہ سائل نے اپنے سوالات میں حضرت علی علیہ السلام کا اسد اللہ الغالب منظر العجائب والخرائب امیر باذل ملہ المؤمنین کرار غیر فرار صغیر نامہ ارفاقی الاعلی دستور المعظم امامت دستگاہ ولایت پناہ

شجاع بے مثال مستحق خلافت بلا فصل حاجت روا سے دو جہان امیر المؤمنین ہونا تسلیم کر لیا ہے کیونکہ ان کل سوالات میں حضرت علی علیہ السلام کے اہم مبارک پیر یہ جملہ لقب سائل نے تحریر فرمائے ہیں۔ پس جبکہ حضرت علی علیہ السلام کو سائل ان جملہ اوصاف مذکورہ کا سزاوار سمجھتا ہے اور اس وجہ سے نام علی کو اوستے باین اوصاف مندرج سوالات خود کیا ہے۔ اور اس پر اسکا دلی اعتقاد ہے تو ضرورت جواب کی باقی نہیں رہی۔ کیونکہ اگر باہم سنی اور شیعہ کے تنازع ہے تو صرف اسی بات کا کہ حضرت علی علیہ السلام باوصاف مذکورہ خلیفہ بلا فصل ہیں یا خلیفہ چارم اور اسکا اقرار سائل نے ان سوالات میں کر لیا۔ احتیاج جواب باقی نہ رہی اور اگر اوصاف مذکورہ سائل نے بطور طعن لکھے ہیں تو ان مطاعن کا جواب شیعوں سے کیوں چاہا جاتا ہے کیونکہ سائل نے کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۷۷ میں شیعوں کی نسبت لکھا ہے کہ مذہب فریت ابن سیا کا اسی پر مبنی ہے کہ پیرایہ دشمنی میں اصحاب باصفا پر تبرک کرنا اور پیرایہ دوستی میں آل عبا کو بڑا کرنا۔ جبکہ سائل کے نزدیک شیعہ خلفاء ثلاثہ اور آل عبا دونوں کے دشمن ہیں کسی کے بظاہر دشمن ہیں اور کسی کے باطن دشمن ہیں تو دشمنوں سے طالب جواب ہونا ایک جاہل اور کم فہم کا کام ہے۔ اگر سائل جاہل و کم فہم ہے تو اسکی تحریر و تقریر دونوں غیر معتبر ہیں اور اگر سائل درحقیقت فرقہ اہل سنت کا عالم مستند ہے کہ جسکے سب سے بہ لقب مولوی مشہور ہیں اور مولوی لکھے جاتے ہیں تو انکے ان گیارہ مطاعن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اور انکے ہم مذہب حضرت علی علیہ السلام کے دشمن ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کے امیر المؤمنین امام المتقین امامت ستارہ ولایت پناہ شجاع مستحق خلافت اسد العالیب امیر باذل امام المؤمنین کرار غیر قرار صفدر نامدار سزاوار لافتی دستور المعظم ہادی امت ہونے سے منکر ہیں۔

اور حضرت علی علیہ السلام کے ان اوصاف کا منکر یقیناً دشمن علی و دشمن خاندان نبوت
 ہے کیونکہ یہ کل اوصاف حضرت علی علیہ السلام کے احکام اکہی و احادیث رسالت
 پر ہی سے ثابت ہیں جنکی نقل اہل سنت کی معتبر کتابوں سے تفیحات نمبر دوم و سوم
 و چہارم و پنجم و ششم و ہفتم میں کی گئی ہے اور خود اقرار مولوی صاحب ممدوح سے
 ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا معتقد اور پیرو فرقہ شیعہ ہے اور اسی فرقہ شیعہ
 میں اولاد علی و بنی فاطمہ شامل ہیں اور فرقہ اہل سنت معتقد اور پیرو مخالفان
 حضرت علی کا ہے اور اوصاف مخالفان علی کی اولاد فرقہ اہل سنت میں شامل ہے
 کیونکہ اگر فرقہ شیعہ معتقد اور پیرو اور اولاد علی میں داخل نہوتا تو اوصاف حضرت
 علی اور منصب حضرت علی در استحقاق خلافت حضرت علی کا ثبوت شیعوں سے طلب نہوتا
 یہ عام دستور ہے کہ بزرگ قوم کے اوصاف و فضائل اور استحقاق کا ثبوت مخالف لوگ ہی
 قوم سے طلب کرتے ہیں جو قوم اوس بزرگ کی معتقد اور پیرو ہوتی ہے مثلاً قوم
 نصاریٰ جناب محمد صلعم کو نبی برحق نہیں جانتے اور دین اسلام کی مخالف ہیں اور
 آنحضرت کے نبی برحق ہونے اور اسلام کے مذہب حق ہونے کا مسلمانوں سے
 ثبوت طلب کرتے ہیں کیونکہ مسلمان آنحضرت کی نبوت کے معتقد ہیں اور مذہب
 اسلام کو حق جانتے ہیں۔ ایسا ثبوت نصاریٰ اپنے ہم قوم نصاریوں یا یہودیوں کو
 طلب نہیں کرتے کیونکہ نصاریٰ اور یہود تو آنحضرت و دین اسلام کے مخالف ہیں۔
 اس طرح فضائل علی و مراتب علی کا ثبوت مولوی محمد جہانگیر خان صاحب نے شیعوں سے
 طلب کیا نہ سنیوں سے اگر شیعہ معتقد اور پیرو حضرت علی علیہ السلام کے ہوتے تو اوصاف
 مراتب و فضائل حضرت علی کے ثبوت اہل سنت طلب نہ کرتے اور اگر اہل سنت
 حضرت علی و اولاد علی علیہ السلام کے محب اور پیرو اور معتقد ہوتے تو فضائل حضرت
 علی علیہ السلام و مراتب حضرت علی کے منکر نہوتے اور دربارہ مراتب حضرت علی

فضائل حضرت علی شیعوں سے ثبوت طلب نہ کرتے۔ اہل سنت کے ان مطاعن سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ اہل سنت یقیناً حضرت علی علیہ السلام کے دشمن ہیں اور شیعوں معتقد و پیرو و مخلص صادق حضرت علی علیہ السلام کے ہیں بدینوجہ جو شرف حضرت علی علیہ السلام کے واسطے مقرر ہے کہ ہر نماز میں خاتمہ تشہد پر بعد رسول علیہ السلام پر درود پڑھا جاوے اُسکے فرمانبرداری شیعہ بدل و جان کرتے ہیں اور حب نام حضرت علی علیہ السلام علی کایتے ہیں یا لکھتے ہیں تو ضرور درود پڑھتے ہیں۔ ان وجوہات ہر ایماندار پر واجب ہو کر دشمنان حضرت علی کے مقابلہ میں فضائل و مراتب منصب حضرت علی علیہ السلام کو قرآن اور حدیث سے ثابت کر دے شاید دشمنان حضرت علی متوجہ ہو کر دشمنی حضرت علی کو ترک کر کے راست اختیار کر لیں تو اس زیادہ کوئی دوسرا کام نہیں ہے لہذا میں مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کے مطاعن کی نسبت اپنی رائے کو واسطے فوائد خاص و عام کے ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔

ان گیارہ مطاعن مذکورہ بالا میں مبتدا تو ہے مگر خبر بالکل نہیں نکلتی۔ بدینوجہ کل سوال سائل کے غلط ہیں جواب دینے کے لائق نہیں۔

سائل استفسار کرتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کتنے ملک کفار کے فتح کیے۔ راہ خدا میں اور اپنے اہلبیت میں جو مال صرف کیا وہ مکسوبہ ذاتی تھا یا بیہ مال وہ تھا جو خلفائے ثلاثہ نے لوٹ میں حاصل کیا تھا۔ کتنے کفار دن کو مسلمان کیا۔ کتنے مدعیان نبوت کو تباہ و برباد کیا۔ کس حد تک اسلام کو شائع کیا۔ کس قدر مساجد تعمیر کیں۔ کسے مرتبہ کافران روم و شام کو شکست فاش دی۔ زمانہ خلافت حضرت علی علیہ السلام میں بندگان خدا کو امن حاصل ہوا یا نہیں۔ اور مذہب نمودار صبح و خوارج و سبائی اسی زمانہ میں پیدا ہوا یا نہیں۔ لوٹ کے ناجائز مال پر کیوں تصرف کیا۔ حالت تقیہ میں کمال دولت و خواری کے ساتھ کیوں بسر کی۔

ان اعتراضات سے یا ان مطاعن سے یا ان سوالات سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ

سائل کی غرض کیا ہے۔ قیاساً اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ سائل کا مسئلہ شایع
 حالات سے پیشہ ہے کہ جو شخص زیادہ ملک فتح کرے۔ مال غنیمت حاصل کرے
 کفار و کومسلمان کرے۔ مدعیان نبوت کو تباہ و برباد کرے۔ اسلام کو تمام
 دنیا میں شایع کرے مسجدین تعمیر کرے۔ کافران روم و شام و شکست ناش
 دے وغیرہ وغیرہ وہ رسول اللہ کا خلیفہ برحق ہو سکتا ہے نہ علوم کہ سائل
 نے اس اصول کو کہاں سے اخذ کیا ہے۔ تو ان انہی و احادیث رسالت
 پناہی میں تو اس قسم کے تراکیب خلیفہ رہی گئے و سٹلے تمام مہین ہوئے
 ہن نہ کوئی ایسا حکم قرآن مجید و احادیث۔ عل غنائین پایا جاتا ہے کہ جبر
 است اجماع کرے وہی خلیفہ رسالت تسلیم کیا جاوے۔ اور اگر بغیرض حال یہ
 اصول تسلیم کیا جاوے تو امت نے یہ کی خلافت پر بھی اجماع کیا تھا
 حال کے سنت جماعت زید کے خلاف برحق ہونے سے کیوں انکار کرتے
 ہیں حالانکہ ان کے معبر عالموں نے اسی بنا پر خلافت زید کو تسلیم کیا ہے چنانچہ
 ابو شکور سلمی و صاحب شرح فقہ اکبر و عبد اللہ ابن عمر و حجت الاسلام امام
 غزالی وغیرہ معبرین علماء اہل سنت کے اقرار تفسیر مجاہدین نفل کیے گئے ہیں
 دوسرے محمود غزنوی اور زادر شاہ نے ملک جی بہت فتح کیے کفار کو بھی بکثرت
 قتل کیا اور کفار و کومسلمان بھی کیا۔ اور زیادہ تر انہوں نے باوٹا ہونے
 تمام دنیا میں اسلام کو شایع کیا اور مال غنیمت۔ اسی بکثرت حاصل کیا تو بر بنا
 اس اصول کے ان باوٹا ہو تو خلیفہ برحق قبول کیا جائے۔ سو لو
 جمال الدین صاحب مرحوم بالقاء نے ریاست جھو پال میں بکثرت مسجدین تعمیر
 کیں ہیں اس قدر مسجدین تو خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں تعمیر بھی نہیں ہوئیں تو مولوی
 جمال الدین صاحب مرحوم بھی خلیفہ برحق قبول کئے جاویں۔ ہمارا راجہ

یہ وقت سنیہ صاحب ہاورد بالقاءہ راہہ مرحوم ریاست بھر تپور رنجنا میں ہوئے
 میں ایک عہدہ اور بڑی مسجد بنی حیات میں تعمیر کرائی تھی اور رنجنا میں قبول
 کے ہمارا چہ بھر تپور کو بھی خلیفہ برحق تسلیم کرنا ہوگا۔ اور بھی اہل ہندو نے مسجدین
 تعمیر کیں ہیں اور انکو بھی خلیفہ برحق تسلیم کرنا ہوگا۔ شاہ رنجبار نے رنجبار میں بہت
 مسجدیں تعمیر کیں ہیں اور وہ فرقہ خواجہ میں سے ہیں اور انکو بھی خلیفہ برحق تسلیم
 کرنا ہوگا۔ حال میں باہم زار روس و سلطان اسلام بول جنگ عظیم ہوئی تھی
 جس جنگ کے سپہ سالار عثمان پاشا تھے زار روس نے روم و شام پر فتح
 پائی کیونکہ روم و شام دونوں ملک مغبوطہ سلطان اسلام بول ہیں تو زار روس
 بھی خلیفہ برحق قبول کرنا پڑیگا۔ خلفاء ثلاثہ کی محبت میں واسطے اثبات خلافت
 کے اہل سنت عجیب کش کش میں پڑے ہوئے ہیں اور حالت اضطراب میں جو
 چاہتے ہیں کہنے لگتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں انجام پر غور نہیں کرنے۔ مذہب
 اسلام اس دنیا میں مالک کفار کے فتح کرنے یا کیکوتاہ و بر باد کرنے یا مال غنیمت
 حاصل کرنے۔ یا کفار روم و شام کو شکست دینے یا مسجدین تعمیر کر نیکی واسطے
 قائم نہیں ہوا ہے نہ رسول خدا ان اغراض کے پورا کرنے کو مبعوث برسات
 ہوئے بلکہ واسطے رہنمائی و ہدایت خلافت کے مبعوث برسات ہوئے تھے
 اور جو ہدایت و رہنمائی رسول خدا نے خلافت کو کی اس ہدایت و رہنمائی کے
 مطابق راہ راست پر امت کے قائم رکھنے کے واسطے خلیفہ رسول کی ضرورت
 تھی۔ اور جو جہاد زمانہ آنحضرت میں ہوئے وہ بظہر حفاظت جان و مال مسلمانان
 کے ہوئے تھے جسکی توضیح تنقیح مبرسوم میں کی گئی ہے۔ اور خلافت رسول
 کے قابل وہ شخص قرار پاتا ہے جو افضل الامم ہو اور اس سے زیادہ عالم
 اور فقیہ اور سیکہ دان اور راز الہی اور احکام قرآن و احکام رسول سے زیادہ

عالم و تھکاڑا است میں کوئی دوسرا اوسکا مقابل نہ کھلے اور احکام الہی و حکام
 رسول کی فرما نیز واری میں وہ پس و پیش نہ کرے چنانچہ افضل الامم ہونا حضرت
 علی علیہ السلام کا اور امیر المومنین و امام المتقین و کرار غیر فرار ہونا حضرت علی
 علیہ السلام کا خود رسول اللہ نے امت پر ظاہر کر دیا ہے جن احادیث نبوی
 علیہ السلام کا افضل الامم امیر المومنین امام المتقین کرار غیر فرار ہونا ثابت
 ہوا ان احادیث کی کتب ماہ معتبر اہل سنت سے تحقیقات منبر اربع دوم و سوم
 و چارم و پنجم و ششم و ہفتم میں جایجا نقل کر دی گئی ہے اور ثابت کر دیا گیا ہے
 شرف حضرت علی کو کہ اوہ کی محبت پروردگار عالم نے تہامی است پر واجب
 کر دی ہے اور ہر نماز میں اوپر درود پڑھنے کا حکم ہے اور معتبرین اہل سنت
 نے ان سب باتوں کا اقرار کیا ہے جنکے اقرار و نکلے نقول یعنی تحقیقات مذکورہ
 میں لکھ دی گئی ہے۔ اب اگر مولوی محمد جانگیر خان صاحب کے نزدیک اوسکے
 مطاعن لا جواب ہوں اور حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت و سخاوت و شاعت
 دین و فتوحات ملکی و کفار و مسلمان نہ کرنا و مدعیان نبوت کا تباہ و برباد کرنا
 اس بات کی دلیل سمجھی جاوے کہ حضرت علی علیہ السلام قابل خلافت نہ تھے یا نہ
 خلافت قابل تسلیم نہیں تو یہ اعتراض اوکا خدا اور رسول خدا پر وارد ہوتا کہ
 جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کو قابل درود قرار دیا جنکی محبت امت پر
 واجب کی جنکو افضل الامم کہا جنکو امیر المومنین امام المتقین قائد الفرائض
 کہلائے رہنا کہا جنکے چہرہ پر نظر کرنا داخل عبادت کیا۔ جنکا رتبہ مساوی قرآن
 بتلایا۔ جنکے منظر العجائب و العزائب ہونے کو امت پر ظاہر کیا۔ شیعوں پر
 کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ شیعہ فرما نیز واری کرتے ہیں خدا و رسول
 خدا کی راہ اور فرما نیز واری پر واجب نہیں اس بات کا اعتراض کرنا کہ حضرت

علی علیہ السلام نے نہ کوئی ملک فتح کیا نہ کفار کو قتل کیا نہ مال غنیمت حاصل کیا
 نہ مسجد بنائی نہ تعمیر کیں نہ دعویٰ داران بنوت کو ثبوت دیا نہ ویراؤ کیا۔ یہ کل فضائل
 تو خلفاء ثلاثہ میں تھے وہ اس شرف سے کیوں محروم رکھے گئے اور بلا وجہ
 یہ شرف حضرت علی علیہ السلام کی نسبت کیوں بیان کیے گئے۔ میری رائے
 میں مولوی محمد جالب خان صاحب اپنے کل مطاعن و اعتراضات ایک مضمون
 میں لکھ کر لکھنؤ و شریف روضہ شیخ عبد القادر جیلانی پر بھیج کر جواب شکالین تو
 بہت مناسب ہے کیونکہ گلدستہ کرامات میں ان کے ہم مذہب عالم لکھ چکے ہیں کہ
 رسول خدا صلعم نے شیخ عبد القادر سے فرمایا تھا کہ سے فرزند تم اس دنیا میں
 اور آخرت میں میرے وزیر ہو اسکی نقل تنقیح نمبر دوم میں کی گئی ہے۔ پس شیخ
 عبد القادر صاحب وزارت حب و نحوہ مولوی محمد جالب خان صاحب ضرور
 جواب دینگے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ واقعہ بطور مختصر ذیل میں بطور نمونہ لکھ دے
 کہ جیسے ملاحظہ سے حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت اور سخاوت اور فرما برداری
 وغیرہ کا اظہار ہو جاوے اور مولوی صاحب مدوح نے جو طعن کئے ہیں انکی
 بے ادبی اور خاندان رسالت کے ساتھ دشمنی مخفی نہ ہے۔

میں اس مقام پر جنگ خندق کی لڑائی سے عمرو ابن عبد ود کی لڑائی کا خلا
 اشارتاً لکھتا ہوں اس واقعہ سے سنی و شیعوں کی کوئی کتاب خالی نہیں ہو
 صرف نتیجہ نکالنے کے واسطے اس لڑائی کا مختصر حال لکھتا ہوں۔

جنگ خندق میں عمرو ابن عبد ود لشکر کفار سے کلک مسلمانوں کے مقابلہ جنگ
 کو آیا اور باوازر بلند مرد مقابل طلب کیا کوئی مسلمان اوسکے مقابلہ کو اوسکے
 خوف سے نہ گیا کیونکہ عمرو ابن عبد ود ستم زمانہ تھا اوسکی جنگ آزمائی اور
 بھادری اور جوان مروی ہے۔ یہ مسلمان واقعہ چھ۔ اور لڑائی کے

وقت عمرو ابن عبدود کا دستور تھا کہ نن تنہا ہزار آدمی سے مقابلہ و مقابلہ کرتا تھا۔ اور ایک ہاتھ میں تلوار لیتا تھا اور دوسرے ہاتھ میں بجا سپر کے پیچھے شتر کو لیتا تھا اور سپر بناتا تھا۔

جب کوئی مسلمان اس سے لڑنے نہ گیا تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہے کوئی خدا اور رسول خدا کا دوست کہ اس دشمن خدا کے شر کو مٹا دے حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں حضرت نے کچھ جواب نہ دیا اور سب مسلمان سختے رہے مگر آنحضرت کو کسی نے جواب نہ دیا۔ بار دوم پھر عمرو ابن عبدود نے مرد مقابل طلب کیا پھر علی رضی اللہ عنہ کوئی مسلمان واسطے مقابلہ کے آمادہ نہوا اور علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی اجازت چاہی مگر حضرت نے اجازت نہ دی بار سوم عمرو ابن عبدود نے باواز بلند کہا کہ کیا تم میں کوئی مروہ نہیں ہے کہ میدان میں اسے جناب رسالت مآب نے مسلمانوں کی اور بالتحصیل حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی جانب خطاب کیا کہ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا دوست خدا اور رسول خدا کا ہے کہ اس دشمن کے شر کو مٹا دے حضرت عمر نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ یہ شخص تنہا ہزار آدمی سے لڑتا ہے اور پیچھے شتر کو سپر بناتا ہے ہمارے مقابلہ کی طاعت نہیں حضرت علی علیہ السلام نے اس مرتبہ بھی اجازت چاہی اور اجازت جنگ ملی۔ جب حضرت علی علیہ السلام عمرو ابن عبدود کے مقابل ہوئے تو عمرو نے کہا کہ تم کم سن ہو واپس جاؤ اور اون دو شیخ قریش یعنی ابو بکر و عمر میں سے کیسکو بھیجو کیونکہ مجھ سے اور تمھارے باپ سے محبت و سلوک رہا ہے میں نہیں چاہتا کہ تمھارا خون میرے ہاتھ سے ہو۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ تو میرا قتل کرنا نہیں چاہتا لیکن میں تجھ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ انجام اس لڑائی کا یہ ہوا کہ علی علیہ السلام عمرو ابن عبدود کو قتل کر کے بقیع خدست

پس جس علی کی شجاعت کا یہ حال ہو کہ لڑائی میں جسکا وسیلہ باعث فتح قرار دیا جاوے اور جسکی ایک ضرب تمام جن وانس کی عبادت سے جناب رسول خدا افضل تبلاوین اور اس علی کی شجاعت کا ثبوت مولوی محمد جہانگیر خان صاحب اہل سنت کے فخر العلماء شیعون سے طلب کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولوی صاحب ممدوح اور ان کے ہم مذہب حضرت علی کی شجاعت کے منکر ہیں اگر منکر ہوتے تو شیعون سے ثبوت طلب نہ کرتے اور اس انکار سے مولوی صاحب ممدوح اور ان کے ہم مذہب قول رسول کے بھی منکر معلوم ہوتے ہیں اس صاف اور صریح انکار سے نہ یا وہ اور کیا ثبوت دشمنی علی و دشمنی خاندان نبوت کا ہو گا۔ حضرت علی علیہ السلام کے فرمانبرداری کی یہ کیفیت تھی کہ باوجود کم سنی عمر و ابن عبدود سے رستم زبان پہلوان کے مقابلہ کو بلا خوف و خطر چلے گئے۔ اور نبی کی آواز اول پر آپ نے ارادہ ظاہر کر دیا کہ میں حاضر ہوں اور سب مسلمان ساکت رہے اور عمرو ابن عبدود کا خوف سب پر طاری تھا۔ پس فرمانبرداری اور شجاعت کا حضرت علی علیہ السلام کا تمام عمر یہی حال رہا۔ چنانچہ رسول خدا صلعم بعوث برسات موئے اور اپنی قوم کی دعوت کی اور فرمایا کہ تم سے کون مجھ پر ایمان لاتا ہے اور قوت بھی سب سے اول علی علیہ السلام نے عرض کی تھی کہ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں

اور خلفاء ثلاثہ کی نافرمانی اور نبوت میں شک کرنا طالب دنیا ہونا رسول خدا سے
 ہمیشہ جھگڑو و تکرار کرنا۔ احکام رسول اللہ کو روک دینا اپنے ادنیٰ کرنا شیخ بر
 نیم و چارم میں ذکر کر چکا ہوں۔ ایسی ہی لوگوں کی نسبت پروردگار عالم نے سورہ
 محمد میں فرمایا ہے کہ اعمال اور ان کے باطل ہو جانیکے وجہ طلب دنیا و برپا کرنے فتنہ
 و فساد کے زمین پر وقطع کر دینے قراتوں کے سبب سے اگر خلفاء ثلاثہ کے زمانہ
 میں ملک بہت سے فتح ہوئے کفار زیادہ مسلمان ہوئے مال غنیمت زیادہ آیا
 تو یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے کیونکہ رسول خدا فرما چکے ہیں کہ یہ دین رونق پاویگا
 تا سق و فاجر سے اس حدیث کی نقل صحیح بخاری سے نتیجہ نمبر سوم میں کی گئی ہے۔
 اس لیے فتوحات ملکی امیر مساجد و دلیل خلافت نہیں ہو سکتی۔

پس شجاعت حضرت علی و فتوحات حضرت علی سے اہل سنت کی کتابیں بھری ہوئی
 ہیں از الہ الخلفاء کتاب المغازی للواتدی شرح تجرید قوشچی تاریخ ابوالفدا سیرۃ الامجد
 کامل ابن الاثر وغیرہ میں واقعات جنگ بدر و جنگ احد و غزوہ اخیاب و جنگ
 خیبر و غزوہ حنین میں شجاعت و استقلال و فرمانبرداری حضرت علی علیہ السلام کا
 حال جو چاہے دیکھ لے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے کتاب
 از الہ الخلفاء صفحہ ۲۵۱ میں جناب امیر کے امام الاشعین ہونیکا اقرار کیا ہے اور
 صفحہ ۲۵۵ میں لکھا ہے کہ جبریل امین کو یہ کہنے ہوئے سب مسلمانوں نے
 شاہ لافتی الاعلیٰ لاسیف الاذوالفقار۔ تعجب ہے کہ معتبرین علماء اہل سنت تو حضرت
 علی کی شجاعت پر مثال ہونیکا اقرار کر رہے ہیں جبریل امین علی رضی کی شجاعت باور
 بلند نما ہر فرما دین اور حال کے مذہب سنت و الجماعت کے پیوا مولوی محمد جہانگیر
 خان صاحب اس سے بھی منکر ہیں اور اس انکار پر مسلمان ہونے کے بھی مدعی ہیں
 اور ولایہ کے اہلیت کا بھی دم بھرتے ہیں۔

قوله تعالى وَيُطْعِمُونَكَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ رِسْ آيَةٍ كِي تَقْبَرِينِ محمى الدين ابن

العربی کی تفسیر کے صفحہ ۱۲۹ میں لکھا ہے کہ یہ روایت متواترہ و باجماع مفسرین
قباحت ہو اسے کہ حنفیوں ایک مرتبہ بیمار ہوئے تھے حضرت علیؑ السلام نے نذر

مائی غمی کہ حسینؑ جس روز تندرست ہو گئے روزہ رکھو گا چنانچہ بعد صحت روزہ رکھا حضرت علیؑ علیہ السلام نے اور جناب فاطمہؑ نے اور رضیہؑ نے اور زکریاؑ نے اور محمدؑ نے اور

سلمان غزوانہ تھا۔ حضرت علی علیہ السلام شمعون یہودی کے پاس سے تین صاع جوڑیں لائے اور جناب فاطمہ نے ایک صاع جو اوسمین پیکر مانج کر دے

روٹوں کے پکائے اور وقت انظار ایک ایک روٹی بقدر حصہ مساوی علی غلط
رحمن حسین و فضلہ کے رو برو رکھی گئی ہنوز لوہت کھالے کی نہ پہنچی تھی کہ ایک

سائل نے دروازہ پر آواز دی کہ سلام ہو تیرے اہلبیت مجھ۔ میں مسکین ہوں
کچھ کھلاؤ بیوض اس کے خدا تمکو مادہ جنت سے کھلاؤ گیارہ سکراب نے اپنے

آگے سے پانچون روٹیان اوٹھا کر سائل کو دیدین اور پانی سے روزہ افطار کیا اور اس روز بجز پانی کے اور کچھ نہ چکھا۔ پھر دوسرے روز روزہ رکھا

اور اوس طرح جو کی پانچ روٹیان تیار ہوئیں جب وقت افطار وہ روٹیان
سا منے آئیں تو ایک تہم نے سوال کیا اور وہ پانچون روٹیان بھر سائل کو

دیکھ می گئیں اور بجز پانی کے اور سب کو بھی کسی نے کچھ نہ چکھا۔ پھر پھرے روز
اوسے حالت میں روزہ رکھا اور باغ و شان جو کہ مثل روز اول تیار ہوئیں

اوسى حالت ميں رو رہا اور پانچ روپياں جو اس نے رو رو کر اس ياد دہيدہ
وقت افطار پر ايک قيدي نے سوال کيا وہ پانچون روپياں اس روز بھی
سائل کو ديدن اور سخي مانا رکھے اس روز بھی کچھ نہ حکما۔ اس کے صبر خواب اس پر

تصحیح نمبر ہشتم

۲۷۲

تصحیح نمبر ہشتم

سنت حسینؑ پر کر بھڑو جناب رسول خدا صلعم حاضر ہوئے اور حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ غدق کرنگی سے اعضا دین عرش سے پس جناب رسول خدا صلی علیہ وسلم حسینؑ خانہ جناب سیدہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ پشت جناب سیدہ حمیدہ ہر اور عذاب سے چپان ہر اور آنکھوں میں حلقہ و گڑھے پڑ گئے ہیں کہ نازل ہوئے جبریل اور کہا کہ اے محمد مبارک ہو تمہارے اہلبیت میں لو اور پڑھا سورہ ہل اتی کو۔ پس تمامی سورہ ہل اتی باتفاق مفسرین اہل سنت شان میں علی فاطمہ و حسن و حسین کے نازل ہوئی ہے۔ جناب میر کے گھر میں تو ایک روز کی بھی عورش نہ تھی پھر دولت کثیر کمان سے راہ خدا میں دیتے جو آتا تھا وہ نور کے روز راہ خدا میں دیدیتے تھے جو باقی بچتا تھا خود کھانے تھے اور اپنے اہلبیت کو کھلاتے تھے آپ کے پاس دولت تو کبھی جمع ہی نہیں ہوئی کہ جسکی توضیح کیا وے کہ جو دولت آپ نے راہ خدا میں لٹائی وہ مکسوبہ تھی یا کیسی لیکن راہ خدا میں اگر دیکھت یا چور بندریہ دیکھتی یا سرقہ غیر و کا مال حاصل کر کے اپنے بھائی بندوں و مددگاروں میں دے دے اسے اسکا کام حکومت صرف کریں تو اس سے سخی یا مستحق خلافت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ سخاوت اسکا نام ہے کہ خود بھوکا رہے اور مساکین کو اپنا قوت بھی کھلا دے اور راہ خدا میں جان و مال سے دریغ نہ کرے اور گھر میں ایک دن کی خوراک تک نہ نکلے اور یہ کام بجز انبیاء و خاتم الانبیاء کے اور حضرت علی اور اولاد علی کے اس دنیا میں کسی سے نہیں ہوا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ازالہ الخفاء میں امام احمد ابن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایک روز مجھ پر اشتہا نے بمقام مدینہ غلبہ کیا پس میں گھر سے باہر نکلا کہ فروری کر کے کچھ حاصل کروں پس میں نے سولہ خرمن براجرت مقرر کر کے ایک عورت کو پانی کھینچا

اور مزدوری کے خرچے بیکر پیش بھی حاضر ہوا اور ان خرمنگو میں نے اس کی خدمت میں
 پیش کیا۔ حضرت علی علیہ السلام کے فطر وفاقہ کی توبہ نوبت تھی اور ان کے پاس
 دولت دنیا کماں تھی جو لٹاتے اور جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ راہ خدا میں ضرورتاً
 دیتے تھے۔ پھر صاحب ازالۃ الخفا و بروایت متواترہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی
 علیہ السلام نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک روز مسجد کوفہ میں منبر پر بیٹھے فرماتے
 تھے کہ تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو میری اس شمشیر کو خرید کر لے اور فرماتے تھے
 کہ اگر میرے پاس بقدر قیمت پا جاوے کچھ ہوتا تو میں اس شمشیر کے فروخت کا
 ارادہ نہ کرتا۔ ناگاہ ایک مرد کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو قرض دیتا ہوں
 روایت متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے لذات دنیا کو ترک
 کر دیا تھا اور فرماتے تھے کہ اے دنیا تو مجھے اشتیاق دلاتی ہے اور غرور
 کرتی ہے۔ اے دنیا تجھ سے مجھے کچھ حاجت نہیں۔ میں نے تجھ کو تین بار طلاق
 دی عیش تیرا بہت کم ہے اور خطرہ تیرا کثیر۔ مال دنیا بے قدر ہے۔ قسم بخدا میری
 نظروں میں دنیا مثل عرق بدن خنصریہ کے ہے۔ حضرت علی علیہ السلام بہت موٹا
 پارچہ اور کم قیمت غذا مثل غریبون کے استعمال کرتے تھے۔ ابن رافع کہتا ہے
 کہ ایک روز میں گیا پاس حضرت علی علیہ السلام کے آپ نے ایک جراب مہر بند گا لکھ
 آگے رکھا اور ہمیں خشک ٹکڑے نان جو کے تھے میں نے پوچھا کہ یا امیر المؤمنین
 آپ نے مہر کیوں کی ہے فرمایا اس خیال سے کہ ہمارے بچے ان ٹکڑوں کو کھیں
 یا روغن زیت سے لت لکڑیں۔ اور یہ پوشاک و غذا مخصوص ہے واسطے علی کے
 دوسرا اس میں شریک نہیں ہے اور لعین کو اور قمیص کولیف خرمہ سے مرمت کیا کرتے
 تھے اور گوشت بہت کم کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایسا الناس اپنے شکم کو مقابہ
 حیوان کا نہ بناؤ۔ ایک روز معاویہ نے هزار سے کہا کہ میرے سامنے حضرت

علی علیہ السلام کا کوئی وصف بیان کر ضرار نہ کہنا قسم نجد حضرت علی علیہ السلام بڑے
 شجاع تھے اور حاکم عادل تھے اور علم کو بدرجہ کمال دوست رکھتے تھے اور مجمع
 حکمت و دانائی تھے اور دنیا کی جانب سے وحشت کرتے تھے اور شب کی تنہائی
 کو دوست رکھتے تھے اور کارخانہ الہی میں منظر عبرت کثیر الفکر تھے لباس پوشاک
 مسکین وضع پہنتے تھے اور عظیم الہیت تھے اور اپنی دین کی تعلیم کرتے تھے اور
 مساکین کو پیار کرتے تھے اور کم روز و مجبور کو ناسید کرتے تھے اور بطلان
 نفرت کرتے تھے اور اندھیری راتوں میں بہ بکا و حزن رو دیا کرتے تھے اور تارک
 لذات دنیا تھے اور رکنتے تھے کہ زنا و سفر قلیل ہے اور منزل و بناء دور و دراز
 ازالہ الخفا و غم ۲۶۶ سے یہ واقعہ لکھا گیا ہے۔ پس حضرت علی علیہ السلام کے پاس
 دولت و نیا کہان تھی جو لٹاتے جو کچھ اس دنیا سے ملا وہ راد خدا میں دیدیا جا
 رہ مال کسو یہ سمجھا جاوے یا مقتنہ خلفا و ثلثہ۔ جناب مولوی محمد جانگیر خان صاحب نے
 محسن و ہم میں لکھا ہے کہ حاجت روا کے دو جہان نے بایں ہمہ قدرت و تعالیٰ
 یوں مال و منال غنیمت نا جائز مجاہدین کسری و قیصر پر تصرف کیا اور محسن یا زہم
 میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے باوصف طاقت ید اللہ و قوت ناشتمالی
 کے کیوں اپنی عمر عزیز کو تفسیر میں بڑی ذلت و خواری سے ضائع کیا اگر یہ فعل اربع
 نبص اسمانی مستحسن مفروض تھا تو پھر اکثر مقامات میں جو ہر ذوالفقار کے
 دیکھنا کیا معنی۔

میں اس تحریر پر بدرجہ غایت فحس کر تا ہوں کہ مولوی صاحب نے اپنے
 مذہبی کتابوں کو بھی ملاحظہ نہیں فرمایا۔ اول تو نتیجہ نمبر سوم میں توضیح کر دی گئی ہے
 کہ زمانہ خلافت حضرت ابو بکر و حضرت عمر میں جس قدر جہاد ہوئے وہ بحکم حضرت علی
 علیہ السلام کے ہوئے تھے اسلئے جو مال غنیمت کسری و قیصر میں آیا وہ جائز تھا جسکے



فصرف میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن زمانہ خلافت حضرت عثمان و امیر معاویہ میں جو جہاد ہو گئے وہ ناجائز تھے ان خلافتوں میں جو مال غنیمت آیا اسیں سے خلفاء وقت نے اگر حضرت علی السلام یا امام حسن علیہ السلام کو کچھ دیا ہو اور وہ صرف میں آیا ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ رسول خدا کی اجازت تھی کہ جو کچھ دین لے لینا۔ اس لئے رسول خدا کے صرف حکم کی تعمیل ہوئی وہ جہاد جائز نہیں ہو گئے۔ چنانچہ کفار کے مال پر شرعاً جب تصرف جائز ہے۔ تو حضرت عثمان اور امیر معاویہ تو کلمہ گو تھے گوارا مال اونہ کیسی ہی ہوں۔

بخاری جلد ششم صفحہ ۱۲۰ عَنْ هِشَامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَسَّ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ
قَالَ النَّبِيُّ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أُمَّةً قَاصِبَةً وَحَاقِي نَاقِبَةٍ
مَوْعِدَكُمُ الْخَوْضِ وَمَا بَارِسُوا خَدَّيْكُمْ لَمْ يَمِزُوا كُرُومَاتِ تَهَارِكِ أَوْبَرِ
گند نیکے پس تم صبر کرنا اور سوقت تک کہ ملاقات کرو میری حوض کوثر پر۔

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ عَنْ عُمَرَ رَفَعَهُ قَالَ
 آتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ مُفْتِنَةٌ مِنْ بَعْدِي فَقُلْتُ مَنْ
 أَيْنَ قَالَ مِنْ قَبْلِ أُمَرَائِهِمْ وَقُرَائِهِمْ يَمْنَعُ الْأُمَرَاءُ النَّاسَ الْخُفُونَ
 فَيُطْلَبُونَ حُقُوقَهُمْ فَيُقْتَلُونَ وَيَبْتَغِ أَهْوَاءُ الْأَسْرَاءِ فَيُفْقَتُونَ
 قُلْتُ كَيْفَ يُسَلِّمُ مَنْ كَسَلِمَ مِنْهُمْ قَالَ يَا الْكُفَّ وَالصَّيِّرُ

[illegible]

صلعم نے کہ خبر دی مجھ کو جبریل نے کہ بعد تمہارے امت تمہاری فتنہ برپا کر لی اور وہ لوگ اسراء و قراء ہیں۔ (یعنی فتنہ برپا کرنے والے لوگ دنیا دار ہونگے یعنی پیرو قاری قرآن جو لوگ قرآن کو بقراءت تو پڑھیں گے مگر اوس پر عمل نہ کریں گے) وہ

وہ لوگ اہلبیت رسول کا حق چھین لیونگے اور وقت دعویٰ و طلب حق اہلبیت پر ظلم کریں گے اور تابع ہوا و دنیا کے ہونگے۔ پس چاہیے کہ مومن اس حال میں سکوت اور صبر کریں اور جو دیوے لے لیوں اور جو منع کریں ترک کریں یہ دونوں حدیثیں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے نقل ہوئی ہیں جن سے صحابہ عو پر ثابت وظا ہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے بذریعہ وحی اہل بیت کو خبردار کروایا تھا کہ بعد وفات امت فتنہ برپا کر لگی اور حقوق اہلبیت کو غصب کر لگی اور وقت طلب حقوق ظلم کر لگی چنانچہ بعد وفات رسول خدا صلعم کے اصحاب رسول خدا صلعم نے جو کچھ کیا اسی فتنہ و فساد کی بابت یہ خبر ہے اور رسول اللہ صلعم نے اپنے اہلبیت کو حکم صبر دیا تھا بدین وجہ حضرت علی علیہ السلام نے جو ہر ذوالفقار نہیں دیکھا اگر جو ہر ذوالفقار دیکھاتے تو رسول خدا کی نافرمانی ہوتی اور دین اسلام میں فتنہ و فساد پیدا ہوتا اور اس فتنہ و فساد کے بانی حضرت علی علیہ السلام قرار پاتے لہذا جناب امیر نے صبر و سکوت کیا اور صاحبان حکومت نے جو کچھ دیا لے لیا اور جو کچھ چھوچھا بلا دیا کیونکہ رسول خدا نے یہی حکم دیا تھا کہ جو کچھ دین لے لینا۔ اور یہی کام امام وقت کا ہے لیکن قتل حضرت عثمان کے بعد سب امت رجوع ہوئی اور امت نے طالب رہنمائی ہو کر بیعت کی اور قوت ظاہری پیدا ہو گئی اس وقت باغیان اسلام کو جو ہر ذوالفقار دکھا دئے اگر جو ہر ذوالفقار نہ دکھائے جاتے تو خلافت شریعت باغیوں کے علمبرآمد کا مواخذہ ذمہ امام وقت کے ہوتا۔ اور جب بیعت کرنیوالے آپ کے معین و مددگار آپ کی امانت سے دست بردار ہوئے آپ نے بھی سکوت اختیار کیا یہی کام امام وقت کا ہے جو قابل طعن نہیں ہے لیکن علی علیہ السلام کی دشمنی سے تو لوگ کبھی دست بردار نہیں ہوئے وہ دشمنی

ابنک چلی جاتی ہے اب اگر حضرت علی علیہ السلام زندہ نہیں ہیں کہ انکو ایہ پوچھا جائے تو ذات حضرت علی علیہ السلام پر طعن کرنے سے دشمن باز نہیں آتے۔
فاضل جلیل القدر مولوی محمد جاگیر خان صاحب پیشوا سے مذہب سنت و عبادت نے طعن پنجم میں تحریر فرمایا ہے کہ دستور المعظم سنہ یاقبہ آسمانی و دستار بند غدیر نے کس حد تک اسلام کو شائع و فایع فرمایا۔ اس مقام پر لفظ دستار بند قابلِ رد و آو ہے مولوی صاحب ممدوح کا قومی محاورہ ہے۔ ہندوستان میں اقوام کچھ دھڑ و قصاب و نوربان و نداف و نیچہ بند و علاقہ بند و مارکش و دیکھی و جبہ رسم سار و غیرہ میں دستور ہے کہ بجائے ستونی کے او سکے وارث کے ساتھ رسم و رنجہ ادا کی جاتی ہے۔ لہذا اس مقام پر مولوی صاحب ممدوح نے حدیث غدیر کی دشمنی میں اپنی قومی محاورہ کا استعمال کیا ہے۔ غنیمت ہے کہ او نقون نے اسی طعن پر کفایت کی اور کئے پیشواؤں نے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حدیث غدیر کی دشمنی میں حملہ کیا تھا جسکا ثبوت واقعتاً رجہ ذیل سے ہوگا۔

سورة المعارج - سَأَلْتُ بَعْدَ آبٍ وَأَرْفَعُ سيرة المحمديہ صفحہ ۹۶ سورہ ذکر
الْحَبِيبِ هُصْنًا حَلِيًّا وَهُوَ أَتَمُّ لِمَا شَاعَ هَذَا الْخَبَرُ بَلَّغَ الْحَارِثُ ابْنُ
التُّعْمَانِ الْفَهْرِيُّ فُجَاءَ عِنْدَ النَّبِيِّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ أَمَرْتَنَا
فَلَمَّا إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ ثُمَّ لَمْ تَرْخِمْ لِهَذَا حَتَّى رَفَعْتَ بَضْبِي
بْنِ عَمَلِكَ فَفَضَّلْتَهُ وَقُلْتَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ مَوْلَاهُ فَهَذَا
شَيْءٌ مِنَ اللَّهِ أَوْ مِنْكَ فَأَحْمَرْتُ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ وَقَالَ اللَّهُ
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنَّهُ مِنَ اللَّهِ وَلَيْسَ مِنِّي قَالَهُمَا فُلَانًا فَقَامَ الْحَارِثُ
وَهُوَ يَقُولُ الْهَمُّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَارْسِلْ
عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ فَوَاللَّهِ مَا بَلَغَ بَابَ الْمَسْجِدِ حَتَّى سَمِعَ اللَّهَ
يُخْرِجُ مِنَ السَّمَاءِ نَوْقًا عَلَى رَأْسِهِ فُخْرِجَ مِنْ دُبُرِهِ

فَمَا تَكُنْ فَكَانَ لَكَ اللَّهُ تَعَالَى سَاءَ لَسَائِلَ بَعْدَ أَبِي وَارْفَعِ إِلَى الْخَيْرِ
وَكَانَ ذَلِكَ الْيَوْمَ الثَّامِنَ عَشْرِينَ ذِي الْحِجَّةِ =

مَنْ تَبِ سَيِّدًا عَلَى كَرَمِ اللَّهِ وَبِهِ صَفْحُهُ ٢٤٩ - وَكُنْ أَلَا مَا أُولَا سُبْحَانَ الْعَظِيمِ
رَحْمَةُ اللَّهِ فِي تَفْسِيرِهِ إِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ سَمِعَ عَنْ
قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ سَاءَ لَسَائِلَ بَعْدَ أَبِي وَارْفَعِ يَمُنْ تَرَكْتَ فَقَالَ
لِلسَّائِلِ لَقَدْ سَاءَ النَّبِيُّ عَنْ مَسْئَلَةٍ مَا سَاءَ كُنِيَ أَحَدٌ عَنْهَا فَبَلَكَ
حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ عُبَيْدِ بْنِ السَّلَامِ
إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ لَمَّا كَانَ بِعَدْرِ يَوْمِ نَادَى النَّاسَ فَاجْتَمَعُوا فَأَخَذَ
بِيَدِي عَلَى مَا قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاةً فَعَلَيْ مَوْلَاةً فَشَارَعَ ذَلِكَ
قَطَارًا فِي الْبِلَادِ وَبَلَغَ ذَلِكَ الْحَارِثُ ابْنُ النُّعْمَانِ الْفُجَيْرِيُّ
فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَانَ خَرَجَتْهُ وَزَلَّ عَنْهَا وَمَالَ
بِأَمْرِ مُحَمَّدٍ أَمْرًا مِمَّا عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَشْهَدَ عَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ فَقِيلَ لَنَا مِنْكَ وَأَمْرًا أَنْ نُصَلِّيَ خَمْسًا
فَقِيلَ لَنَا مِنْكَ وَأَمْرًا بِالزُّكُوفِ فَقِيلَ لَنَا مِنْكَ وَأَمْرًا أَنْ نُصُومَ
فَقِيلَ لَنَا وَأَمْرًا بِأَنْ نَحْمِلَ فَقِيلَ لَنَا ثُمَّ كَمْ تَرْضَى بِحَدِّ أَحَدٍ رَفَعَتْ
يَصْغَى بْنُ عِمْرَانَ تَفَضَّلَتْهُ عَلَيْنَا فَقُلْتُ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاةً فَعَلَيْ
مَوْلَاةً فَهَذِهِ شَيْءٌ مِنْكَ أَمْرًا عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ النَّبِيُّ
وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنَّ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلِي الْحَارِثُ
بْنُ النُّعْمَانِ يُرِيدُ رَاجِلَةً وَهُوَ يَقُولُ أَلَا لَوْ سَمِعْتُ أَنَّ
مَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ سَقَا قَامَطِيرًا عَلَيْكَ أَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ عَوْنًا
بَعْدَ أَبِي إِلَيْهِ فَمَا وَصَلَ إِلَى رَاجِلَةٍ حَتَّى رَمَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

يُخْرِجُ تَقَطُّعًا عَلَى كَامَةٍ فَخَرَجَ مِنْ دُبُرِهِ فَقَتَلَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَذْرًا
سَائِلَ سَائِلٍ يُعَذِّبُ وَاقِعَ الْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِنَ اللَّهِ
ذِي الْمَعَارِجِ

مجمع البیان صفحہ ۴۴۳۔ وتفسیر کبیر امام فخر الدین۔ از سی جلد ہشتم صفحہ ۲۹۲ و
تفسیر طبرانی السوید جلد ہشتم صفحہ ۲۹۲۔ میں بھی یہ واقعہ اسطیع درج ہو جیسا کہ مذکور ہے
خلاصہ ترجمہ روایات مذکورہ

تواتر روایات و اجماع مفسرین یہ آیت حق میں حارث بن نعمان فہری کے
مقام غدیر خم میں نازل ہوئی۔ اصلیت نزول اس آیت کی یہ ہے کہ حارث
نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے واسطے نماز و حج و جہاد کے حکم دیا ہم
لوگوں نے سب قبول کیا اس پر بھی آپ کا جی نہ بھرا اور آپ نے اپنے بھائی علی
ابن ابیطالب کو جانشین و ولیعہد مقرر کیا آیا یہ فعل آپ نے بوجب وحی اتھی
کیا ہے یا اپنی طرف سے جناب رسالت آپ صلعم نے فرمایا کہ حکم خدا کیا ہے
اس پر حارث نے کہا کہ اگر آپ راست گو ہیں تو خدا اس شخص پر شکریزہ نازل کرے
راوی کہتا ہے کہ قسم بخدا حارث تا باب مسجد نہ پہنچا تھا کہ بوجہ انکار ولایت علیہ
ختم کے شکریزہ عذاب آسمان سے اس کے دماغ پر گر آئی اور براہ مبارکِ نعل گیا اور
حارث ہلاک ہو گیا بعدہ یہ آیت نازل ہوئی کہ ایک سائل نے سوال کیا
نبی سے عذاب نازل ہونیکا۔

یہ حارث فہری بھی اصحاب رسول اللہ میں سے تھا مولوی محمد چانگیر خان صاحب
اور ان کے ہم مذہب جو اصحاب رسول پر بوجہ دشمنی علی درود بھیجنے کے عادی
ہیں اور لکھا کرتے ہیں کہ اللہم صل علی محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ تو غالباً یہ
درود از کفار حارث بن نعمان فہری کی ازواج کو بھی پہنچا یا جاتا ہوگا کیونکہ یہی

کہ اصحاب رسول تھا اور جبکہ کوئی اصحاب اس درود سے مستثنیٰ نہیں کیا جاتا
 و طرث بن نعمان فہری کی ارواح کا اس درود سے مستثنیٰ رہنے کی کوئی وجہ
 نہ ہو لہذا جب ممدوح نے اور ان کے ہم مذہبوں نے ظاہر نہیں فرمائی جو قابل
 امتیاز ہو۔ پس مذہب اہل سنت کا اصول یہ ہے کہ دشمنان رسول و دشمنان
 علی و منافقان دین کو ضرور شامل درود کرتے ہیں اور پیشوا سے دین جانتے
 ہیں۔ اس مقام پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل سنت حدیث غدیر کو
 ثبوت خلافت جناب امیر کی دلیل نہیں کہہ سکتے اس حدیث کو تو قبول کرتے
 ہیں مگر کہتے ہیں کہ یہ حدیث دربارہ تعین خلافت نہیں ہے اگر یہ قول ان کا
 صحیح ہے تو پھر کیا وجہ سے کہ حارث بن نعمان فہری نے رسول خدا سے سوال
 کیا کہ آپ نے جو اپنا جانشین اور ولیعہد اپنے بھائی علی ابن ابیطالب کو مقرر
 کیا اپنی مرضی سے یا بحکم خدا حضرت نے جواب دیا کہ بحکم خدا اگر یہ حدیث
 دربارہ تعین خلافت و جانشینی و ولیعہدی حضرت رضی علی نہ تھی تو پھر حارث
 بن نعمان فہری نے ایسا سوال رسول اللہ سے کیوں کیا اور رسول اللہ نے تسلیم کر کے
 یہ جواب کیوں دیا کہ میں نے بحکم خدا علی کو اپنا جانشین و ولیعہد مقرر کیا ہے
 بلکہ یہ جواب دیتے کہ میں نے اپنا ولیعہد و جانشین مقرر نہیں کیا ہے بلکہ اظہار
 فضیلت کیا ہے۔ چنانچہ حسب رسول خدا صلعم حج آخری ادا کر کے مدینہ کو واپس
 جانے لگے تو مقام خم غدیر میں بحکم الہی حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین و
 ولیعہد بنایا اور تمام امت کو گاہ کرو یا نقل حدیث غدیر نتیجہ نمبر ہفتم میں کی گئی ہے
 یہ امر اہل اصحاب کو ناگوار معلوم ہوا جو منظر وفات رسول تھے اور چاہتے
 تھے کہ وفات رسول کے بعد حکمرانی کریں اور زنتہ فساد برپا کریں جسکی خبیث
 بددوکار عالم نے سورہ محمد میں دی ہے ان مدعیان خلافت و حکومت

جب دیکھا کہ رسول خداؐ نے علیؑ و سید الشہداء حضرت علیؑ علیہ السلام کو اپنی جانشین و ولیعہد بنا دیا تو آتش خداوندی کے دلوں میں مشتعل ہوئی طاری فہری تو اپنا حسد ظاہر کر کے عذاب الہی میں گرفتار ہوا۔ لیکن اگر مدعیان نبوت نے اپنا کینہ پوشیدہ رکھا اور باہم مشورہ کیا قتل رسول اللہ کا۔ چنانچہ جب رسول خداؐ علیؑ علیہ السلام کی جانشینی اور ولیعہدی کے حکم کو استیصال سے ظاہر کر کے مقام خم غدیر سے جانب مدینہ روانہ ہوئے تو مقام تبوک سے رسول اللہؐ نے اپنے ہمراہی تافذہ کو حکم دیا کہ تم لوگ راہ صحرا سے جاؤ اور رسول اللہؐ نے ہدایت خاص راہ عقبہ اختیار کی صرل عمار بن یاسر و خذیفہ کو اپنے ہمراہ لیا۔ تھوڑی راہ طوری کی تھی کہ بائیں ایک جماعت عقب رسول اللہؐ سے ظاہر ہوئی رسول اللہؐ نے غصہ ہو کر خذیفہ سے فرمایا کہ اس جماعت کو واپس کرو خذیفہ کے ہاتھ میں ایک بجن لینے ڈنڈا تھا۔ اس ڈنڈے کو روئے ردیہ جل جماعت مذکورہ پر مارنا شروع کیا منافقوں گمان ہوا کہ رسول اللہؐ کی مکاری اور ارادہ سے واقف ہو گئے یہ سمجھ کر فرار ہو گئے رسول اللہؐ نے خذیفہ سے دریافت کیا کہ اس جماعت کو تنہا کیا خذیفہ نے عرض کی کہ بار رسول اللہؐ جماعت مذکور کی سواری کے جانوروں میں چند جانور میں شناخت کیے ہیں۔ لیکن منافقوں کے منہ بندھے ہوئے پوشیدہ تھے شب تاریک میں انکا شناخت نہ کر سکا جب صبح ہوئی تو رسول اللہؐ نے اسید بن حضیر سے کہا کہ یا ابی بکرؓ کو کچھ معلوم ہو کہ شب کو منافقوں نے کیا ارادہ کیا تھا وہ چاہتے تھے کہ عقب سے مجھ پر حملہ کر کے ہلاک کریں اسیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ اگر ارشاد ہو تو منافقوں کے سر کاٹ کر حاضر کروں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے اسیدؓ میں اس کام کو مکروہ جانتا ہوں اگر منافقوں کے سر کاٹے جاؤ گئے تو لوگ کہیں گے کہ محمدؐ نے اپنے اصحاب کو قتل کرنا شروع کیا اور کے بعد رسول اللہؐ نے ان اصحاب منافق کے نام خذیفہ کو بتلائے اور بجز خذیفہ کے کوئی دوسرا

اون منافقین کے نام سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ چنانچہ اس واقعہ کی نسبت سورہ
توبہ میں ذکر موجود ہے جسکی تصریح تفسیر معالم التنزیل ابنوی صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳ ام - و
احیاء العلوم غزالی جلد چہارم صفحہ ۶۸ و سیرۃ النبی صفحہ ۲۵۶ و تفسیر کبیر جلد چہارم
صفحہ ۶۹۶ و ۶۸۷ و تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۳۹ و سیرۃ النبی جلد سوم صفحہ ۲۰۰
میں مفصل درج ہے لیکن شکرون اور مصوکا وینے والوں کے دغا اور قریب سے
ناواؤ قفون کے بچنے کے لیے شواہد البتوت ملاحامی صفحہ ۱۰۸ سے سند رجہ ذیل عبارت
کی نقل منظر تصدیق کلام خود لکھے دیتا ہوں از ابن تفسیر و کلام بقید صفحہ ۱۰۸
ہوں اور میں جو چاہے دیکھ لے مولا ملاحامی اہل سنت میں ولی اللہ مانے جانے
ہیں او کی تحریر سند رجہ ذیل واسطے شہادت کے کافی ہوگی۔

شواہد البتوت ملاحامی صفحہ ۱۰۸۔ در وقت مراجعت از تبوک جہی از منافقان
اتفاق کردند کہ رسول اللہ را از عقبہ باند از ند شب بود کہ بعقبہ رسیدند رسول
فرمود کہ ہمہ قوم از راہ وادی روند و خود نہا طریق عقبہ اختیار کرد و پیچ کس را
رخصت اتباع نہاد و ہمار شتر خود در دست عمار بن یاسر و خذیفہ را از ہمہ
سوق ناقہ تعین کرد بدین طریق بر راہ عقبہ میرفتند ناگاہ جہی از عقبہ پیدا شدند
رسول خذیفہ را فرمود کہ باز گرد و ایشان را باز گردان خذیفہ در دست مجھے
داشت بے محابا مجھن را بر رویہ و اصل ایشان زد و گرفت منافقان را
گمان آن شد کہ رسول اللہ بر کید ایشان اطلاع یافتہ زود از عقبہ فرود آمدند
رسول از خذیفہ پرسید کہ ہچکس را ازین گروہ شناختی گفت یا رسول اللہ را حله
فلان و فلان را شناختم اما ہمہ رو بہا خود بستہ بودند و شب تاریک بود ایشان را
نیکو نہا ختم چون از عقبہ گذشتند صبح دید رسول اسید بن خضیر را گفت یا اباجی
میدانی کہ شب منافقان چہ اندیشہ کردہ بودند میخواستند کہ دشمنہ مرا از عقبہ

یا نذر زند اسید گفت بفرمائے یا رسول اللہ تا سر اسے منافقان بانی الحمال ہ
حضرت تو بیارم گفت اسے اسید کردہ میدارم کہ مردم گویند چون منقضی شد مسجد
قتل اصحاب خود آغاز کرو اسید گفت ایشان از اصحاب تو نیستند فرمود کہ انہما شہادت
میکند و خدا تعالیٰ مرا از قتل اہل شہادت نہی کردہ است بعد ازان رسول نامہ
اجتماعت را با حذیفہ گفت و گفت خدا سے تعالیٰ مرا از نماز گزاردن بر ایشان نہی
کردہ است۔ اس مقام پر یہ بات قابل یاد دہانی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے
بھی خلفاء ثلاثہ کے نماز جنازہ ادا نہیں کی اگر حضرت علی علیہ السلام نے خلفاء ثلاثہ
کے جنازہ پر نماز پڑھی ہو تو مولوی محمد جاگیر خان صاحب یا اونکے ہم مذہب بلوین
پس رسول خدا کو اصحاب منافق کے نماز جنازہ کی ممانعت ہوئی تھی اگر خلفاء ثلاثہ منافق
نہ تھے تو حضرت علی علیہ السلام نے اونکے جنازہ پر نماز کیوں نہ پڑھی۔

انھیں اصحاب منافق پر مولوی محمد ہمانگیر خان صاحب اور اونکے ہم مذہب درود بھی
پڑھتے ہیں اور انھیں کی فضیلت کا اقرار بھی کرتے ہیں اور انھیں کا اقتدار
بھی کرتے ہیں اب یمن مولوی محمد ہمانگیر خان صاحب اور اونکے ہم مذہبوں سے
استفسار کرتا ہوں کہ وہ براہ ہربانی یہ تو تہلادین کہ حدیث بخیر و بارہ نکات
وامامت و ولیعہدی حضرت علی علیہ السلام کے نہیں ہے تو پھر حارث نہری کو حد
کس بات کا پیدا ہوا جو رسول اللہ سے شکایت کی اور اپنے حق میں بدو عا کر کے
مورد عذاب الہی ہوا دوسرے وہ اصحاب کون سے تھے کہ عقبہ میں آنحضرت پر
حملہ آور ہوئے تھے اور یہ حملہ آوری بوجہ بغض و کینہ حضرت امیر علیہ السلام تھی یا کچھ
اور اور اسوجہ سے تھی کہ آنحضرت نے خلافت علی کو ظاہر کر دیا اور راست کو حکم
فرما برداری دیا یا کوئی دوسری وجہ تھی۔ اور یہ اصحاب حملہ کنان وہی لوگ تھے
کہ جو زمین پر بطلب ریاست و حکومت فتنہ و فساد پیدا کرنے والے تھے اور

تراجون کو اس طرح میں منقطع کر نیوالے تھے کہ جبکا ذکر سورہ محمد میں ہے یا کوئی دوسرے۔ اور یہ حکم کثرت و ہی احواب تھے کہ جو وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے منحرف ہو گئے اور حدیث غدیر کے مطابق خلافت حضرت علیؑ کے تسلیم کر نیوالے نہ بنے بلکہ خلافت پر خود مستطیع ہو گئے یا کوئی دوسرا اور یہ حکم کثرت و ہی احواب تھے کہ جو بطلب بیعت خانہ جناب فاطمہ کی بربادی کر گئے تھے جسکا ذکر تاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۶۵ میں ہے یا کوئی دوسرا حدیث غدیر میں اہل سنت عجیب عجیب تاویس کرتے ہیں بن مایون کو دیکھ کر ہر ایک ذی فہم اس بات کی شہادت ادا کر سکتا ہے کہ دنیا میں بجز اہل سنت کے کوئی دوسرا مذہب ایسا نہ ہوگا کہ واسطہ حق سے روگردانی کرے اور دنیا کا مشق کو اصول ایمان اور ذریعہ نجات قرار دے۔ لہذا عوام الناس کے اطمینان کے واسطے میں ایک بین ثبوت نزل میں لکھتا ہوں تاکہ اوسکو بڑھ کر ہر شخص کو بارہ میں شبہ نہ رہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خلیفہ اور وصی اپنی حیات میں مقرر کر چکے تھے۔

سورہ شعرا۔ قَالَ الَّذِينَ وَأَنْذِرُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔

تفسیر عالم التنزیل فرار بنوی۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ آيَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَأَنْذِرُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ يَا عَلِيُّ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَنْذِرَ عَشِيرَتِي الْأَقْرَبِينَ فَصِفْتُ بِذَلِكَ ذَكَرًا وَعَرَفْتُ أَنَّي مَنِي أَنَا ذِي حَبِيبٍ لَكَ وَأَنَا ذِي مَحَبَّةٍ مَكَرًا فَصِفْتُ عَلَيْهَا حَقَّ جَاءَنِي جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَا تَفْعَلْ مَا تَوْفَعُ لِعَدِّكَ رَبِّكَ فَاصْنَعْ لَنَا صَاحِبَ عِلْمٍ طَعَامٍ وَاجْعَلْ عَلَيْهِ رَجُلَ شَأْنٍ وَأَمْلَأْ لَنَا عَسَائِنُ لَبَنٍ ثُمَّ اجْتَمَعَ إِلَيْنِي عَبْدُ الْمُطَّلِبِ

حَقِّ اَبْلَغُهُمْ مَا امْرُؤٌ بِهِ فَعَلْتُ مَا امْرُؤِي بِهِ ثُمَّ دَعَوْتُهُمْ لَهُ وَهُمْ
 يَوْمَئِذٍ اَرْبَعُونَ رَجُلًا يُرِيْدُ رَجُلًا اَوْ يَنْقُصُوْنَهُ فَيُتِمُّ اَعْمَامَهُ اَبُو طَالِبٍ
 وَكَهْنُهُ وَالْعَنَاسُ وَالْوَلَهَبُ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا اِلَيْهِ دَعَانِي بِالطَّعَامِ الَّذِي صَنَعْتُهُ
 فَجِئْتُ بِهِ فَلَمَّا وَضَعْتُهُ تَنَاوَلَ رَسُولُ اللّٰهِ جَدِيَّةً مِنْ الْحُمِّ فَشَقَّهَا بِيَدِهِ
 ثُمَّ اَلْفَاَهَا فِي ثَوَاحِي الصَّفْحَةِ ثُمَّ قَالَ حَدِّثْ يَا سَيِّدِ اللّٰهِ مَا كُلُّ الْقَوْمِ
 مَا لَهُمْ بِيَسْتِي حَاجَةٌ دَائِمٌ اَللّٰهُ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ الْوَاحِدُ مِنْهُمْ
 لَيَأْكُلُ كُلُّ شَيْءٍ مَا قَدْ مَاتَ لِجَمِيعِهِمْ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ الْقَوْمَ فَجِئْتُهم بِالْخَمْرِ
 الْعَسِ فَشَرِبُوْهُ حَقِيْرًا وَجَمِيعًا وَاَيُّمُ اللّٰهُ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ الْوَاحِدُ
 مِنْهُمْ لَيَشْرِبُ مِثْلَهُ فَلَمَّا اَرَادَ رَسُولُ اللّٰهِ اَنْ يُكَلِّمَهُمْ بَدَأَ اَكْبُوْلَهُمْ
 فَقَالَ سَحَرَكُمْ صَاحِبُكُمْ فَتَفَرَّقَ الْقَوْمُ مِنْ قَبْلِ اَنْ اُكَلِّمَهُمْ فَعَدَّ لَنَا مِنْ الطَّعَامِ
 مِثْلَ مَا صَنَعْتُ ثُمَّ اَجْعَلَهُمْ فَعَلْتُ ثُمَّ جَمَعْتُهُمْ فَقَدَّعَانِي بِالطَّعَامِ
 فَفَرَّقْتُهُ فَفَعَلَ كَمَا فَعَلَ بِالْاَسْسِ فَاَكَلُوا وَشَرِبُوا ثُمَّ تَكَلَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ يَا بَنِي
 عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِغَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَقَدْ اَمَرَنِي اللّٰهُ تَعَالٰی
 اَنْ اَخْبَرَكُمْ اِلَيْهِ فَاَيُّكُمْ يُؤَازِرُنِي عَلٰى اَمْرِى هَذَا اَوْ يَكُوْنُ اَخِي
 وَوَصِيْبِيْ وَخَلِيْفَتِيْ فَيَكُمُّ فَاُحْجَمُ الْقَوْمُ مِنْهَا جَمِيعًا فَقُلْتُ وَ اَسَا
 اَحَدُكُمْ سِنًا يَا بَنِيَّ اللّٰهُ اَنَا وَزُرُّكَ عَلَيْهِ قَالَ فَاَحَدٌ يَرْتَبِيْ فَقَالَ
 اِنَّ هَذَا اَخِيْ وَوَصِيْبِيْ وَخَلِيْفَتِيْ فَيَكُمُّ فَاَسْمَعُوْا وَاَطِيعُوْا فِقَامَ الْقَوْمِ
 يَصْحَكُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ لَا بَيْطَالِبٍ قَدْ اَمَرَكَ اَنْ تَصْبَحَ لِعَسِ

شرح ابن ابی الحدید جلد دوم صفحہ ۳۰۳ و تاریخ اسمعیل ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۱۸

وسیع المحمدیہ صفحہ ۸۸ و مجمع البیان صفحہ ۱۸۲ - میں بھی مثل تفسیر عالم التنزیل کے آئیے کہیں

کی تفسیر روایت سحر خیز ہوئی ہے اور امام احمد بن حنبل نے بھی کتاب میں

مثل تغییر معالم التزیل کے نقل کی ہے۔

ترجمہ آیت۔ فرمایا خدا نے کہ اسے محمد اب ملائکہ دعوت اسلام کرو اور اپنے
 زبانت سدا ان کو تبلیغ رسالت کرو۔ باتفاق تفسیرین دارباب پیر و مومنین
 آیت ہے کہ رسول خدا صلعم نے تمامی اولاد عبدالمطلب کو حضرت ابوطالب کے
 مین جمع کیا جنگی تعداد چائیں یا پتیا لیں نفعی۔ انہیں زن و مرد و نو ن شریک
 اور ان سب کے واسطے کھانا پکایا گیا اور کہا کہ بسم اللہ کھاؤ پس بھون
 کھایا اور سیراب و آسودہ ہو گئے۔ اوسوقت فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ اللہ نے
 میرے خلق پر بیعت کیا اور تم لوگوں پر مخصوص کیا۔ اور تلاوت کی آیہ کانت ذر عثیر
 لک انہی کو اور فرمایا آنحضرت نے کہ میں دعوت کرتا ہوں کہ تم لوگ اقرار کر لکھو
 لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اور فرمایا کہ تم میں کون ہے جو ایجاب کرے
 اس امر میں اور اعانت کرے میرے قیام نبوت اور رسالت میں کسی نے جواب
 نہ دیا لیکن حضرت علی علیہ السلام فوراً کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ یا رسول
 اللہ قبول کرتا ہوں آپ کی اعانت۔ اور اقرار کرتا ہوں کل طیبہ کا۔ فرمایا نبی
 نے کہ بیٹھ جاؤ تم میرے بھائی و وزیر و وحی و وارث و خلیفہ میرے ہو بعد میرے
 پھر ساری قوم نے ہجوم کیا حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں
 امین ہوں قوم کے بزرگون کے سامنے میں آپ کی وزارت کرونگا پس رسول اللہ
 نے گردن علی کی کپڑ اور قوم کو دیکھا کر کہا کہ یہ علی میرا بھائی و وصی و خلیفہ میرا
 ہے اسکا حکم مانو اور اطاعت اسکی کرو۔ پس قوم مضحکہ کرتی تھی اور بطور طعن کے
 لوگ کہتے تھے کہ اے ابوطالب تو تمھارے بھتیجے نے کہا ہے کہ تم اپنے پسری
 فرمانبردار ہی کرو۔ اس حدیث میں دعوت نبوت و دعوت امامت و خلافت
 تو ام ہوئی۔

یہ تو حضرت علی علیہ السلام کے خلیفہ بلا فصل ہونیکے واضح دلیل ہے اسلین تو کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔ قبول کرنا کرنا اہل سنت کے اختیار میں ہے۔ چر شخص اپنے فعل کا مختار ہے۔ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت برات ہو کر اول اپنے قرابت داروں کی دعوت بحکم خدا کی تو قوم نے آنحضرت کے دعوی نبوت پر مضحکہ کیا اور خلافت علی پر طعن کیا اور بطور طعن ابو طالب کے کہا کہ اپنے فرزند کی تاجداری کرو۔ اسی طرز پر ہمارے مولوی محمد جاناگیر خان صاحب بھی خلافت علی پر طعن کرتے ہیں اور بطور طعن کے کہتے ہیں کہ وہ۔ المعظم سند یافتہ آسمانی و دستار بند غازی نے کس حد تک اسلام کو شائع کیا۔ اس طعن کے وزن اور کفار قریش کے طعن کے وزن میں سرسوزی فرق نہیں۔ اور یہ مقام شکایت نہیں کیونکہ علی علیہ السلام کی خلافت پر امتیاز سے قورہ ہی کے لوگ طعن کرتے رہے ہیں اور قوم ہی کے لوگوں نے ہونہ مبض و جمہ کیا ہے۔ تو جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا اثر گرا ہون پر نہ ہوتا تھا تو میرے فیصلہ کا اثر گرا ہون پر کیا ہوگا۔ امام حسین علیہ السلام باواز بلند فوج نرید سے کہتے تھے کہ اے گمراہو تم کیا کرتے ہو مجھ کو اور میرے رتبہ کو پہچانو اور میرے قتل سے باز آو ورنہ قیامت پھٹاؤ گے۔ چونکہ علی و اولاد علی کی دشمنی طعن میں بھری ہوئی تھی لہذا امام کے کلام نے ان کے دلوں پر کچھ اثر نہیں کیا حانا ساری فوج نرید اپنے کو مسلمان کہتی تھی اور صوم و صلوات کی پابند تھی مگر فرزند رسول کے قتل کو عین شریعت کی فرمانبرداری جانتے تھے۔ تو جب سرزند رسول کے کلام نے گمراہو پر کوئی اثر نہ کیا تو میرا فیصلہ اون گمراہوں کے دلوں پر کیا اثر کر سکتا ہے کہ جنکے دلوں میں علی اور اولاد علی کی دشمنی بھری ہوئی ہے۔ البتہ جو لوگ نادان قفیت کے سبب دھوکے میں آکر فرقہ گمراہان

میں شامل ہیں اور نجات عقبی کے دل سے طلب گار ہیں اونکے واسطے یہ فیصلہ میرا ضرور فائدہ مند ہوگا۔ سب سے زیادہ محکوم و معبود اس بات کا ہے کہ زنا کار اگرچہ ارادتنا زنا کرتا ہے اور بدہایت و رہنمائی سے بھی عادت زنا کو ترک نہیں کرتا۔ لیکن جب کوئی ایماندار اوسکو نصیحت کرتا ہے تو وہ شرمندہ ہو کر یا تو سزگن ہو جاتا ہے یا توبہ کرتا ہے۔ مگر اوسکی غیرت اسکی شرافت اوسکی اصالت اسکو اس بات پر آمادہ نہیں کرتی کہ وہ اپنے نامح کے مقابلہ میں بیحیالی و بے شرمی رہے۔ غیرتی کو کلام میں لاکر براہ سینہ نہوری تسلیم کرے اور کہے کہ زنا کرنا شرعاً جائز ہے۔ لیکن دشمنان خاندان رسالت کو میں اس سینہ روزی کا عادی دیکھتا ہوں۔ جب فرزند رسول پر عہدہ بن کر یاد نے حکم یرید فوج کشی کی تو جو شخص استفسار کرتا تھا کہ یہ فوج کشی کیسے ہوئی تو اہل فوج جواب دیتے تھے کہ ایک خارجی نے خلیفہ رسول یرید ابن معاویہ پر خروج کیا ہے اوسکے مقابلہ کو یہ فوج جاتی ہے۔ پس یرید کے فرمانبردار اور معتقد خلافت جو لوگ تھے وہ فرزند رسول کو بوجہ مخالفت یرید غیر مسلم اور خارجی کہتے تھے اور دشمنان فرزند رسول کو مسلمان اور متقی اور حافظ قرآن اور ایماندار بتلاتے تھے اسی رسم و رواج کے مطابق دشمنان علی و منکرین خلافت علی اپنے فرقہ کو مسلمان کہتے ہیں اور اولاد علی و دوستان علی و معتقدان علی کو مجنآن علی کو غیر مسلم کہتے ہیں اور لفظ رافضی سے منسوب کرتے ہیں۔

وَمَا يَعْلَمُ الَّذِينَ كَلِمُوا إِلَّا مَقْلَبٌ يَنْقَلِبُونَ۔

تفہیم نمبر ۱۰

آیات قرآنی و احادیث نبوی کے شیعہ منکر ہیں جیسا کہ

مولوی محمد جہانگیر خان صاحب تحریر فرماتے ہیں

یاسنی جیسا کہ مولوی شیخ احمد صاحب کا قول ہے

مذہب اہل سنت کے عالم مستند و معتبر جناب مولوی محمد جہانگیر خان صاحب نے کتاب
اظہار الہدی صفحہ ۱۳۹ میں شیعوں پر مندرجہ ذیل اعتراض کیے ہیں۔

۱۔ جب اہل سنت و اجماعت کسی معاملہ متنازعہ فیہ میں کوئی آیت یا حدیث پیش
کرتے ہیں شیعوں قطعی انکار کر جاتے ہیں اور اس کے جواب میں اپنے مجتہدین کی

روایات موضوعہ و حکایات مصنوعہ کو حجت نامہ مقول و دلیل نامہ مقول لگاتے ہیں

۲۔ حضرت خاتم المرسلین اور حضرت امیر المومنین کو مراتب میں برابر جانتے ہیں

حالانکہ فضیلت حضرت سرور عالم کی تمام مخلوقات پر متواتر کتب شیعہ میں مرقوم ہے۔

۳۔ جو کوئی اپنے دل میں حضرت علی کی محبت رکھتا ہے گو یہودی ہو یا نصاریٰ

یا مجوسی یا ترسا قطعی ہستی ہے۔

نسبت اعتراض اول مجملو اسات کے کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے کہ شیعوں آیات

قرآنی اور احادیث صحیحہ سے کبھی انکار نہیں کرتے جو حدیث موضوعہ آیات قرآنی

کے خلاف پیش ہوتی ہے کہ جبکا بہ و نشان کتاب کتب شیعہ میں نہیں ملتا وہ

مردود قابل انکار ہوا کرتی ہے میں نے آج تک کسی عالم شیعہ کو ایسا نہیں پایا

کہ اوہوں نے متقدمین یا متاخرین علماء مذہب شیعہ کے کسی اقبال یا اقرار

سے انکار یا گریز کیا ہو۔ یا اپنے کسی عالم کے اقرار یا اقبال کو کسی حالت میں

اپنے مخالف سمجھا کر اس عالم کے کاذب یا نافرمان ہونیکا اظہار کیا ہو اور کسی مقام پر

اس عالم کے سقہ و معتبر ہونیکا تسلیم کیا ہو اور کسی مقام پر اسی عالم کو کاذب یا

سنی کہدیا ہو شیعہ اس الزام سے بالکل پاک و صاف ہیں مولوی صاحب مدد و رحمت

یہ اعتراض بالکل بے دلیل و بے ثبوت ہے۔ بلکہ یہ الزام جو جو بات مندرجہ ذیل
اہل سنت پر پورا پورا عاید ہوتا ہے۔

۱۔ ملا حسین واعظ کاشفی کہ جو معتبرین علماء اہل سنت سے ہیں اور جنکی تفسیر
تو رہے اونکی تصنیفات کو اہل سنت کمال حسن عقیدت سے پڑھتے اور قبول
دیتے ہیں لیکن جب اونکی کتاب روضۃ الشہداء اہل سنت کے مقابلہ میں پیش
کرائی جاتی ہے تو اس سے انکار کر جاتے ہیں ۱۱ ملا حسین کو کاذب کہنے لگتے ہیں
میں نے آج تک کسی شیعہ کو اپنے مذہبی عالم کی تحریر و تصنیف سے انکار کرنے نہیں
دیکھا۔ البتہ مخالفان مذہب شیعہ جب کسی مذہب شیعہ کے عالم کی تحریر کا غلط مطلب
بیان کرتے ہیں تو اسکی توضیح تو ضرور شیعہ کرتے ہیں مگر اپنے عالم کے لکھے ہوئے
اصل و آصہ سے انکار نہیں کرتے پس یہی ایک واقعہ اعتراض اول کے فیصلہ کو کافی
ہراندہ معترض صاحب سے استفسار کیا جاتا ہے کہ وہ مطلع فرماوین کہ ملا حسین
واعظ کے حق میں وہ کیا فرماتے ہیں آیا ملا حسین واعظ سنی تھے یا شیعہ۔ اگر سنی
تھے تو پھر حسب مضمون روضۃ الشہداء اقرار ملا حسین واعظ مندرجہ روضۃ الشہداء
صفحہ ۳۳۰ مجالس غرا حسین و گریہ و زاری کو مصائب حسین میں بدعت سیئہ
یون کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ملا حسین واعظ کہتے ہیں کہ جو کوئی قصہ کر بلا کو یاد کرے
نالہ و زاری کری یا کسی کو رولاد سے بروز قیامت بشاش ہوگا اور جو کوئی
مجالس غرا برپا کرے اور ذکر مصائب شہداء کر بلا اوں مجلس میں کرے وہ ہول
قیامت سے محفوظ رہیگا۔ اب معترض صاحب فرماوین کہ اس معاملہ میں ملا حسین
اونکے مذہبی عالم کاذب ہیں یا معترض صاحب کاذب ہیں۔ اگر معترض صاحب
ملا حسین واعظ کو فرقہ سنت الجماعت سے خارج سمجھتے ہوں اور شیعہ جانتے ہوں
تو مشتر فرماوین تاکہ شیعوں کو اونکی دیگر تصنیفات کے کالعدم کرنے اور اوپر اون

الزامات کے عاید کرنے کا حق پیدا ہو جو الزامات کہ عقایدِ شیعہ کے مطابق اوپر عاید ہوتے ہوں اور ان الزامات کو اہل سنت داخل تو ہیں مگر دابین کیسے کہ اپنے مذہبی مصنف کی نسبت جو کچھ چاہیں کہہ سکتے ہیں اہل سنت کو اس توہین کے دعویٰ کا حق پیدا نہیں ہو سکتا۔ دوسرے۔ جبکہ تمامی معتبرین اہل سنت اپنی کتابوں میں ان احادیثِ بنوی کی نقل کر رہے ہیں کہ جن احادیث سے حضرت علی علیہ السلام کا افضل الامم امیر المومنین امام المتقین مگر ابونکے رہنما ہادی امت خلیفہ بلا فصل ہونا ثابت ہوتا ہے جنکی نقل موقع بموقع تنقیحات مابقی و تنقیح ہذا میں اسکے قبل کی گئی ہے ان احادیث کے خلاف خلفاءِ ثلاثہ کو علی علیہ السلام معترض صاحب جو فضیلت دیتے ہیں اس سے وہ اور انکے مذہب احادیثِ بنوی کے منکر قرار پاتے ہیں یا نہیں۔ تیسرے جبکہ اہل سنت کے معتبر کتب ہائے تفسیر عالم التنزیل و تاریخ ابوالفداء و سیرۃ المجدیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ وقت بعثت بحکم آیہ قال الذین وَاَنْذِرْ عَشِیرَتَكَ الْاَقْرَبِینَ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صاف صاف فرمایا کہ یہ ہے میرا وارث اور میرا خلیفہ اور میرا وصی بعد میرے اس حدیثِ بنوی کے مخالف جو خلفاءِ ثلاثہ کی خلافت تسلیم کی جاتی ہے اس سے احادیثِ رسول اللہ کے منکر شیعہ قرار پاتے ہیں یا نہیں۔ چوتھے۔ پروردگار عالم سورہ محمد میں اکثر اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی منافقت کو ظاہر فرما رہا ہے اور احادیثِ رسول خدا سے ثابت ہے کہ اکثر اصحاب داخل دوزخ ہونگے اور اہل سنت و معتز صواب اور دوزخی اصحاب کو قابل درود قرار دیتے ہیں اور انکے فضائل کے قابل ہیں۔ تو اس نافرمانی کے سبب اہل سنت منکر آیات قرآنی و احادیثِ بنوی قرار پاؤنگے یا شیعہ۔ پانچویں۔ آیہ متعہ کے شیعہ منکر ہیں یہی یہ انتہا کی دھینگامشی ہے کہ احکام قرآنی و احادیثِ بنوی سے بوجہ محبت خلفاءِ ثلاثہ

اہل سنت منکر بھی ہوتے ہیں اور اپنا الزام شیعوں پر لگاتے ہیں۔ بڑے شرم اور افسوس کی بات ہے۔

اعتراض دوم: کہ کذب تو خود معترض صاحب ہی کے اعتراض سے ہوتی ہے۔ معترض صاحب لکھتے ہیں کہ شیعہ مراتب علی کو رسول خدا کے برابر جانتے ہیں اور تب شیعہ میں فضیلت رسول خدا کی تمامی مخلوق سے اعلیٰ و افضل مرقوم ہے جبکہ کتب شیعہ میں فضیلت رسول خدا کی تمام مخلوق سے اعلیٰ اور افضل ہوینکا اقرار واضح ہے تو اسکے خلاف علی علیہ السلام کا ہر مرتبہ رسول ہونا معترض صاحب کے شیعوں کے کون سے اقرار سے حاصل کیا ہے شیعہ رسول اللہ کے اور علی علیہ السلام کے رتبہ میں استیوار فرق جانتے ہیں جنہا فرق کہ رتبہ بادشاہ اور وزیر میں ہوتا ہے چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں میں منصب بنوت بر سر خزانہ ہوا اور علی منصب خلافت پر اس حدیث کی نقل نتیجہ نمبر ہفتم میں کتاب سند احمد ابن حنبل سے کی گئی ہے یہ ایک انتہا ہے شیعوں پر۔

نسبت اعتراض سوم حدیث مندرجہ ذیل قابل غور ہے۔
کنوز الحقائق حرف الیاء مع الیاء۔ حَبَّ بَطْنِ عَلِيٍّ بَرَادَةٌ مِنْ النَّارِ رَحْبُ عَمِيٍّ نَارُ الْكَفْرِ
اللَّهُ تَوْبَتُنَا نَا نَا كُلُّ النَّارِ لِحَدَّثِكُمْ وَمَا يَرْسُو لِحَدَّثِكُمْ لَمْ يَجِبَتْ عَلِيٌّ كَيْ بَجَانِي هُوَ
آتش دوزخ سے اور محبت علی کی گناہوں کو اسطرح کہا جاتی ہے جسطرح آگ لکڑی کو
کھا جاتی ہے۔ اور نتیجہ نمبر چہارم میں تفسیر یہ نقل کیا کہ آنحضرت کی معتبرین علماء و
اہل سنت کی تفسیروں میں حسب احادیث رسول خدا ظاہر و ثابت کر دیا گیا ہے
کہ محبت علی سے نجات حاصل ہوتی ہے اور درجہ شہادت حاصل ہوتا ہے
اور کامل الایمان مرتا ہے اور محب علی کو ملک الموت و منکر نکیر بشارت جنت

دینگے پس شیخ کا یہ اعتقاد کہ جبکہ دل میں علی کی محبت ہو وہ قطعی جنتی ہے ہوناق
قرآن و احادیث نبوی کے ہے۔ اپرا اعتراض کیا ہے۔ رہے یہود و نصاریٰ
اور کئے ناجی ہونیکا کسی شیوہ نے اقرار نہیں کیا یہ معترض صاحب کی طبی تصنیف سے
تا ہم معترض صاحب کی اس طبی تصنیف کی نسبت بھی مجھکو اس قدر فیصلہ کی ضرورت ہو
کہ جس یہود و نصاریٰ کو علی علیہ السلام کی محبت ہو گی وہ ضرور مسلمان ہو جاوے گا
غیر مسلم کو علی علیہ السلام کے ساتھ دلی محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر محبت علی علیہ
السلام اگر یہود و نصاریٰ کے واسطے نجات قبول اسلام باعث نجات ہو تو اس میں
تباہت کیا ہے۔

نتیجہ نمبر دہم

وقت تعیین خلافت اول و خلافت ثالث حضرت

علی علیہ السلام خواہان خلافت کیوں ہوئے اور قتل
حضرت عثمان کے بعد حصول حکومت سے انکار کیوں کیا

اہل سنت کی کل معتبر کتابوں سے یہ بات ثابت ہو کہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور علی علیہ السلام واسطے بیعت کے بلائے گئے

تو آپ نے بیعت نہیں کی اور دعویٰ خلافت ہوئے اور چھ ماہ تک برابر باہم

اسی خلافت کی بابت دونوں میں رنج و کینہ رہا بعد چھ ماہ کے بوجہ وفات جناب

سیدہ حضرت علی علیہ السلام نے صلح کر لی اور وفات حضرت عمر کے بعد ہر طرح سے

حضرت علی علیہ السلام نے حصول خلافت کے واسطے کوشش کی مگر ناکام رہے

لیکن قتل حضرت عثمان کے بعد جب امت رجوع ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام

حکومت ظاہری سے انکار کر دیا اور امت کو ہدایت کی کہ جسکو چاہو اپنا خلیفہ

بناد مجھکو خلافت کی بالکل خواہش نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے طلحہ و زبیر سے صاف صاف کہا کہ تم میں سے جسکو خواہش خلافت کی ہو وہ خلافت کو قبول کرے۔ لیکن جب سب نے انکار کیا اور امت نے بہت گھیرا اور راز حر مجبور کیا تب آپ نے خلافت کو قبول کیا۔ اسکے ثبوت میں حضرت عمر کا اقرار کافی ہے کہ اوصیوں نے وقت وفات اپنے عبد اللہ ابن عباس سے کہا تھا کہ علی علیہ السلام کو خلافت کی حرص بہت ہے بدشود و مقابل خلافت نہیں ہیں اسکی مختصر توضیح تبیغ نمبر خیم بن کی کہی ہے اور اس بات کا توضیح میری محمد جہانگیر خاں نے بھی کتاب تذکرۃ الخلفاء صفحہ ۲۲۹ و ۲۳۰ میں اقرار کیا ہے۔ اور کتاب طہارۃ صفحہ ۱۸۶ میں لکھا ہے کہ جب مسلمانوں نے جناب امیر کو خلافت پر مجبور کیا تب آپ نے پاس خاطر مسلمانوں کے خلافت کو قبول کیا اور خلافت کی حالت میں بھی جناب امیر کی زبان مبارک سے یہی نکلتا تھا کہ خدا کی قسم ہے کہ خود مجھکو خلافت کی رغبت نہیں ہے اور نہ ولایت کی حاجت ہے لیکن تم نے مجھکو بلا یا خلافت کی طرٹ اور باعث ہوئے تم میرے لیے خلافت کے۔ پس وجود مذکورہ بالا سے یہ امر قابل توضیح معلوم ہوتا ہے کہ روز وفات رسول اللہ صلیم سے تا یوم تعیین خلافت ثالث حضرت علی علیہ السلام تو خواہش خلافت کیوں رہی اور قتل حضرت عثمان کے بعد آپ کے دل سے خلافت کی خواہش کیوں جاتی رہی اسکی اصلیت ظاہر کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل تمہید کے کھنے کی مجھکو ضرورت ہوئی۔

جناب رسالت مآب صلیم جس زمانہ میں مبعوث برسالت ہوئے تھے وہ زمانہ رسوم جہالت کے سبب پر آشوب ہو رہا تھا شرک و کفر دیت پرستی و حد و کینہ و بغض و عداوت و ظلم و ستم و طمع و خود غرضی کے سبب سے لوگوں کے دل سیاہ

ہو رہے تھے۔ پس اسلام کی برکت سے دو باتیں بہت بڑی بنی آدم کو حاصل ہوئیں۔ اول ایمان۔ دوم اتفاق۔ اور ان دونوں مراتب کے حصول کا ذریعہ فرمانبرداری ہے۔ جب بنی آدم نے رجوع کیا محمد صلعم کی نبوت پر تو جسوقت دعوت اسلام کو قبول کر کے کلمہ توحید پڑھا اور وقت تو دوست پانا حاصل ہوئے۔ اور اس دولت ایمان نے کلمہ گو یوں کے دلوں کو رجوع کیا جانب فرمانبرداری۔ اور جب ایک شخص واحد یعنی جناب محمد صلعم کی فرمانبرداری اختیار کی ہزار ہا بنی آدم مختلف الاقوال و مختلف الخیال نے تو اتفاق باہمی کا رتبہ کل مسلمانوں کو حاصل ہو گیا۔ اور سب کے ایمان کامل ہو گئے۔ پس ایمان سے تو نجات عقیقی حاصل ہوئی۔ اور اتفاق سے سلطنت دنیا مل گئی۔ اور اسلام میں اگر نعمت عظمیٰ ہیں تو یہی دو باتیں ایک ایمان و دوسرا اتفاق۔ اور یہ دو نعمتیں بنی آدم کو کیونکر حاصل ہوئیں۔ یہ امر قابل غور ہے۔ پروردگار عالم نے جب آنحضرت کو مبعوث برسالت کیا تو جو لوگ آپ کی نبوت پر دل سے ایمان لائے یہ دونوں شرف اور نعمین کو حاصل ہوئے۔ اگر پروردگار عالم آنحضرت کو مبعوث برسالت نفرماتا۔ اور بنی آدم کی مرضی پر اس منصب کو چھوڑ دیتا کہ جسکو چاہیں اپنی رہنمائی کے واسطے اپنا پیشوا بنالین تو ایک شخص کے پیشوا بنانے پر دنیا کے لوگوں کا تاقیامت اتفاق نہوتا۔ بلکہ ہر شخص اپنی اپنی مرضی کا ایک ایک پیشوا جہاں نہ بنا نہ پر آمادہ ہو جاتا جسکے انجام میں نہ دولت ایمان نصیب ہوتی نہ آئیں کا اتفاق قائم ہوتا۔ پس یہ امر ضروری اور واجب تھا کہ پروردگار عالم کسی شخص کو بنی آدم کی ہدایت اور رہنمائی کے واسطے مبعوث برسالت کرے۔ چنانچہ آنحضرت نے مبعوث برسالت ہو کر کوئی کام ہدایت و رہنمائی کا بلا حکم الہی نہیں کیا۔ اور جب قدر احادیث صحیحہ آنحضرت

اولن احادیث میں جس قدر ہدائیں اور احکام ہیں وہ سب مطابق حکم الہی کے ہیں۔ چنانچہ بطرح آنحضرت خدا کے حکم سے مبعوث رسالت ہوئے اور بطرح آپ کا جانشین یعنی خلیفہ بھی تجلیم الہی مقرر ہوئی کے لائق تھا کیونکہ نبوت آپ کی ذات پر ختم ہو چکی تھی۔ آپ کے بعد تاقیامت کوئی دوسرا نبی پیدا ہونے والا نہ تھا کہ گم گشتہ لوگوں کو راہ ہدایت دکھلاتا اور بتلاتا۔ اور جو شریعت کہ آنحضرت کے ذریعہ سے بنی آدم کو ملی تھی اور جس شریعت کے ذریعہ سے امت محمدی کو شرف ایمان و شرف اتفاق حاصل ہوا تھا۔ اوس میں اختلاف پیدا نہ ہو سکتا۔ یہ نوجوہ خلیفہ رسول کا اس دنیا میں تاقیامت ہو ورنہ ہنا امر ضروری تھا۔ تاکہ ایمان و اتفاق مسلمانوں میں قائم رہے اور گمراہوں کی رہنمائی ہو سکی۔ اگر تعین خلافت کا واسطہ رسالت کی مرضی پر چھوڑا جاتا تو یہ امر محال تھا کہ کسی شخص و احد کی خلافت پر کل امت اتفاق کرے چنانچہ پوم وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تا اندم کی کو بھی کل مسلمانوں نے اتفاق باہمی سے خلیفہ مقرر نہیں کیا حضرت ابوبکر با اتفاق طرفداران حضرت عمر خلیفہ بنے اور دوسرے روز صرف اہل مدینہ کو بلا بلا کر بیعت لی اور ایک نے دوسرے کو بیعت کرنے دیکھ کر بیعت کی بیرونجات کے لوگوں نے عالموں کی تہدید و تحفیف کے سبب سکوت کیا۔ حضرت عمر حسب وصیت تحریری حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اتفاق امت سے خلیفہ نہیں ہوئے۔ اور حضرت عثمان حسب وصیت حضرت عمر با اتفاق و حکم عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص خلیفہ بنے امت کے اتفاق سے خلیفہ نہیں بنے۔ اور جن لوگوں نے بطلب ریاست و حکومت تعین خلافت کا یہ دستور نکالا اور اسکا انجام یہ ہوا کہ اب کوئی خلیفہ مسلمانوں میں نہیں ہے کہ رہنمائی کرے کہ جبکی رہنمائی سے اختلاف مذہبی باقی نہ رہے۔ اہل سنت اس امر کے

بیت پر سے متفقہ ہیں کہ عین خلافت با اختیار امت ہے۔ رسول اللہ نے کسیکو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ اگر امت کے اختیار سے خلیفہ مقرر ہو سکتا ہے تو پھر انتظار کس امر کا ہے کسیکو خلیفہ مقرر کیوں نہیں کر لیتے تاکہ اتفاق باہمی دور ہو اور اتفاق ہو جاوے۔ دولت ایمان و شرف اتفاق کے تاہم و برقرار رہنے کے لیے جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا (ویکموشرح عقائد نسفی صفحہ ۹۴) عَمَّ مِنْ مَمَاتٍ وَکَمِیْنٍ اِمَامٌ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مَبِیَّتُهُ جَاہِلِیَّتُهُ ترجمہ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ جو شخص مر گیا اور نہ بیچا تا امام وقت اپنے کو پس بہ تحقیق کہ وہ مرا موت کافر کی زمانہ موجودہ میں جبکہ کوئی امام مذہب اہل سنت میں موجود نہیں تو مثل زمانہ جاہلیت وہ کافر مرنے میں یا نہیں۔ اور جو اتفاق کہ باہم مسلمانوں میں ہے امام مرنے کے سبب سے یا کسی دوسرے سبب سے اگر کوئی امام موجود ہوتا تو اتفاق باہمی کو ضرر نہ پہنچتا۔ ایسا سطر رسول خدا صلعم نے اپنی حیات میں علی علیہ السلام کو امیر المؤمنین امام المتقین قائد الفرائض تجلین یعنی گمراہوں کے رہنما کے لقب سے سرفراز فرمایا تھا۔ اور بار بار امت پر ظاہر کر دیا تھا کہ علی ہادی امت ہیں علی ساتھ قرآن ہیں اور قرآن ساتھ علی کے ہے۔ علی کا دوست مومن ہے علی کا دشمن منافق ہے محبت علی امت پر واجب کی۔ امت کو حکم دیا کہ میرے اہلبیت کی فرمانبرداری کرنا فرمائی کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ مخصوص حضرت علی علیہ السلام کے حق میں ابتداء زمانہ میں کہ جب آنحضرت صلوٰۃ برسالت ہوئے تھے فرمایا تھا کہ میرے بعد علی میرا خلیفہ و وصی و وارث ہے اور وقت واپسی حج آخری بمقام عذیر خم امامت علی سے امت کو آگاہ کر دیا تھا۔ اسکا سبب یہی تھا کہ امت بعد وفات میرے علی کی فرمانبرداری رہے اور دولت ایمان و شرف اتفاق ضائع و برباد نہ ہونے پاوے۔ اگر امت بعد وفات رسول خدا صلعم حضرت علی علیہ السلام کو مطیع اور فرمانبردار رہتی

اور وسیطیچ رسولیہ صلیم کی اطاعت کی تھی اوسیطیچ بعد وفات رسول خدا صلیم حضرت علی علیہ السلام کو اپنا امام اور باوی قبول کر کے پیروی کرتی اور یکے با دیگر سے دلا دلا دہام کی پیروی کرتی چلی جاتی۔ راست میں کبھی اتفاق ہونے پاتا نہ تفریق نہ ہی کی بنیاد پڑتی اور دنیا میں کوئی شہر اور قصبہ اور دیہہ باقی نہ رہتا جان اسلام کی سلطنت ٹوٹی اور غالباً آج دنیا میں بجز اسلام کے کوئی دوسرا مذہب نظر نہ آتا۔ بیو اسطے وقت تعیین خلافت اول حضرت علی علیہ السلام بار بار کہتے تھے کہ خلافت کو خاندان رسالت سے نہ نکالو اور میری خلافت کو تسایم کرو اور وقت تعیین خلافت ثالث ایک آپ برابر و عویدار خلافت رہے اور امت کو اپنی جانب رجوع کرتے رہے اس دعوی خلافت سے جناب امیر کو حصول سلطنت دنیاوی سے کچھ تعلق نہ تھا نہ آپ بغرض حصول سلطنت دنیاوی و عویدار خلافت ہوئے کیونکہ آپ دنیا کو طلاق دیکھتے تھے اور دنیا سے ہمیشہ وحشت ناک رہتے تھے غذا آپ کی نان جو تھی گوشت بہت کم کھاتے تھے شب کو بہت کم آرام کرتے تھے ایسے عابد و زاہد کو سلطنت سے لیا واسطہ لیکن دعوی خلافت سے آپ کی غرض صرف اس بقدر تھی کہ دین میں اختلاف نہ پڑے اور اتفاق باہمی میں خرابی واقع نہ ہو۔ زمانہ خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میں اگرچہ شریعت محمدی میں کس بقدر تغیر شروع ہوا۔ حکم شریعت کی منسوخی بدعت تراویح کی ایجاد ہوئی مگر اس قسم کے تغیر سے زیادہ تر اسلام میں نقص پیدا ہونے پایا تھا نہ مسلمانوں کے باہمی اتفاق میں کوئی خلل واقع ہوا تھا۔ نہ لوگوں کے ایمان خراب ہونے پائے تھے یہی سبب تھا کہ وفات حضرت عمر کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو زیادہ اضطراب تھا کہ امت میری جانب رجوع ہو جاوے اور یہہ اضطراب حصول سلطنت کے واسطے نہ تھا بلکہ حفاظت دین اور حفاظت اتفاق مسلمانان کے واسطے یہ دعوی اور اضطراب تھا۔ کیونکہ رسولیہ صلیم حکم الہی بہت

کی ہدایت و رہنمائی کا بار حضرت علی علیہ السلام پر ڈال گئے تھے اور یہ بھی فراموش نہ کرنا کہ اگر امت تمھاری فرمانبرداری نہ کرے اور طمع دنیا میں بھنس جاوے تو تم صبر کرنا اور جو کچھ دیوین وہ لے لینا لیکن جب بعد وفات حضرت عمر بھی امت رجوع نہ ہوئی اور حضرت عثمان خلیفہ بن گئے آپ نے صبر اور سکوت کیا اور امت کے حال پر چھوڑ دیا اور قتل حضرت عثمان کے بعد جب امت نے آپ کی جانب رجوع کیا تو آپ نے خلافت سے انکار کیا اور سب اس انکار کا یہ تھا کہ زمانہ خلافت حضرت عثمان میں قبیلہ بنی امیہ کی گئی ہوئی قوت پھر آگئی تھی اور بنی امیہ کو پورے طور پر قوت حاصل ہو گئی تھی اور شریعت میں بہت کچھ تغیر و تبدل پیدا ہو گیا تھا کلام الہی کی ترتیب بھی خلافت تنزیل ہو کر ہر چار جانب تقسیم ہو چکا تھا۔ ایمان کی بربادی اور اتفاق اسلام کی خرابی کے پورے سامان حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں پیدا ہو چکے تھے جسکی اصلاح محال تھی اور حضرت علی علیہ السلام اپنے دشمنوں کے حالات سے آگاہ تھے کہ اب اگر حکومت ظاہری کو میں اختیار کروں گا تو انجام اسکا یقیناً خونریزی ہوگا۔ کیونکہ نفاق باہمی پیدا ہو چکا ہے اور اسلام کی جس برکت نے ایام جاہلیت کی رسم و رواج کو نیت و نابود کیا تھا وہ رسم و رواج زمانہ جاہلیت کا عہد خلافت حضرت عثمان میں پھر قائم ہو گیا تھا بدنیو جبہ حضرت علی نے حکومت ظاہری کے قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ مگر جب امت نے اثر و دعاء کیا اور لوگ بہ کثرت رجوع ہو کر طالب رہنمائی ہوئے تو آپ کو مجبوراً حکومت ظاہری بھی قبول کرنی پڑی۔ کیونکہ وفات رسول خدا صلعم کے بعد جانشین و قائم مقام یعنی خلیفہ برحق امام امت علی رضی تھے اور امام کا منصب ہی لوگوں کو ہدایت کرنیکا اور راہ راست پر قائم رکھنے کا چنانچہ تاریخ وفات حضرت عمر تک حضرت علی علیہ السلام امت کو ہدایت کرتے رہے

گراست آبی جانب رجوع نہیں ہوئی بدین وجہ آپ نے سکوت کیا کیونکہ آپ کے پاس ایمانداروں کی کوئی معقول اعانت ظاہری ایسی نہ تھی کہ جس اعانت کی تقویت پر آپ است پر حد شرع جاری کر کے اپنا مطلع اور زما بنردار بناسے پس بحالت خونے سونس و حسین کے امام وقت کا کام یہ ہے کہ جو شخص مطالب ہدایت ہو اس کی ہدایت میں وسیع نکلیا جاوے چنانچہ زمانہ خلافت حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ میں جس کسی نے آپ سے ہدایت چاہی آپ نے اس کی رہنمائی کی یا تنک کہ خلفاء جس امر میں ہدایت چاہتے تھے اس کی بھی آپ رہنمائی کرتے تھے اور جو کام خلافت شریعت خلفاء کرتے تھے آپ مانعت کر دیتے تھے عمل کرنا نکرنا اختیار خلفاء و اختیار امت میں تھا لیکن قتل حضرت عثمان کے بعد جب است رجوع ہوئی تو آپ حکومت ظاہری کے اختیار کرنے سے انکار نہ کر سکے اگر قطعاً انکار کر دیتے تو یہ امر شان امامت کے خلاف تھا۔ چنانچہ جن وجوہ سے آپ نے انکار کیا تھا اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہو گیا۔ اہل مدینہ نے انحراف شروع کیا۔ جیسے سب سے آپ کو اپنا دار الخلافت کو فہ بنا نا پڑا۔ ہر جہاں جانب سے بغاوت شروع ہوئی جنگ جل و جنگ صفین کی تیاریاں ہو گئیں جنگی صلاح امام وقت پر واجب و لازم تھی۔ کیونکہ اعانت معقول آپ کے پاس موجود تھی آپ برابر لڑنے رہے لیکن جب آپ کے مددگار لڑتے لڑتے تھک گئے اور امیر معاویہ و عمرو بن عاص کی وہ تدبیر کہ نیرون پر قرآن مجید بلند کئے اور آپ کے مددگاروں کو ان قوانون کی بلندی کا بہانہ مل گیا اور لڑائی سے دستکش ہو گئے اس وقت آپ نے بھی سکوت کیا اگرچہ امت کو بہت کچھ سمجھایا مگر امت نے جب آپ کی ہدایت کو قبول نہ کیا اور جو ابدیالاب ہم آپ پر تلوا زکا لینگے اس وقت آپ نے جبر اور سکوت کیا اور امت کو امت کے حال پر چھوڑ دیا

چنانچہ امت نے خلافت حکم حضرت علی علیہ السلام ابو موسیٰ اشعری کو ثالث مقرر کیا آپ دیکھتے رہے کیونکہ آپ کے پاس کوئی امانت باقی نہ رہی تھی۔ اور بلا امانت معقول امام وقت کوئی اصلاح و رہنمائی نہیں کر سکتا بجز اسکے کہ مصلحت وقت پر نگاہ رکھے اور اسی مصلحت وقت کا نام نقیہ ہے۔ بعد از صلح جنگ صفین آپ کے اختیار میں برائے نام حکومت رہ گئی تھی ورنہ آپ کے معین و مددگار بالکل آپ کے حکم اور اختیار میں نہ تھے اور اسی بے اختیار کی سبب اور امت کا ظاہری فرمانبردار ہو نیکے باعث امام حسن علیہ السلام حکومت ظاہری سے انکار کیا اور معاویہ کے ساتھ صلح کر لی۔ پس حضرت علی علیہ السلام نے قتل حضرت عثمان کے بعد جو حکومت ظاہری سے انکار کیا تھا اس کا سبب یہی تھا کہ امت میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا ایمان کی حالت خطرناک ہو گئی تھی۔ انجام اس کا خوزیری تھا۔ اور یہ خوزیری دشمنوں کی طعنہ زنی کے واسطے ایک بڑا ذریعہ تھا چنانچہ اسی بنا پر مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کو اس طعنہ زنی کا موقع ملا کہ حضرت علی علیہ السلام کو انتظام ملکی کی لیاقت نہ تھی۔ وہ عاصی اور گنہگار تھے کہ اپنے جمع کیے ہوئے قرآن سے بندگان خدا کو تاقیاً محروم رکھا۔ باغ فدک کو اپنے زمانہ خلافت میں واگذاشت کیونکہ نہ کر دیا۔ اپنا جمع کیا ہوا قرآن اپنے زمانہ خلافت میں کیونکہ جاری کیا۔ وفات رسول خدا کے بعد جو ہر ذوالفقار کیونکہ نہ دکھلائے حالت نقیہ میں ذات و خواری کے ساتھ کیونکہ بسر کی۔ اور جب نقیہ مانع جنگ تھا تو جنگ جمل صفین میں ذوالفقار کیونکہ کھینچی۔ انھیں الزامات سے محفوظ رہنے کے لیے حضرت علی علیہ السلام کو قتل حضرت عثمان کے بعد حکومت ظاہری سے انکار کر دینا ضرورت ہوئی تھی لیکن مولوی محمد جہانگیر خان صاحب کے ان الزامات کی نسبت

محکوم ذیل گزارش کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے بچند وجوہ جو ہر فرد الفقہاء میں دکھلائے۔ اول یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ تھی اور فرمان رسول اللہ کے خلاف امام وقت اپنی رائے سے کسی کام کے کرنا مجاز نہیں۔ دوسرے آپ کا کوئی معین اور مددگار نہ تھا اور بلا اعانت معقول تلوار کا لکڑی کا بلکہ کرنا کام ہے ایک جاہل اور ناظم اور طالب دنیا کا۔ امام وقت کا یہ کام نہیں ہے۔ اگر امام کا رسول کا یہ کام ہوتا کہ تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تک ساکت نہ رہتے اور کفار کے پر و ظلم سرور شست نہ کرتے نہ مسلمانوں کو ہجرت جثہ کا حکم دیتے نہ خود جانب دہی نہ ہجرت کرتے۔ تیسرے اگر حضرت علی علیہ السلام تلوار کا لیتے تو دین اسلام میں اوسیدہ وقت مخالفت پیدا ہو جاتی اور اتفاق باہمی شکست ہو جاتا۔ اور امام وقت محافظ دین ہوا کرتا اور نہ مخرب دین پس مصلحت وقت کا نگاہ رکھنا امام وقت کا خاص کام ہے۔ اوس وقت کی یہی مصلحت تھی کہ سکوت کیا جاتا تا کہ دین اسلام میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔ اور اسی مصلحت وقت کا نام تقیہ ہے جو بار بار شیخہ کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے بہ تقیہ صلح کر لی یا بیعت کر لی بات ایک ہے۔ اگر حضرت علی علیہ السلام بہ تقیہ سکوت و صلح نہ کرتے تو نو بیت بخونریزی پہنچتی اور یہ بات مشہور ہو جاتی کہ بغیر حصول حکومت دنیوی حضرت علی علیہ السلام کے سبب دین میں رخنہ پڑا اور اتفاق باہمی شکست ہوا۔ پس امام کا یہی کام تھا کہ سکوت اور صبر کے ساتھ لوگوں پر اپنا حق ظاہر کر دے اگر امت رجوع ہو تو ان کی اعانت سے مخالفانہ لوگوں پر راستہ پر قائم کر دے۔ اور اگر امت انحراف کرے تو امت کو اس کے حال پر چھوڑ کر بہ نرمی ہدایت کرنے سے باز نہ رہے اور خود عبور

تقیع غیر شریعت
حکومت اختیار کرے چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور یہ سوال صحابہ
نے بھی ایسا ہی کیا تھا ایسا نام تقیہ ہے۔ پس اس تقیہ کے سبب حضرت علی
علیہ السلام نے اپنی عمر عزیز کو دولت و خواری میں تمام نہیں کیا بلکہ فرمان الہی
اور حکم رسالت پناہی پر عمل کیا۔ اور اس طرح شریعت اسلام و دین اسلام کی
حفاظت کی۔

۲۔ جناب امیر کو جب قتل حضرت عثمان کے بعد حکومت ظاہری کا موقع ملا تو وہ
اسلام کی بناوت اور سرکشی نے انتظام ملکی کی فرصت ندی۔ اور عبداللہ بن
عباس کے مشورہ پر امام برحق کیونکر عمل کر سکتے اور امیر معاویہ کے تنزل کا حکم
نہ تھے جبکہ وہ جانتے تھے کہ امیر معاویہ دنیا دار آدمی ہیں اور عیش دنیا کے
حصول کے لیے شریعت کی مخالفت میں کچھ بھی تامل نہیں کرنے۔ ایسے دنیا دار
کو بنظر تالیف حکومت و بناؤں لوگوں کا کام ہے جو دنیا طلب ہو
ہیں اور سلطنت اور حکومت کو اپنا دین و ایمان جانتے ہیں۔ حضرت علی
علیہ السلام کو دنیوی سلطنت و حکومت سے کیا سروکار تھا۔ اٹھون نے تو
حکومت ظاہری صرف حفاظت دین و ایمان و حفاظت اتفاق اسلام کے
واسطے قبول کی تھی اور یہ دونوں باتیں شریعت کی فرمانبرداری سے حاصل
ہوتی ہیں نہ شریعت کی مخالفت سے اور امیر معاویہ مخالف شریعت تھے ایسے
لوگوں کو حکومت دینے سے نہ حفاظت ایمان کی ممکن تھی نہ اتفاق اسلام قائم
رہ سکتا تھا بخبر فقہ پر دازی کے۔ اگر حضرت علی علیہ السلام کو حکومت اور سلطنت
کی رغبت ہوتی تو وقت تبیین خلافت ثالث عبدالرحمن بن عوف کے سوال کے
جواب میں صاف کہہ دیتے کہ میں سنت شیعین کی پیروی کروں گا مگر آپ نے ہرگز
ہرگز ایسا اقرار نہ کیا کیونکہ اس اقرار سے خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر جائز

بولی جاتی تھی جو حکم خدا اور حکم رسول کے خلاف تھی اور امام برحق ایسا اقرار
 کر نہیں سکتا لہذا آپ نے جواب دیا کہ جہان تک ممکن ہے کروں گا جسکا مطلب یہ ہے
 کہ جو فعل اور کئی شریعت کے مطابق ہیں اور پھر تو خود ہی خواہی عمل کیا ہی جاوے گا
 اور خلاف شریعت جو افعال ہوں گے اور کلام اللہ آمد بند کیا جاوے گا تاکہ آئندہ
 اسلام میں رختہ پیدا نہ ہو۔

۳۔ جبکہ حضرت عثمان اپنے زمانہ خلافت میں ترتیب دیگر قرآن مجید کو ایک
 جلد میں شائع کر چکے تھے اور حضرت علی علیہ السلام نے جو قرآن جمع کیا تھا
 اور سکونہ زمانہ خلافت اول کسی نے قبول نہ کیا تو حضرت علی علیہ السلام اپنے زمانہ
 حکومت میں اگر اپنا جمع کیا ہوا قرآن شائع کرتے تو اسلام میں اختلاف عظیم
 پیدا ہو جاتا۔ مخالفان حضرت علی علیہ السلام تو حضرت عثمان کے جمع کیے ہوئے
 قرآن پر عمل کرتے اور شیعیان علی حضرت علی علیہ السلام کے جمع کیے ہوئے قرآن
 پر عمل کرتے۔ اور کلام الہی میں اس اختلاف کے ظاہر ہونے سے اختلاف مذہبی
 کے بانی حضرت علی علیہ السلام واپس پاتے۔ پس حضرت عثمان کے جمع کیے قرآن
 میں بجز اسکے کہ اسکی ترتیب خلاف تنزیل ہے اور کچھ کم کر دیا گیا ہے اور کوئی
 نقصان نہیں سوا اس نقصان سے ایمان میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی بدیہ
 حضرت علی علیہ السلام کو اپنے جمع کیے ہوئے قرآن کے اشاعت کی ضرورت نہیں ہوئی
 ۴۔ حضرت علی علیہ السلام کو اپنے زمانہ حکومت میں باغ فدک کے واکذاشت
 کی کیا ضرورت تھی خباب سیدہ اگر زندہ ہو تین نواد کے حوالہ کر دیتے خباب
 سیدہ تو فوت ہو چکی تھیں۔ اور بقدر حکومت ظاہری حضرت علی علیہ السلام کو
 حاصل ہوئی تھی اوس اعتبار سے جب باغ فدک آپ کے قبضہ میں آچکا تھا
 تو اوسکے مالک بجز آپ کے اور آپکی اولاد کے دوسرا کون تھا کہ جسکے واسطے واکذاشت

کیا جاتا لیکن شہادت خباب میر کے بعد جب معاویہ پوری طور پر باجماع است غلیفہ کر لیا تو اس نے پھر باغ فدک پر قبضہ کر لیا اور بنی فاطمہ نے صبر کیا۔ اس میں حضرت علی علیہ السلام پر کیا الزام ہے۔

۵۔ جنگ جبل و جنگ صفین میں جو ہر ذوالفقار اسوجہ سے دکھلائے کہ ایک جماعت معقول نے مسلمانوں کی آپلی اطاعت و فرمانبرداری قبول کی تھی۔ امت مسلمہ کے حاصل ہو جانے پر امام وقت کو واجب ہو گیا کہ باغبان اسلام کو شریعت پر قائم کر کے مطلع اور فرمانبردار بناوین تاکہ ایمان و اتفاق و ینا میں قائم و برقرار رہے مگر حضرت عمر جو برادری ایمان و شکست اتفاق کی بنیاد طمع حکومت و سلطنت دہی حضرت علی علیہ السلام کے سبب قائم کر گئے وہ تا انیدم قائم ہے اسکی اصلاح کسی سے نہوسکی نہ اب ممکن ہے اسوجہ سے ایماندار و کو حضرت عمر کے ساتھ قلبی دشمنی ہے کیونکہ اختلاف مذہبی کے بانی وہی ہیں۔

منہج نمبر یازدہم

انسان سے جو گناہ اور افعال بد صادر ہوتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں یا انسان اپنے اختیار گناہ

اہل سنت اپنے بزرگان دین و پیشوایان مذہبی یعنی حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت معاویہ و زید ابن معاویہ کی خطاؤں سے گواہ کار کر نیکا کوئی موقع نہیں پاتے اور انکی عیب پوشی میں تاویلین کرتے کرتے تعجب گئے جب تعجب گئے تو ملا علی قاری صاحب شرح فقہ اکبر و سعد الدین تفتازانی و حجت الاسلام امام غزالی وغیرہ معتبرین علماء اہل سنت نے اقرار کر ہی لیا کہ صحابہ سے جو خطا ہیں وہیں اوس سے انکار ہونہیں سکتا۔ مگر ان عالمون نے یہ را سے بھی دی ہے کہ یوں

کر کے خطاؤں کو پوشیدہ کرنا چاہیے ان عالموں کے اقبال تبیح نمبر چارم و ششم میں نقل کیے گئے ہیں مجبور ہو کر اہل سنت اس تاویل پر قیام ہوئے کہ نیکی اور بدی جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے انسان اپنے ارادے سے کچھ نہیں کرتا اور اپنے بزرگان دین و پیشوایان دین کی عیب پوشی کا ذریعہ اس سے بہتر اور کوئی دوسرا نظر نہ آیا لہذا اس مسئلہ کی توضیح و تجویز مختصہ انفاطون میں کی جاتی ہے۔

اگر بندہ ذی اختیار پیدا نہ ہوتا اور اپنے ارادہ سے نیکی یا بدی کرنے پر قادر نہ ہوتا تو دوزخ و بہشت کا بنایا جاتا دنیا کو واسطے رہنما کی مخلوق کے پیدا کرنا ایک فعل عبث تھا اور پروردگار عالم کی عدالت قابل اعتراض تھی کہ خود ہی نہا کر اوسے اور خود ہی شراب کے شراب کی حرمت بھی خلق اللہ پر عطا کرے اور خود ہی شراب پلو اوسے اور خود ہی نافرمانی میں شراب پے یہ بات خلاف عدالت ہے۔

اس میں شک نہیں کہ انسان صاحب قدرت پیدا کیا گیا ہے اور جو کچھ نیکی اور بدی کرتا ہے اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ اس کے نبوت میں صرف ایک دلیل مندرجہ ذیل کافی ہے۔

جب پروردگار عالم نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ملائکہ کو حکم دیا کہ سجدہ کریں چنانچہ سب نے سجدہ کیا لیکن معلم الملکوت نے نافرمانی کی اور اس نافرمانی کے سبب زندہ درگاہ ہو کر لعنتی ہوا۔

آدم علیہ السلام کو بہشت کا قیام نصیب ہوا اور حکم ملا کہ میوہ جنت میں سے جو چاہو سو کھاؤ مگر درخت خاص کا پھل نہ کھانا۔ آدم علیہ السلام کو شیطان نے بھگایا اور اغوائے شیطانی سے آدم نے درخت ممنوعہ کا پھل کھایا اور نافرمانی کی

اور اس نافرمانی کے سبب بہشت سے نکالے گئے۔

اگر انسان ذی اختیار پیدا نہوتا اور نیکی و بدی کے کرنے پر قاصر نہوتا تو معلم الملوک نافرمانی کے سبب لعنتی نہوتا یعنی رحمت الہی سے محروم نہوتا۔ اور آدم علیہ السلام اس نافرمانی کے سبب بہشت سے نکالے گئے تھے یہی ایک دلیل انسان کے صاحب قدرت ہونے کی لیے کافی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ انسان کو پروردگار عالم نے اشرف المخلوقات اور صاحب قدرت پیدا کیا ہے عقل تمیز بصارت سماعت غور فکر الفہم وغیرہ عطا فرما کر ایسا صاحب قدرت بنا دیا ہے کہ وہ نیکی اور بدی کو بخوبی تمیز کر سکتا ہے۔

اور واسطے جہنم و سزا کے بہشت و دوزخ بنایا۔ اور سزا و دوزخ اور جزا و بہشت کا دار و مدار فرمانبرداری اور نافرمانی پر منحصر کر کے سب سے اول مسلم الملوک کا بوجہ نافرمانی رحمت الہی سے محروم ہونا اور آدم علیہ السلام کا بوجہ نافرمانی بہشت سے نکالا جانا ظاہر کر دیا تاکہ اولاد آدم سے جو خلقت پیدا ہو وہ خبردار رہے کہ نافرمانی کا عیوض دوزخ ہے۔ آدم علیہ السلام کی نافرمانی نے اس بات کو بھی ظاہر کر دیا کہ انسان بمقابلہ شیطان کے اس درجہ کمزور ہے کہ شیطان کے فریب میں فوراً آجاتا ہے۔ اور نفسانی خواہشیں انسان میں اس قدر ہیں جو انسان کو شیطان کے مقابلہ میں مجبور کر کے مرتکب گناہان کبیرہ کر دیتی ہیں۔ اور اس وجہ سے آدم علیہ السلام نے شیطان کے دھوکے میں آکر نافرمانی کی۔ اور جب آدم علیہ السلام اس درجہ کمزور ہوئے تو اولاد کی اولاد کا کمزور ہونا محتاج ثبوت نہ رہا۔ اور جبکہ فرمانبردار کے واسطے بہشت اور نافرمان کے واسطے سزا و دوزخ مقرر ہوئی اور اسی غرض سے دوزخ اور بہشت بنایا گیا اور انسان کی کمزوری اور شیطان کی قوت ظاہر ہو گئی تو یہ بات بھی مشتبہ نہ رہی کہ باغواں شیطان

انسان ضرور نافرمانی کر گیا جیسا کہ آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی۔ اور جب کل انسان باغوائے شیطانی مرتکب گناہان کبیرہ ہوئے تو ضرور ہذا کی کل انسان بوجہ نافرمانی نجات سے محروم ہو کر داخل دوزخ کیے جاوین کیونکہ کل مسلمان بالاتفاق اس بات کے قائل ہیں کہ بروی قیامت حساب یہ کافر مانبردار نجات پا کر داخل بہشت ہوگا اور نافرمانی کر نیوالا داخل دوزخ کیا جاوگا اور نجات سے محروم رہیگا۔ اور جب کل انسان بوجہ اغوائے شیطانی گناہ سے محفوظ نہ رہے تو اس نافرمانی کے سبب اوکا نجات سے محروم رہنا اور داخل دوزخ ہونا محتاج ثبوت نہ رہا۔ اور جب کل انسان قائل دوزخ قرار پاے تو بہشت کا ہونا بیکار ہو گیا۔ اور یہ اہل صانع حقیقی کی قدرت کے خلاف ہے کہ کوئی شے بیکار پیدا کرے۔ اس مقام پر اہل سنت عاجزا کر کہنے لگنے ہیں کہ اس حال تو ہمارے ہرگز ہرگز قابل نجات نہیں ہیں لیکن خدا کی رحمت سے امید ہے کہ اگر خدا اپنا رحم کرے تو ہماری نجات کچھ دشوار نہیں۔ اگرچہ رحمت الہی گنہگار کی نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ لیکن رحمت اتنی کی تخصیص مسلمانوں ہی کیوں سہل نہیں ہو سکتی بلکہ یہ دعویٰ ہر فرد بشر کر سکتا ہے چاہے کافر ہو یا مسلمان مشرک ہو یا مجوسی نصاریٰ ہو یا یہود۔ اور جب پروردگار عالم گنہگار مسلمانوں کو اپنی رحمت سے نجات دے گا تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنی رحمت سے بت پرستوں اور کافروں اور مشرکوں کو محروم رکھے کیونکہ کل انسان بنی آدم ہیں اور رب خدا کے بندے ہیں پس ایک گنہگار بندے کو اپنی رحمت سے نجات دینا اور دوسرے گنہگار کو رحمت سے مایوس کر کے داخل دوزخ کرنا خلاف عدالت ہے۔ اور ایسا خدا قابل پرستش نہیں ہو سکتا جو اپنے ایک گنہگار بندے کو تو اپنی رحمت سے نجات دے اور دوسرے گنہگار بندے کو براہ عدالت داخل دوزخ کرے۔ یا خودی

اپنے بندہ کو بے بہت پرستی نہ کار می شراب خواری چوری و غا بازی قتل غارتگری
 حاکم کاری ظلم آید ارسائی شرک و کفر کراوے اور خود ہی ان گناہوں کے
 مساو ضد میں ایک بندہ کو براہ عدالت داخل و نزخ کرے اور دوسرے بندہ کو
 بحالت صدور گناہان مذکور بذریعہ رحمت نجات دے۔ پس ضرور ہوا کہ بندگان
 گنہگار پر صدور رحمت کے واسطے کوئی ایسا ذریعہ قائم ہو کہ اگر انسان اغوائے
 شیطانی سے گناہان کبیرہ کا مرتکب بھی ہو تو اس ذریعہ پر بھروسہ کرنے اور
 اعتقاد رکھنے سے گناہ اس کے معاف ہو جاوین اور نجات اس کی ہو جاوے۔
 لہذا پروردگار عالم نے جیلج اس دنیا میں ہر شے کی ضد پیدا کی ہے اس طرح
 اغوائے شیطانی سے جو لوگ گناہان صغیرہ و کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور
 اقتضائے بشریت کے سبب حاکم شیطانی سے بچ نہیں سکتے اونکے گناہوں کے معافی
 کے واسطے محبت پنجتن پاک کو پروردگار عالم نے بندگان گنہگار کی نجات کا ذریعہ
 قرار دیا ہے۔ جسکی توضیح تنقیح منبر چارم میں بہ تفسیر آیہ قُلْ لَا اسْلَمَہ کی گئی ہے اور
 جسکا ثبوت اہل سنت کی معتبر کتابوں سے لکھا گیا ہے۔ اسی واسطے محبت پنجتن
 پاک کو پروردگار عالم نے خلائق پر واجب کیا کہ اس حکم کی فرمانبرداری بہت
 سہل ہے اور ہر شخص ہر حالت میں اور ہر وقت نہایت آسانی کے ساتھ ہر مقام
 اوٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے کر سکتا ہے۔ کیونکہ محبت کا تعلق دل سے
 ہے جب حکم الہی بغرض حصول نجات انسان رجوع ہو گا طرف پنجتن پاک کے
 اور اذ کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے گا تو ضرور ہے کہ اونکی محبت کو اپنے دل
 میں جاہ دیگا۔ اور جب اس محبت کا اثر دل میں مستحکم ہو گا تو تادم مرگ نازل
 ہوگا۔ اور پنجتن پاک کو یہ شرف اسوجہ سے حاصل ہوا کہ صبر و قناعت و تسلیم
 و رضا و فرمانبرداری و زہد و تقویٰ و رفاقت و فواداری میں مثل انکا ابتداء

پیدائش دنیا سے آج تک پیدا نہیں ہوا۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے جو شہادت اپنی قبول کی۔ تحفظ دین و استحکام شرع میں کے واسطے۔ اور اس شہادت کا سوا نہ یہ ہوا کہ مجاہدین پر بوجہ محبت حسین اس درجہ رحمت الہی نازل ہوگی کہ تمامی گناہان صغیرہ و کبیرہ کو پروردگار عالم بخاطر حسین عفو فرماوے گا۔ پس نزول رحمت کا یہ سبب ہوگا کہ جس سے عدالت میں کوئی نقص پیدا نہ ہو۔ اور اس نزول رحمت کا سبب یہ ہے کہ دین اسلام کو پروردگار عالم نے نبی آدم کی ہدایت و رہنمائی کے واسطے اس دنیا میں قائم کیا اور جناب محمد صلعم پر نبوت ختم کی۔ اور ایک شریعت مستقل قائم فرمائی کہ تا قیامت اسی شریعت پر عمل درآمد کیا جاوے۔ جو کوئی اس شریعت کی پیروی کرے نجات پاوے اور منکر شریعت نجات سے محروم رہے۔ اور اس شریعت کے مطابق ہدایت و رہنمائی کے واسطے آنحضرت سبوت برسات ہوئے چونکہ پروردگار عالم آگاہ تھا کہ احوالے شیطانی کے سبب وفات رسول اللہ کے بعد اصحاب رسول زمین پر طلب ریاست و حکومت فتنہ برپا کرینگے۔ جس کا ذکر سورہ محمد میں ہے۔ اور طمع ذاتی میں پھنسلو گے پیشوائینگے اور لوگوں کو گمراہ کرینگے جس کا ذکر سورہ انعام میں ہے۔ جسکی نقل و توضیح نتیجہ نمبر چارم میں کی گئی ہے۔ لہذا علی و اولاد علی علیہ السلام وفات رسول اللہ صلعم کے بعد حافظ شریعت و حافظ دین و پیشوائے امت و رہنمائے خلق بنائے گئے تاکہ ظاہری مسلمان جو اصحاب رسول بنے ہوئے ہیں طمع دنیا میں پڑ کر احکام شریعت میں تغیر و تبدل نہ کرنے پاویں۔ اگرچہ وفات رسول خدا صلعم کے بعد اصحاب نے طمع دنیا میں پڑ کر علی و اولاد علی علیہ السلام کو حکومت دنیا سے بالکل محفل کر دیا تھا۔ مگر ان بزرگوں نے صبر اور استقلال کے ساتھ شریعت محمدی میں تغیر و تبدل نہ ہونے دیا یعنی حضرت عمر نے گواہی دے کر خلافت میں حکم ستودہ کے خلاف لوگوں کو متوجہ سے

منع کیا اور اکثر لوگ تقلید حضرت عمرؓ بن کنگار ہو گئے مگر حضرت علیؓ علیہ السلام اور اولاد علیؓ علیہ السلام نے اس قدر حفاظت اور نگرانی شریعت کی کی کہ کوئی آیہ ناسخ آیہ منسوخ کا تصنیف نہ کرنے پایا۔ لیکن جب یزید کو است نے اجماع کر کے خلیفہ مقرر کیا تو اس نے شراب خواری و زنا و لواطت و حقیقی بھائی بہن کا عقد جاری کر دیا اور خلاف شریعت خود بھی عمل کرتا تھا اور امت سے بھی عمل کراتا تھا۔ بہن نے بنظر اختصار اون واقعات کا لکھنا قصداً ترک کر دیا کہ جو کچھ خلاف شریعت و فات رسول خدا صلیم کے بعد عمایرآمد ہوا۔ مجھ کو صرف نجات امت کا اصلی ذریعہ بتلانا منظور ہے لہذا واقعات خلافت یزید کے مختصر بیان کر کے ذریعہ نجات کو ظاہر کر دوں گا۔ اگر واقعہ شہادت امام حسینؓ علیہ السلام کا ہوتا تو زمانہ خلافت یزید میں تمامی احکام شریعت نیست و نابود ہو جاتے اور امت محمدی بدستور سابق رسوم جاہلیت کی پیروی ہو کر گمراہ ہو جاتی اور جناب محمد صلیم کے بعد چونکہ کوئی دوسرا بنی پیدا ہو نہ سکا تھا۔ کہ بنی آدم کی رہنمائی کرتا بدینوجہ شہادت حسینؓ شریعت حق کی محافظت اور دین اسلام کے استحکام اور پیروندگان خدا کی رہنمائی کا ایک مستحکم ذریعہ قرار پایا جو تا قیامت قائم رہیگا۔ اور امام حسینؓ علیہ السلام نے حفاظت شریعت اور استحکام دین اور رہنمائے خلائق کے واسطے اون مصائب کو اپنے اوپر گوارا کیا جو ابتداء پریدائش دنیا سے آج تک بجز حسینؓ و رفقا حسینؓ و عزیزان حسینؓ و اہلبیت حسینؓ کسی فرد بشر پر نہیں گزرے لہذا یہ دردگار عالم نے ان مصائب کا معاوضہ یہ عطا فرمایا کہ جو لوگ شہادت حسینؓ علیہ السلام کو نجات عقیقی کا ذریعہ سمجھ کر مصائب کرتے ہیں اور ذکر مصائب شکر باین خیال کریں کہ یہ دیکھ کر تے ہیں کہ افسوس عاشور

محرم کو ہم زمین کر بلا پر موجود ہو سکے کہ فرزند رسول کی اعانت کرتے اس خیال کے سبب
 تمامی گناہ اونکے عفو ہوتے ہیں اور رحمت الہی اور پیر نازل ہوتی ہے اور وہ
 نجات پاتے ہیں اور فشار قبر اور عذاب و ذرخ اور منزل پل مراط کی شکلات
 اور قیامت کے مواخذہ سے وہ محفوظ ہو کر داخل جنت ہوتے ہیں۔ اسوجہ سے کہ حسینؑ
 اور سیر شریعت کے احکام کے واسطے امام حسین علیہ السلام نے مصائب عظیم گوارا کر کے
 رجبہ شہادت قبول کیا اور یہ شہادت باعث شفاعت است ہوئی اور حسین کی
 عدم اعانت کے سبب جو لوگ نالہ و فریاد کرتے ہیں اور انھیں ناک ہوتے
 ہیں وہ باغ اسلام کے تروٹانہ رکھنے والے ہیں اور وہی لوگ اصلی مسلمان اور
 امام حسین علیہ السلام کے محب اور جناب محمد مصلم کی امت ہیں اور انہیں کی شفاعت
 بواسطے امام حسین علیہ السلام نے شہادت قبول فرمائی بدیوجہ عہد حسین بعض
 خون حسین صرت محبت حسین کے سبب ہر مواخذہ سے پاک و صاف ہو کر بوجہ
 نزول رحمت الہی نجات پاؤنگے۔ پس رحمت الہی کے واسطے سبب کی ضرورت
 ہے۔ اور نزول رحمت کا سبب ظاہری یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام بعد امام
 حسن علیہ السلام کے اس دنیا میں محافظ شریعت و محافظ دین اسلام تھے اس
 محافظت میں اپنے اپنی جان اپنا مال اپنے عزیز اپنے رفیق یہاں تک کہ اپنا
 شش ماہہ بچہ بھی راہ خدا میں نذر کر دیا اور انوار اقسام کے مصائب برداشت
 کئے تین روز کے بھوک پیاس میں گلا کٹایا۔ اور مطلق اضطرار میں نہوا، بفریاد کیا
 اپنے معبود کی ابتدا و پیدایش دنیا سے آج تک کسی بندہ خدا نہیں کی معاوضہ اس
 مرا برداری کا یہ ہوا کہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کی محبت کریگا اور پیر رحمت الہی نازل ہوگی
 اور بوجہ رحمت الہی کل گناہان صغیرہ و کبیرہ بوجہ محبت حسین کے معاف ہونگے اور
 وہ نجات پا کر داخل جنت ہوگا اور امام حسین علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی

بصفت باعث نزول رحمت قرار پائے کہ میں سے تمامی گناہان کبیرہ و صغیرہ اس کے
 مستقیدین کے عفو ہو جاتے ہیں۔ پس نزول رحمت کے واسطے کسی ایسے سبب معقول
 کی ضرورت ہے کہ جس سے عدالت الہی میں نقص بھی واقع نہ ہو اور گنہگار بسبب
 رحمت الہی مستحق نجات بھی ہو جاوے اور ریشہ کی پیدائش فعل عبت نہ ٹھہرے۔
 امام حسین علیہ السلام کے مصائب اور شہادت کے معاوضہ میں رحمت الہی کا نزول
 گنہگار ان است پر ہو گا اور یہ سبب نزول رحمت کا مخالف عدل نہیں اہل سنت جو
 دعویٰ نجات کا دائرہ رحمت الہی پر کرتے ہیں۔ اوکے واسطے کوئی سبب معقول
 بیان نہیں کرتے۔ اور اگر کہتے ہیں تو اسقدر کہ بوجہ اقرار توحید و نبوت اور ہونے
 مسلمان و پڑھنے کلمہ کے خدا اپنے جیب کے تصدق میں انہی رحمت سے بخشہ گا
 کیونکہ کلمہ گو کی نجات کا وعدہ ہے۔ اگر یہ غداروں کا قابل قبول سمجھا جاوے تو
 تاملان حسین اور دشمنان آل رسول بھی قابل نجات قرار پائیں گے۔ اور خارجی ناہبی
 رافضی کل فرقہ ہائے اسلام قابل نجات ہو جائیں گے کیونکہ مسلمانوں کے کل فرقہ کلمہ گو ہیں
 تو اس حالت میں رسول خدا صلعم کی وہ حدیث جو تنفق علیہ ہے کہ میری امت میں
 تہتر فرقہ ہوں گے اور میں سے ایک ناجی ہو گا باقی بیتر فرقہ دوزخ میں جاؤں گے باطل ہو جائے گی
 اور دشمنان آل رسول کی دوزخی ہونے کی اور اصحاب رسول کے دوزخ میں جانے کی جو
 قرآن میں اور احادیث رسول اس صلعم میں خبر ہے ان کی تکذیب لازم ہو جاوے گی۔
 اصلی حقیقت اہل سنت کے اس دھوکا کھانے کی یہ ہے کہ وفات رسول خدا صلعم
 کے بعد جب لوگوں نے انحراف کیا حضرت علی علیہ السلام سے تو بعض لوگوں کو دلوں میں
 محرومی نجات کے خدشات پیدا ہونے لگے لہذا ان کے نالیف قلوب کے واسطے
 بے سرو پا قصہ بنائے گئے حدیثیں تصنیف ہوئیں۔ مگر خیریت ہوئی کہ ان قصوں کے
 بنانے والے۔۔۔۔۔ احادیث کے تصنیف کر نیوالے جاہل تھے۔ انجام پر غور

مکرتے تھے دفع الوقتی کے واسطے جو دل میں آتا تھا رسول اللہؐ کی جانب منسوب کر کے لکھ دیا کرتے تھے۔ ایسا واسطے حکم ہے کہ جو حدیث احکام درانی کے مخالف ہو اور اسکو جھوٹا سمجھنا چاہیے اور اوپر عمل نہ کرنا چاہیے۔ اب میں امام حسین علیہ السلام کے وقعات شہادت ذیل میں نقل کرتا ہوں جنکے ملاحظہ سے ثابت ہو گا کہ شہادت امام مظلوم کے واقعات بیان کرنے سے امت کو کتنا فائدہ پہونچتے ہیں۔ اور اس شہادت امام مظلوم میں باہم شیعہ و سنیوں کے امور بالاعتراع کیا ہیں۔ اول انکی تفسیر صحیح ذیل میں کی جاتی ہے۔

۱۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت اس غرض سے ہوئی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں کل کمالات موجود تھیں مگر کمال شہادت آپ کو حاصل ہوا تھا لہذا امام حسین علیہ السلام کی شہادت اس غرض سے ہوئی کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو رتبہ شہادت بھی حاصل ہو جاوے۔ اسکی تصریح سر الشہادین مصنفہ شاہ عبد العیز صاحب محدث دہلوی میں موجود ہے اور سید تہان کے کل اہل سنت اسی فتویٰ کے مقلد ہیں۔ اور شیعہ کہتے ہیں کہ یہ شہادت لغرض شفاعت امت ہوئی ہے۔

۲۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ مجلس عام میں ذکر قید و مصائب اہل حرم کے بیان کرنے سے خاندان نبوت کی توہین ہوتی ہے اور شیعہ اس ذکر کو باعث نجات سمجھتے ہیں۔ ۳۔ اہل سنت مجالس غزائے حسین کو بدعت سیئہ و قریب بکفر و بدتر از زنا قرار دیتے ہیں اور اٹھارہ لکھ دی میں درج ہے کہ یہ دن برکت والا ہے اس دن خوشی کرنا چاہیے نہ غم اور شیعہ مجالس غزائے عبادت کہتے ہیں اور عاشور محرم کو غم کرنا باعث ثواب آخرت بتلاتے ہیں۔

لہذا نزاعات مذکورہ کے فیصلہ کو امور تنقیح حسب ذیل قائم کیے جائے ہیں۔

۱۔ اگر تعلقہ جائز تھا تو پھر امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید سے انکار کیوں کیا جیسا کہ مولوی محمد جاگیر خان صاحب کا اعراض ہے۔

۲۔ جبکہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت باعث نجات ہے تو حصول نجات کی خوشی میں شادی کرنی چاہیے یا غم۔

۳۔ مجالس غزا کو بدعت سیئہ کہنے اور شرکت مجالس کی ممانعت سے مولوی محمد جاگیر خان صاحب کی کیا غرض ہے۔

۴۔ عاشور محرم یوم خوشی ہے جیسا کہ مولوی محمد جاگیر خان صاحب کا عقیدہ ہے یا روز مصیبت جیسا کہ مولوی شیخ احمد صاحب کا اعتقاد ہے۔

۵۔ حسین علیہ السلام نے نہم محرم کو ایک شب کی مہلت کیوں لی اگر واقعہ شہادت نہم ہی کو ہو جاتا تو کیا ہرج تھا۔

۶۔ ایک شب کی حیات باقی ماندہ کے واسطے حالت تشنگی و گرسنگی میں قاسم ابن حنفیہ کا عقد کیوں کیا گیا۔

۷۔ بروز شہادت امام حسین علیہ السلام نے صدائے استغاثہ کیوں بلند کی تھی۔

۸۔ اگر مضطرب نہ تھے تو امام حسین علیہ السلام طفل شش ماہہ کو لشکر مخالف کے رو برو کس غرض سے لائے تھے۔

۹۔ کیا مجالس عام میں قید الہجوم و مصائب الہجوم کے بیان کرنے سے خاندان نبوت کی توہین ہوتی ہے یا یہ مذکورہ باعث رہنمائی ہے۔

۱۰۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت شفاعت امت کے واسطے تھی یا رسول خدا کو رتبہ شہادت حاصل ہونے کو۔

۱۱۔ اسمعیل علیہ السلام کے حکم ذبح اور بچاے اونکے گوشت کی قربانی میں مصلحت انہی کیا تھی اور وہ امام کیواسطے حیوان کی قربانی کس غرض سے مقرر ہوئی۔

۱۲۔ مجموعہ تورات کتاب یسعیاہ باب ۵۲۔ میں کس بزرگ کے بے جرم و خطا ذبح ہو چکا تذکرہ ہے اور اس شہادت کا کیا نتیجہ ظاہر کیا گیا ہے۔

تنقیح و وارز دوم

اگر تبقیہ جائز تھا تو امام حسین علیہ السلام نے بیعت زید سے انکار کیوں کیا جیسا کہ مولوی محمد جاناگیر خاں صاحب کا اعتراض ہے

اول تو یہ تبقیہ نہ علی علیہ السلام نے بیعت کی نہ امام حسن علیہ السلام نے بیعت کی بلکہ مصلحت وقت ہی تھا کہ صلح کر لی جائے کیونکہ صلح نہ کرنے سے دین اسلام میں رخنہ پڑتا تھا اور چراغ اسلام گل ہوا جاتا تھا۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام نے بھی اور امام حسن علیہ السلام نے بھی صلح کی نہ بیعت اس صلح کا نام اسوجہ سے بیعت رکھا گیا ہے کہ اس صلح کی نسبت دونوں بزرگوں نے منبروں پر بیٹھ کر اعلان کیا تھا۔ اور تبقیہ کہتے ہیں مصلحت وقت پر عمل کر نیکو۔ اور تبقیہ اس وقت کیا جاتا ہے کہ جب کوئی مددگار منور اور تبقیہ کی زیادہ ضرورت تحفظ جان و مال و تحفظ ایمان کے واسطے ہوا کرتی ہے۔ اگرچہ راویوں کے اختلاف نے دوبارہ بیعت ضرور شک پیدا کر دیا ہے۔ تاہم یہ امر محتاج ثبوت نہیں رہا کہ تاریخ تبیین خلافت حضرت ابوبکر کے چھ ماہ کے بعد بوجہ وفات خاتمہ سیدہ حضرت علی علیہ السلام نے صلح یا بیعت کی فرض کر لو کہ بیعت ہی کی تو اس بیعت سے نقصان کیا ہوا بلکہ دین اسلام کی حفاظت ہوئی کیونکہ صلح یا بیعت نہ کرنے سے زمانہ خلافت حضرت ابوبکر ہی میں نوبت تہملوار کشی پہنچ جاتی اور اسی زمانہ میں نہجتن پاک کا خاتمہ ہو جاتا اور اس دنیا میں محافظ شریعت و محافظ دین کوئی باقی نہ رہتا اور اس خونریزی کے سبب لوگ شریعت کے تغیر و تبدل میں بغرض عیب پوشی مطلق دریغ

مکرتے اور چراغ اسلام گل ہو جاتا بدنیو جبہ باقتضائے مصلحت وقت صلح کی گئی اب یہ صلح چاہے داخل بیعت کیجاوے یا داخل صلح سمجھی جاوے بہر حال حضرت علی علیہ السلام نے جو کچھ کیا نہ لقیہ کیا نہ برضا و رغبت اگر رغبت کرتے تو اسی روز کرتے کہ جس روز حضرت ابوبکر کی کل مسلمانوں نے بیعت کی تھی۔ لیکن بخاری اور مسلم کی روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بوجہ وفات جناب سیدہ حضرت علی علیہ السلام کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں کم ہو گئی تھی جسکی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام کو مجبوراً صلح یا بیعت کرنی پڑی اور اسکا نام لقیہ ہے کہ جس کام کے کرنے کو ہی چاہیے اور مجبوراً وہ کام کرنا پڑے۔ اگر حضرت علی علیہ السلام اقتداراً صلح یا بیعت کرتے تو زمانہ خلافت حضرت عمر میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو جھوٹا اور گنہگار اور غادر اور خائن کہتے جکا اقرار خود حضرت عمر نے کیا ہے اور جو مسلم و بخاری سے میں نقل کر چکا ہوں۔ اور امام حسن علیہ السلام کی صلح بھی براہ لقیہ بوجہ مجبوری تھی کیونکہ آپکا بھی کوئی عین نہ تھا اور جو لوگ آپ کے معین ظاہری تھے انکا دلی حال میدان کر بلا میں ظاہر ہو گیا کہ حکم عبید اللہ ابن زیاد بطبع جاہ و مناسبت امام حسین علیہ السلام کو اذیتیں لوگوں نے شاید سونکے شریک ہو کر قتل کر ڈالا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آپنے اس خونریز کا نتیجہ سمجھ لیا تھا کہ شریعت اسلام برباد ہوگی اور دین اسلام کم ہو جاوے گا۔ اگر آپ برضا و رغبت صلح کرتے تو صلح نامہ میں شرائط امن و حفاظت شیعیان علی و اہلبیت رسول اللہ کا معاویہ سے اقرار نہ کرانے۔ اور اس شرط سے غرض آپکی یہی تھی کہ اہلبیت رسول و دوستان حضرت علی کو امن حاصل ہو جاوے تاکہ شریعت اسلام و دین اسلام کی حفاظت تا قیامت قائم رہے۔ کیونکہ اسوقت تک شریعت میں کوئی تغیر و تبدل ہونے نہیں پایا تھا۔ اور اس جنگ کا انجام یہ نظر آتا تھا کہ اہلبیت رسول و دوستان حضرت علی بن سے کوئی باقی نہ رہتا سب تہ تیغ ہو جاتے اور شریعت میں

تغیر تبدیل ہو جاتا لہذا امام حسن علیہ السلام کا بقیہ صلح کر لینا مصلحت و امت کے سبب ایک امر ضروری تھا۔ لیکن امام حسین علیہ السلام اگر بقیہ بیعت یزید کی کرتے تو دین اسلام اس دنیا میں باقی نہ رہتا۔ کیونکہ یزید نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی شریعت میں علانیہ تغیر شروع کر دیا تھا اور شرابخواری اور سود خواری اور زنا و لواطت اور حقیقی بھائی بن کا عقد رائج کر دیا تھا اگر امام حسین علیہ السلام بقیہ بھی بیعت کر لیتے تو جطرح اہل سنت نے یہ بیعت چھین متوہ کو حرام اور تراویح کو جائز اور یہ بیعت امیر معاویہ سے اللہ کا باوازا باندہ نہ پڑھنا و بوسہ رکن یابی و زکوٰۃ فطرہ بوزن تمر شامی و نماز چاشت و نماز اشراق کو اختیار کیا ہے اور واداعام سے کتب صحیحین میں روایات کا لکھنا متروک کیا ہے اس طرح یزید کی جاری کی ہوئی و ن سنتوں پر بھی مسلمان قائم ہو جاتے جو از قسم شرابخواری و سود خواری و زنا و لواطت و حقیقی بھائی بن کا عقد یزید نے جاری کیا تھا۔ اور جطرح پر امام حسن علیہ السلام کی صلح کو معاویہ کی خلافت و امارت کی صحت کی دلیل گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر معاویہ ناسق ہوتا تو امام حسن بھی صلح نہ کرتے اور اس خوشی میں امام حسن علیہ السلام کی بڑی شادی کے ساتھ اہل سنت نے ثنا و صفت کر کے رسول اللہ کے نام سے ایک حدیث بھی تصنیف کر دی کہ رسول خدا نے فرمایا تھا کہ میرا یہ فرزند مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا اس طرح خلافت یزید کے حق ہونے کی بھی دلیل امام حسین علیہ السلام کی بیعت سے پیش کرتے اور کہتے کہ اگر یزید امام ناسق ہوتا تو امام حسین ناسق کی بیعت بھی نہ کرتے۔ اور بناؤ اس دلیل کے مثل سنت شیعہ و سنت معاویہ کے سنت یزید کی بیعت میں بھی اہل سنت کو دریغ نہ ہوتا اور زنا و لواطت و شرابخواری و سود خواری و حقیقی بھائی بن کا عقد اسلام میں جاری ہو جاتا اور شریعت کا اثر بالکل باقی نہ رہتا۔ بدینوجہ امام حسین

یہ زید کی بیعت بہ تقیہ بھی جائز نہ تھی اور بیعت سے انکار کیا۔ کیونکہ فاسق و فاجر کی بیعت حرام ہے اور اس بیعت سے جناح اسلام گل ہوا جاتا تھا۔ اور آپ کی شہادت نے دین اسلام کو روشن کر دیا۔ اور شریعت کو محفوظ رکھا۔ اور یہ رفیق دین اسلام کی بوجہ خون جستن تا قیامت قائم رہی اور شریعت اسلام میں بھی تا قیامت زوال نہ آنے پاوے گا۔ اور رستلاشی راہ رست حق و باطل میں بہ آسانی تمیز کر سکے گا۔ پس حضرت علی علیہ السلام و امام حسن علیہ السلام کی صلح یا بیعت بھی بظہر حفاظت دین تھی اور امام حسن علیہ السلام کا ازکار بیعت بھی ایسی وجہ سے معاف ہر موقع اور ہر وقت کی مصلحت جدا ہوتی ہے جیسا وقت اور جیسا موقع ہوتا ہے ویسا عمل کیا جاتا ہے پس حضرت علی اور حسین علیہ السلام نے جیسا موقع دیکھا ویسا عمل کیا اسپر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور نہ یہ امر قابل اعتراض ہے۔ فرض کر لیا جاوے کہ میرا محمد جب ٹونک گئے تو تقیہ کیا اور جب وہلی گئے تو تقیہ نہیں کیا اسپر اعتراض کیا ہو سکتا ہے یا یون کہو کہ میرا محمد نے ٹونک میں تقیہ کیا اور ان کے فرزند نے وہلی میں تقیہ نہیں کیا تو اس میں قباحت کیا ہوگی ٹونک میں مصلحت ہی تھی کہ تقیہ کیا جاوے اور وہلی میں بھی مصلحت تھی کہ تقیہ نہ کیا جاوے جسکی امامت واجب التسلیم ہوتی ہر اوسکا کوئی فعل اعتراض کے قابل نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے زید کی خلافت اور امامت پر اجماع کیا اور زید کو امام برحق مانا اور ان کے نزدیک زید کا کوئی فعل قابل اعتراض نہیں ہو سکتا جیسا کہ عبد اللہ ابن عمر نے اہل مدینہ کو جمع کر کے سمجھا دیا کہ زید کی خلافت حق ہے شکست بیعت مت کرو یہ بڑا گناہ ہے عبد اللہ ابن عمر کے اس قول کی نقل تنقیح نہ خیر حسین کی گئی ہے۔ یا ابو شکور سلیمی کا قول کہ زید امام برحق تھا کیونکہ تابعداری کی یہ یہ کی اصحاب رسول اللہ نے اور اسکی خلافت کو قبول کیا اسلئے بیعت زید کی حسین پر

واجب بھی یا سلام علی قاری صاحب شرع فقہ کبیر و صواحنی محرقہ میں ابن جریر کا قول
 ایماہ العلویہ میں حجت الاسلام امام خراسانی کا قول کہ زید مومن تھا اور خلافت اہل
 حق تھی ان علماء و متبرین کے اقوال نتیجہ نبرد ہجرت میں نقل ہوئے ہیں۔ اور غوث اعظم
 علیہ السلام کا قول ہے کہ میں نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اس کے بعد میں نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا
 یعنی اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور

اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور

اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور
 اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو قتل کیا اور

دراسطے قابل شکایت نہیں ہو سکتے۔ جو جگہ مخالف ہوتا ہے اوپر ضرور اعتراض کرتا ہے چاہے وہ اعتراض حق ہو یا غلط۔ پس امام حسین علیہ السلام کے بغیر بیعت نہ کرنے کا یہ سبب ہے جو لکھا گیا۔ اور شیعوں اس معاملہ میں صادق القول ہیں مولوی محمد جاگیر خان صاحب کے یہ اعتراض کہ اگر تقیہ جائز تھا تو امام حسین علیہ السلام نے یہ تقیہ بیعت کیوں نہ کر لی جیسا کہ حضرت علی نے کی تھی بالکل غلط اور بے بنیاد ہے لہذا میں اس تنقیح کو بحق شیعیان علی نبیل کر کے شیعوں کو ڈگری دیتا ہوں کہ شیعہ ہر کام میں فرمانبرداری کرتے ہیں احکام خدا و احکام رسول کی اور پیروی کرتے ہیں دوازدہ امام کی اور اہل سنت ہر کام میں دوازدہ امام کے مخالف ہیں اور خلفاء ثلاثہ کے پیرو ہیں۔

تنقیح نمبر سیزدہم

جبکہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت باعث نجات ہو تو حصول نجات کی خوشی میں شادی کرنی چاہیے یا غم پھر مجالس غم کے کرنیے نفع کیا ہو مجالس غم کے کرنے سے آپس میں تو یہ ہو کہ مجالس حسین و عثمان حسین کی شناخت مجلس عزاء من بہ آسانی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ابتدا سے یہ دستور ہے کہ مجلس عزاء میں اول فضائل آل رسول بیان ہونے ہیں اور کے بعد مصائب بیان کیے جاتے ہیں حاضرین مجلس میں سے جن لوگوں کو آل رسول کے ساتھ قربان آنی قیل لا اسئلكم علیہ اجر الا لکم جنة فی الفردوس۔ اے۔ ملی محبت ہوتی ہو وہ ذکر فضائل سے محفوظ ہونے ہیں اور ذکر مصائب سنگریزہ و زاری کرتے ہیں اور جو لوگ شرم دنیا سے بظاہر آل رسول کی دوستی کا اقرار کرتے ہیں مگر الزام دشمنی آل رسول سے عامہ خلایق کے سامنے محفوظ رہیں مگر ان کے دل و دھنیں آل رسول کی محبت کا مطلق اثر نہیں ہوتا وہ فضائل آل رسول سن کر مضی کہہ کرتے ہیں۔

اور ان افعال کو مجبوث اور بے اصل سمجھنے میں اس وجہ سے ان کے چہرہ پر آفتاب و غیب
 منور ہوتے ہیں اور مصائب آل رسول شکر خندہ نشی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دیکھا
 امر وی کا ہے ان افعال سے بوجہ مجلس غزا حسین علیہ السلام مجاہدین حسین و عثمان حسین
 کی شناخت بہ آسانی ہو جاتی ہے اور یہ علامت شناخت کی تاقیامت یہیگی۔ پس اس
 علامت سے جب دشمنان آل رسول کی شناخت ہو جاتی ہے تو مجاہدین حسین اور اسے
 نفرت کرتے ہیں اور ان کے افعال اور اقوال پر اعتبار نہیں کرتے اور اس عمل رائے سے تاویم
 وفات کامل الایمان رہتے ہیں اور ایمان دار مرتے ہیں۔ وہ سہ ائمہ مجلس غزا
 حسین علیہ السلام کا یہ ہے کہ پروردگار عالم نے محبت آل رسول مت پر واجب کی ہے
 اور علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام اس وقت اس دنیا میں موجود رہیں کہ دنیا کی
 اور فرمانبرداری کرنے سے ہمارے ولی عظام ظاہر ہوں اور محبت قلبی کا امتحان
 ہو جاوے اور اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب و بارہ محبت آل رسول ایک امر
 ضروری و لازمی ہے۔ کیونکہ محبت آل رسول ذریعہ نجات قرار دیا گیا ہے لہذا مجلس
 غزا حسین میں ہر شخص کو محبت قلبی کے اظہار کا موقع ملتا ہے اور ایک دوسرے کی
 محبت کی صداقت کا گواہ ہو جاتا ہے اور یہ شہادت بروز قیامت مجاہدین آل رسول کے
 نفع کا ایک مستحکم ذریعہ ہوگی۔ تیسرے اس مجلس غزا سے تاقیامت آل رسول کی یادگار کی
 قائم ہوتی ہے اور امت پر یہ امر ظاہر ہوتا رہتا ہے کہ فرزند رسول نے ہماری نجات
 کے واسطے اس دنیا میں مصائب عظیم اٹھا کر اپنی شہادت قبول کی اور ہماری نجات
 کے واسطے شدت گریا میں تین روز تک بھوک اور پیاس کی اذیت اٹھائی اپنے
 بچہ صغیر شش ماہہ کو نشانہ تیر ستم کیا علی اکبر سے جو ان فرزند ہم شکل بنی کو اپنی آنکھوں
 سے فرج ہوتے دیکھا۔ اپنے جوان بھائی عباس علیہ السلام کو جو تانی حیدر تھے شہید ہوئے
 دیکھا۔ کم سن بھانجون اور بھتیجون اور جوان بھائیوں کو راہ خدا میں فرج ہوتے دیکھا

انصار اور رفقاء کی شہادت کا صدمہ اٹھایا۔ اپنی غمخوار بین جناب زینبؓ کا تہن پہاڑی
 و خضر جناب سکینہؓ کی جدائی قبول کی مگر راہ خدا میں شہادت سے انکار نہ کیا۔ اور اپنا گلا
 گٹا دیا۔ جب ان واقعات کو ایکاندر سماعت کرتے ہیں تو اونکے دلوں میں محبت آل
 رسول جوش زن ہوتی ہے۔ اور حقیقت اسلام ثابت ہوتی ہے اور اس ذریعہ سے
 سامعین کو اپنی نجات کا اطمینان ہو جاتا ہے۔ اگر عزاء امام حسین علیہ السلام کی مجلس میں نہون
 نو ذکر شہادت امام مظلوم اب تک فراموش ہو جاتا۔ اور اس ذکر کی فراموشی سے مذہب
 اسلام بھی اس دنیا سے گم ہو جاتا۔ اسی ذکر شہادت نے مذہب اسلام کے تاراج شدہ
 باغ کو آج تک سرسبز کر رکھا ہے اور اسی طرح سے تاقیامر سبز رہیگا۔

پس شہادت امام حسین علیہ السلام کا یہ ایک ادنیٰ فائدہ ہے کہ اس شہادت کے واقعات
 ظاہر کرنے کے ذریعہ سے شیعوں کا گروہ شریعت اسلام و دین اسلام کی حفاظت کر رہا
 اور شیعوں کی اس حفاظت سے اہل سنت بھی استفادہ نفع اٹھاتے رہے ہیں کہ حسب طرح آل
 رسول کی مخالفت اور ضد میں دشمنان آل رسول نے مذہب اسلام کو ترک نہ کیا
 بلکہ اس بات کے باہل اہلسنت دعویٰ دیا کہ اہل سلمان ہم ہیں اور مذہب اسلام
 کو ہم علان کرتے ہیں اور بعد رسول حقدار اور خرامت ہم ہیں نہ آل رسول۔ آل
 رسول نے کونسی مسجد بنائیں کون سی ملک فتح کیے کتنے کافروں کو قتل کیا کتنے کافروں
 کو سلمان بنایا کتنے دعویٰ دیا ان نبوت کو تباہ و برباد کیا کتنا مال غنیمت حاصل کیا اور
 اس دند و دشمنی میں مذہب اسلام نے رقی پائی جیسا کہ جناب رسالت صلوٰۃ فرمایا
 تھا کہ بہ دین رونق پاویگا ناسق و فاجر سے اس حدیث کی نقل صحیح بخاری کے متبع
 نہروم میں کی گئی ہے۔ اس طرح ان مجالس غرا کے ہونے سے اہل سنت شیعوں کے ساتھ
 دشمنی اور حسد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل سلمان ہم ہیں شیعوں تو رافضی ہیں اور ابن باب
 یودی والی جیلی ہیں اس طرح بیشواہان اہل سنت نے آل رسول کی ضد میں اپنے کو اہل

مسلمان اور فاضل الامت و فخر اسلام قرار دیا اور انکی اس ضد اور دشمنی نے اسلام کو ترقی دی۔ اس طرح اہل سنت جو شیعوں کے ساتھ حسد اور کینہ اور دشمنی کرتے ہیں اس ضد میں دین اسلام کو اس دنیا میں قیام ہے۔ اور فرقہ ناجی روز بروز ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ اگر مجالس غرائہ کچا وین تو اہل سنت کو دشمنی اور بغض اور کینہ بھی شیعوں کے ساتھ پیدا ہو۔ کیونکہ ہر شے کی ترقی اور تغزل کے واسطے ضد کی ہمیشہ ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ زمانہ خلافت بنی امیہ سے ایک زمانہ اختتام خلافت بنی عباس شیعوں کے حساب قتل ہوئے زندہ دیواروں میں چبے گئے تاہم ان مجالس غرائہ کے سبب شیعوں برابر ترقی کرتے چلے جاتے ہیں سب اس ترقی کا سبب ہے کہ جب مجالس غرائہ میں واقعات شہادت بیان ہوتے ہیں اور اہل سنت اپنے پیشواؤں کے حالات ظلم اور ان مجالس میں سنتے ہیں اور انکو واقعیت ہوتی ہے تو جو لوگ مذہب اسلام کو منظر نجات قبول کئے ہوئے ہیں وہ ضرور شیعوں ہو جاتے ہیں اور مجالس غرائہ میں کیسے آنے کی مخالفت نہیں ہے پس اصل میں مجالس غرائہ اشاعت دین کا ایک مستحکم ذریعہ ہے بدینو جب مجالس غرائہ ضرورت ہوتی ہے اور چوکھڑیاں غرائہ دین کی اشاعت کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے ایسے داخل عبادت سمجھی جاتی ہیں۔ اور ان مجالس میں جب مصائب اہلبیت بیان ہوتے ہیں تو خوش محبت کے سبب نوبت بگریہ و زاری پہنچتی ہے کیونکہ شہداء کو بلا پر جو مصائب گذرے ہیں وہ ابتداء سے پیدائش دنیا سے آج تک کسی پر نہیں گذرے اور یہ مصائب محض حفاظت دین و حفاظت شریعت کے سبب شہداء کو کر بلا لانے برداشت کیے تھے اور گریہ و زاری ثبوت محبت کی ایک واضح دلیل ہے جو باعث نجات قرار پائی ہے۔ ان وجوہ سے مجالس غرائہ کا ہونا اور نوبت بگریہ و زاری پہنچنا ضروریات دین میں سے ہے۔ اور ایمان داروں کی شادی اور خوشی صرف آل رسول کی محبت اور

اطاعت اور نافرمانی ہے۔ اس محبت اور اطاعت اور نافرمانی میں جو فہمیت ہے یہ وزاری ہو جاتی ہے یہی گریہ وزاری موسین کے واسطے شادی ہے اور یہی گریہ وزاری موسین کی خوشی ہے اور یہی گریہ وزاری نجات دین و نجات دینا کا ذریعہ ہے۔ اور اس گریہ وزاری کے سبب دشمنوں کا صفحہ دشمنوں کا جبر دشمنوں کی ایذا رسانی شیعوں کے واسطے باعث فخر ہے۔ اگر شہادت امام حسین علیہ السلام بوجہ حصول نجات باعث شادمانی قرار دیا جائے جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ یوم شہادت بوز فرحت اور شادمانی ہے کیونکہ اس روز ایک بنی زائدہ کو وجہ شہادت حاصل ہوا تو اس اعتبار سے یزید و لشکر یزید کا شمار محبان آل رسول میں ہو گا کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کی خوشی اور شادمانی یزید اور لشکر یزید و قبیلہ بنی امیہ و فرمانبرداران و طرفداران یزید نے کی تھی۔ نہ آل رسول و محبان آل رسول نے۔ پس شہادت امام حسین علیہ السلام کو باعث خوشی و شادمانی قرار دیکر خوشی کرنا دشمنان آل رسول کا کام ہے نہ کسی مومن محب آل رسول کا۔

تیغِ نبویؐ چہاں وہم

مجالس غرا کو بدعت سیئہ کہنے اور ممانعت کرنے سے مولوی محمد جاناگیر خاں صاحب کی کیا عرض ہے

اصلی حقیقت اسکی یہ ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد لوگوں میں اضطراب پیدا ہو گیا تھا جسکا ثبوت اس تحریر سے ہوتا ہے جو باہم عبداللہ ابن عمر اور یزید ہوئی اور جسکی نقل تاریخ بلاوری سے تیغِ نبویؐ میں کی گئی ہے اور ہر طرف سے لوگوں کا انتقام خون حسین کے واسطے مستعد جنگ ہو گئے چنانچہ مختار ثقفی کا خروج بہت مشہور ہے جسکی امانت بن شیمان علی شریک ہوتے چلے جانے تھے اس مختار ثقفی کی نسبت

بوجہ محبت امیر معاویہ و نیز یہ اہل سنت الزام ازداد لگاتے ہیں۔ منی لکھنے کے خروج
 حکومت یزید کا رنگ بدل دیا۔ چونکہ عبوس خون حضرت عثمان امام حسین علیہ السلام
 کے گئے تھے اور روستان حضرت عثمان یعنی روسا و مدینہ و مکہ و دیگر مسلمانان نے
 بوجہ سے امام حسین علیہ السلام کی اعانت نہ کی تھی کہ اونے خون حضرت عثمان کا
 بہ لایا جاتا تھا۔ اگر حسین علیہ السلام کی اعانت کرتے تو حضرت عثمان کی خلافت کے
 مخالف قرار پاتے اور حضرت عثمان کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت
 سے بھی منکر ہونا پڑتا تھا۔ جنکے اجماع سے یہ سہ حضرات خلیفہ بنے بدین وجہ
 سب لوگوں نے سکوت کیا اور واقعہ شہادت کر بلا کا ہو گیا۔ لیکن بعد شہادت
 جب لوگ انتقام خون حسین پر آمادہ ہو گئے تو تمامی اصحاب و انصار میں اضطراب
 پیدا ہو گیا اور سب لوگ اندیشہ مند ہو گئے کہ اس شہادت سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت
 کا منصب بھی ثابت ہوا جاتا ہے۔ اور کل اصحاب و انصار و تابعین و مسلمین کے
 ذمہ الزام قتل حسین عاید ہوتا ہے۔ جنکے اجماع سے یزید خلیفہ ہوا۔ اور جنھوں نے
 خدا اور رسول خدا کے احکام کی مخالفت کر کے تعین خلافت کے واسطے اجماع ہمت
 کی رسم کالی۔ پس شہادت امام حسین علیہ السلام کی تشویش میں سب پشیمان تھے اور
 اس اضطراب و پریشانی کے سبب ہر شخص باستثناء اہل شام یزید کو الزام دیتا تھا
 کہ تو نے مجرا کیا۔ اور ان الزامات کے سبب انجام میں یزید بھی پشیمان ہوا۔
 اور پشیمان ہو کر اہل حرم کو قید سے رہا کر کے باغزار مدینہ بھیجا۔ اور جناب
 سید الساجدین بھی یزید کی اس پشیمانی کے سبب قتل سے محفوظ رہے۔ پس
 واقعات شہادت حسین علیہ السلام بیان ہونے سے ان اصحاب و انصار پر کہ
 جنھوں نے خلافت خلفاء ثلاثہ و خلافت امیر معاویہ و خلافت یزید پر اجماع کیا تھا
 قتل حسین و انصار حسین واقعہ باحسین کا الزام عاید ہوتا ہے اور انجام میں سلسلہ

پہلے یہ الزام قتل کا حضرت عمر کے ذمہ عاید ہو جاتا ہے جیسا کہ تحریر بالا ہی میں ہے۔
 عبداللہ ابن عمر مندرجہ شیعی پنجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ یہ نے عبداللہ ابن عمر کو
 صاف لکھا کہ اس قتل کا بانی تیرا باپ ہے اور وہ گونہ نے کہا کہ حسین قتل ہوئے
 بروز شہرہ سقیفہ بنی ساعدہ اور یہ سب احباب و انصار و خلفاء ثلاثہ و امیر معاویہ
 پیشوایان اہل سنت سے ہیں چونکہ خون حسین کا مواخذہ سب کے ذمہ عاید ہوتا
 تھا اور اس مواخذہ خون کے سبب خلفاء بنی امیہ و بنی عباس کو اس بات کا ہمیشہ
 خوف رہا کہ صریح مختار ثقفی نے انتقام خون حسین کے واسطے خروج کیا اور قتال احقرین
 کو جا بجا ڈھونڈ کر قتل کیا اور طوائف الملوکی ہو گئی۔ یہاں اس ذکر شہادت شہداء
 کر بلا سے مسلمانوں کو وقتاً بوقت نہ پیدا ہو جاوے اور اس جوش میں شل خروج
 مختار ثقفی کے پھر جنگ نہ شروع ہو جاوے اور طوائف الملوکی پھر نہ ہو جاوے۔
 اور اس طوائف الملوکی میں۔ اولاً حسین جو سند امامت پر یکے با دیگرے جلوہ افروز
 ہوتے چلے گئے ہیں خلافت اسلام پر قابض ہو جاوین۔ اور اسوجہ سے حکومت
 خاندان بنی امیہ و بنی عباس سے جاتی نہ رہے۔ لہذا بنظر تالیف قلوب بڑی دانشمندی
 کے ساتھ وقتاً فوقتاً اول مختار ثقفی پر الزام ارتداد لگایا گیا تاکہ عام مسلمان اس سے
 کنارہ کش رہیں اور اس کے شریک ہو جاوین اور یہ مآثر تقلید تھی اس مکر کی جو
 جنگ صفین میں کلام مجید نزول پر بلند کیے گئے تھے جسکے سبب سے لشکر حضرت
 علی کے لوگ جنگ سے دست کش ہو کر حکم جناب امیر کی بجا آوری سے قاصر ہوئے
 اور ایک گروہ خارجی ہو گیا۔ یہ ساری تدبیر بنی خلفاء بنی امیہ کے استحکام خلافت
 کے واسطے تھیں چنانچہ مختار ثقفی کی نسبت یہ خوشامد خلفاء وقت کے عالموں نے
 اپر اتفاق کیا اور مختار ثقفی کے ارتداد پر فتویٰ دئے۔ پھر خلفاء وقت نے
 وقتاً فوقتاً اماموں کو بھی زہر سے شہید کیا۔ دوسرے عمر ابن عبدالعزیز نے اپنے

زمانہ خلافت میں رسم لعن کو موقوف کیا جو انھوں نے برس سے حضرت علی
اور لاہ علی علیہ السلام پر ہر خطبہ جمعہ میں ہو کر پڑھا تھا اس پر عامہ خلافت میں عمر بن
عبد العزیز کی نیکناسی کو عالموں نے شہرت دی اور آج تک شہرت دیتے چلے
جاتے ہیں غرض اس شہرت سے یہ تھی کہ لوگوں کے دلوں میں بنی اسیہ کی محبت
اور استحکام ہوا اور لعن طعن سے باز رہیں اور یہ فعل عمر بن عبد العزیز کا مصلحتاً
تھانہ اعتقاداً اوسے رسم قدیم کے مطابق تقلید آبائی اہل سنت آج تک عمر
عمر بن عبد العزیز کی ناوضفت کرتے چلے آتے ہیں۔ تیسرے مجالس غزا و
ذکر شہادت شہداء کو بلا کی قطعی ضمانت تھی اوسے ضمانت کا سبب کہ مکہ و مدینہ
میں بروز عاشورہ آج تک کوئی ذکر نہیں کرتا بخیر شیعہ نگار جو مسافر انہ طور پر محض
اس ذکر کو کر لیتے ہیں اور اسی بنا پر ابن حجر علی نبیہ و حجت الاسلام امام غزالی نے
ذکر شہادت شہداء کو بلا کو منع کیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ اس ذکر سے خلفاء
ایجاب سے بدظنی و کینہ دلوں میں پیدا ہوتا ہے نقل اسکی تقیہ نمبر پنجم میں آگیا
ہے اور اکثر علماء اہل سنت اسطور پر لکھتے چلے آتے ہیں۔ چوتھے سبب کشتن
کی گئی سبارہ میں کشتا نہا سے قبر شہداء کو بلا نیست و نابود کر دے جاویں تاکہ
ذکر شہادت امام حسین علیہ السلام و اموشش ہو جاوے اور اصحاب و انصار و
خلفاء ثلاثہ و امیر معاویہ الزام قتل آل رسول میں بدنام نہوں مگر یہ کوشش بھی
ضائع ہوئے۔ اور اسی بدنامی سے اپنے پیشوایان دین کو بچانے اور امت کو
تسلیم دینے کے لیے ابن حجر و حجت الاسلام امام غزالی و ملا علی قاری صاحب
شرح فقہ اکبر لکھ رہے ہیں کہ قتل حسین میں نہ بد کا کوئی قصود نہ تقایر بد موسن
تھا خلافت نہ بد کی حق تھی اور مشیت الہی باعث قتل حسین تھی ان واقعات کی
نقل تقیہ نمبر پنجم میں کی گئی ہے۔ چونکہ زمانہ شہادت امام حسین علیہ السلام سے

تتبع فرما رہا ہوں

تاہم ہر زمانہ میں پیروایان اہل سنت اس امر میں کوشش کرتے رہے کہ ذکر شہادت حسین علیہ السلام کی طرح مسدود ہو جاوے کیونکہ اس فکر سے سامعین کے دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور ان اہل حق کے جانب سے بڑی پیادہ پیدا ہوتی ہے جنہوں نے خلافت زید پر اجماع کیا اور حسین علیہ السلام کی نصرت نہ کی اور اسکے انجام میں خلفاء ثلاثہ کا کینہ سامعین کے دلوں میں حکم ہو جاتا ہے چونکہ وہ زمانہ حکومت خاندان بنی امیہ وہی عباسیوں کا عہد بدیوبہ عارضہ خلافت میطیع اور اور فرما ہوا اور خلفاء وقت کے تھے اور علماء دین بغرض حصول عزت و دولت خلفاء وقت کی فرمانبرداری اور خوشامد کو دین و ایمان سمجھتے تھے لہذا واسطے استحکام سلطنت خلفاء بنی امیہ وہی عباسی علماء دین ہر زمانہ میں کچھ نہ کچھ بات بنا کر مسلمانوں کو ذکر شہادت شہد اکربلا سے وقتاً فوقتاً ہمیشہ منع کرنے چلے آئے ہیں اور رفتہ رفتہ اس رسم مانعت کو استحکام ہو گیا۔ اسی رسم معینہ کے مطابق اپنے باپ دادا کی تقلید میں اب بھی اہل سنت ذکر شہادت شہد اکربلا سے مانعت کرنے ہیں اور مجالس شہد اکربلا کو بدعت سیئہ بتلاتے ہیں اور قریب بہتر کہتے ہیں حالانکہ اب اس ذکر سے کوئی نقصان اہل سنت کا نہیں ہوتا۔ کہونکہ نہ اب خلافت بنی امیہ کی باقی ہے نہ بنی عباس کی کہ جسکو ذکر شہادت شہد اکربلا سے ضرر پہونچتا ہو صرف رسم معینہ کی تقلید میں اہل سنت بلا ضرورت اور بلا سبب مانعت کرتے ہیں اور آمادہ جنگ و جدال ہوتے ہیں اور انجام پر غور نہیں کرتے کہ اس مانعت کے سبب دشمنان آل رسول میں از کا شمار ہوا جاتا ہے۔ اور اس مانعت سے نہ کوئی نفع ہے نہ اب اس مانعت کی ضرورت ہے۔ پس یہ مانعت اہل سنت کی نا فہمی کے سبب تقلیداً ہے نہ ضرورتاً و شرعاً۔

منتخب نمبر پانزواہم

ماشور محرم یوم خوشی ہی جیسا کہ مولوی محمد جبار
خان صاحب کا عقیدہ ہی یاروز مصیبت جیسا کہ
مولوی شیخ احمد صاحب کا اعتقاد ہے۔

اصل حقیقت اسکی یہ ہے کہ جس روز عاشور محرم کو امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے
آسمان سے خون برسا حنائت کے نالہ و شیون کی حد اسبے گنتی ہر گونج کے پیچھے
اسے خون تازہ نکلا انعام ہر اذ قتل الحسینؑ یوم بلا و ذیہ الحسینؑ کو بلا ہر چار جانب
بلند تھی بکاؤ ارتشاد عبدالغیر صاحب محد شہ و ہدی نے اپنی کتاب الشہادتین
میں لکھا ہے۔ اہل حرم میں نالہ و شیون پاتھابی بیون نے سر کے بال کھول رکھے
سرون پر خاک پڑا۔ سہنے اپنے وارثوں کے غم میں بی بیان منہ پر طماخہ مارتی
تین سینہ کوٹتی تین سر پیٹتی تین ہر طرف تو المومنین ماتم حسین ہوا تھا اور اہل حرم لوٹے
جاتے تھے اور ایسے کہیے جاتے تھے اور مصائب شدید میں مبتلا تھے اور طرف فوج
یزید میں قتل حسین کی عید تھی عید الشہدائین زیاد کا دربار اور شہر کوفہ شل یوم
عید آراستہ کیا گیا تھا اور دربار یزید اور شہر شام میں جشن تھا اور آپس میں ملتے
تھے اور خوشی کرتے تھے اور وہ لوگ کہ چکے اجماع سے یزید خلیفہ ہوا یزید کے
ساتھ شریک جشن تھے پس جو لوگ اختلاف یزید کے مصلح اور فرمانبردار تھے
اور خلافت یزید کو حق جانتے تھے وہ لوگ یزید کی پیروی میں یوم عاشور محرم کو
یوم عید اور یوم جشن اور یوم خوشی قرار دیتے ہیں اور جو لوگ متفقہ و پیرو علی
و اولاد علی علیہ السلام کے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کو اپنا پیشوا جانتے ہیں وہ
لوگ بروز عاشور محرم مصائب شہداء کو بلا و مصائب المجرم کو یاد کر کے ماتم کرتے

ہیں سرو پیر خاک اوڑھتے ہیں سینہ و سر پیٹتے ہیں تا از شیون کرتے ہیں
 اور قاتلان حسین سے اپنی نفرت ظاہر کرتے ہیں چنانچہ اسی غم میں جناب سید الساجد
 چالیس سال کا مل روئے ہیں، جسکے سبب آنکھوں میں ملتہ پڑ گئے تھے۔ خلافتِ زیر
 کے بعد چھ سو برس تک خلافتِ ناندان بنی امیہ و بنی عباس میں رہی اور پھر مانہ
 میں بہ تقلیدِ زید یوم عاشور محرم یوم سعد و یوم عید و یوم جشن قرار پاتا رہا اور
 خلفاء وقت کی خوشامد کے سبب عالموں نے بھی یوم عاشور محرم کے فضائل بیان
 کر کے اس دن کو باعثِ سرور و باعثِ خوشی قرار دیا تھا۔ چنانچہ جناب غوثِ اعظم
 شیخ عبد القادر جیلانی نے بھی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں یوم عاشور محرم کو یوم
 فرحت و سرور لکھا ہے اسی تقلیدِ زید میں جناب مولوی محمد جاگیر خان صاحب
 بھی کتاب اظہار الہدیٰ کے صفحہ ۸۳- میں اس یوم عاشور کو یوم عید اور باعثِ
 خوشی قرار دیتے ہیں چنانچہ مولوی صاحب ممدوح کے کلمات مندرجہ اظہار الہدیٰ
 صفحہ ۸۳ سے مجتہد فیل میں نقل کر کے اسکی توضیح کیے دیتا ہوں تاکہ ہر شخص مولوی صاحب
 موصوف کے ارادے اور اعتقاد سے آگاہ ہو جاوے۔

اصل عبارت کتاب اظہار الہدیٰ جب مسلمان محرم کا چاند دیکھیں اس ماہ کو متبرک سمجھیں
 توضیح یعنی مقصد دلی مولوی اس ماہ محرم میں زید نے خون حضرت عثمان کا بدلا امام
 محمد جاگیر خان صاحب کا۔ حسین علیہ السلام سے لیا ہے اور زید کو اس مہینہ میں

فتح نصیب ہوئی ہے + پلئے اس مہینہ کو متبرک سمجھنا چاہیئے اس واسطے کہ اسی مہینہ میں
 پنجتن پاک کا خاتمہ ہوا جسکے سبب سے زید کو راحت قلبی حاصل ہوئی اور دشمنان
 زید یعنی آل رسول کے بی بیوں اور مان بہنوں کو اسی مہینہ میں دولت اور رسوائی
 نصیب ہوئی پھر اس سے زیادہ اور کونسا مہینہ مبارک ہوگا۔ کہ دشمنان زید تہ تیغ
 ہوئے انکے حرم رسوا کئے گئے۔

تبلیغ نمبر پانچواں

۳۳۳

نمبر پانچواں

حاصل عبارت کتاب اطہار الہدی - ما شورد کے دن روزہ رکھیں نوافل پڑھیں
نفل کرین علماء سے ملیں محتاج و کمزور بیل شد صدقہ دین اور باہم مسلمانوں
سے ملیں۔

وضیح - بروز عاشور غسل کر نیکی ہدایت اس واسطے کی ہے کہ اس روز شہدا و
کریم کو پانی میسر تھا لہذا فتح یزید کی خوشی میں بلا ضرورت بھی بروز عاشور
غسل کرنا چاہیے جیسا کہ بروز عید غسل کرتے ہیں تاکہ یوم عاشور کا روز عید
و روز مسرور ہو ناظر ہوا و معتقدین حسین علیہ السلام کو معلوم ہو جاوے
اور ان کے امام کو بروز عاشور ایک جام آب میسر نہ تھا کہ خلق اپنا تہ کرتے مگر مقتدان
یزید کو جس طرح بروز نفل حسین بکثرت پانی میسر تھا اسی طرح ان کی تقلید میں ان کے
مقلد و نکلوات تک مقتدر پانی میسر ہے کہ بروز عاشور ایک مشک پانی سے
بلا ضرورت بھی غسل کرتے ہیں۔ اور روزہ رکھنے کی ہدایت اس واسطے ہے
کہ امام حسین علیہ السلام تو بروز عاشور بھی روزہ میسر نہوا کیونکہ بعد ظہر و قبل از
عصر آپ شہید ہو چکے تھے اور روزہ ختم ہوتا ہے شام کو نہ آپ نے روزہ کی
نیت کی تھی کیونکہ روزہ ہوتا ہے چار پہر کا نہ چوبیس پہر کا آپ پر تو تین روزہ
سے آب و دانہ بند تھا اور جب تک ایک روزہ افطار نہ خواہ صرف پانی
سے یا پانی و دانہ دونوں سے کیونکہ نیت افطار روزہ میں رزق کی قید موجود
ہے۔ اوس وقت تک دوسرا روزہ شروع نہیں ہوتا۔ مگر مقتدان یزید کو جس طرح
بروز نفل حسین اطہیان حاصل تھا اور فتح یزید کی نیت سے روزہ نذر رکھا تھا اوسکی
تقلید میں روزہ رکھنا امر ضروری قرار دیا جاتا ہے تاکہ سنت یزید پورے
طور پر ادا ہو جاوے۔ اور علماء دین سے ملنے کی اور آپس میں مسلمانوں کے
ملنے کی ہدایت سے یہ مطلب ہے کہ جب تک مسلمان عالموں سے نہیں ملے

پانچم سالانہ نمین کرنے یوم عید کی فضیلت ظاہر نہیں ہونی چنانچہ بروز عید جو مسلمان پانچم سالانہ کرتے ہیں اس سالانہ سے غرض ہے اظہار مسرت کہ خدا نے ہم کو روز عید اس دنیا میں انجیب کیا کیونکہ یوم عید مسلمانوں میں یوم سعہ و برکت و یوم خوشی قرار پایا ہے لہذا اس خوشی کے اظہار میں پانچم سالانہ عید میں اور عاشور محرم کی برکت اور یوم عید اور یوم خوشی کے اظہار کی نسبت سے سالانہ پانچم کی مولوی صاحب ہدایت فرماتے ہیں۔ اور صدقہ دینے کی ہدایت بھی اسی غرض سے ہے کہ بروز عید صدقہ دینا لوازمات عید میں سے ہے۔ اور اس صدقہ دینے سے اہلبیت رسول کی محتاجی اور زیریدہ مقلدان زیرید کی دولتندی چھٹی اور سخاوت فتح زیرید کی خوشی کا اظہار ہوتا ہے۔ اصل عبارت کتاب اظہار الہدیٰ اور ان اعمال پر سننے بکین مثل مرثیہ سننے سینہ کوٹنے سرپیٹ نے سے کہوئے بھس اوڑھانے ماتم کرنے نذر حسین بیل کہ کھنے فاقہ سے مرنے پابرہنہ پھرنے زمین پر لیٹنے وغیرہ سے۔

توضیح۔ چونکہ عاشور محرم فتح زیرید کا دن ہونے کے سبب یوم خوشی و یوم فرحت ہے دوستان زیرید کے واسطے اسلئے مولوی صاحب ممانعت فرماتے ہیں کہ اس خوشی کے دن مرثیہ سنا چاہیے کیونکہ مرثیہ کے معنی لغت میں لکھے ہیں۔ اوصاف مروے کے اسطرح بیان کرنا کہ سننے والوں کو رحم آوے۔

اور جو مرثیہ پڑھے جاتے ہیں انہیں بھی شہداء اور بلا کے وہ اوصاف و سچ بولتے ہیں کہ جنگی ساعت سے دلون میں درد پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ شہداء کو بلا بوجہ انکار حیات زیرید شہید ہوئے ان کے اوصاف بیان کر کے لوگوں کے دلون میں درد پیدا کرنا داخل مخالفت زیرید ہے کہ جنگی امامت اور خلافت پر اصحاب و تابعین نے اجماع کر کے قبول کیا تھا یہ بوجہ مولوی صاحب مرثیہ کی

معاذت سے ممانعت فرماتے ہیں تاکہ اسامعین کا شمار مخالفانِ یسیر و مخالفانِ عجم
 و تابعین میں نہ ہو جاوے۔ اور جبکہ یوم عاشورہ مولوی صاحب کے نزدیک یومِ جنت
 و سرور ہے تو پر وزیر عید حالات میں یہ نہ وہ حالات پہنچ نہ گئی معاذت سے خوشی مہرل
 بہ غم ہو جاتی ہے اور یہ امر داخل بدگواہی ہے۔ اور سید کوشت اور سر چینی اور
 سر کھولنے اور ٹھیس اوڑھانے اور بھگ کرنے اور پا برہہ چرنے اور زمین پر لیٹنے
 سے مولوی صاحب مودع اسو اسطے حالات فرماتے ہیں کہ ان افعال سے دشمنان
 یزید کی تقلید ثابت ہوتی ہے کیونکہ الہوم نے سر کے بال کھولے تھے سرورین پر
 خاک اوڑھائی تھی غم حسین میں سینہ کوٹا تھا سر بیٹا تھا ماتم کیا تھا زمین پر
 سوئے تھے اور جناب سید الساجدین پا برہہ کر بلا سے کوفہ تک اور کوفہ سے
 شام تک گئے تھے اور یہ لوگ غایب یزید کے دشمن تھے ہیں دشمنانِ ظلیفہ کی تقلید
 کر کے سنتِ خلیفہ کا ترک کرنا داخلِ عمل بد ہے۔ اور نذر حسین سبیل رکھنے سے
 اس واسطے ممانعت فرمائی ہے کہ حسین علیہ السلام دشمن یزید تھے اور یزید نے اوپر
 پانی بند کیا تھا پس محبت حسین میں حسین کی تشنگی یاد کر کے سبیل رکھنا اور پانی
 پلانا سنتِ ظلیفہ یزید کی تکذیب کا باعث ہے اس لیے یہ عمل بد ہے۔ اور فاقہ
 سے اس واسطے مانوت فرماتے ہیں کہ حسین علیہ السلام بوجہ دشمنی یزید حالتِ فاقہ
 میں فوج یزید کے ہاتھ سے فوج ہوئے ہیں اور اہلیت حسین کو بھی دشمنی یزید کے
 سبب بے مواضع مصائب حضرت عثمان نوبتِ فاقہ کی پہنچی تھی۔ پس بر وزیر عاشورہ
 فاقہ کرنا حسین علیہ السلام کی تقلید ہے اور خلیفہ یزید کے دشمن کی تقلید کرنا
 سنتِ خلیفہ کے خلاف ہے اس لیے یہ فعل داخلِ عمل بد ہے۔

اس عبارت اظہارِ الہدیٰ کیونکہ یہ دن (یعنی عاشورہ) ہم اہدیم سے برکت
 ملا ہے اکثر انبیاء و اولیاء کی اسی دن رنج و غم دور ہوئے ہیں اور فضلِ خدا سے

اونکو بڑے بڑے درجہ ملے ہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا رسیدن قبول ہوئی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسیدن فرعون کے ظلم سے نجات پائی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بھی رسیدن جو دی پہاڑ پر ٹھہری تھی۔

توضیح۔ اس عبارت سے میرے نزدیک صاف صاف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جناب مولوی محمد جائگہ خان صاحب کا اصل مطلب یہ ہے کہ جب طح یوم عاشور کو انبیاء اور اولیاء کے رنج و غم دور ہوئے اسی طح یوم عاشور محرم کو نیزہ کے بھی رنج و غم دور ہوئے اور خاتمہ نجتین سے اوسکو استحکام حکومت کا اطمینان ہوا۔

اور جب طح انبیاء و اولیاء کو بروز عاشور محرم بڑے بڑے درجے فضل خدا سے ملے اسی طح نیزہ کو بھی حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں درجہ فیضیت بوجہ فتح حاصل ہوئی اور جب طح آدم علیہ السلام کی دعا بروز عاشور قبول ہوئی اسی طح نیزہ کی دعا بھی قبول ہوئی اور نیزہ نے فتح پائی۔ بدینہ جہ یہ دن بڑی برکت والا ہے لہذا اس دن خوشی کرنا چاہیے نہ رنج تاکہ خلیفہ نیزہ کی بیرومی میں فرق نہ آوے اور جب طح بروز عاشور محرم نیزہ نے جشن اور خوشی کی اسی طح اوسکے تعلقہ جی جشن اور خوشی میں مصروف رہیں۔

اصل عبارت کتاب اظہار الہدیٰ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی بطریق قدیم اسیدن درجہ مظلومیت اور شہادت کا حاصل کیا اوسکا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمام مراتب اپنے محبوب پاک (یعنی جناب محمد صلیم) کو عطا کیے تھے صرف مرتبہ شہادت کی کمی تھی وہ بھی حضرت حسین کی شہادت کے سبب پوری کر دی۔

توضیح۔ اسلام میں شہادت کا بڑا درجہ ہے لہذا اوس درجہ شہادت کو مولوی صاحب محمد روح نے حسین علیہ السلام کی ذات سے علوٰہ کر کے اس رتبہ عظیم کو رسول اللہ

منہاج نمبر شانزدہم

امام حسین علیہ السلام نے نہو محرم کو ایک شب کی
حملت کیوں کر لی اگر واقعہ شہادت نہم ہی کو ہو جاتا
تو کیا ہرج مہرج

اس حملت سے امام حسین علیہ السلام کی اصلی غرض ہدایت اور رہنمائی تھی جو اقبالیست
امت محمدی کے استحکام ابان کے واسطے ایک بڑا ذریعہ ہے۔ اور اس حملت اپنے
کے چند سبب تھے جنکی تصریح ذیل میں کی جاتی ہے۔ اور ان سبھو کا جو نتیجہ ظاہر ہوا
نتیجہ امت کے واسطے ہدایت و رہنمائی ہے۔

اول۔ یہ کہ امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کو طلب کر کے اوس سے کہا کہ اگر
بہ نجات تو مجھ سے مقابلہ کرتا ہے حالانکہ نو جانتا ہے کہ میں کون ہوں اور کس کا سپہ
ہوں آیا خدا سے نہیں ڈرتا اور نیامت بر اقصیٰ نہیں رکھتا میری طرف جلا
سعادت ابدی تجھ کو حاصل ہو اور عذاب آسرت سے تجھ کو نجات ملے۔ عمر سعد نے
امام علیہ السلام کو اس ہدایت و قیادت نہ کیا اور کہا کہ مجھ کو خوف ہو کہ ابن زبیر
گھر لوٹ لے میرے فروعات کو چھین لے میرے عیال و اطفال کو تباہ کر دے
کرے اس ہدایت سے امام علیہ السلام کی یہ غرض تھی کہ امت خبردار رہے کہ
طمع دنیا کے سبب انسان اپنے عاقبت کو خراب کرتا ہے مگر ترک دنیا اختیار نہیں
کرتا۔ پس ایمانداروں کے واسطے یہ ایک عمدہ ہدایت ہے کہ جیسے یاد رکھنے سے
ایماندار شخص دنیا سے نفرت کرتا ہے اور کیسے بگائے سے راہ راست کو نہیں چھوڑتا
جب حضرت نے دیکھا کہ میری نصیحت کا کوئی اثر عمر سعد پر نہیں ہوتا تب آپ نے
فرمایا کہ اسے عمر سعد اگر تیرا تیرا رہنما نہ نہیں ہوتا کہ میری اطاعت کرے۔

تو مجھے مزاحمت نہ کرتا کہ میں اپنے وطن کو چلا جاؤں اور گوشہ نشینی اختیار کر کے
 امام مسلمانوں کے مانند اپنے زندگی بسر کروں۔ اور اگر ابن زیاد کو میرے وطن کی
 سکونت ناگوار ہو تو میں یہاں کے ممالک قبوضہ کی سکونت ترک کر کے کسی دوسری
 حکومت میں چلا جاؤں اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو مجھ کو یہاں کے پاس جانے دو
 میں یہاں سے فیصلہ کر لوں گا۔ چنانچہ عمر سعد نے ابن زیاد کو لکھا کہ اسے ابن زیاد
 امام حسین علیہ السلام کی یہ استدعا یقیناً یہی خوشی کا باعث ہوگی۔ اور اگر
 تو امام حسین علیہ السلام کی اس استدعا کو قبول کرے گا تو امت محمدی کو نفع حاصل
 ہوگا۔ ابن زیاد نے عمر سعد کو اس تحریر کے جواب میں لکھا کہ میں نے مجھ کو واسطے
 صلح کے نہیں بھیجا ہے بلکہ اس واسطے بھیجا ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے یہ یہ کہتے
 لے اگر بیعت سے انکار کریں تو مع ان کے ہمراہیوں کے انہیں قتل کر۔ اگر تو
 اس کام کے انجام میں پس پشیمان نہ ہو تو فوج کی سرداری عمر کے سپرد کر دے۔
 یہ خط انہم محرم کو بعد ظہر عمر سعد کے پاس بھیج دیا گیا۔ امام حسین علیہ السلام کی یہ
 نصیحت اور استدعا اس غرض سے تھی تاہم اعلیٰ الشہر روشن ہو جاوے
 امام حسین علیہ السلام دعویٰ سلطنت نہ تھے بلکہ گوشہ نشینی کے سنی تھے لیکن
 یہ یہ نے اور ابن زیاد نے حسین علیہ السلام کو بوجہ دعویٰ سلطنت شہید نہیں کیا
 بلکہ بوجہ عداوت قتل حضرت عثمان شہید کیا اگر بوجہ دعویٰ سلطنت قتل کرتے تو
 اب وہ نہ بند کرنے کی کیا ضرورت تھی بلکہ اب وہ نہ کا بند کرنا عوض تھا اور سکا جو
 حضرت عثمان پر مصرعوں نے پانی بند کیا تھا۔ دوسرے اس بات کا ظاہر کرنا منظور
 تھا کہ عمر سعد کی خواہش تو ضرور تھی کہ باہم امام حسین علیہ السلام و ابن زیاد و یہ یہ
 صلح ہو جاوے اور خون حسین کا مواخذہ میری گردن پر نہ ہو۔ مگر حکومت رے کی
 میں اس کے ارادے کو پورا نہ دے دیتی تھی۔ اور اس حال سے واقف ہو کر لوگ

عہد پکڑیں اور چند روزہ طمع دنیا کی امید پر دین کو برباد نہ کریں۔

پس فہر نے ابن زیاد کا نام نہ منہ محرم کو بعد ظہر عرسہ کو دیا اور کہا کہ تو اگر ابن زیاد کے حکم پر عمل نہیں کرتا تو حکومت فوج کی میسرے سپرد کر۔ یہ شکر عرسہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ فرزند رسول کے قتل کی تیاری کرو پس اُتقیار کوفہ، شام بوزم جہاں جاثب خیمہ امام حسین علیہ السلام۔ وہاں ہوئے اوسوقت امام مظلوم پیش خیمہ سر بڑاؤ بیٹھے تھے اور غنودگی طاری تھی۔ شمر نے قریب لشکر امام مظلوم پہنچ کر آواز دی کہ جعفر و عباس و عثمان فرزند ان جناب امیر کہاں ہیں پس جناب عباس معہ بلالہ خود قریب شمر آئے اور فرمایا کہ مجھے کیا جانتا ہے۔ شمر نے کہا کہ تمہاری والدہ میرے قبیلہ سے ہیں اس واسطے میں تم کو امان دیتا ہوں یہ لشکر جناب عباس و برادران حضرت عباس نے فرمایا کہ خدا تجھے اور تیری امان پر لعنت کرے تو تم کو امان دیتا ہے اور فرزند رسول خدا کو امان نہیں دیتا۔ جب لشکر کا خروشن زیادہ ہوا جناب زینب خاتون نے امام حسین علیہ السلام کو بہار کیا اور امام مظلوم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ اے برادر تم جاؤ اور لشکر مخالف سے دریافت کرو کہ اس یورش سے تمہارا مطلب کیا ہے حضرت عباس نے مخالفین سے استفسار کیا مخالفین نے جواب دیا کہ ہمارے امیر علیہ السلام ابن زیاد کا حکم ہے کہ تم سے زید کی بیعت لین۔ اگر بیعت سے انکار کرو تو تم کو پاس ابن زیاد کے لئے چلین۔ اگر جانے سے انکار کرو تو تم سے جنگ کریں۔ جناب عباس نے فرمایا کہ صبر کرو میں تمہارا پیغام اپنے امام سے کہتا ہوں۔ جناب عباس نے لشکر زید کا پیغام امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ لشکر زید سے ایک شب کی مہلت طلب کرو اور لڑائی کل پر موقوف رکھو۔ جب حضرت عباس نے لشکر زید سے مہلت ایک شب کی طلب کی تو سرداران لشکر زید

ملت دنیے سے انکار کیا اور سوت لشکرِ نبرد میں فروش بلند ہوا کہ اگر کئے کوئی
 اور ملت مانگتا تو تم ملت دیتے۔ مگر گوشہ رسول تم سے ایک شب کی ملت مانگتا اور
 اور تم انکار کرتے ہو۔ اور سوت اور سوت نے اپنی لشکر میں آواز دی کہ چنے ایک شب
 کی ملت حسین اور احماد حسین کو دی۔

پس اس طلبِ ہدایت کا سبب اول یہ تھا کہ خلقِ اللہ پر پیشین ہو جاوے کہ
 نبرد و قبیلہ بنی امیہ و طرفدارانِ یزید کو امام حسین علیہ السلام اور آلِ رسولِ اولاد
 علیہ السلام کے ساتھ اس طرح عداوت تھی کہ قتلِ حسین میں عجلت کرتے تھے اور غدرِ بیت
 ایک بھانہ تھا قتلِ حسین کا اور حضرت عباسؓ و برادرانِ حضرت عباسؓ کے
 امان دینے پر تو اشتباہِ ضامنہ تھے مگر حسین علیہ السلام کے قتل میں عجلت کرتے تھے
 ۱۔ دوسرا سبب اس ہدایت کا یہ تھا کہ آپ کی شہادت کے واسطے یومِ عاشورِ محرم
 مخصوص تھا اور عاشورِ محرم کا وہ دن بہت سے یوہودی تھا یہ یوہودیہ شہادت
 امام حسین علیہ السلام روزِ مصیبت و روزِ غم قرار دیا کرتا تھا کیونکہ اس دن دنیا سے
 پھین پاک کا خاتمہ ہونیوالا تھا اور بجائے اس عید کے عشرہ ذیحجہ کا وہ یومِ عید
 مقرر ہوا جسکی توضیح و اوقات قربانی اسمعیل علیہ السلام میں کیجاو گی پس جبکہ یومِ عاشور
 مخصوص تھا واسطے شہادت کے تو نہم محرم کو اگر حسین علیہ السلام ہدایت بھی نہ طلب
 کرتی تو بھی اس روز کسی قسم کا جہال و قتال نہوتا۔ عجلت طلب کرنا ایک سبب
 ظاہری میں سے تھا اور اس سے غرض نہ تھی کہ ارادہ اور شہادت اشتباہِ راست
 کی ظاہر ہوتا کہ مسلمانوں کی آئندہ نسلوں میں یہ واقعہ یادگار رہے کہ جسطرح شہداء
 امت قتلِ حسین پر آمادہ و مستعد تھے اسی طرح ان استقباء کی اولاد اور ان کے مقلد و فکر
 حسین اور مجالسِ غزا و حسین کی مدد و دیہن تا قیامت آمادہ و مستعد رہینگے۔ اور
 جسطرح نصیحتِ امام حسین علیہ السلام کا اثر عمر سعد اور لشکرِ یزید پر تھا اسی طرح شیطان

حسین کی نصیحت کا اثر بھی ار لادنی ایہ و متقلدان نبی ایہ پر رک جوئلا بعدئلا
بطنا بعد بطنا دشمن حسین و دشمن خاندان رسالت ہین (نہوگا۔

۳۔ اور تیسرے سبب اس طلب مہلت کا یہ تھا کہ اس وقت تک امام حسن علیہ السلام
کی وصیت کی تعمیل و تکمیل نہیں ہوئی تھی اسکی بجائے آوری باقی تھی یعنی امام حسن علیہ السلام
نے وصیت کی تھی و بارہ عقد جناب قاسم کے بنانچہ حصول مہلت کے بعد شب
عاشورہ کو امام حسین علیہ السلام نے حضرت قاسم کا عقد جناب فاطمہ کبریٰ کے ساتھ
پیشہ مکر امام حسن علیہ السلام کی وصیت کی تعمیل کر دی۔ اگر نہ محرم کو آپ شہید ہو جاتے
تو وصیت امام حسن علیہ السلام کا بار آپ کے ذمہ باقی رہ جاتا۔ اور یہ امر شان
امامت کے خلاف تھا۔ کیونکہ امام اس دنیا سے سبکدوش ہو کر سفر آخرت اختیار
کرتا ہے۔

۴۔ چوتھا سبب یہ تھا کہ آپ کو اپنے فرزندوں اور عزیزوں اور رفیقوں کو دواغ
کرنا تھا۔ اسلئے کہ فوج مخالفین بائیس ہزار آدمی آمادہ قتل تھے اور آپ کے ساتھ
صرف شرمندہ دستھے جنہیں صرف چند آدمی جو ان تھے باقی کم سن بچے اور ضعیف العمر
لوگ تھے۔ یہ لوگ فوج مخالف کے مقابلہ میں کس طرح فتیاب نہیں ہو سکتے تھے اور
فوج مخالف کے لوگ صرف قتل حسین کے خواہان تھے نہ کسی عزیز یا انصار کے پس
ایک اپنی جان کی حفاظت کے واسطے استعد بگینا ہو کا قتل کرانا خلاف عدالت
تھا اور عدالت کا قائم رکھنا امام وقت کے واسطے ایک امر لازمی ہے لہذا واسطے
تکمیل عدالت و انہماق استقلال و اظہار جبر اور اظہار رضا مندی از شہادت خود
امام حسین علیہ السلام نے شب عاشورہ محرم کو اپنے فرزندوں اور عزیزوں اور
برادران اور رفیقوں کو ایک جامع کیا اور فرمایا کہ میں بہترین حد و ثنا اپنے خدا کی
بجالاتا ہوں اور اسکی حمد ہر سختی و نرمی و ہلا پر کرتا ہوں۔

یہ انتہا کے فرما برداری تھی اور اسی فرما برداری کا عوض و گاہ باری تعالیٰ سے یہ عطا ہوا کہ جو شخص محبت کرے حسین علیہ السلام سے اور اطاعت اور فرما برداری کرے حسین علیہ السلام کی اور اگر اطاعت و فرما برداری کا وقت باقی نہ رہا ہو تو ان ظہار اطاعت کرے اور دل و جان سے مستعد رہے اطاعت اور فرما برداری پر اور فقط وقت رہے تو قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ شخص نجات یقیناً نجات پاوے گا اور کہسا ہی گناہیں کبیرہ و صغیرہ ہیں نہ بلا ہو مگر جو خون حسین پر رو کا عالم اپنی رحمت سے مامی آٹا ہن نو عفو فرما کر بخشیدے گا پس خون حسین علیہ السلام و فرما برداری امام حسین علیہ السلام کا یہ خون ہے جس سے انجسین کو نئے گا اور نزول رحمت الہی کا امت محمدی پر یہ سبب ہوگا اسلئے امام حسین علیہ السلام کی شہادت مولیٰ اگر یہ سبب نہ ہوتا تو شہادت کا ہونا ایک نسل عبث تھا۔ اور جو لوگ شہادت حسین علیہ السلام کو ذریعہ نجات نہیں سمجھتے ان کے نزدیک و اتو شہادت ایک امر معمولی تھا۔ یہی سبب ہے کہ وہ لوگ زید کے مومن ہونے کے قائل ہیں اور زید کی خلافت کو حق سمجھتے ہیں۔ پس رحمت الہی سے بلا کسی سبب خاص کے کسی نجات پانا خلاف عدالت ہے۔ اور جب ایک واسطہ شہادت حسین علیہ السلام کا قائم ہو گیا تو زل رحمت کا سبب ظاہر ہو گیا جس کے سبب سے عدالت میں بھی کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا اور رحمت الہی باعث نجات امت عاصی بھی یقینی ہو گئی قابل اعتراض نہ رہی۔

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں خداوند امین تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے مجھے گرامی رکھا قرآن ہمو تعلیم کیا۔ اپنا دین ہمیں عطا کیا۔ ہمو چشم ہائے بینا و گوشہاے شنوا و ولہاے با نور و ضیا غایت فرمائے۔ پس مجھے شکر کرنیوالا بین شمار کرنا۔

امت محمدی کے واسطے یہ ایک ہدایت و رہنمائی ہے کہ ہر حالت میں صابر و شاکر رہیں اور ایمان پر باستقلال قائم رہیں۔ یہی ذکر مجالس غرامین ہوتا ہے جو بدعت سیئہ اور قریب بہ کفر بتلائی جاتی ہے۔

پس صحرا آگئی تھے یہ امام حسین علیہ السلام اپنے انصاف کی جانب متوجہ ہوئے اور عین زمین اپنے آغابہ سے وفادار و نیکو کار زیادہ کسی کے بھی اس کو نہیں جانتا۔ اور اپنے اصحاب سے پاکیزہ تر و شایستہ تر و خوش نشانی اور کیلئے اصحاب کو پاتا ہوں خدا۔ اتم لوگوں کو جزا و غیر میری جانب سے عطا فرماوے۔ مجھ پر بالفعل جو سعیت نازل ہوئی ہے اور کو نعم شاہدہ کر رہے ہیں۔ اب میں تم کو رخصت کرتا ہوں اور اپنی رخصت تمھاری کروں گے گا لے لیتا ہوں۔ اور تم سے نصرت اور معاونت اور مرافقت بھی نہیں چاہتا ہوں۔ اسلئے کہ تم اس گروہ بے شمار سے کہ جسکی کثرت بہت زیادہ ہے تا اب مقاومت نہیں لاسکتے۔ بوقت اندھیری رات ہے جب طرف چاہو چلے جاؤ کہ اون اشیا و کونچہ سے کام ہے جب مجھے پائینگے اور کیلئے طلب کریں گے۔ ایسا صابر و شاکر اور ایسا مظلوم اور ایسا مستقل مزاج جیسا کہ امام حسین علیہ السلام تھے ابتداء پیدائش دینا سے آج تک کوئی بشر پر نہیں ہوا۔ کہ اپنے مرگ پر رضامند اور خوش تھے اور اپنے اصحاب کو رخصت کرتے تھے اور اپنی تنہائی اور اپنی مرگ کی مطلق پرواہ نہ تھی۔ نہ ایسے با وفا اور فرمانبردار رفقا رہیں کہ جیسے اصحاب حسین تھے۔

یہ سنکر حضرت عباس مع برادران حق تناس اور ٹھکھڑے ہوئے اور عرض کی کہ قسم ہے خدائے پاک کی ہم آپسے ہرگز جدا نہ ہونگے۔ خدا وہ دن ہمیں نہ دیکھا کہ بعد آپ کے ہم زندہ رہیں۔ ہم آپ کو پھوڑیں گے۔ ہم اپنی جان آپ پر قربان کر دیں سعادت جاننے ہیں۔ پس امام حسین علیہ السلام اولاد مسلم بن عقیل کی جانب متوجہ ہوئے

اور زرا کر شہادتِ اسلام تمہارے دم سے کافی ہے میں تم کو رخصت کرتا ہوں جس طرح
 چاہو چلے جاؤ سداون سکوتِ مندِ دن لئے جواب دیا کہ اسے فرزندِ رسول خدا لوگ
 جہنم کیا کہنے کے جبکہ آپ سے بزرگ و سرِ داور فرزندِ پیغمبر کی باری و نصرت کو ترک
 کر کے جدا ہو جاویں۔ بخدا ہم آپ سے جدا ہونگے یہاں تک کہ جہانِ آپ جائیں
 ہم بھی وہاں جائیں اور اپنی جان آپ پر فدا کر کے اپنا حق ادا کریں اور حقِ ندگ
 پر خدا کی لعنت ہے جو بعد آپ کے باقی رہے۔ اسکے بعد مسلم بن عویض اٹھے اور
 عرض کی کہ اگر ہم آپ کی نصرت سے دست بردار ہوں تو اپنے پروردگار سے کیا
 عذر کریں۔ بخدا ہم آپ سے جدا ہونگے یہاں تک کہ اپنے پیڑے دشمنوں کے سینوں پر
 لگائیں اور جب تک قبضہ شمشیر ہمارے ہاتھ میں ہے آپ کے مخالفوں کی جائیں نکال
 دیں گے۔ اور اگر کوئی حربہ ہو گا جس کی وجہ سے دشمنوں سے لڑیں تو ہم پھر اور پیڑے لینگے
 مگر آپ کی نصرت سے دست بردار ہونگے۔ بخدا اگر جہنمِ معلوم ہو کہ ستر مرتبہ قتل ہونگے
 اور ہر مرتبہ جلا کے راکھ ہماری اور اویجا دیگی تب بھی ہم آپ سے جدا ہونگے۔
 اسکے بعد زہیر بن قین اٹھے اور کہا کہ سو گند بخدا میں راضی ہوں کہ ہزار مرتبہ
 قتل ہوں اور ہر بار زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل ہوں تو بھی ہزار جان سے
 تپ پر اور آپ کے اہلبیت پر قربان ہو جانے سے انکار نہ کروں۔
 پس اگر ایک شب کی حلیت امام مظلوم نہ پتہ تو اوندکے اہحاب کے یہ ارادے
 خلقِ اللہ پر کیونکر ظاہر ہوئے جو قیامت تک کے واسطے غیرت اور وفاداری اور
 فرمانبرداری کا ایک نمونہ ہے۔ اور فرمانبرداری اسکو کہتے ہیں کہ باخود یقین ہو جائے
 اس بات کے کہ کل صبح ہم سب تہ تیغ ہو جائیں گے مگر رفاقت و امانتِ حسین سے
 موخر نہ موڑتے تھے اور باوجود اسکے کہ حسین علیہ السلام اوندکی موت کی خبر دیتے
 تھے اور رخصت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے ساتھ اپنی ہلاکت گوارا نہ کرو خدا

مکوہذا، خیر و سے میں تھے نہ ہی ہوں اور اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے نکلے لیتا ہوں مگر اصحاب حسین کی غیرت اور شجاعت اور وفاداری اس امر کو گوارا نہ کرتی تھی کہ حسین مظلوم کو تنہا زرعہ اشقیاء میں چھوڑ کر کنارہ کش ہو جاوین۔

راضی رہے خدا اصحاب حسین سے کہ جنھوں نے تین روز کے بھوک اور پیاس کے مصائب برداشت کیے اور شدت گریا اور حرارت آفتاب میں بجالت کشی و کرسنگی دشمنان حسین سے لڑے اور جام شہادت نوش کیا مگر جام آب سے اس دنیا میں محروم رہے۔ ان اصحاب حسین کا واقعہ البتہ قابل ثنا و صفت ہے اور مسلمانوں کے واسطے تاقیامت باعث رہنمائی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو مسلمان راہ خدا میں اس درجہ فرما بنزداری کرے وہی خاصان خدا اور برگزیدوں میں شمار کیے جاتے ہیں مگر افسوس ہے ان دشمنان آل رسول پر کہ جو شہادت حسین علیہ السلام کو ایک معمولی جنگ خیال کرتے ہیں اور ان میں رسول کو برگزیدہ اور خاصان خدا میں داخل کرتے ہیں جو حالت اطمینان میں بوقت جنگ احد رسول اللہ کو دشمنوں میں تنہا چھوڑ کر فرار ہو گئے حالانکہ ان فراریوں میں نہ کوئی بھوکا تھا نہ پیاسا۔ اور غزوہ خندق میں عمر بن عبدودو کے مقابلہ کی سبکدوشی نہ تھی۔ اور رسول خدا کی نافرمانی کی حالانکہ آب و دانہ سے سب سیراب تھے پس وہ اصحاب رسول خدا جو ہر جنگ میں رسول خدا کو تنہا چھوڑ کر فرار ہوتے تھے اور بیعت رضوان کے معاہدہ کی بھی از کو غیرت نہ تھی ایسے اصحاب نخرامت و پیشوا راست قرار دئے جاتے ہیں۔ اور اصحاب حسین جو قابل افتخار اور لائق ثنا و صفت ہیں ان کے ذکر سے منافعت کیجانی ہے۔

تعالی اللہ کیا کیا یار تھے سبط پیغمبر کے وہ عارف تھے وہ کامل تھے وہ مومن تھے وہ علم تھے بری تھے حب دنیا سے

میں نے اس کے تجنب کے لئے نہ پاریا ہے ہر ایک کے بار بار میں موافق ہو رہا تھا
مگر سبط بنی کے ساتھ کیا کیا یا موافق تھے

پس تمام عزیز و انصار نے اس طرح کلام کیا اور حضرت نے ان کو مبارک خیر دی۔ اور
فرمایا دوسرا خالی کھ تھے اپنے الہیہ وہ قرار دیا ہے جو میں نے اپنے اوپر قرار دیا
پس واضح ہو کہ خداوند عالم منازل شریفہ اور درجات رفیعہ نہیں بخشا مگر اس شخص
کو جو اس کی راہ میں متحمل کمزوریاں و شدائد عظیم ہو۔ اور نفع و شیرین دنیا سے غافل
بقابلہ جان باقی مثل اس خواب کے ہے کہ کوئی دیکھے اور بیدار ہو جائے۔
فائز و رستگار وہ شخص ہے جو آخرت میں فائز و رستگار ہے اور شقی و بد بخت وہ
ہے جو نعیم باقی آخرت کو ہاتھ سے کھو بیٹھے۔

۵۔ پانچواں سبب اس علت کا یہ تھا کہ آپ کی شہادت سے خاتمہ پختن ہوتا
تھا لہذا امت کی رہنمائی اور ہدایت کے واسطے آپ کو اپنے اصحاب کی غیرت
اور رفاقت اور وصیت اور صبر اور استقلال اور شجاعت اور فرمانبرداری کا اظہار
کرنا منظور تھا تاکہ مومنین واقعات اصحاب حسین کو شکر غیرت پکڑیں اور مثل اصحابین
رفاقت اور فرمانبرداری اور صبر اور شکر اختیار کریں اور دنیا سے غافل کیجا نسب
سرجع ہوں اور سب بڑا ہر ہو جاوے کہ اسلام اسکو کہتے ہیں اور مسلمان ہو گیا
مطلب یہی ہے جو رفاقت حسین نے کر کے دکھلا دیا جو لوگ مثل رفاقت حسین فرمانبرداری
اور اطاعت اور صبر و شکر کو اختیار کرتے ہیں اور طمع دنیا کی جانب راغب نہیں
ہوتے وہی اصلی مسلمان ہیں۔ چنانچہ اصحاب حسین کی وفاداری کے ثبوت میں
جناب زینب خاتون فرماتی تھیں کہ شب عاشور کو نصف شب کے بعد میں خیمہ
عباس میں گئی کہ دیکھوں اس وقت حضرت عباس کس کام میں مشغول ہیں۔
میں نے دیکھا کہ حضرت عباس دوزخ و علقہ برادران میں بیٹھے ہیں اور فرماتے ہیں

اگر اسے برا اور ان دغا دانا گرا چارٹ دو تو میں تم سے کچھ کمون نہیں سمجھتا
 اتفاق عرض کیا کہ جو ارشاد ہو گا بدل و جان قبول کرینگے۔ اور جو گمان
 اپکا ہماری جانب ہو وہی کرینگے۔

پس جناب عباس نے فرمایا کہ اسے بھائیو تم دیکھتے ہو کہ فرزند رسول کی مصیبت
 میں گرفتار ہے مہج آتش جنگ فروخت ہوگی سب سے اول میدان جنگ میں
 جو قدم بڑھاوے وہ بجز تم بنی ہاشم کے کوئی دوسرا نہوتا خلق خدا کو ہبات
 کے کہنے کا موقع نہ ملے کہ بنی ہاشم نے اپنی زندگی میں اپنے رفقاء کو اصل میدان
 جنگ میں بھیجا کہ اس مصیبت کو جنگ وصال کی بنی ہاشم سے دور کریں اور خود
 بیٹھے رہے۔ اور رفقاء حسین نہایت مظلوم اور بے کس ہیں۔ انصار حسین
 سے اول تم بنی ہاشم اپنی اپنی جان فرزند رسول پر قربان کرنا۔ پس تمامی
 بنی ہاشم نے اقرار کیا کہ ہم ایسا ہی کرینگے۔ روای کتا ہے کہ تین شخصوں نے
 باہم شورہ کیا تھا کہ جب تک ہم زندہ ہیں امام حسین علیہ السلام کو میدان جنگ
 میں واسطے لڑائی کے نہ جانے دینگے۔ ان تین صاحبوں میں سے ایک حضرت
 عباس تھے دوسرے حضرت علی اکبر ہم شکل بنی تیسرے قاسم ابن حسن چنانچہ
 روز عاشورہ یہ تینوں صاحب ایک دوسرے پر اپنی مرگ میں سبقت کرتے
 تھے۔ اور ایک خیمہ میں انصار حسین جمع تھے اونکے درمیان جیب بن بھانے
 خطبہ پڑھا اور درود بھیجا جناب رسول خدا صلعم پر اور اونکی آل اطہار پر
 اسکے بعد فرمایا کہ اے گروہ انصار ہم اور تم اس دنیا کو طلاق دیکر کس واسطے اس
 صحرا کو بلا میں آئے ہیں خدا تم سب پر اپنی رحمت نازل کرے۔ اے رفقاء
 حسین ہم سب یہاں اس واسطے آئے ہیں کہ فرزند فاطمہ کی اعانت کریں۔
 اسے عزیز و تمھارا امام نرغہ آفتاب میں گہرا ہوا ہے۔ اور یہی ایک دم بچتے ہیں

ایک بین باقی رہ گیا ہے۔ کل صبح میدان جنگ گرم ہو گا۔ سب سے اول جو میدان جنگ میں بڑھا وہ سے وہ بجز ہمارے اور تمہارے کوئی دوسرا نہ ہو۔
 سے عزیز و خیال رکھنا کہ تھے پہلے میدان جنگ میں کسی بنی ہاشم کا قدم نہ بڑھے
 اور شریعت شہادت نوش کرنے میں کوئی بنی ہاشم تمہارے بقیہ نہ بچاؤ۔
 اور کسی کو اس بات کے کہنے کا موقع نہ ملے کہ اپنی زندگی میں انصار حسین نے
 سادات کو کہ جو بزرگان دین میں سے تھے اپنی زندگی کی امید پر میدان
 جنگ میں جھک کر شہید کرایا۔ جب تک ہم اور تم زندہ ہیں بنی فاطمہ کی حفاظت
 میں دریغ نہ کریں ہماری شہادت کے بعد خاندان نبوت کا خدا حافظ و ناصر ہو۔
 پس تمامی انصار نے اقرار کیا کہ ہم ایسا ہی کریں گے۔ اسکے خلاف کوئی نہ کرے گا اور
 ہم سب فرزند فاطمہ کی نصرت کو تیار ہیں۔

پس اصحاب حسین تو فرزند فاطمہ کے نصرت پر اس درجہ آمادہ و مستعد تھے کہ ایک دوسرے
 پر مرگ میں سبقت کرتا تھا اور اصحاب رسول خدا میں ایسے اصحاب بھی تھے کہ
 کہ خود فاطمہ زہرا کو رنجیدہ کرتے تھے اور اس درجہ رنجیدہ کیا کہ تا دم مرگ جناب
 سیدہ ارون سے ہم کلام نہویں اور وہی اصحاب پیشوا سے دین مانے جاتے ہیں
 اصحاب حسین تو حفاظت حسین و نصرت حسین میں ارادہ کرتے تھے کہ جنگ
 ہم زندہ ہیں حسین علیہ السلام کو میدان جنگ میں بچانے و نیچے حالانکہ سب کو
 اپنی اور اپنے امام کی شہادت کا یقین تھا اور بروز عاشورہ جب تک کل اصحاب
 حسین شہید نہ ہو گئے حسین علیہ السلام کو بذات خود جنگ کر نیکی نوبت نہ آئی اور
 ایک رفیق دوسرے رفیق کو قتل ہوتے دیکھتا تھا مگر بالکل مضطر نہ ہوتا تھا اور
 اپنا قدم آگے بڑھاتا تھا اور شہید ہوتا تھا۔ لیکن رسول خدا صلیم کے بقا بہ
 جو کفار جنگ کرتے تھے تو باوجود اسکے کہ اصحاب رسول کو نہ صدمہ بھوک ہوتا تھا

نہ صبر پیاں نہ اپنے نسل کا مثل اصحاب حسین یقین تھا پھر بھی یاد جو حبیب
 رہنوا ان حفاظت رسول سے نہ خوف ہو کر رسول کو درمیان کفار چھوڑ کر فرار ہو گیا
 تھے پس جو لوگ اپنے رسول کی حفاظت سے نہ خوف ہو کر راہ فرار اختیار کریں اور
 اپنے رسول کو رنہ کفار میں چھوڑ دیں اور اپنی جان کا راہ خدا میں لایچ کریں
 وہ کیونکر پیشوا دین قرار پا سکتے ہیں پس ان فراریوں کے پیرو مقصد اپنے پیشوایان
 کے عیب فرار و نافرمانی کے پوشیدہ کر نیکو مجلس غراؤ حسین کے کرنے کو ہو سکا
 بدعت سے کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں تاکہ مجالس غراؤ میں اصحاب حسین کی رفاقت
 اور فرمانبرداری اور نصرت و شجاعت ظاہر ہونے سے ان کے پیشواؤں کی فراری
 اور نافرمانی باعث ثبوت منافقت قرار نہ پا جاوے حالانکہ ان مجالس سے
 امت محمدی کو یہ نفع پہونچتا ہے کہ جیب و اوقات رفاقت و فرمانبرداری اصحاب
 حسین کو سلمان خنہ ہیں تو شر مند ہوتے ہیں اور اپنی بے غیرتی پر افسوس
 کرتے ہیں جبکہ ایک سلمان دوسرے سلمان کو کسی رنہ میں پھنسا ہوا اور
 کسی بلائین مبتلا دیکھتا ہے اور اسکی امانت سے گریز کرتا ہے تو و اوقات
 اصحاب حسین پر سلمان کو غیرت دلانے ہیں کہ باہم سلمانوں کے یکے با دیگرے
 امانت کرنا چاہیے جیسا کہ اصحاب حسین کی با دیگرے امانت کی اور ایک دوسرے
 پر اپنے مرنے میں سبقت کرتا تھا۔ ایسا نام اسلام ہے اور ایسا کا نام اسلام
 کی فرمانبرداری ہے۔ نہ بہ کہ ایک سلمان دوسرے سلمان کو ذلیل اور غلام
 ہوتے ہوئے دیکھے اور خندہ زنی کرے اور ایک سلمان دوسرے سلمان
 کی ذلت اور رسوائی کا خواہاں ہو اور اسکو باعث فخر سمجھ مجالس غراؤ کی
 سدودی کے یہ سارے نتیجہ ہیں کہ سلمان امت تک بے غیرتی اختیار کرتے
 چلے جاتے ہیں اور ایک سلمان دوسرے سلمان کا عروج و کعبہ گنہ و

کرتا ہے اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی مصیبت کے وقت امانت نہیں کرتا بلکہ فخر یہ خندہ زنی کرتا ہے۔

۱۔ چھٹا سبب یہ تھا کہ امام حسین علیہ السلام کو قاصد صفرا کا انتظار تھا۔ اور امام وقت کا انتظار عبث نہیں ہوتا۔ اور قاصد صفرا عاشورہ محرم کو وارد کر لایا ہوا۔ پس ایک شب کی صلت امام حسین علیہ السلام نے وجوہات مذکورہ بالا کا نتیجہ ظاہر ہونے کی غرض سے یہی بھی نہ کسی دوسرے سبب سے۔

تمقیح نمبر ہفتہ ہم

ایک شب کی حیات باقی ماندہ کیوں سٹے حالت
تشنگی و گرسنگی میں قاسم ابن حسن کا عقد کیوں کسایا

یہ عقدا امام حسین علیہ السلام نے دنیا کی بے کنباقی اور راہ خدا میں فرما ہزار می کے ظاہر ہونے کی غرض سے کیا تھا۔ تاکہ امت محمدی پر ظاہر ہو جاوے کہ جس طرح انسان حیات یکصد سالہ میں بحالت اطمینان واسطے رضا سے آہی کے کاڑی کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شب کی حیات میں انسان کو دنیوی اون کاموں کو کر لینا چاہئے جو ضروری ہیں۔ کیونکہ مومن کے واسطے مدت صد سال و مدت یک شب بدرجہ مساوی ہے۔ جو کام تو پرس تک انسان کرتا رہتا ہے وہی کام ایک شب میں کر سکتا ہے۔ اگر انسان کو معلوم ہو جاوے کہ کل کے روز جھکو سفر آخرت کرنا پڑے گا تو اوپر واجب ہے کہ اپنی موت سے مضطرب نہ بنائے نہ بلکہ کمال اطمینان اور شکر گزاری کے ساتھ امور ضروری کو انجام دے اور اطمینان اپنے خالق کی عبادت کرے اور کمال استقلال کے ساتھ سفر آخرت کی تیاری کرے جیسا کہ حسین علیہ السلام و اصحاب حسین علیہ السلام نے کیا۔

پہلے عقد فاسم علیہ السلام کا سبب اول تو وصیت امام حسن علیہ السلام کی بجائے اور سی شخص
دوسرے امام حسین علیہ السلام کا استقلال اور اطمینان اس عقد سے ظاہر ہوتا ہے
اور آپ کو کسی قسم کا اضطراب و انتشار نہ تھا بلکہ جو کام کرنے کے تھے اور جنگ کرنا آپ کے
اختیار میں تھا اور ان کاموں کو کمال اطمینان کے ساتھ انجام فرماتے تھے اور اپنے سر
سے خوش تھے۔ اس کا نام ثابت قدمی اور رضا سے آئی کی نرمانداری ہے جو
ما قیامت امت محمدی کے واسطے ایک ہدایت و رہنمائی ہے۔

تفہیم نمبر چہدہم

بروز شہادت حسین علیہ السلام نے صدق استغاثہ کیون نہ کی

اس کے چند سبب ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ امام وقت کا یہ خاص کام ہے کہ وہ آواز بلند سب کو مطلع کر دے اور

تلاوے کے میں کون ہوں تاکہ آئندہ کسی شخص کو اس غدر کا موقع باقی نہ رہے کہ

بچے فرزند رسول کو پہچان نہ تھا دھوکے میں قتل کیا بادھوکے میں مخالفت کی۔

۲۔ یا کسی کو اس غدر کی گنجائش نہ ہو کہ ہے فرزند رسول نے اعانت نہا ہی اگر

طالب اعانت ہوتے تو ہم ضرور اعانت کرتے۔ بچے یہ سمجھا تھا کہ حسین علیہ السلام

اعانت کی ضرورت نہیں ہر یا کی وجہ جائز سے آپ اعانت کے طالب نہیں۔

۳۔ اس استغاثہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ لشکر زید میں بجز حضرت حرو فرزند

حضرت حرو و برادر حضرت حرو و غلام حضرت حرو کوئی پانچوان شخص ایماندار مومن

نہ تھا کہ لشکر زید سے علیحدہ ہو کر فرزند رسول کی نصرت کرتا سب دنیا طلب

ظاہری مسلمان تھے اور قرآن مجید کے وہ لوگ حافظ تو تھے مگر عامل نہ تھے
یہ سبب ہے کہ شیعوں میں حافظ کم ہوتے ہیں اور کافول ہے کہ عمل کرنا چاہیے

اور حضرت عمرؓ قرآن میں صرف کیجا دے وہ عمرؓ طالب قرآن کے سمجھنے میں صرف
 اور نا ضروری ہے تاکہ حافظان اہل سنت کے لئے جاہل نہ ہوں کہ قائل
 شدہ اکثر ملازمین اکثر حافظ قرآن تھے۔ پس حضرت عمرؓ زندہ ہو کر اور حضرت
 عمرؓ ظلم حضرت عمرؓ سے استغاثہ امام شکر کاتب گئے اور اس دنیا بے وفا
 پرست کر کے فوج یزید سے علیحدہ ہو گئے اور نصرت امام پر تیار ہو کر فوج
 حسینیؑ میں شریک ہو گئے اور شریعت شہادت نوش فرما کر بہشت بدین کو بنا
 سکس بنایا اور دنیا میں اپنی ایمانداری اور جوانمردی اور رفاقت اور فدا کی
 کا جھنڈا گاڑ گئے جو قیامت قائم رہیگا اور ایمانداروں کی ہدایت و رہنمائی کا بیج
 بیگا خدا اون سے ہمیشہ راضی رہے۔

۴۔ امام مظلوم کو اس استغاثہ سے ساری دنیا پر اس بات کا غلا بہر کر دنیا منظور تھا
 کہ جیلج لشکر یزید نے طمع دنیا میں ہنس کر میری اعانت سے کنارہ کشی کی اور میرے
 قتل پر آمادہ ہیں اور دعویٰ اسلام بھی کرتے جاتے ہیں اس طرح تا قیامت مسلمانوں
 میں ایسی ہی برہم و سنگدل ظاہر ہوتے رہیں جو مثل فوج یزید اپنے مسلمان ہونے کا
 دعویٰ تو کرینگے کہ اصل مسلمان ہم ہیں اور جیلج یزید و فوج یزید وہم قوم یزید
 و مددگاران یزید و شرکاران یزید نے مسجد میں بنائیں ملک فتح کیے اسلام کو شائع کیا
 اس طرح ہم بھی کرتے ہیں۔ مگر اولاد حسین و اقربا حسین و محبان حسین و معتقدین
 حسین کے قتل و غارتگری و ایذا رسانی و رنج و ہی و بربادی کو باعث فخر
 سمجھینگے اور مجالس غرا حسین کو بدعت سینہ کشی کے بعد ترانہ زنا و قریب بہ کفر
 بتلائیے فضائل حسین و مصائب حسین کو مجلس عام میں بیان کرنے سے منع
 کرینگے اور اس حالت میں کوئی درجہ جبر و ظلم کا اوٹھانہ رکھینگے جیسا کہ یزید
 و فوج یزید و مددگاران یزید و شرکاران یزید وہم قوم یزید نے خاندان رسالت

اس تک حرمت اور حسین علیہ السلام کے قتل و ایذا رسانی و خاندان رسالت کی بربادی میں کوئی دقیقہ اوٹھانہ رکھا۔ اسی طرح یادگار ان یزید بعد حسین اولاد حسین و اقربا حسین و محبان حسین و معتقدان حسین و یادگار ان حسین کی بتک حرمت و ایذا وہی و بربادی و قتل میں کوئی دقیقہ اوٹھانہ رکھنے لگے۔ اور جیسے یزید و فوج یزید نے حسین علیہ السلام کو شہید کر کے اور خاندان نبوت کو تباہ و برباد کر کے اپنے مسلمان ہونے اور حافظ قرآن ہونے اور عالم شریعت ہونے اور پابند شریعت و پابند صوم و صلاوات ہونے کا دعویٰ کیا اسی طرح یادگار ان یزید بھی اولاد حسین و اقربا حسین و محبان حسین و معتقدان حسین و یادگار ان حسین کو ایذا بھی پہنچا دینگے اور قتل بھی کرینگے اور ان کے خاندان کو برباد بھی کرینگے اور الزام لگا دینگے تبرا کر نیکا اور اسے بھی مثل فوج یزید اپنے کو اصلی مسلمان پابند شریعت پابند صوم و صلاوات اور حافظ قرآن بھی تیار دینگے اور خدا سے اور رسول خدا سے بالکل شرم نہ کرینگے اور غیرت اسلام کو فراموش کر دینگے۔ پس محبت حسین اور دوستی حسین اور اطاعت حسین اور شیعہ حسین ہونے کا وہی شخص دعویٰ کر سکتا ہے جو حسین کے سبب اس دنیا کے مصائب برداشت کرے اور صابر و شاکر رہے۔ جو لوگ تھوڑی سی طمع پر اپنے استیقلال کو چھوڑ دیتے ہیں اور بلا ضرورت محض ایک ذلیل سی ملازمت کے واسطے تقیہ کا بہانہ کر کے مذہب کی تبدیلی پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور تبدیل مذہب کرویتے ہیں اور تقیہ کی حالت اس درجہ بڑھاتے ہیں کہ اولاد ان کی گمراہ ہو کر فرقہ نواسب میں شامل ہو جاتی ہے وہ لوگ نہ محبان حسین قرار پا سکتے ہیں نہ وہ لوگ گروہ شیعیان حسین میں شمار ہو سکتے ہیں۔ نہ شہادت حسین اور ان کی نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔

۵۔ اس صدا سے استغاثہ سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے

صفحہ ہفتم

۳۵۵

تمقیح نمبر نوزدہم

خدا سے استغاثہ سنی اور والدہ اپنے امام کی مدد کی اور انکی توبہ اور استغفار کی
قابل قبول نہ ہی۔ کیونکہ ایسے دشمنان خدا کی توبہ اور استغفار اگر قابل قبول قرار
پاوے تو شیطان بھی توبہ کرینکا مستحق قرار پاویگا اور اسکی توبہ بھی قابل قبول
سمجھی جیاویگی۔

پس امام حسین علیہ السلام کی خدا سے استغاثہ مضطربانہ تھی بلکہ بغرض اختتام حجت
شمسی اگر خلق اللہ دشمنان آل رسول کی صحبت سے گمراہ نہ ہوا ہو۔

تمقیح نمبر نوزدہم

اگر مضطرب نہ تھے تو امام حسین علیہ السلام طفل شش ماہ کو
لشکر مخالف کے روبرو کس غرض سے لائے تھے۔

یہ فعل امام حسین علیہ السلام کا مضطربانہ رعون جان کے سبب سے نہ تھا۔ بلکہ
دشمنان آل رسول فی شقاوت قلبی اور ولی دشمنی کے ظاہر کرنے کو تھا۔ کیونکہ
اوس زمانہ کے علماء و فقہاء و اصحاب و تابعین و مسلمین از کارسبت زید کا گناہ
و نہ امام حسین علیہ السلام عاید کرتے تھے جنکے ثبوت میں ابوشکر سلمی و حجت الاسلام
امام غزالی و ابن حجر مکی و صاحب تہجہ فقہ اکبر کے اقوال تمقیح نمبر نجم میں نقل کئے
گئے ہیں اور یہ لوگ فرقہ سنت و الجماعت کے معتبرین علماء دین سے ہیں۔ پس
امام حسین علیہ السلام نے اپنے طفل شش ماہ کو لشکر اعدا کے سامنے دکھلا کر فرمایا
کو اے قوم اگر تمھارے زعم ناقص میں میں گنہگار ہوں تو اس طفل صغیر شش ماہ کو
تو تمھارا کوئی گناہ نہیں کیا اسکو تو بانی بلا دو کہ شدت تشکی سے ہلاک ہوا جاتا ہے
مگر اون ظالموں نے اس طفل صغیر پر بھی رحم نہیں کیا اور شانہ یقین کر دیا۔ اس
فعل سے امام حسین علیہ السلام کے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام

ساتھ کسی گناہ کے سبب یزید اور شرکاء یزید و قوم یزید و ظفر خاندان یزید و قتل کے آمادہ نہیں ہوئے تھے بلکہ اون لوگوں کو خاندان رسالت کے ساتھ ولی بغض تھا چنانچہ راوی کہتا ہے کہ برزخا شور محرم میں نے دیکھا کہ جس وقت حسین علیہ السلام کو دشمنوں نے خانہ زین سے زمین گرم پر گرایا تھا سارا بدن امام مظلوم کا رخنوں سے چور چور تھا اور صحران کر بلا کی ریگ گرم پر اون بے شمار رخنوں میں آپ لوٹ رہے تھے۔ اور اشتیاء اس حالت میں بھی آپ پر نیزہ و شمشیر کے وار کیا ہے تھے کہ دفعتاً خیمہ امام کا پر وہ اٹھا اور ایک طفل صغیر چار سالہ عبد اللہ بن حسن جانب قتل گاہ دوڑتا ہوا کمال اضطراب و انتشار کے ساتھ چلا جاتا تھا اور اس کے عقب میں جناب زینب خاتون خیمہ سے ہاتھ آئین اور چاہتی تھیں کہ اس طفل صغیر کو پکڑیں مگر اس طفل کو صبر و قرار نہ تھا اور کہتا تھا کہ واللہ میں اپنے عموئے نامدار کی مفارقت گوارا نہ کروں گا تا آنکہ وہ طفل امام مظلوم کے قریب پہنچا اور عرض کی کہ اے عم بزرگ وار ہم اطفال اور بی بیان آپ سے پانی کے طلبگار ہونگے آپ خیمہ میں تشریف لیجئے آپ کے جسم اقدس کو کثرت جراحات کے سبب اس ریگ گرم پر اذیت ہوتی ہے ناگاہ ابن کعب نے ایک ضرب تلوار کی امام حسین علیہ السلام پر لگائی اور اس بچے نے کہا کہ اے ملعون تو چاہتا ہے کہ میرے عموئے بزرگوار کو قتل کرے اور اس کی تلوار کا وار اپنے دست راست پر روکا کہ ہاتھ اس بچے کا شانہ سے قلم ہو گیا۔ امام مظلوم نے اس طفل کو زیر بغل لے لیا اور فرمایا کہ اے فرزند برادر صبر کرو اور یہ وردگار عالم سے اس کی جناح طلب کر لیا حرم نے ایک تیر اس طفل کو مارا اور عبد اللہ بن حسن آغوش حسین علیہ السلام میں شہید ہوئے۔ جناب زینب خاتون اس حال کے مشاہدہ سے کمال اضطراب گریہ و زاری کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اے فرزند کاش میں مردہ ہوتی اور

تھکوا اس حال سے نہ دیکھتی۔

پس امام حسین علیہ السلام شقیار راست کے جبر اور ظلم اور دشمنی کے ظاہر کر کے مظلوم مسیخ کو پیش اعدا لائے تھے تاکہ آئندہ زمانہ میں قاتلان حسین و دشمنان آل رسول کے اولاد اور طغیانیوں اور معتقدوں کے مقابلہ میں مجاہدان آل رسول ثبوت کے واسطے اس واقعہ کو فکر کرنے کے جسکو سنکر ایمانداروں کو دشمنان آل رسول کے ساتھ نفرت پیدا ہوگی اور مخالفان آل رسول کے دھوکوں سے اونکے ایمان میں خلل واقع نہوگا۔ امام حسین علیہ السلام کو اضطراب تھا نہ خوف جان تھا جو کچھ آپ نے کیا امت کی رہنمائی اور رہبریت کے واسطے کیا تاکہ مسلمانوں کے ایمانوں میں خلل واقع نہو اور ثابت قدم اس دنیا سے فوت ہوں۔

چنانچہ اسکی شہادت مخالفان اسلام کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ ایک عیسائی مؤرخ مسٹر کارن نامی یورپین نے تاریخ چین میں لکھا ہے کہ رستم اور فرخندہ وغیرہ پہلوانان کا شجاع بے مثال تسلیم کرنا تاریخ عالم سے ناواقفیت کا باعث ہے جو لوگ علم تاریخ سے ناواقف ہیں وہ ان لوگوں کی شجاعت کا اقرار کرتے ہیں۔ اگر بنی آدم میں کوئی مرد شجاع اور بہادر پیدا ہوا ہے تو وہ حسین ابن علی ہے جسکا مثل شجاعت اور جواغردی اور بہادری میں کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔ یہہ قول بہت مشہور ہے کہ ایک کے مقابلہ میں دو بھاری ہوتے ہیں۔ مگر حسین کو کسی قسم کے دشمنوں کا مقابلہ تھا۔ اول تین روز کی تشنگی و کمرنگی سے دشمن کا مقابلہ جو انسان کے واسطے سخت ترین دشمن ہے۔ دوسرے مئی و جون کا مینا قباب کی حرارت شدید بادِ سموم کی شدت جنہے شرارے نکلتے تھے عرب کی گرم ریت ایک جان کے مقابلہ میں دشمنوں کی فوج کثیر جو سب کے سب لوہے کے پیا سے تھے پس ایسے دشمنوں کے مقابلہ میں جو شخص مستقل و ثابت قدم رہے اور ذات

باری تعالیٰ پر توکل کر کے مقابلہ اپنے دشمنوں سے کرے وہی شجاع ترین عالم ہے۔
 اور ایسا شخص بجز حسین ابن علی کے دوسرا پیدا نہیں ہوا۔ افسوس ہے کہ جس حسین کی ہمت
 اندھیر و استقلال کا عیسائی بھی اقرار کریں اس کے صبر و قناعت اور شجاعت کے
 تذکرہ کو وہ لوگ بہت سیئہ تیار دین کر جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں و سَنِيْعُ لَعْنِ الدِّينِ
 ظَلَمُوْا اَيُّ مُّقْلِبٍ يَّتَقَلَّبُوْنَ۔

مختصر نمبر ۲۰

کیا محاسن غزائیں میں قید اہل حرم و مصائب اہل حرم
 کے ذکر سے حسب قول اہل سنت خاندان نبوت
 کی توہین ہوتی ہے یا قبول فرمودہ شیعہ یہ ذکر باعث ہنائی

ایک عالم اہل سنت کتاب اسرار الہدیٰ میں مندرجہ ذیل عبارت تحریر فرماتے ہیں۔
 یہ بات تو ظاہر ہے کہ کوئی مرثیہ ایسا نہیں ہے کہ اہانت، اہلبیت سے خالی ہو۔ ایک
 مرثیہ خوان جو شل میان انیس و دہیر کے اپنے زمانہ میں انگشت نماتھے بلکہ فصاحت
 و بلاغت میں مانند میر مولنس و میر دلگیر کے اپنے وقت کا کہتا تھا۔ ایک روز کسی امیر کی
 خدمت میں گئے اور عرض کی کہ ایک نئی بندش کا رشتہ کھلا لایا ہوں۔ امیر نے
 کہا کہ آپ کی والدہ عقیقہ کا مزاج کیسا ہے مرثیہ خوان نے کچھ جواب نہ دیا پھر ہمیشہ آپ کا
 مزاج پوچھا مرثیہ خوان کا دم بند ہوا۔ پھر دختر صالحہ کی مزاج پر سی کی اس پر مرثیہ خوان
 صاحب بہت عقہ ہوئے۔ امیر نے کہا کہ آپ تو صرف ہمیشہ و دختر و والدہ ہی کا نام
 شکر از خود رفتہ ہو گئے حالانکہ میں نے او کا نام تک نہیں دیا لیکن جب آپ لوگ
 سر نمبر بیٹھ کر اہلبیت رسول اللہ کے اسماء مبارک لیکر توہین کرتے ہو ا قوت
 روح پر فتوح رسالتا ب کس قدر تم سے بیزار ہوتی ہو گی نفرین ایسے مشرب پر جو عترت

رسول اللہ کی توہین کرے۔

اکثر اہل سنت کو میں نے اس قسم کے اعتراض کرتے دیکھا لہذا مجھ کو اس امر کی توضیح کی ضرورت ہوئی کہ مجلس عام میں الجہوم کے نام لینے اور ان کے مصائب بیان کرے۔ سے توہین ہوتی ہے یا یہ ذکر باعثِ رہنمائی ہے۔

یہ اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں جو معتقد اور پیروہین دشمنان آل رسول کے۔ اور جنکے باپ دادا یا پیشوا زمانہ جاہلیت میں بد اعمال و فاسق کشتی کو باعثِ غیرت و جہانماری جانتے تھے اور کہتے تھے کہ دشمن کو منسوب کر کے شخصِ غیر کو داماد بنا کر کمال شہرہ اور بڑے غیرت کی بات ہے اور اس جہالت کے خیالِ بیہودہ کے سبب کمال بے دردی اور سیرجی کے ساتھ اپنے پارہ جگر کو۔ اپنے ہاتھ سے ہلاک کرتے تھے۔ مگر اپنے مخالفوں کی عفت و عصمت کی برابری میں سطلق حیا و شرم نہ کرتے تھے اسی جاہلیت و جفاکاری کا اثر جن لوگوں کے دلوں میں اپنے باپ دادوں یا اپنے پیشواؤں کی تقلید کے باعث اب تک ہے۔ اس ذکر کو باعثِ توہین قرار دیتے ہیں۔ اور اس ذکر کو باعثِ توہین بتلانے سے مطلب دشمنان آل رسول کا ایمانداروں کو دھوکا دینا ہے۔ کم علم اور جاہل آدمی کے سامنے جب کما جاتا ہے کہ اگر تمھاری دختر یا پیشور یا والدہ نام مجلس عام میں لیا جاوے اور ان کے مصائب عامہ خلافت کے رہبر و ذکر کیے جا دیں تو تم کو کس قدر ناگوار ہوگا۔ رسول خدا کی بیوی بیویوں کے نام لیکر مجلس عام میں جو ان کے مصائب بیان کئے جاتے ہیں کیا یہ امر باعثِ شرم و حیا نہیں ہے اور اس اعتراض سے دشمنان آل رسول کا مطلب یہ ہے کہ جس طور سے ممکن ہو واقعاتِ شہادت و مصائب الجہوم کا ذکر مسدود ہو جاوے۔ کیونکہ ان تذکروں سے ان کے باپ دادوں اور پیشواؤں کی جفاکاری بے دینی دنیا طلبی کا اظہار ہوتا ہے۔ جسکی سماعت سے عامہ خلافت کو نفرت پیدا ہوتی ہے۔

اور دشمنان آل رسول کی اولاد اور ان کے مستفیدین جو اس وقت اس دنیا میں موجود ہیں اپنے باپ دادوں اور پیشواؤں کی سفاکی اور جفاکاری اور بے دینی اور دنیا طلبی کا حال شکر مند ہوتے ہیں اور غور کرتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں اور پیشواؤں سے نفرت کرنیوالے دن بدن ترقی پر ہیں کسی حیلہ یا بہانہ سے ان تذکروں کو موقوفہ کرانا چاہیے تاکہ ہمارے باپ دادوں اور پیشواؤں کی سفاکیاں اور جفاکاریاں اور بے دینی و دنیا طلبی کے واقعات لوگوں کو فراموش ہو جائیں۔ چونکہ سرسری نگاہوں میں یہ اعتراض ناواقفوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے ہیں۔ لہذا میں حلیات اسکی ظاہر کرتا ہوں تاکہ ہر شخص واقف ہو جائے۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت امت کی رہنمائی اور ہدایت کے واسطے ہوئی تھی کسی ذاتی غرض کے واسطے۔ اور خلق اسکی ہدایت اور رہنمائی میں جو ذلت اور معیبت پیش آتی ہے وہ باعث فخر ہوتی ہے نہ باعث توہین۔ اگر ذکر مصائب اہل بیت باعث توہین ہوتے تو اہل سنت کے نامی گرامی عالم اس ذکر کو اپنی کتابوں میں لکھ کر شائع نہ کرتے۔ ذی علم لوگ توکل واقعات کتابوں میں پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن مجلس عام میں ان کتابوں سے یہ ذکر بیان نہ کیے جاوے تو علم اور جاہل ان واقعات سے بے خبر رہیں اور دشمنان آل رسول کے ساتھ غلو ہو کر نجات سے محروم ہو جائیں۔ تعجب ہے کہ اہل سنت مجلس عام میں اہل بیت کا نام لینا تو داخل توہین بتلاتے ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ زوجہ رسول خدا کا نام لینے اور کھٹنے میں بالکل شرم نہیں کرتے۔ ہر جاہل اور عالم مجمع عام میں مجلس و خط میں باوازا بلند فخر یہ کہتا ہے کہ حضرت عائشہ زوجہ محبوبہ رسول خدا۔ اور لفظ محبوبہ کے کئے سے مطلق شرم نہیں کرتے۔ تمام احادیث اور روایات کا راوی جاہل حضرت عائشہ کو لکھا ہے۔ اور کل علماء اہل سنت مجلس علم میں باوازا بلند

وقت وعظ کہا کرتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عائشہ کی زبانی سنی گئی۔ اور مجالس میلاد وغیرہ کے جلسہ عام میں حضرت عائشہ کی فضیلت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کے کاندھے پر حضرت عائشہ نے اپنی تھوڑی سی ٹھکڑی ماشہ ناچ کاویکھا بیکار ذکر شکوہ سفوف۔۔۔ میں ہے۔ اور قصہ انک کو جو شرم اور فحشیت کی بات سے بطور وعظ مجالس میلاد کے مجمع عام میں فخریہ بیان کیا جاتا ہے اور کتابوں میں لکھا جاتا ہے مطلق شرم نہیں کرتے حضرت عائشہ نے ایک لشکر جباریکر حضرت علی کے ساتھ جنگ کی کیا ان واقعات سے اور حضرت عائشہ زوجہ رسول خدا کا مجمع عام میں نام لینے سے توہین نہیں ہوتی۔ اگر اس مقام پر صاحب اسرار الہدی سے لیا جاوے کہ کیوں جناب اگر مثل حضرت عائشہ آپ کی زوجہ ابامیشیر یا و خریا مادر کا نام مجمع عام میں لیا جاوے اور کلمات مجہولیت و غشیت بیان کیے جاویں اور مثل قصہ انک کوئی قیمت لگائی جائے تو آپ کو غیرت آویگی یا نہیں دیکھیں حضرت کیا جواب دیتے ہیں۔

مجالس عام میں اہلحرم کے واقعات مصیبت اس غرض سے ظاہر کیے جاتے ہیں تاکہ ایماندار و بیظاہر ہو جاوے کہ اشتیاء و است نے خاندان نبوت پر اس درجہ ظلم کئے اور ان سخت ظلموں پر خاصان خدا نے ہماری ہدایت و رہنمائی کے واسطے صبر کیا اور سارے صحابہ گوارا کئے مگر ہم ہی ہدایت و رہنمائی سے غافل ہوئے۔ پس ان تذکروں کے لئے سامعین کے دلوں میں اون اصحاب اور تابعین اور مسلمین کی جانب سے نفرت پیدا ہوتی ہے کہ جنکے اجماع سے یرید خلیفہ ہوا۔ اور فرزند رسول مثل گو سفندان قربانی ذبح ہو گیا اور وہ سب دیکھتے رہے اور کہنے مدونہ کی۔ رسول خدا صلعم کی ہوشیاری بے مقصد و چادر بلوایا۔ عام میں پھر اکی گئیں اور کسی مسلمان نے اعانت

نہ کی۔ کیا اوس زمانہ میں جو اصحاب رسول اور تابعین اور مسلمین موجود تھے
 اوہیں سے کسی کو بھی فہم نہ تھا کہ حرم رسول کی اعانت کرتے اور ان کو ہوا
 عام کی رسوائی سے بچاتے۔

اگرچہ شیون کا قول ہے کہ امام حسن علیہ السلام کو امیر معاویہ نے زہر سے شہید کرایا
 مگر اس بات کا تو اہل سنت بھی اقرار کرتے ہیں کہ زمانہ خلافت امیر معاویہ میں
 یہ پیدائش امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کرایا جیسا ذکر شاہ عبد العزیز صاحب
 محدث دہلوی نے در الشہادۃ میں بھی لکھا ہے۔ جبکہ تیرہ سو برس سے یہ
 واقعہ کتابوں میں درج ہوتا چلا آتا ہے تو کیا اس واقعہ سے امیر معاویہ
 اور اصحاب رسول اور تابعین اور دیگر مسلمین کو آگاہی ہوئی ہوگی یہ امر بالکل
 خلاف قیاس ہے۔ اور امام حسن علیہ السلام کو جب یہ پیدائش زہر سے شہید
 کرایا اور مروان عامل امیر معاویہ نے نقش امام حسن کو روضہ رسول خدا میں دفن
 ہونے دیا اور اس حال پر امیر معاویہ نے اسی زید قاتل حسین کو اپنا ولیعہد
 بنایا اور اصحاب و تابعین سے اوسکی بیعت لی تو اس سے یہ امر محتاج ثبوت نہا
 کہ زید کی اس حرکت سے کہ اوسنے امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا اور مروان
 کی اس حرکت سے کہ اوسنے امام حسن علیہ السلام کو روضہ رسول خدا میں دفن نہ دیا
 اور عساکر عظیم برپا کیا امیر معاویہ رضامند تھے۔ اور اوسکی رضامندی کا ثبوت
 اوس واقعات سے بھی ہوتا ہے جو نتیجہ نمبر ششم میں ذکر کئے گئے ہیں کہ امیر
 معاویہ وفات امام حسن علیہ السلام سے خوش ہوئے اور کہا کہ ایک چنگاری
 تھی وہ خاموش ہو گئی۔ اگر امیر معاویہ یہ زید و مروان کی حرکات مذکورہ سے
 ناخوش ہوتے تو مروان کو حکومت سے معزول کرتے اور زید کی خلافت پر
 مسلمانوں سے بیعت نہ لیتے نہ زید کو خلافت پر مقرر کرتے پس زید کے فعل قتل

نتیجہ نبردِ کربلا

امام حسن علیہ السلام کے ظاہر ہونے سے اور اس فعل بد کے ظاہر ہونے پر ہنگاماً
 خلیفہ بنانے اور اس کے واسطے بیعت لینے سے امیر معاویہ موافقہ قتل امام حسن علیہ السلام
 میں شریک نہ ہو سکتا تھا اور جب قتل امام حسن علیہ السلام کا موافقہ شرکت
 یزید امیر معاویہ کے ذمہ عاید ہوا تو قتل امام حسین علیہ السلام و دیگر شہداء کو کر بلا کے
 خون کا موافقہ بھی امیر معاویہ کے ذمہ عاید ہو گا اسوجہ سے کہ اگر امیر معاویہ
 قاتل امام حسن علیہ السلام کو کہ جسکی دشمنی خاندان رسالت کے ساتھ ہو قتل امام حسن
 علیہ السلام ظاہر ہو گئی تھی خلافت کو سپرد نہ کرتا تو امام حسین علیہ السلام شہید نہ ہوتے
 اور جو لوگ خلافت امیر معاویہ کو جن جانتے ہیں اور جنھوں نے اطاعت اور
 پیروی کی امیر معاویہ کی امور دینی میں اور اس کے نفس اللہ غنہ ہونے کے اعتبار
 قاتل ہیں اور جن لوگوں نے اجماع کیا خلافت یزید پر وہ سب اور اس کے مقلد
 حسین علیہ السلام کے خون کے موافقہ ہیں بر ذریعہ است گرفتار غلاب ہونگے
 کیونکہ پیشوا و قوم کے ظلم اور بیدینی کا موافقہ اس کے کل مقلدین کے ذمہ رہتا ہے
 جب تک اس کے مقلد اسکی تقلید سے علی بد ہو کر اس کے ساتھ اظہار نفرت نہ کریں
 اس مقام پر ایک دشمن آل رسول نے جو عالم و فاضل تھا مجھے بیان کیا کہ امیر
 معاویہ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ امام حسن علیہ السلام کو یزید نے زہر دیا کہ شہید کیا
 اگر معلوم ہوتا تو کبھی یزید کو خلافت نہ سپرد کرتے نہ یزید کے واسطے بیعت لیتے
 لہذا ایسے دشمنان آل رسول کے دھوکوں سے بچنے کے لئے روضہ الشہداء مصنفہ
 ملا حسین داغ کا شفی کے صفحہ ۱۰۰ سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتا ہوں یہ
 ملا حسین و اعظم مذہب اہل سنت کے ایک معتبر اور مشہور عالم ہیں۔ جنکی
 تفسیر حسینی مشہور ہے۔

مروان (اسمار) باو و غلام و سہ کینزک بشام فرستاد و نامہ نوشت کہ البتہ

این زن را نہان کیند و زنیہار زنیہار اورا جاسے فرستید کہ کسی نہ بنید و نہ اند
 کہ اگر مرے ازین قفیہ فاش گرد و فتنہ خفتہ دیگر بارہ بیدار شود و شمشیر ہاسے
 کہ در بنام آرمیدہ از غلاف بیرون آید پس فکر آن باید کرد کہ اسما این را از را
 اشکارا نکند و نہانی مارا بر ملا نیفکند اما چون نامہ و اسما بد شق رسید و جب
 تغزیت شاہزادہ پیش از ان رسیدہ بود والی شام (یعنے امیر معاویہ) بفرمود
 تا دوکانہارا در بستند و در ہاسے دروازہ شہر را سیاہ کرد و خود با ہمہ اعیان
 و اعظم ولایت سیاہ پوشیدہ و شبانہ روز تغزیت بزرگانہ بداشت پس
 از ان اسما را طلبید و از کیفیت احوال باز پرسید اسما در الیتاد و ہرچہ کردہ بود
 از اول زہر و در طعام کردن تا آخر اتہاس و آب افکندن بہ تفصیل باز گفت و
 تقریر کرد کہ اورا بجهت خوشنودی تو و محبت زید چگونہ بکشم و خشم خدا و رسول
 و مذاب دوزخ اختیار کردم حاکم و شق (یعنے معاویہ) گفت اعنت خدا بر تو باد
 از خدا شرم نہاشتی و از غضب رسول و سے نہ اندیشیدی و برگردان تاقہ بافتہ
 مشکبار غبر شمار اورحم نہ کردی و از رخسار چون ماہ و سے و از رو سے سیاہ و ل
 تباہ خود یاد نیاورد و سے توجہ لائق مصاحبت زید باشی تو آخر با جگر گوشہ
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم این نوع معاملہ کردی معلوم ست کہ با زید چاکنی فقط
 اگرچہ ملاسین کاشفی نے بوجہ تعصب نسبت امیر معاویہ کا نام لینے میں شرم
 کی ہے اور زبجائے نام کے والی شام و حاکم شام لکھدیا ہے اور امیر معاویہ کی
 تغزیت بزرگانہ کی بھی صفت کی ہے مگر جمحاوان جھڑون سے کیا مطلب میری
 غرض صرف اسقدر ہے کہ معاویہ کو اطلاع تھی کہ زید نے زہر دلو اکر امام حسن
 علیہ السلام کو شہید کرایا اور اسما قاتل امام حسن علیہ السلام نے بالفاظ صاف و صریح
 معاویہ سے کہا کہ میں نے میری خوشی کے واسطے زہر دیا۔ پس تحریر ملاسین و اعظ

سنی الذہب سے اس تحریر کے ساتھ ثابت ہو کہ مروان نے اس خوف کی کہ اس کا قتل نہ ہوا وہ اس کو اپنے غلاموں اور ملازموں کی حفاظت میں نظر بٹا دیا وہی امیر معاویہ کے پاس دمشق کو بھیجا اور امیر معاویہ نے اس کی زبان سے سارے واقعہ زہر دینے کا انکار زید کے ساتھ اس کے عقد سے انکار کیا اور جواب دیا کہ جب تو نے فرزند رسول کے ساتھ اس درجہ یونانی کی تو زید کے ساتھ جو کچھ یونانی کرے وہ کم ہے۔ دیگر علماء اہلسنت نے بھی اس واقعہ کو پوشیدہ نہیں کیا ہے اپنی کتابوں میں لکھا ہے بوجہ اختصار صرف روضۃ المشتمل پر کفایت کی گئی۔

مجاہد عام میں اہل بیت کے مصائب بیان کرنے سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اور اس سے امت کو جو کچھ ہدایت ہوتی ہے اس کو مختصر طور پر ذیل میں ذکر کرتا ہوں۔

وفات امیر معاویہ کے بعد زید جب منہ خلافت پڑا اور مسلمانوں نے اس کی خلافت پر اجماع کر کے بیعت کی تب زید نے ولید حاکم مدینہ کو لکھا کہ امام حسین علیہ السلام سے میری بیعت لے اگر بیعت سے انکار کریں سر کاٹ کر بھیج دو۔ امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ انکار بیعت سے خونریزی ہوگی اور بیعت کرنے سے چراغ اسلام گل ہو جاوے گا اور اہل مدینہ پر پید کی بیعت کر چکے ہیں زید کے خلاف میری اعانت نہ کریں گے۔ لہذا نظر سے امدت وقت آپ نے ہمت نہ کی مگر یہ کہ مکتوب کا قصد کیا۔ کیونکہ مکتوب کا مقصد یہ ہے کہ اس نئی ہر مسلمان کے واسطے اور یہ کہ مکتوب میں خونریزی حرام تھی۔

اگرچہ تھوڑی سے طوالت ہوگی مگر اس مقام پر میں مختصر طور پر آپ کی روانگی کا حال لکھتا ہوں کہ جبکہ پڑھنے سے مجھ کو امید ہے کہ غافلوں کے دل میں کچھ حسرت

آویگا اور وہ بغور یہ سارا واقعہ پڑھ لینے۔ جب اللہ ابن شان کو فی نقل کرتا ہے کہ اس واقعہ کو میں نے اپنے باپ سے اور میرے باپ نے میرے جد سے سنا ہے میرا دادا بیان کرتا تھا کہ میں اہل کوفہ کا خط لیکر امام حسین علیہ السلام کے پاس مدینہ منورہ میں گیا۔ جب امام حسین علیہ السلام سفر مکہ کے واسطے تیار ہوئے تو میں بھی دیکھنے کے واسطے گیا کہ دیکھوں امام کس شان و شوکت سے سوار ہوتے ہیں راوی کہتا ہے کہ جو قوت میں ہو چکا میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام ایک کرسی پر بیٹھے تھے اور جوانان ہاشمی مثل تارون کے حضرت کے گرد جمع تھے اور چالیس محمل واسطے سوار ہونے تیار تھے۔ کہ ناگاہ ایک جوان خوب و طویل القامت زنان خانہ پرآمد ہوا اور آواز دی کہ اے جوانان بنی ہاشم ہٹ جاؤ اور دو بی بیان باہر تشریف لائیں جنکاروئے مبارک اور تمام جسم چادرون سے پوشیدہ تھا۔ اور گردنوں کینرین حلقہ کیے ہوئے تھیں۔ پس وہ جوان آیا اور اپنا زانو خم کیا اور دونوں بی بیوں کو بازو پکڑ کر محمل میں سوار کیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ جوان اور یہ بی بیان کون ہیں ایک شخص نے مجھ کو جواب دیا کہ یہ جوان جیسے سوار کیا ماہ بنی ہاشم عباس ابن امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہے۔ اور دونوں بی بیان جناب زینب خاتون و جناب ام کلثوم دختران حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اس طرح جوانان بنی ہاشم نے کمال عزت و محبت اور پرورداری کے ساتھ بی بیوں کو محملوں میں سوار کیا۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن تو میں نے اہل حرم کو اس شان و شوکت سے دیکھا۔ لیکن بروز عاشور محرم زمین کر بلا پر نہیں بی بیوں کو سروپا پر نہ بے مقنوعہ و چادر فریادکنان میں نے دیکھا اور جناب زینب خاتون کو نقش حسین علیہ السلام پر اس طرح گریہ و بکا کرنے سنا۔ نوحہ یہی ہر گلی سے مکرگائے نہ پالی میں : زخمیہ جلتی ریت چھڑانے نہ پالی میں

فوس در دل کاٹائے نہ پانی میں چادر بدن کے بچے بچانے نہ پانی میں

ہر پر یہ میرے آتے ہی بیدار ہو گئی :

تم ہو گئے شہیدین بر باد ہو گئی

ہر روز پھر یہ کو جانا ہوا نصیب صغرا کو پھر عکس نہ لگانا ہوا نصیب

پانی ہوا نصیب نہ کھانا ہوا نصیب شہر و تن کا داغ اٹھا ہوا نصیب

اب اولوں وقت فاتحہ کو کون جائیگا

اب کون شمعِ نبوی پر حبلائیگا

تسا کر فی غریب بین خستہ تن نہیں مرنے کے بعد گو زمین اور کفن نہیں

ہر پرانی بستی ہے اپنا وطن نہیں واقف یہاں کسی سے یہ سبکس ہن نہیں

لاکھن نہانی میں مظلوم جیسا لکڑی کو

ہوتا اگر وطن تو نکلتے گدا کی کو

مولوی میر جاگیر خان صاحب نے کتاب اظہار الہدیٰ میں بہت غصہ کے ساتھ لکھا ہے کہ لوگ مرثیہ

خوان کا اب کی شاعری کو بہت پسند کرتے ہیں۔ میں حیران تھا کہ مرثیہ خوانوں نے مولوی صاحب

کو کیا بچہ بونچا جو ان کو کاذب لکھا ہے لیکن مرثیہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا بیانات

در آئینہ جو مرثیہ نہیں لکھے جاتے ہیں ان کی سادگی سے لوگ کہ پیشوایان مولوی صاحب

ممدوح سے کینہ و نفرت پیدا ہوتی ہے یہ بات مولوی صاحب کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔

مولوی صاحب کی غرض شاید یہ ہے کہ ظلم تو ہوئے مگر اس قدر شدید ظلم نہیں ہو

جیسا کہ مرثیہ خوان لکھتے ہیں اور پیشوایان مولوی صاحب کی روح کو شرمندہ کرتے

غرض کہ حسین علیہ السلام چارم شعبان کو مدینہ منورہ سے کوچ کر کے مکہ معظمہ میں

پہنچے۔ لیکن مدینہ میں اصحاب اور تابعین دیکھتے رہے فرزند رسول کی کسی نے

اعانت نہ کی۔ اگر اعانت کرتے تو حسین علیہ السلام کو ہجرت کی ضرورت نہ تھی۔

حالانکہ رسول خدا نے وصیت کی تھی واسطے حفاظت آل اور قرآن کے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب تذکرۃ الخلفاء صفحہ دوم سطر آخر و صفحہ سوم سطر اول میں تسلیم فرمایا ہے۔ اگر اصحاب و تابعین نے کیا خوب حفاظت و اطاعت آل رسول کی کی۔ اور کیا اچھی فرمانبرداری وصیت رسول خدا کی کی۔ کہ فرزند رسول سے ترک وطن کرایا۔ اسی اطاعت اور فرمانبرداری کے معاوضہ میں ان اصحاب اور تابعین کی مدد و ثنا کرتے ہیں اور قابل درود قرار دیتے ہیں۔ انھیں اصحاب اور تابعین نے جماع کر کے یزید کو خلیفہ بنایا تھا۔ جو شخص اطاعت اور امامت یزید سے انکار کریگا اور سکون اصحاب اور تابعین اہل مدینہ کی پیشوا سے اور قہس اور افتخار سے بھی۔ انکار کرنا پڑے گا۔ اور اس انکار سے وہ فرقہ اہل سنت میں شامل نہیں رہ سکتا کیونکہ اس اعتقاد کا آدمی شیعوہ کہلاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کتاب سرائشا و تین میں لکھتے ہیں کہ یزید مرد فاسق و شرابی و ظالم تھا بدنیوجہ امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید سے انکار کیا اس انکار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یا تو حسین علیہ السلام حق پر تھے اور انھوں نے فاش کی بیعت کو حرام جانکر بیعت سے انکار کیا۔ یا اصحاب و تابعین اہل مکہ و مدینہ و دیگر مسلمان جنھوں نے یزید کی بیعت کر کے یزید کی امامت کو قبول کیا وہ حق پر تھے۔ ان دونوں فرقوں میں سے ایک کو برحق اور دوسرے کو منافق قبول کرنا پڑے گا۔ دونوں فریق کا حق بجانب ہونا عقل و نقل و نو کے خلاف ہے۔ جو لوگ حسین علیہ السلام کو حق بجانب قبول کرتے ہیں وہ ان اصحاب اور تابعین اور مسلمین کے منافق ہونے کو بھی قبول کرتے ہیں جنھوں نے جماع کر کے یزید کو خلیفہ کیا اور یزید کی اطاعت کی اور اسکو اپنا امام بنایا۔ اور منافق ناجی قرار نہیں پاسکتا نہ زمرہ مومنین میں داخل ہو سکتا ہے۔ اسی فرقہ

نام شیعہ ہے جو حسین علیہ السلام کے حق بجانب ہونیکو تسلیم کر کے بیعت کنندگان یزید کو منافق جانتے ہیں۔ اب میں مولوی محمد جاوید خان صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اور ان کے ہم نوا ہب اس بات کا جواب دیدین کہ وہ امام حسین علیہ السلام کو مقدمہ آٹکا بیعت یزید حق پر سمجھتے ہیں یا اولیٰ اصحاب اور تابعین اور سلیمین کو حق بجانب جانتے ہیں جنہوں نے یزید کی بیعت کی اور یہ کہ اپنا امام بنایا۔ اگر اولیٰ اصحاب اور تابعین اور سلیمین کا حق بجانب ہونا اہل سنت کے نزدیک قابلِ علم ہے کہ جنہوں نے یزید کی بیعت کی اور اسکو اپنا امام بنایا تو پھر فرقہ اہل سنت بطبع اور مبرا یزید اور مخالف حسین علیہ السلام قرار پاویگا اور بیعت کنندگان یزید اور ان کے بطبع اہل سنت کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا جیسا کہ عبد اللہ ابن عمر کا قول نتیجہ نمبر پنجم میں تسلطانی جلد دوم صفحہ ۱۶۲ سے نقل کیا گیا ہے کہ عبد اللہ ابن عمر نے یزید کی خود بھی بیعت کی اور اہل مدینہ کو ہر جمع کر کے شکستہ بیعت یزید کرنے دی اور سمجھایا کہ میں نے دست یزید پر بیعت کی ہے اور یہ بیعت مقبول خدا اور ہے۔ تو اس حالت میں حسین علیہ السلام کا بیعت یزید سے انکار کرنا داخل منافقت ہوگا۔ ایسے حسین علیہ السلام کے متقدمین کی دانست میں تو حسین علیہ السلام کا بیعت نہ کرنا حق بجانب تھا ایسے ان لوگوں کا حشر تو یقیناً حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوگا اور جو لوگ بقول عبد اللہ ابن عمر بیعت یزید کو مقبول نہاد و مقبول نہا ہوں اور ان کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا اور ان کے نزدیک حسین علیہ السلام کا بیعت یزید سے انکار کرنا داخل منافقت ہوگا۔

اہل کوفہ نے جب سنا کہ حسین علیہ السلام بیعت یزید سے انکار کرتے ہیں اور اہل مدینہ ان کی اعانت سے کنارہ کش ہیں اور یزید ان کے قتل پر آمادہ ہے۔ تب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں قاصد بھیجے اور خطوط لکھے شاہ عبدالعزیز صاحب

محدث دہلوی سر الشہادتین میں لکھتے ہیں کہ اہل کوفہ نے باہم اتفاق کر کے حسین علیہ السلام کو لکھا کہ آپ آ کے ہمارے پاس ٹھہریں ہم اعانت کو جان و مال سے حاضر ہیں۔ اور بہت مال لے کر آیا تھا خطوط میں اور پے در پے یک صد و پنجاہ خط لکھے تھے۔

باب حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں قیام کیا تو زید نے اہل شام کا ایک گروہ بہمانہ حج مکہ میں بھیجا تاکہ حالت حج میں یا تو امام حسین علیہ السلام کو گرفتار کریں یا قتل کریں حسین علیہ السلام اس خبر کو شکر و شکر ہوئے اور حج کو عمرہ کے ساتھ بدل کر جانب عراق روانہ ہوئے۔ اس عجلت کا سبب یہ تھا کہ آپ کو ارباب کا اندیشہ ہوا کہ حالت حج میں اگر اہل شام مجھ پر حملہ کر نیکی تو نوبت بخونریزی پہونچے گی اور رست خانہ کعبہ کی میرے سبب برباد ہوگی اور یہ امر شان امامت کے خلاف تھا۔

اور جانب عراق اسوجہ سے روانہ ہوئے کہ اہل عراق نے قاصد بھیجے تھے اور اعانت کا وعدہ کیا تھا اور کسی جانب سے وعدہ اعانت نہ تھا اور کل مسلمان ملتا نیرید قبول کر چکے تھے اور حسین علیہ السلام سے کنارہ کش تھے بدینوجہ آپ کو خستہ عراق کے اور کوئی سمت روانگی کی نظر نہ آئی۔ تاہم کئی بات کے کہنے کا موقع نہ ملے کہ اہل کوفہ واسطے اعانت کے جان و مال سے تیار تھے اس پر بھی حسین علیہ السلام نے انکی اعانت کو قبول نہ کیا اور درستی قتل ہو گئے جیسا کہ حسن علیہ السلام کی نسبت کہا جاتا ہے کہ آپکی اعانت کو لشکر جرار موجود تھا مگر آپ کو امیر معاویہ سے صلح کرنا منظور تھا اسلئے صلح کر لی حسن علیہ السلام کے لشکر جرار کی اعانت کا بھی یہی حال تھا جیسا کہ اہل کوفہ نے اعانت حسین علیہ السلام کا ارادہ ظاہر کر کے یونانی کی۔ اور جبکا حال شہادت حسین علیہ السلام سے ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سر الشہادتین میں لکھتے ہیں کہ سفر

عراق سے حسین علیہ السلام کو منع کیا عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و جابر انصاری و ابو سعید خدری و ابو واقد لیثی نے۔ مگر حسین علیہ السلام نے نانا اور فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے کہ جنت خاندکبر ایک میٹھ ہے کہ سب سے بڑا ہوگی۔ سو کہیں وہ بیٹھ جائیں ہوں یہ سب تھا حسین علیہ السلام کا ختم حج کے قبل کوچ کرنا۔

مولوی محمد جانی خان صاحب نے کتاب اطہار الہدیٰ صفحہ ۵۷ میں لکھا ہے کہ ہر چند عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر نے دیگر صحابہ کرام رسول اکرم نے کہ واسطے ادا کے حج کعبہ تشریف لائے تھے حسین علیہ السلام کو سفر عراق سے منع کیا اور سمجھا یا کہ اہلبیت کو ہمراہ لیکر نجاے اور کوفیان بیوفا کے اوپر ہرگز اعتماد نہ کرے ورنہ جناب کو وہ کم بخت بے حیافت ایذا دینگے۔ مگر حضرت امام المتقین نے اصلاً ترک غریمیت فرمائی۔

یادداشت جب کوفیوں کی بیوفائی اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے پھر امام حسن علیہ السلام کی نسبت کیوں کہتے ہیں کہ آپ کی اعانت کو فوج جرأرمو جو تھی امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی کوفیان بیوفا تھے جنکی بیوفائی کے سبب امام حسن علیہ السلام کو امیر معاویہ سے مجبوراً صلح کرنے کی ضرورت پڑی۔

تحریرات مذکورہ و باقر علماء اہلسنت یہ بات ثابت ہو کر اصحاب رسول وقت کو پناہ امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ میں موجود تھے اور سب نے حسین علیہ السلام کو عراق جانے سے منع کیا اور کوفیوں کی بیوفائی اور حسین علیہ السلام کی ایذا رسی سے وقف تھے تاہم اعانت فرزند رسول پر کوئی صحابی آمادہ نہوا اور سب نے کٹارہ کشی کی اور وصیت رسول خدا پر کسی نے عمل نہ کیا۔ اور فرزند رسول کی حفاظت و اطاعت پر کوئی تیار نہوا۔ اگر حسین علیہ السلام کو اپنی حفاظت کا اطمینان ہوتا ہرگز

چانبہ کوفہ کو پہنچ نہ کر سنے اہل مکہ و اہل مدینہ کی اس علانیہ ہوفانی اور کٹناؤ کشی پر بھی مولوی محمد جاگیر خان صاحب کو اپنے اور اپنے ہم مذہبوں کی نسبت آل رسول کے مطیع اور فرمانبردار ہونیکا ناز ہے اور اس دعویٰ سے مطلق شرمندہ نہیں ہوتے اور کیونکہ شرمندہ ہون قاتلان حسین بھی اس طرح حسین اور اصحاب حسین کو قتل کرتے تھے اور تکبیریں کہتے جاتے تھے اور نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے اور اپنے کو مسلمان کہتے تھے اور حسین اور اصحاب حسین کو خارجی بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ انھوں نے امام وقت کی بیعت سے انکار کیا اسلئے یہ لوگ خارجی ہیں۔ اس مطیع اہل سنت شیعوں کو رافضی کہتے ہیں۔

حسین علیہ السلام جب کربلا پہنچ کر مع عزیز و انصار شہید ہو گئے تو کوفیوں اور شامیوں نے اہلبیت حسین علیہ السلام کو اسیر کیا اور شتران بٹے کجاوہ پر سرسبز کوفہ سے جب جانب شام روانہ کیا تو اثناءِ راہ میں جو واقعہ گذریا وہین سے واقعات مندرجہ ذیل بنظر اطلاع خاص و عام تحریر کرتا ہوں۔

۱۔ لشکرِ یزید کوفہ سے اہل حرم کو مع سرہانے شہداء لیے ہوئے دمشق کو جاتا تھا راہ میں خبر ملی کہ سیب بن قعلع خزاعی نے لشکر جمع کیا ہے اور اوسکا ارادہ ہے کہ شہزاد مارے اور اہل حرم کو مع سرہانے شہداء بر حصین لیجاوے۔ اس خبر کو شکر ایک مقام پر قیام کیا اور ایک نصرانی کے دیر میں اہل حرم کو مع سرہانے شہداء بند کر کے اوس دیر کے چاروں طرف سے شب بھر حفاظت کرتے رہے۔

۲۔ جب لشکرِ یزید آگے بڑھا اور بمقام عسقلان پہنچا تو یعقوب حاکم عسقلان نے یزید کا مصاحب تھا اور موکر کہلا بلاتے میں موجود تھا شہر عسقلان کو آراستہ کیا اور مجلس عیش و نشاط برپا کی اور سامان عیش میا کیا اور اہل حرم کو شہر میں تشہیر کیا

اوس دم اتفاق وقت سے زیر خزا می شہر عثمان میں موجود تھے۔ اودھون شہر
 اہلجم کو بازار عثمان میں اس ذلت و خواری کے ساتھ دیکھا کہ افسوس کیا اور
 گریہ و زاری کرنے لگے اور امام زین العابدین علیہ السلام کے استغفار پر بیان کیا
 کہ کاش میں اس شہر میں نہ آتا کہ آپ کو اس حال سے دیکھتا۔ افسوس ہے کہ
 میں اپنے قبیلہ سے بھی دور ہوں اور حالت غربت و مساوت میں ہوں کس طرح
 اور کیونکر آپ کی اعانت کروں۔ اور آپ کے دشمنوں سے کیونکر بدلاؤں کہ نیک نام
 مروان میرے لائق جو کام ہو فرمائے کہ بچا لاؤں۔ امام زین العابدین علیہ السلام
 نے فرمایا کہ اسے زیر جو شخص کہ امام مظلوم کا سر مبارک پیے ہوئے ہے اوس سے
 کدے کے ہمارے اڈٹھون سے دور چلا جاوے تا ہمارے قریب جمع کم ہو جاوے
 اور سب لوگ امام شہید کے سر کے نظارہ میں مشغول رہیں اور ہماری عورتیں بے پروگی
 سے محفوظ رہیں۔ پس زیر خزا می اوس شخص کے پاس گیا جو امام شہید کا سر مبارک
 پیے ہوئے تھا۔ اور بچا اس دینار دیکر شتران اہل حرم سے فاصلہ پراوہ کو بھیج دیا
 اسکے بعد جناب سید الساجدین و اہل حرم کو پارچہ ہاسے ضروری زیر خزا می نے
 نذر کیے۔ اس عرصہ میں شمر کو زیر نے حالت شادمانی میں دیکھا بغیرتہ اسلام نے
 دل میں جوش پیدا کیا اور شمر کے گھوڑے کی باگ بکڑ کر زیر کہنے لگے کہ او
 ملعون بے دین یہ کیا حرکت تو نے کی۔ شمر نے اپنے ملازموں کو حکم دیا اور ملازمان شمر نے
 نذیر کو اس قدر مارا کہ مخرج و بیوش ہو کر زمین پر گر پڑے ملازمان شمر نے زیر کو
 مروہ بھٹکا چھڑو دیا اور چلے گئے نصف شب کو زیر بیوش میں آئے اور ایک
 مشہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا نبایا ہوا وہاں سے نزدیک قنادان گئے وہاں
 بہت سے مساکین کو مجتمع دیکھا کہ وہ سب سرور نہ نہ مالہ و فنان میں مصروف تھے
 زیر نے جب گریہ پوچھا مساکین نے جواب دیا کہ اسے عزیز آج فوج و حوارج

حالت شادمانی میں ہیں اگر تو بھی خاندان رسالت کا دشمن ہے تو یہاں سے چلا جا اور اگر دوست ہو تو ہماری شرکت کر ہم سب یہاں واسطے تعزیت کے جمع ہو سے ہیں۔ زیر بھی اونکے ساتھ ماتم حسین میں شریک ہو سے۔ وہ سب افسوس کرتے تھے کہ اگر ہم معرکہ کربلا میں موجود ہوتے تو جان اپنی فزنا طر پر نثار کرتے۔ القصہ زیر نے اپنے مال سے گھوڑا و آلات حرب خرید کیے اور ایک سو دس آدمیوں نے اونکے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ہر ذریعہ سے ہتھیار جمع کیے۔ خون حسین نے خروج کر کے خطیب کو قتل کیا دار و نہ کو قید کیا جسکا مفصل واقعہ کتابوں میں لکھا ہے۔

سہیل ساعدی رضی اللہ عنہ بذریعہ تجارت مالک شام میں وارد ہوئے نواح شام کے ایک موضع میں ہوئے دیکھا کہ وہاں کہ وہاں کے لوگ شادی میں مصروف ہیں اور محل و دف بجا بجا کر اڑھلتے کودتے ہیں اور مصروف بے بیش و نشاط ہیں سہیل کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ شاید ان لوگوں میں آج کوئی عید ہے۔ ایک شخص سے میں نے دریافت کیا کہ آج کیسی عید ہے۔ اونے جواب دیا کہ شاید تو اعرابی ہے۔ سہیل نے جواب دیا کہ میں مصاحب رسول خدا صلعم ہوں۔ وہ شخص بحالت دردناک نالان و گریان ہوا اور کہنے لگا کہ تعجب ہر آسمان سے خون نہیں بہتا اور زمین شوق نہیں ہوتی کہ ان عید کرنے والوں کو گل جاوے۔ سہیل نے کہا کہ وہ کونسی مصیبت واقع ہوئی جو تو ایسا کہتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے سہیل تجھ کو خبر نہیں کہ یہ سراسر امام حسین علیہ السلام کا ہے اہل عراق نے یزید کو ہدیہ بھیجا ہے۔ سہیل کہتے ہیں کہ اس حال کو سنکر میں دوڑا اور لشکر نے یہاں حرم کو منع سر بائے شہد الیکر شہر شام میں داخل ہوئے۔ میں بھی کشان کشان داخل شہر ہو کر شہر ان اہل حرم کے متصل پہنچا اور امام حسین علیہ السلام کا سر نیزہ پر

دیکھ کر۔ ویتے لگا۔ ایک صاحبزادی نے مجھ سے پوچھا کہ اسے سچ تو کیوں روتا ہے
 میں نے عرض کی کہ آپ کون ہیں۔ اون صاحبزادی نے فرمایا کہ میں سکینہ و خضر
 حسین علیہ السلام ہوں یہیل کہتے ہیں کہ یہ سنکر میں اور نہ یادہ روتا۔ اور عرض
 کی کہ اسے صاحبزادی میں یہیل ہوں آپ کے نانا رسولنا کا صاحب۔ اگر کوئی جنت
 ہو تو فرمائے کہ میں بجالاؤں۔ جناب سکینہ نے فرمایا کہ اسے یہیل اگر ہو سکے تو ان
 نیزہ داروں سے کہ خیر شہدا کے سر میں کہہ دے کہ ہمارے شہر کے قریب سے
 دور چلے جاؤں تاکہ اہل شام ان مرد کے نظارہ میں معروف ہوں اور ہم بزرگی
 سے محفوظ رہیں یہیل نے چار صد دینار۔ اون نیزہ داروں کو دیکر کہ جن نیزوں پر
 شہدا کے سر تھے شتران اہلوم سے علیحدہ کر دیا یہیل کہتے ہیں کہ پھر اسقدر ہجوم
 شامیوں کا ہو گیا کہ میں شتران اہلوم تک نہ پہنچ سکا۔

۴۔ ایک مرد ضعیف نے بازار شام میں اہلوم کو اس حالت میں دیکھا کہ سر زیادہ
 استغاثہ بلند کی اور سر اپنا امام زین العابدین علیہ السلام کے شتر کے پاؤں پر ٹکرا کر
 لٹا تھا اور آواز حزن کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ یہ دردگار میرے میں توبہ
 کرتا ہوں اگر توبہ میری قبول ہے تو مجھ کو موت دے تاکہ اس حال کو اپنی آنکھوں
 سے نہ دیکھوں۔ وہ مرد ضعیف اسی وقت فوت ہو گیا اور دعاؤں کی قبول ہوئی
 یہ چار واقعہ ملا حسین و اعظم کی کتاب روضۃ الشہداء سے میں نے نقل کئے ہیں ملاحظہ
 فرمائیے خاص و عام پر ظاہر ہو گا کہ جن ایسا نذا رو کو بفر حسین علیہ السلام اور
 شہادت حسین علیہ السلام اور اسیری اہلوم کا حال معلوم نہ تھا اور ان لوگوں نے جب
 خبر پائی بقدر مقدور جان و مال سے انتقام خون حسین و امانت اہلوم پر تیار
 ہو گئے اور اپنی جان و مال کا بالکل خوف نہ کیا۔ لیکن زیادہ تعجب اس بات کا ہے
 کہ اہل سنت ذکر اہلوم کو تو داخل تو ہیں کہتے ہیں۔ مگر اپنے پیشوا یاں اہل مدینہ

واہل مکہ کے حال پر نظر نہیں کرتے کہ جنگو اصحاب اور تابعین مہونیکا شرف حاصل تھا اور جواز نام عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ و عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لقب سے اہلسنت میں پکارے جاتے ہیں ان اصحاب اور تابعین میں غیرت اسلام باقی تھی یا نہیں کہ اہلحرم کی اسیری میں نہ اعانت کی اور اس توہین کو دیکھتے رہے رسول خدا کی وصیت پر عمل نہ کیا اور حسین علیہ السلام کی اعانت سے کنارہ کش ہو گئے۔ حسین علیہ السلام مع عزیز و انصار تین دن کے بھوکے پیاسے شل گوسفندان قربانی ذبح ہو گئے انتقام خون حسین کا کسی نے ارادہ تک ظاہر نہ کیا۔ یہی لوگ اہلسنت کے پیشوا ہیں۔ انہیں کو رضی اللہ عنہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔

پس اہلحرم کے واقعات بیان ہونے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ قبل از شہادت کتنے مسلمان مومن تھے جو امام حسین علیہ السلام کی اعانت کو تیار ہوئے۔ اور اپنی جان کو امام مظلوم پر شمار کیا۔ اور کتنے مسلمان براے نام مسلمان تھے کہ جنہوں نے واقف ہو کر وقت سفر حسین علیہ السلام کی اعانت سے کنارہ کشی کی اور وصیت رسول خدا صلعم پر بالکل عمل نہ کیا اور باوجود اس علم کے کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کوئی بیوفائی کر نیگے اور انحضرت مخالفت نہ بدین ہجرت کرتے ہیں اور انکی شرکت اور اعانت سے چشم پوشی کی اور کتنے مسلمان ایسے تھے جو امام حسین علیہ السلام کے سفر عراق و شہادت و اسیری اہلحرم سے بے علم تھے۔

اور جب انکو علم ہوا واسطے انتقام خون حسین و اعانت اہلحرم بقدر طاقت تیار ہو گئے۔ اور سارے زمانہ پر انکی تشویش اور اضطراب اور محبت ظاہر ہو گئی اور لوگوں کی وفاداری اور بے وفائی اور حیلہ و مکر کے حالات مخفی نہ رہے۔ اور خاص عام کو دوست اور دشمنوں اور مومنوں اور منافقوں کا حال معلوم ہو گیا۔ اور جن لوگوں نے واسطہ اعانت حسین و حفاظت حسین و رفاقت حسین سے

بنائے ہیں اور عیش دنیا حاصل کرنے اور بے لطف حکومت اور طمانے کو حضرات
ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و یزید ناجب بنائے گئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے سرائشا وین بن لکھا ہے کہ حسین علیہ السلام کی شہادت
کی بنا شہرت اور اعلان برقی اسلئے اہل وحی بن زبان جبریل علیہ السلام وغیرہ
فرشتوں پر اور سکا مذکور ہوا۔ پھر یہ شہادت کے مکان کا۔ اور اسکا نام۔ اور
پتہ شہادت کے وقت کا۔ پھر اسکا شہرہ بہت ہوا اور بلا ذکر کیا۔ امیر المومنین
علی کرم اللہ وجہہ نے صفین کے سفر میں۔

اسقدر کو شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحریر سے بھی ثابت ہے کہ وقوع شہادت کے
تین چالیس برس قبل جبریل علیہ السلام و دیگر فرشتوں نے رسول خدا سے وقت
نزل وحی اس واقعہ شہادت کی خبر دی حضرت علی علیہ السلام نے بھی سفر جنگ صفین
میں اس واقعہ کو علائہ بیان فرمایا۔ رسول خدا صلعم نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا۔
مگر وقت ذکر نہ جبریل علیہ السلام نے اسکا ذکر کیا کہ یہ شہادت جناب رسول خدا صلعم کو
درجہ شہادت حاصل ہونیکے غرض سے ہوگی۔ نہ کسی دوسرے فرشتہ نے اس
حال کا ذکر کیا نہ رسول خدا صلعم نے اپنی زبان مبارک سے کبھی فرمایا کہ حسین کی شہادت
سے میری ذات کو کمال شہادت حاصل ہوگا نہ حضرت علی علیہ السلام نے ایسا فرمایا۔
پھر نہ معلوم کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے قرآن کی کسی آیت سے یہ بات لکھی ہے
آہ آنحضرت کو درجہ شہادت حاصل ہونے کو حسین علیہ السلام شہید ہوئے یا کسی حدیث
سے یا انکو الہام ہوا یا اوپر وحی نازل ہوئی یا حالت خواب میں یہ بات انکو
معاویہ نے بتلائی تھی۔ شاہ صاحب کی طبعی تصنیف قرآن و حدیث کے خلاف قبول
کرنا کسی ایماندار کا کام نہیں ہے۔ اور اہل سنت کا یہ اعتقاد صرف آل رسول کی
و دشمنی کے سبب سے ہے۔

حاصل ہونے کے لیے ہوئی تھی۔ لیکن ۵

چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی یا نہر آخر کو محل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی شام صاحب کی تحریر مندرجہ سرائشا و تین ہی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شامی نے بالکل غلط اور خلاف قرآن و حدیث یہ بات لکھ دی ہے کہ سین علیہ السلام کی شہادت محض اس غرض سے ہوئی تھی کہ آنحضرت صلیم کو درجہ شہادت حاصل ہو جاوے قبل اسکے کہ میں اپنے اس بیان کو ثابت کر دوں ایک امر استفسار طلب ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ جناب مولوی محمد جہانگیر خان صاحب اسکا جواب ضرور عنایت فرما دیں گے۔

اہل سنت کے نزدیک حضرت ابوبکر ربت بڑے رتبہ کے آدمی ہیں اور صدیق اکبر ہیں اور بعد از وفات رسول وہ جانشین رسول ہوئے۔ اسوجہ سے بعد رسول اونکا رتبہ اس دنیا کے کل زن مرد سے اعلیٰ اور افضل ہوا۔ پھر کیا سبب ہے کہ کہ اتنا بڑا جلیل القدر شخص واسطے حصول درجہ شہادت رسول کے ذبیح نہواور حسین علیہ السلام ذبیح ہوں۔ اگر بوجہ فرزند ہی حسین علیہ السلام کے ذبیح ہونے کی ضرورت تھی تو جانشینی رسول کا حق بوجہ فرزند ہی حسین کو کیوں نہ یا گیا اور حسین کی موجودگی میں ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و زید کیوں خلیفہ نہاے گئے۔ عیش و نیا اور حکومت دنیا کے واسطے تو حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و زید بدینی کے قریب اور صحابہ اور یارِ عسار نہائے گئے اور ذبیح ہونے کو حسین علیہ السلام کی فرزند ہی قبول کی گئی ہے ۵

نالا اس زور سے کاہیکو دو ہائی دیتا اؤنفلک گر تجھے او پچانہ سنائی دیتا اہل سنت کا یہی کیا مذہب ہے کہ غاصبان خلافت و دشمنان آل رسول کی پردہ پوشی کے لیے کیا کیا دل سے باتیں بناتے ہیں۔ ذبیح ہونے کو تو حسین کو ناب رسول

کم خانہ باشد کہ یک دوس انرا بخاندان مذہب من مذہب نہ باشند در احوالین
عقیدہ نشوند و ہر گاہ در محافل و مجالس با اہل سنت و جماعت گفتگو سے نمایند
کچھ میگویند و مشترک رہ می آرند۔

ترجمہ۔ اس رسالہ کی تحریر سے غرض یہ ہے کہ جس شہر میں بڑی سکونت ہو
اور اس زمانہ میں کہ جو وقت نخر اس رسالہ کے موجود ہے۔ رواج مذہب
اشنا عشریہ کا اور اشاعت اور کی استعداد زیادہ ہے کہ کوئی گھراپا نہیں ہے کہ
جس میں دو ایک آدمی اس مذہب کے ہوں اور ہمارے مذہب کے لوگ
اس مذہب کی جانب راغب ہوں اور جب محفلان اور مجلسوں میں اہل سنت
و جماعت سے گفتگو کرتے ہیں تو بیچیدہ و ذومنی بائین کر کے ہاں میں ہاں ملا
دیتے ہیں۔ الی آخرہ۔

پس غرض اس میں کہ مجلسوں میں اور محفلوں میں جب اہل سنت شیعوں پر اعتراض
کرتے تھے کہ مجالس غرا کا ہوتا بدعت سیئہ ہے اور اس کے جواب میں شیوعہ اہل سنت
پر دشمنی آل رسول کا الزام لگاتے تھے جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں تو اہل سنت سے
کچھ بن نہ پڑتا تھا لہذا کم علم اور جہلا کے تالیف قلوب اور مذہب اہل سنت کی
حفاظت اور مذہب شیوعہ کی ترقی کو روکنے کی غرض سے کتاب سرائی شہادتین لکھی گئی
اور اس کتاب سے یہ بات ظاہر کی گئی کہ کیا اہل سنت آل رسول کے محب
نہیں ہیں اور اسی کے ثابت کرنیکو بہت کچھ فضائل حسین علیہم السلام کے لکھ دئے
ہیں۔ مگر یہ مثل مشہور ہے کہ درونگور حافظہ نباشد شاہ صاحب آنے کتاب تو لکھی
مگر نتیجہ شہادت لکھیں تو کیا لکھیں اگر امر واقعی لکھے دیتے ہیں کہ یہ شہادت بے
شفاعت امت ہوئی تھی تو پھر مذہب شیعہ کا انداد و محال تھا بلکہ اور زیادہ ترقی
پکڑتا۔ لاچار ہو کر بات نیائی اور لکھ دیا کہ یہ شہادت رسول خدا کو درجہ شہادت

شہادت حسین علیہ السلام صرف اس غرض سے ہوئی تھی کہ رسول خدا صلعم کو درجہ شہادت حاصل ہو جاوے کوئی دوسرا مطلب اس شہادت سے نہ تھا۔ اور جبکہ اس شہادت کا ہونا محض اس غرض سے مقرر تھا کہ آنحضرت کو درجہ شہادت حاصل ہو جاوے تو پھر یہ یہ پیرا لازم شہادت لگانا اور حضرت عمر کو اس شہادت کا بانی قرار دینا بے سود ہے اور ذکر شہادت کے واسطے مجلس غزا کا مقرر کرنا لا حاصل ہے اور اس مطلب کے ظاہر کرنا اور کتاب سرائی شہادتین کے لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب زمانہ میں مذہب شیعہ شہر دہلی میں ترنی پر تھا۔ اور لوگ محض اس بنا پر شیعہ ہوتے چلے جاتے تھے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام باعث نجات عقبی ہے اور اہل سنت حسین علیہ السلام کے مخالف ہیں کیونکہ اہل سنت میں نہ غزا حسین کی مجالس ہوتی ہیں نہ فضائل و مصائب حسین علیہ السلام بیان ہوتے ہیں نہ کوئی سنی زیارت کر بلا رعلی کو جاتا ہے اور مجالس غزا کو بدعت سیئہ بتلانے ہیں پس فرقہ اہل سنت ضرور مخالف ہیں حسین علیہ السلام کے اور نجات سے محروم رہینگے اور شیعہ حسین علیہ السلام کے معتقد صادق ہیں کہ انکی تمام عمر ذکر حسین اور زیارت کر بلا و معاینہ بسر ہوتی ہے شہادت حسین اسی فرقہ شیعہ کی نجات کا ذریعہ ضرور قرار پاوگی ان خیالات کے مستبصر ہوتے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ اسکی تصدیق شاہ عبدالعزیز صاحب کی اس تحریر سے ہوتی ہے جو اونھوں نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشری کے دیباچہ میں لکھی ہے دیکھو کتاب تحفہ اثنا عشری مطبوعہ مطبع حسنی دہلی جو اشاعت پوری میں طبع ہوئی ہے صفحہ نمبر ۲۰ میں مندرجہ ذیل عبارت درج ہے۔

نوعی از تسوید این رسالہ و تحریر این مقال آنست کہ درین بلاد کہ ماسکین اینیم و درین زمان کہ ما درینم رواج مذہب اثنا عشریہ و شیوع ان بعد اتفاق اوست ادا کہ

لیکن میں حیران ہوں کہ سچ علیہ السلام میں ایک بت بڑا کمال یہ تھا کہ بے
 باپ کے تولد ہوئے تھے اور اس ذاتی کمال کے سبب وہ روح اللہ کہلائے۔
 یہ کمال آنحضرت کی ذات میں کسی دوسرے واسطے سے حاصل ہوا یا نہیں اور
 اگر یہ کمال آنحضرت کی ذات پاک کو حاصل نہیں ہوا تو اہل سنت کے نزدیک
 آنحضرت کی بنوت کامل قرار پاوے گی یا ناقص۔ اور جبکہ آنحضرت کی ذات میں یہ
 کمال نہ تھا تو اس طرح کمال شہادت کے نہونے سے آپ کی بنوت میں کیا نقصان
 باقی رہ گیا تھا کہ جسکے پورا ہونے کے لئے شہادت حسین علیہ السلام کی ضرورت
 ہوئی اور حسین علیہ السلام کو اس درجہ مصائب عظیم اٹھانے پڑے کہ جن مصائب
 سے کتابین سیاہ ہیں۔

میں نے بنظر اختصار صرف ایک تمثیل علیہ السلام کے بے پدر تولد ہونے کی لکھی
 ہے ورنہ میں ایک طول و طویل فہرست اون کمالات کی مرتب کر دوں گا جو انبیاء
 مابقی میں تھے مگر سو کذا صلعم کی ذات میں اون کمالات کے ہونے کی کوئی ضرورت
 نہ تھی نہ کسی کتاب آسمانی یا حدیث رسول کذا صلعم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے
 کہ نبی آخر الزمان کی ذات میں اون سب کمالات کا موجود ہونا امر لازمی ہے
 جو کمال انبیاء مابقی کو حاصل تھے۔ نہ قرآن مجید میں اسکا کوئی ذکر ہے بلکہ جناب
 محمد صلعم کے نبی آخر الزمان ہونے کی غرض یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدس پر بنی آدم
 کی بدایت ختم کر دی گئی اور جو شریعت آپ کے ذریعہ سے بنی آدم کو ملی وہ تا
 قیامت قائم رہے گی اور میں کبھی تغیر و تبدل نہوگا اور بعد آنحضرت کے تا قیامت
 کوئی دوسرا نبی پیدا نہوگا۔ آپ کے خاتم الانبیاء ہونے سے یہ غرض نہیں ہے کہ
 انبیاء مابقی کے کمالات بھی آپ میں ضرور ہوں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث
 دہلوی کو اس اور بھی ہوئی تحریر سے صرف اس بات کا ثابت کرنا نظر ہوا کہ

کہ رسول خدا صلیم کو درجہ شہادت بھی حاصل ہو جاوے مگر میں اس اعتقاد کو محض نظر سے دیکھتا ہوں کہ حسین علیہ السلام اور ان کے فرزند و برادر و اصحاب تو تین روز کی بھوک پیاس میں نسل گو سفندان قرمانی فریج کیے جاوے اور ان صاحب غلیم کے بعد درجہ شہادت کے حصول سے بھی محروم رہیں اور وہ درجہ حاصل ہو نہ سول خدا صلیم کو بعد از وفات - تو بر بنیاد اس اعتقاد کے رسول خدا صلیم کو شہید کر بلا کتنا چاہیے میں حیران ہوں کہ اہل سنت حسین علیہ السلام کو شہید کر بلا کیوں کہتے ہیں - ہلا صاحب حسین علیہ السلام کی شہادت کا رتبہ تو رسول خدا صلیم کو حاصل ہوا - علی اکبر اور علی صغیر اور عباس علیہ السلام اور قاسم ابن حسن اور دیگر عزیزان و رفیقان حسین علیہ السلام کی شہادت کا رتبہ کے حصہ میں آیا میں امید کرتا ہوں کہ اسکی توضیح ہمارے عالم جلیل القدر مولوی محمد جاناگیر صاحب شکوہ آبادی فرمادینگے کیونکہ اسوقت اہل سنت میں مولوی صاحب ممدوح کے برابر کوئی عالم و فاضل نظر نہیں آتا -

کیا منصب رسالت کے واسطے شہادت کی بھی ضرورت تھی - لیکن موسیٰ علیہ السلام شہید نہیں ہوئے تو اب بہ عقیدہ اہل سنت موسیٰ علیہ السلام نبی برحق سمجھے جانے کے لائق ہیں یا نہیں - میں بھول گیا اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو شرائط شہادت میں لکھا ہے کہ جو کمالات اور خوبیاں خدا جدا اور انبیاء میں منحوس وہ سب کمالات اور خوبیاں ہمارے پیغمبر میں بالکل یکجا جمع ہو گئیں صرف کمال شہادت ہاتھی رہ گیا تھا وہ بواسطہ حسین علیہ السلام پورا ہو گیا - اس عبارت پر میں نے غور نہیں کیا - شاہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت نبی آخر الزمان تھے جس جتنے نبی آنحضرت کے قبل پیدا ہو چکے تھے ان انبیاء میں جس قدر کمال تھے وہ سب کمال آنحضرت کی ذات پاک میں موجود ہونا ایک امر ضروری تھا -

پس واقعات شہادت و مصائب اہلوم کے بیان ہونے سے ایمانداروں کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ غیرت اسلام کو ترقی ہوتی ہے۔ جسکے سبب سے دشمنان آل رسول کی محبت سے انکے نام سے ولوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ اسلام کو استحکام اور ترقی ہوتی ہے۔

۳۔ نادانوں کو واقعات اسلام سے آگاہی ہوتی ہے۔

۴۔ مصائب حق سے بوجہ غیرت اسلام بخاوت۔ شجاعت صبر استقلال زہد و تقویٰ کی جانب طبیعت رجوع ہوتی ہے اور ولوں میں ارادہ پیدا ہوتا ہے کہ بیطرح اصحاب حسین نے وفاداری کی اور دنیا کو بیچ سمجھا اور طمع دنیا کو دل میں جگہ نہ دی جسکے سبب سے تاقیامت انکے نام تمام دنیا میں بے نیکی و بے تعظیم و تکریم پاؤ گئے جانے ہیں اسی طرح ہر ایماندار کو عمل کرنا چاہیے تاکہ انکی زندگی ایمانداروں اور نیکو نامی ساتھ بسر ہو اور حالت فرمانبرداری میں اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کریں۔

منقح نمبر بست ویدیم

امام حسین علیہ السلام کی شہادت شفاعت بہت کیوں کیونکہ یہی باری رسول خدا کو رتبہ شہادت حاصل ہو گیا

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ رسول خدا صلعم کی ذات میں کل کمالات موجود تھیں۔ لیکن ایک کمال آنحضرت کی ذات مقدس میں باقی رہ گیا تھا یعنی شہادت جو حکمت الہی نے چاہا کہ آنحضرت کو رتبہ شہادت بواسطہ امام حسین علیہ السلام حاصل ہو جاوے۔

اس مقصد کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے بہت بنا سنوار کر سر الشہادتین میں لکھا ہے۔ مگر خلاصہ اور سکا ایف قدر ہے کہ امام حسین علیہ السلام صرف اس واسطے شہید ہوئے

روگردانی کی رو بہ بیت پرید کو حسین علیہ السلام سے روگردانی کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔
 اذ نکو اور ان کے منقلد و نکو اور ان کی اولاد اور ان کی منقلد و نکو اولاد کو آئندہ اس
 عذر کا موقع باقی نہ رہا کہ عبد اللہ ابن عمر یا عبد اللہ ابن زبیر یا دیگر اصحاب و تابعین
 و شہرنا و مکہ و مدینہ کو شہادت امام کا علم نہیں ہوا اور نہ ضرور مدو کرتے۔ اہل ہجرت کے ایام
 اسیری کی طوالت نے ایسات کو آشکار کر دیا کہ علم شہادت ہونیکے بعد بھی اہل مکہ و مدینہ
 میں سے نہ کسی نے اہل ہجرت کی اعانت کا ارادہ کیا نہ انتقام خون حسین پر آمادہ ہوئے
 نہ وقت سفر حسین علیہ السلام کی اعانت پر کوئی تیار ہوا۔ حالانکہ اصحاب اور تابعین
 واقف تھے کہ اس سفر میں حسین ضرور قتل ہونگے اور کوئی بیوفائی کریگے۔ ایسوجہ
 سے عبد اللہ ابن عمر نے حسین علیہ السلام کو سفر عراق سے منع کیا تھا اور جب حسین
 علیہ السلام نے نہ مانا تو اہل ہجرت کے ہمراہ نہ لیجانے کو بھیجا یا۔ اگر اہل ہجرت کے واقعات مجلس عام
 میں بیان نہ ہوں تو عامہ خلافت کے واسطے ہدایت و رہنمائی کا دروازہ بند ہو جاوے
 مجلس عزاء کے بدعت سیئہ کہنے والے اور اہل ہجرت کے ذکر کو باعث توہین قرار دینے والوں کی
 اصلی غرض اس ذکر کے مسدودی سے ہے تاکہ ان کے باپ دادوں اور پیشواؤں کے
 ظلم و جور احکام رسول کی نافرمانی دنیا طلبی کے واسطے خاندان رسول کی بربادی
 و صیت رسول خدا سے روگردانی احکام قرآن کی نافرمانی خلافت پر ظاہر ہونے پاوے
 اور ان کی پردہ پوشی ہو جاوے۔ اسی شرمندگی کے سبب حالت اضطراب میں
 آل رسول کی محبت کا اقرار بھی کرنے لگتے ہیں کتابوں میں بھی لکھ دیتے ہیں تاکہ
 ناواقف اور سیدھے مسلمانوں کو ان کی جانب سے بدگمانی پیدا نہ ہو۔ لیکن جب
 ان کے پیشواؤں اور ان کے باپ دادوں کے ظلم و بدعت اور خاندان رسالت
 کی بربادی کے حالات ظاہر ہوتے ہیں تو وہی فہم لوگ ان کے اس ظاہری دھوکا
 دینے والی تحریر اور تقریر کو سمجھ جاتے ہیں اور نتیجہ نکال لیتے ہیں۔

جیسا کہ مولانا شبلی صاحب نعمانی کتاب سیرۃ النعمان صفحہ ۱۴۲-۱۴۱ میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے سامنے ہزاروں مسائل ایسے پیش ہوئے جنہیں کوئی حدیث سے جو نہ تھی ایسے امام صاحب کو قیاس سے کام لینا پڑا۔ اور صفحہ ۱۴۱-۱۴۰ میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اس روایت کو قبول نہیں کرتے تھے جو قیاس سے مخالف ہو۔

چنانچہ امام عابد الفتح عبد الکریم شہرستانی بھی کتاب ملل و نحل کے صفحہ ۲۸۲ میں اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ قیاس سے قسوی دیا کرتے تھے اور دیگر علماء اہل سنت کو بھی اقرار ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزاع سے گادار و مدار قیاس پر تھا۔

اگرچہ تمامی کتب ہمارے معتبر اہل سنت ایسی احادیث سے بھری ہوئی ہیں کہ جیسے رسول خدا صلعم نے حکم دیا ہے کہ قرآن و حدیث کے خلاف بر بناء قیاس عمل کرنا ضلالت و گمراہی ہے تاہم بنظر احتیاط و قول ذیل میں نقل کیے جیتا ہوں۔

وراساۃ اللیب صفحہ ۳۳۴۔ فَأَشْهَدُ أَنَّ الْأَئِمَّةَ الظَّاهِرِينَ بِنُفُوسِ الرِّأْيِ وَالْعِيَانِ
 لِهَذَا الْقَادِخِ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَى مَا حَكَاهُ الشَّعْرَانِيُّ
 فِي النَّوَافِیْ قَالَ لَهُ بَلَّغْنِي أَنَّكَ تَقِيسُ لَا تَقِيسُ فَإِنَّ لِي مِنْ قِياسِ
 الْإِسْلَامِ

امام طاہر بن رائے و قیاس کو فقہ میں حرام جانتے تھے ایک بار امام ابو حنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے امام صادق نے ابو حنیفہ سے کہا کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ تم قیاس کرتے ہو فقہ میں حالانکہ قیاس نکرنا چاہئے اور اسے قیاس کیا وہ ابیس تھا۔ میرا ان شعرانی صفحہ ۶۶۔ وَكَانَ الْإِمَامُ جَعْفَرُ بْنُ الصَّادِقِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ مَنْ كَفَّهْ فِتْنَةً يَكُونُ عَمَّا لَا تَأْتِيهِمْ يَقْسِرُونَ الْأُمُورَ

منہاج

فَيَهْدِيهِمْ إِلَى سُبُلِ الْإِسْلَامِ بِذَلِكَ فَرَمَا يَا إمام جعفر صادق عليه السلام نے کہ بدترین
نفسہ اس است میں قیاس ہے اور امورات شرعی میں رائے کو دخل دینا ہو
اور قیاس و خود رائی سے گویا اسلام کو منہدم کرنا ہے۔

دراسات للیبیب صفحہ ۶۰ - وقد کثر تشبہ المتعلّیٰ علی ابی حنیفہ فی
اطلاق کراہیۃ الاشعار وبقدر من نے ابو حنیفہ پر نہایت کثرت سے طعن کیا
مسئلہ طلاق پر رجوع ابو حنیفہ نے خلاف قرآن و حدیث ایسی رائے سے جاری

کتاب

اردی (ج) مقدمہ مدایہ از سرلوی عبدالحی لکھنوی صفحہ ۱۰۰۔ الخطیب طعن علی ابی حنیفہ
والامام احمد بن الحوزی قالے تاریخ الخطیب فی الطعن علی ابی حنیفہ
خطیب بغدادی نے اور امام احمد بن حنبل اور ابن جوزی نے امام ابو حنیفہ پر
طعن کیا ہے۔

[illegible]

۱۱۔ اِیضاً فَعَنی بَابِ مَدِیْنَةِ الْعِلْمِ لَوْ كَانَ الدِّیْنُ بِالْقِیَاسِ لَكَانَ بَاطِلٌ الْخُتْبِ اَوَّلِیُّ بِالْمِیْخَرِ
مِنْ ظَاهِرِهِ ۵۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دین میں قیاس جائز نہ ہوتا
شکم موزہ پر مسح درست ہوتا۔ چونکہ مذہب امام ابو حنیفہ کا سلطنت اور حکومت
کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا تھا جسکا اقرار مولانا شبلی صاحب نے سیر النعمان
صفحہ ۹۷۔ میں کیا ہے بدینوجہ امام ابو حنیفہ واسطے خوشنودی خلفاء وقت و شہداء

حکومت قرآن و حدیث کے خلاف اپنی قیاس سے فتویٰ دیتے تھے اور اسی قیاس کی بنا پر اصول فقہ بھی مرتب کئے ہیں۔ چونکہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بھی حنفی المذہب تھے اور ہندوستان کے مسلمان بھی اعلیٰ العموم حنفی المذہب ہیں لہذا شاہ محمد العزیز صاحب نے بتقلید امام ابو حنیفہ بنظر تالیف قلوب سنیان ہندوستان اپنے قیاس سے شہادت حسین علیہ السلام کی نسبت بھی لکھ دیا کہ یہ شہادت اس شخص سے ہوئی کہ رسول اللہ کو وجہ شہادت حاصل ہو جاوے اور بعض اس سے یہ بھی کہ شیعوں کو بھی اس اعتراض کا موقع نہ ملے کہ اگر اہل سنت کو آل اطہار کے ساتھ شہادت ہوئی تو واقعات کر بلا کہ تحریر و تفسیر میں ہمیشہ لائے اور اہل سنت کو بھی دشمنان آل رسول کی تقلید کی وسعت حاصل ہو۔ اور ایسے قیاس شاہ صاحب مروج کا زیادہ اعتراض کے لائق نہیں جبکہ ان کے مذہب میں قیاس جائز ہے اور برتیا و قیاس حلال کو حرام کر دیا اور حرام کو حلال بنا دینا روا ہے۔ اس قیاس کی بنا پر مجالس حال و قال میں راگ راگنی و قص و مسرود حلال کیا گیا ہے۔ تاکہ یہ مجالس قص و مسرود شیعوں کی مجالس غزاکا جواب ہو جاوے کہ تم گریہ و زاری میں بخود ہوتے ہو واقعات مصائب شکر ہم راگ راگنی شکر محفوظ اور بخود ہو ہیں اور اس آڑ میں سنت یہ بد کو ادا کر دیتے ہیں۔ پس اصلی حقیقت مذہب اہل سنت کی یہ ہے اور وارڈ مدار اس مذہب کا قیاس پر ہے نہ شریعت پر پھر ایسا مذہب کیونکر ناجی قرار پا سکتا ہے۔

نتیجہ نمبر ۲۲ دوم

امیصل علیہ السلام کے حکم فحج اوز بجائے اونکے

گو سفند کی قربانی میں مصلحت الہی کیا تھی اور
دوام کے واسطے حیوانوں کی قربانی کس غرض سے
مقرر ہوئی

چونکہ حسین علیہ السلام کی شہادت بغرض شفاعت است مقرر ہوئی تھی بدین وجہ
ذبیح اسمعیل علیہ السلام کا واقعہ ایک علامت تھی شہادت حسین علیہ السلام کی جو نبی آدم
کو وقوع شہادت سے دو ہزار پانچ سو اسی برس قبل سے اس واقعہ شہادت
سے خبردار کر رہی تھی کہ وہ تیار رہیں اعانت حسین کے واسطے اور مطلع ہو جائیں
اس امر سے کہ یہ شہادت باعث شفاعت قرار دی گئی ہے جو شخص ذمانہ دے
کر لپکا حسین علیہ السلام کی وہ نجات پاوے گا۔ اور نافرمانی کرنے والا عذاب و فزع
میں مبتلا ہوگا۔

یہ دستور ابتدا سے مقرر ہے کہ جب کسی بنی کی وفات کا زمانہ قریب ہوتا ہے
تو وہ خبر دیتا ہے اپنی امت کو کسی دوسرے بنی کے پیدا ہونے کی جو اس کے
بعد پیدا ہوتا ہے تاکہ لوگ بے خبر ہو کر گمراہ نہ ہوں۔ چنانچہ جناب محمد مصطفیٰ
کے مبعوث رسالت بنو نیکلی خبر وقتاً فوقتاً انبیاء سابق دیتے چلے آئے ہیں
اور یہ خبر ہر بنی نے اسوجہ سے دی کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ تھا لوگ بے خبر
نہ ہجائیں۔ اسی طرح شہادت حسین علیہ السلام کی خبر ابتدا سے وقتاً فوقتاً
بنی آدم کو دی گئی تاکہ لوگ ذریعہ شفاعت سے خبردار رہیں۔ چنانچہ جب
زمانہ قریب آیا اور صرف دو ہزار پانچ سو اسی برس واقعہ شہادت کو باقی رہا
اسمعیل علیہ السلام کے ذبیح کا حکم ہوا اور بادگاری کے واسطے حساباً ثورون کی
قربانی معین ہوئی۔

اگر اسمعیل علیہ السلام ذبیح ہو جاتے تو اس سے صرف ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام

لی فرما ہر داری ثابت ہوتی اور اس کے معاوضہ میں ان دو نو بزرگوں کو اجر عظیم حاصل ہوتا۔ خلق اللہ کو ہر نفع نہ پہنچتا۔ اور محض امتحان فرما ہر داری کیوں اسے باپ کے ہاتھ سے ایک طفل صغیر کو فوج کرا کے تدبیر بے گناہ کو مبتلائے حدیہ فوج کرنا اور اس کے باپ کو اس حدیہ میں تاحیاب مبتلا سے درد و غم و حزن ملاں رکھنا فعل عبث تھا۔ اور یہ امر شان الہی سے بعید تھا۔ لیکن مقصد اس حکم کا یہ تھا کہ جلیل علیہ السلام کے فوج ہونے سے ابراہیم علیہ السلام کے دل کو صدمہ عظیم پہنچتا اور وہ مبتلا سے بچے والی ہوتے اور اس کے معاوضہ میں اجر عظیم پاتے۔ اس طرح حسین علیہ السلام کی شہادت سے جن ایمانداروں کے دل کو مثل ابراہیم علیہ السلام صدمہ پہنچتا اور وہ اس مصیبت شہادت کے سبب بچے والی میں مبتلا ہونے اور ان کو بھی اجر عظیم حاصل ہوگا اور نجات پاؤں گے۔

چونکہ ابراہیم علیہ السلام و اسمعیل علیہ السلام اس فرما ہر داری میں ثابت قدم رہے لہذا اس فرما ہر داری کا معاوضہ اسی وقت ابراہیم علیہ السلام کو تو یہ ملا کہ جو اجر ان کو فوج کرنے سے حاصل ہوتا وہ اجر بغیر فوج ان کو عطا ہوا۔ اور اسمعیل علیہ السلام کو فوج ہو جانے کا پورا اجر ملا اور فوج سے بھی بچ گئے اور ان کے عوض کو نقد فوج ہوا۔ پس سطح فرما ہر داری کے سبب اسمعیل علیہ السلام فوج ہونے سے بچ گئے اور سطح مصائب حسین میں جو شخص دروناک ہوتا ہے اور محبت حسین میں مبتلا ہے بچے و محن ہوتا ہے اس فرما ہر داری کے سبب آتش و فوج ہے نجات پاتا ہے خواہ کیسا ہی گنہگار ہو کیونکہ شہادت حسین علیہ السلام محض گنہگار شفاعت کی غرض سے ہوئی جو شخص حسین علیہ السلام کا محب اور فرما ہر داری ہوگا چاہے جیسا گنہگار ہو یقیناً نجات پاوے گا۔ اسی واسطے محبت پختن پاک امت پر واجب ہوئی۔ اگر خلفاء ثلاثہ کی پیروی باعث نجات ہوتی تو مثل پختن پاک

خلفاء ثلاثہ کی نعت بھی است پر واجبہ کجائی۔

وہم ذیجہ کو با تخصیص جو اسمیں علیہ السلام ذبح ہونے سے محفوظ ہوئے اور
بعوض اونکے گوشت ذبح کیا گیا۔ اور وہم ذیجہ مخصوص مسلمانوں کے واسطے اسوجہ
سے یوم عید مقرر ہوا کہ اس روز اسمیں علیہ السلام ذبح ہونے سے پہلے کئے اور عید کی ابتدا
وہم ذیجہ کو جو ان کی قربانی مقرر ہوئی۔ یہ سب علامتیں عاشور محرم کے واقعہ کی
علامتیں تھیں اور جب دسے رہی تھیں کہ وہم ذیجہ تو اس خوشی کے سبب یوم عید
ہو گیا۔ کہ ایک نبی زادہ فوج ہونے سے پہلے گیا۔ لیکن عید عاشور محرم بجائے
عید کے یوم مصیبت قرار پادیا اسوجہ سے کہ اس روز ایک نبی زادہ یعنی حسین
سبط رسول ذبح کیا جاوے گا۔ جانوروں کی قربانی خبر دیتی تھی کہ جہلج وہم ذیجہ کو
گوشت ذبح کیے جاتے ہیں اس طرح حسین علیہ السلام مع عزیزان و فرزندان و پیہان
وہم ذیجہ محرم کو مثل گوشت ذبح ان قربانی ذبح کیے جاوے گئے۔ اور قربانی
کے جانوروں کے واسطے بے عیب ہونے کی جو شرط ہے اور قید لگائی گئی ہے کہ
گوشت چھ ماہ سے کم نہ ہو یہ شرط خبر دیتی ہے شہداء کہ بلا کے مذبحوں کی کہ اونہیں
شش ماہ شیرخوار بھی ذبح ہوگا اور چھ ماہ سے کم عمر کا کوئی ذبح نہ ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام جو حضرت ہاجرہ و حضرت اسمعیل کو صحرا میں تنہا چھوڑ کر چلے
آئے تو اسوقت حضرت ہاجرہ نے عرض کی تھی کہ اے ابراہیم ہم کو ایسے مقام
دیران میں کہ جہاں نہ کوئی مونس ہے نہ تمسار کے اعتماد پر چھوڑے جاتے ہو
اسوقت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں تم کو اس خدا سے پاک کے اعتماد پر
چھوڑے جانا ہوں جس نے مجھ کو بیان تمہارے چھوڑ جانے کا حکم دیا۔ یہ واقعہ
اہل حرم کے اہل مصائب کی خبر دیتا تھا کہ جب روز عاشورہ حسین علیہ السلام
اہل حرم سے رخصت آخری کو آئے تو بی بیوں نے عرض کی تھی کہ یا بن رسول اللہ

اس صحرا ہولناک و زرخہ اشقیاء میں ہر کو کس بھروسہ پر چھوڑ کر مرتے جاتے ہو اور
 حسین علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا تھا کہ میں تم کو حلقہ حقیقی کے سپرد کرتا ہوں اور
 اوریکے بدروسہ پر چھوڑنا ہوں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد
 جب آفتاب برآمد ہوا اور اسمعیل علیہ السلام سے تشنگی سے زمین پر ایٹھ بیان کرکے
 گئے اور حضرت ہاجرہ نے گوہ صفا پر کھڑی ہو کر فریاد کی کہ اس صحرا میں کوئی نہیں
 ہے۔ یہ واقعہ حسین علیہ السلام کے اوس واقعہ کی تباہی و تباہی کا واسطہ ہے۔
 صحرے کو ملاہن شدت تشنگی کے سبب آوارہ ہوتے تھے بلند کریا کر ہے کوئی مونس
 پہلو ایک جام آب پلاوے کے کہ جگر پار شدت تشنگی سے کہتا ہے ہوا جاتا ہے۔
 اور حضرت ہاجرہ جو درمیان میدان کوہ صفا و کوہ مروہ سے سات مرتبہ دوڑیں
 اور اسکے واسطے حالت حج میں منی کرنے کا ہمیشہ واسطے حکم ہوا یہ علامت
 حسین علیہ السلام کے اوس واقعہ کی خبر دہنی تھی کہ عاشور محرم کو حسین علیہ السلام
 واسطے شہر مرتبہ خیرہ گاہ سے متصل شہدائے عزیزوں اور رفیقوں کی نشین اٹھانے
 کو درڑے تھے۔ اور بمقام منی جو حاجو کو سہ ہجرت کو مرانی کرنے اور بعد قربانی
 دو شب اور رودان و بان بد بو میں قیام کرنے کا حکم ہے یہ علامت ہے الحجوم کے
 اوان مصائب کی جو شہادت حسین علیہ السلام کے بعد اولیٰ پیر گزرے یعنی بعد شہادت
 عمر سعد و شب اور رودان و بان بد بو میں قیام کرنے کے۔ پتہ نشوونکر جمع کر کے
 دفن کیا اور شہدائے بے دفن و کفن اوس صحرا میں پڑے۔ اوسے اومنین لعشہا
 شہدائے متصل الحجوم نے بھی دو شب دروز قیام کیا تھا جیسا کہ حاجی لوگ بمقام منی
 متصل گوسفندان قربانی و شب دروز قیام کرتے ہیں۔ اور رسم ندیہ یعنی جانور کی
 قربانی علامت ہے اوان ندیوں کی جو حسین علیہ السلام نے اکھتر عزیز و انصار راہ خدا
 میں بروز عاشور بمقام صحرا کر بلا ندیہ و کے تھے۔ رسم احرام جو حالت حج میں

مقرر ہوئے یہ علامت ہے حسین علیہ السلام کے اوس ارادہ کی کہ آپنے جامہ آخری بڑا
عاشورہ اپنی خواہر زینب خاتون سے طلب فرما کر زیب تن کیا اور مرنے پر کمر باندھا
اور جانب مقتل روانہ ہوئے۔ رسم حلق لینے سر منڈانا یا ناخن کاٹنا۔ یہ
علامت ہے حسین علیہ السلام کے اُس مصائب کی کہ بعد شہادت بجا سے ناخن
تراشنے کے بجدل ملعون نے آپ کی ایک اونگلی بطع انگشتری قلم کر ڈالی۔
انتقام حج کے وقت محل ہونے کی جو رسم معین ہے کہ پارچہ جات احرام اوتا
ڈالتے ہیں یہ علامت ہے حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کے خاتمہ کی کہ
حاجی لوگ تو پارچہ احرام کو خود اوتار تے ہیں مگر حسین علیہ السلام جو پارچہ
زیب تن کر کے شہید ہوئے تھے، وہ اسکو اشقیاء راستہ سے اوتارا اور لوٹا۔
پس یہ سب رسمیں اور فوج اسمعیل علیہ السلام کا حکم اور بیوض اور بیکے گوشہ کا
ذبح ہونا اور ہمیشہ کے واسطے رسم قربانی کا مقرر رہنا شہادت حسین علیہ السلام
کی علامتیں یقین جو ابتدا سے ظاہر کر دی گئی تھیں تاکہ لوگ خبردار رہیں کہ ایک
دن ایسا واقعہ اس دنیا میں گنہگاروں کی شفاعت کے واسطے واقع ہو پوگا ہے
جو لوگ ایمان لائیں گے اور پیروی کریں گے اور اعانت و ذابہ داری کریں گے حسین
علیہ السلام کی اور شہادت حسین کو ذریعہ نجات قبول کریں گے وہ پاسے جیسے گنہگاروں
بیوض خون حسین ضرور نجات پائیں گے جیسا کہ اسمعیل علیہ السلام نے بوجہ ذریعہ
ذبح ہونے سے نجات پائی۔ اور پورا ثبوت واقعہ نہ رجہ ذیل سے ہوگا۔

تنقیح منبر نبوت و سیرت

مجموعہ تورات کتاب یسایہ باب ۵۲ میں آئیں بڑے بے جرم
و خطا ذبح ہونیکا تذکرہ ہر اور اس شہادت کا ایک خطابہ کیا گیا ہے

اور خداوند نے مجھے کہا کہ اے خون نے جو کچھ کہا سنا چکا تھا۔ میں اُن کے لیے اُن کے
بنا یونین میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا
اور جو کچھ میں اُس سے فرماؤں گا وہ سب اُسے کہے گا۔ اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری
باتوں کو جھٹلے وہ میرا نام لیکے کہے گا کہ میں نے گاتو میں اُس کا حساب اُس سے لوں گا۔
یہی علیہ السلام نے یہ خبر جناب محمد صلعم کے نبوت رسالت ہونے کی دی تھی۔ اور
میں آنحضرت کا نام بھی ظاہر کیا تھا مگر یہود نے اس قدر تحریف کر دی کہ نام کال ڈالا
جیسے سبب سے خلق اللہ دھوکے میں پڑی ہوئی ہے اگرچہ آنحضرت کا نام اس
خبر سے کال ڈالا گیا تاہم اس قدر تو ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نبی کے نبوت رسالت ہونے کی
خبر ہے اور وہ نہی مثل موسیٰ علیہ السلام کے ہو گا اور اس پر وحی نازل ہوگی
نزول وحی کا ثبوت اس جملہ سے ہوتا ہے کہ میں اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا
اور وہ میرا نام لیکر کہے گا پس مثل موسیٰ علیہ السلام کے کہ حیر وحی نازل ہوئی ہو
بجز جناب محمد صلعم کے آج تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوا تو گو اس خبر میں سے آنحضرت
کا نام کال ڈالا گیا ہے تاہم اس خبر سے آپ کی نبوت کی صداقت تو ہو جاتی ہے
اور مگر اُن کے واسطے ایک دلیل تو قائم ہوتی ہے۔ اس لیے مجموعہ تورات کتاب

یسعیاہ باب ۵۳۔ میں حسین علیہ السلام کا پورا واقعہ لکھا ہے مگر نام کالڈا کیا ہے تاہم اس پیش خیری کا مصداق بجز حسین علیہ السلام کے آج تک کوئی دوسرا۔ اس پر وہ پنا پر پیدا نہیں ہوا۔ اسلئے شہادت حسین کا ذریعہ نجات ہونا جب اس پیش خیری سے ظاہر ہوتا ہے تو گو نام نہیں ہے۔ مگر آج تک کوئی دوسرا مصداق اس پیش خیری کا بجز حسین کے جب پیدا نہیں ہوا تو منکرین کے سکوت کے واسطے یہ پیش خیری ایک دلیل واضح ہے۔ اس پر بھی اگر منکر و نکر کا رہو گا تو ادھر اس بات کا ثبوت کرنا واجب ہو گا کہ وہ کون بزرگ ہیں جنکے غی میں یہ پیش خیری ہے۔ کتاب یسعیاہ باب ۵۳ کی مجسہ نقل ذیل میں کیجاتی ہے۔

۱۔ ہمارے پیغام پر کون اعتقاد دلایا۔ اور خداوند کا ہاتھ کبیر ظاہر ہوا۔ ۲۔ وہ اس کے آگے کوئل کی طرح پھوٹ نکلا ہے۔ اور اس جڑ کے مانند جو خشک زمین سے پستی ہو۔ اس کے ڈیل و ڈول کی کچھ خوبی نہ تھی اور نہ کچھ رونق کہ ہم اوپر نگاہ کریں اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اس کے مشتاق ہووین۔ ۳۔ وہ آرمیوں میں نہایت دلیل و تہمت تھا۔ وہ مرد غمناک اور رنج کا آشنا ہوا۔ لوگ گویا اس سے روپوش تھے۔ اس کی تحقیق کی گئی اور رہنے اس کی کچھ قدر بجانی۔ ۴۔ یقیناً اس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں۔ اور ہمارے غموں کا بوجھ اپنے اوپر چڑھایا۔ پرہنے اس کا یہ حال سمجھا کہ وہ خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا ہے۔ ۵۔ یہ وہ ہمارے گناہوں کے سبب سے گھائل کیا گیا۔ اور ہماری بدکاریوں کی باعث کچلا گیا۔ ہماری سلامتی کے لئے اوپر سیاست ہوئی تاکہ اس کے مار کھانے سے ہم چلے ہوں۔ ۶۔ ہم سب بھیڑ و نکی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو بھرا۔ پر خدا نے ہم سب کی بدکاری اوپر لادی۔ ۷۔ وہ تو نہایت ستایا گیا اور غمزدہ ہوا۔ تو بھی اس نے اپنا منہ نہ کھولا۔ وہ جیسے برص جیسے ذبح کرنے بیجاتے اور جیسے

بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے آگے بیزبان ہے اور سب طرح اُسے اپنا موند نہ کھولا۔
 ۸۔ اُنہی کے اور اوپر حکم کے اوسے نے گئے پر کون اوسے زانہ کا ذکر کر گا کہ وہ
 زندہ مکی زمین سے کاٹ ڈالا گیا۔ میرے گروہ کے گناہوں کے سبب اوپر اُسے بڑی
 ۹۔ اوسکی قبر بھی شریروں کے درمیان چھائی گئی تھی پر اپنے مرنے کے بعد وہ بندہ
 ساتھ وہ ہوا۔ کیونکہ اُسے کبیر کا ظلم نہ کیا۔ اور اُسکے ساتھ میں ہرگز چل نہ تھا۔
 ۱۰۔ لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اُسے کچلے اُسے اُسے ٹھکس گیا۔ جب اوسکی جان
 گناہ کے لئے گزرائی جاوے۔ تو رانہی نسل کو دیکھ گا۔ اور اوسکی عمر۔ اُسے ہوگی۔
 ۱۱۔ اور خدا کی مرضی اوسکے ہاتھ کے وسیلے سے برآو گی۔ ۱۱۔ زینی بان کا دکھ اُسکے
 وہ اوسے دیکھے گا اور میر ہوگا۔ اپنی ہی پہچان سے میرا صادق بندہ ہتھو نکور سنباز
 چھراو گا۔ کیونکہ وہ اوسکی بدکاریاں اپنے اوپر اٹھائیگا۔ ۱۲۔ پہلے میں اوسے
 پنے رگوں کے ساتھ ایک حصہ دے گا۔ اور وہ لوٹ کا مال نور اور اوسکے ساتھ بانٹ
 لے گا۔ کہ اُسے اپنی جان موت کے لئے اوٹیل دی۔ اور وہ گناہوں کے درمیان
 شمار کیا گیا۔ اور اُسے ہتھو لئے گناہ اٹھائے۔ اور گناہوں کی شفاعت کی۔
 ایکہ رتین سوچین برس قبل از وقوع شہادت امام حسین علیہ السلام کے یہ خبر پہنچنے
 وہی ہے جسکی نقل حرف بحرف کتاب یسایہ بنی شمو کہ کتاب مجموعہ تورات سے کی
 گئی ہے۔ جو چاہے اصل کتاب سے مقابلہ کر لے۔

اب میں اس پیش خبری کے ہر ایک جملہ کی ذیل میں توضیح اور تشریح کرتا ہوں ہر
 آیت کی نقل موٹے حروف میں لکھی جاتی ہے اور تشریح اوسکی باریک حروف میں۔
پہلی آیت کا جملہ اول۔ ہمارے پیغام پر کون اعتقاد لایا۔
 بنی آدم میں بنی اسرائیل کو خدا نے برگزیدہ کیا تھا اور امین کے قوم کے لوگ

مبعوث برسات ہوئے۔ یسعیاء بنی پر جب پروردگار عالم نے حسین علیہ السلام کی پیدائش اور شہادت کا واقعہ ظاہر کیا تو وہ افسوسناک ہوئے اور حالت ہتھکین میں فرمانے لگے کہ ہمارے پیغام پر کون اعتقاد لایا ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کو خدا نے برگزیدہ کیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے بنی آخر الزمان کے مبعوث برسات بونگی خبر دی۔ لیکن باوجود اس غرت افزائے اور برگزیدگی کے بنی اسرائیل بنی آخر الزمان کی رسالت پر ایمان نہ لائیں گے اور غیر قومین ایمان لائیں گی۔ لہذا اس حالت تاسف میں بنی فرمانے ہیں کہ ہمارے پیغام پر کون اعتقاد لایا اپنے خبر تو دی گئی تھی بنی اسرائیل کو اور ایمان لائیں غیر قومین پس اس جملہ سے بنی نے اپنا تاسف ظاہر کیا ہے۔

پہلی آیت کا جملہ دوم۔ اور خداوند کا ہاتھ کبھی ظاہر ہوا

دست خدا کا اشارہ علی ابن ابیطالب کی طرف ہو کیونکہ ید اللہ آپ کا لقب ہے۔ پس بنی حالت استعجاب میں فرمانے ہیں کہ بنی اسرائیل کی نافرمانی کے سبب جب غیر قومین بنی آخر الزمان کی رسالت پر ایمان لائیں گی تو انھیں گے اور پر خدا کا ہاتھ بھی ظاہر ہوگا یعنی حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام پیدا ہونگے۔

دوسری آیت کا جملہ اول۔ وہ اوسکے آگے نوپل کی طرح

پھوٹ کلا سے

یہ اشارہ حسین علیہ السلام کی پیدائش کا ہے۔ لفظ وہ کا اشارہ تو حسین علیہ السلام کی جانب ہے اور لفظ اوسکے سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے حسین اوسکے آگے یعنی حضرت علی علیہ السلام کے آگے کوپل کی طرح پھوٹ نکلیں گے۔

سطح درخت سے کوئل بھوٹی ہے اور سطح وہ موعود کہ جبکہ ذکر بنی اس پیش خبری
 میں کرتے ہیں صلاب حضرت علی علیہ السلام سے پیدا ہوگا۔ اصل مطلب اس جملہ کا
 یہ ہوا۔ کیونکہ آیت اولیٰ یہ ہے کہ خدا کا ہاتھ سطرۃً بہر ہوا اور دست خدا سے ماہ
 علی بن ابی طالب اور رافضیوں کے گے کا اشارہ اور دست خدا کی جانب سے ہے یعنی اس کے
 آگے کیے آئے پرستہ کیا گے۔ وہ موعود علیہ السلام پیدا ہوگا سطح درخت میں کوئل
 بھوٹی ہے۔ اور یہ کھیل گا کہ صلاب حضرت علی علیہ السلام سے وہ موعود
 حسین علیہ السلام پیدا ہونگے۔ پس اس جملہ میں موعود کے پیدا ہونے کی
 خبر دی گئی ہے جو نبی آدم کی بچات کا زریعہ بنانا گیا ہے جسکا ثبوت آیات مابعد
 سے ہوتا ہے۔

دوسری آیت کا دوسرا جملہ۔ اور اس خبر کی مانند خشک

زمین سے پھوٹی ہو۔

خشک زمین میں جو کسی درخت کی جڑ ہوتی ہے اور میں کوئل زمین بھوٹا کرتی جب
 تک وہ زمین پانی سے پر اب نہو۔ اس سطح میں عورت کو حیض نہیں ہوتا اور اس کے
 وطن میں نہ لطفہ قیام کھڑا ہے نہ اولاد پیدا ہوتی ہے اور جناب فاطمہ زہرا
 کثافت حیض و آلودگی ماسے دیگر سے طیب و طاہر ہیں۔ پس اس آیت میں
 بنی نے ظاہر کیا ہے کہ وہ موعود اس طہن طیب و طاہر سے پیدا ہوگا جو کثافت
 حیض و آلودگی ماسے دیگر سے طیب و طاہر ہوگا۔ دوسرا مطلب اس آیت سے
 یہ ہے کہ سطح خشک زمین میں کسی درخت کی جڑ قدرت الہی سے بغیر پانی
 سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ اس سطح وہ موعود پیدا ہو کر پرورش پاوگا۔
 یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حسین علیہ السلام شش ماہہ پیدا ہوئے ہیں

اور جو بچہ شش ماہہ پیدا ہوتا ہے وہ زندہ نہیں رہتا۔ اس دنیا میں جب زندہ بزرگوں کے تیسرے شش ماہہ پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا۔ اوہیں سے ایک حسین علیہ السلام ہیں اور مولود ثانی ہیں اختلاف ہے بعضوں نے لکھا ہے کہ جناب یحییٰ بنی شش ماہہ پیدا ہوئے تھے اور جلا راجیون میں جناب مسیح کا شش ماہہ پیدا ہونا درج ہے۔ پس جسطرح خشک زمین سے کسی درخت کا سرسبز و شاداب ہونا قابل تعجب سمجھا جاتا ہے اسی طرح اوس موعود یعنی حسین کا شش ماہہ پیدا ہو کر زندہ رہنا قابل تعجب ہے یعنی جسطرح خشک زمین سے کسی درخت کی جڑ سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ اویسی طرح وہ موعود شش ماہہ پیدا ہو کر زندہ رہے گا۔ تیسرا مطلب اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسین جب پیدا ہوئے تھے تو بنیاب سیدہ کے دو وہ بالکل نکٹھا اور جسطرح خشک زمین میں بیج درخت کا سرسبز و شاداب ہونا قابل حیرت ہے اویسی طرح کسی مولود کا اپنے شیر مادر زندہ رہنا مشکل ہے پس جسطرح خشک زمین سے درخت کی جڑ سرسبز و شاداب ہوتی ہے اویسی طرح اس موعود کا اپنے حسین کا بے شیر مادر بنان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش پانیکانہی اس آیت میں اشارہ کرتے ہیں دوسری آیت کا تیسرا حلیہ۔ اوسکے ویل ڈول کی کچھ خوبی تھی اور کچھ رونق کہ ہم اوپر نگاہ کریں اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اوسکے مشتاق ہوں

اس جملہ میں حسین علیہ السلام کی مظلومی کی جانب اشارہ ہے اور ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ موعود مثل رستم و اسفندیار وغیرہ پہلوانان نامی کے نہ بہت بڑا پہلوان شہرت یافتہ ہو گا نہ خوبصورتی میں مثل یوسف علیہ السلام کے بے مثل ہو گا کہ لوگ اوسکے دیکھنے کے مشتاق ہوں اور نہ کوئی ظاہری نمائش انہیں مثل سلاطین کے ہوگی کہ جسکے دیکھنے کا کوئی

شخص شتاق ہو۔

تفسیری آیت کا پہلا جملہ وہ آدمیوں میں نہایت ذلیل و حقیر تھا

یہ جملہ خبر دیتا ہے امت محمدی و صحاب محمدی کی ہونمائی اور وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا۔ امیر معاویہ جب ولید کی بیعت لینے دینہ منورہ میں آئے۔

قواہل مدینہ واسطے استقبال کے گئے اور بن حسین علیہ السلام بھی تھے۔ امیر معاویہ حسین علیہ السلام کو دیکھ کر خشتناک ہوئے۔ اور بدتر شخص بدولت گئے کہ انہیں

مسد اور عداوت کو میں خوب پہچانتا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے معاویہ بدی زبان کو روک میں ان کلمات سخت کا سر ارا نہیں ہوں

جو ترکمنا ہے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ تم انھیں سخت کلمات کے لائق ہو۔ بلکہ ان سے زیادہ بدتر کلام کے لائق ہو۔ تم جو چاہتے ہو خدا اور کے خلاف چاہتا ہی

یس اس جملہ میں اشارہ کردہ آدمیوں میں نہایت ذلیل و حقیر تھا ظاہر کرتا ہے اس بات کو کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حسین کے حق میں فرمایا تھا کہ میں

مردارہ بین جو انان ہشت کے۔ اور امت کو وصیت کی تھی کہ یہ میرا بیعت چن اور انکی اطاعت اور نرمانی داری کرنا۔ اور یہ وردگار عالم نے انھیں

حسین کی صحبت امت پر واجب کی تھی اور آیہ قل لا استعظم نزل فرمایا تھا۔ بعد نجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین کی پندہ رتھی کہ امیر معاویہ نے بولکہ انکار بیعت

نیز یہ کلمات سخت گئے۔ اور سب صحابہ دیکھتے رہے اور حسین علیہ السلام کی کچھ اعانت نہ کی اسکی نسبت نہی۔ نہ ظاہر کیا کہ وہ آدمیوں میں نہایت ذلیل و حقیر تھا

اک ذلیل و حقیر امت کی نظر میں نہوتے تو امیر معاویہ کو نہ جرات سخت کلامی کی ہوتی نہ صحاب رسول و نوافل مدینہ اس شتک کو دیکھ سکتے۔

تیسری آیت کا جملہ دوم۔ وہ مرد غمناک اور سچ کا آشنا ہوا

پہلا صدمہ سچ و غم کو حسین علیہ السلام کو اون احباب رسول سے پہنچا کہ جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو حکومت ظاہری سے محروم کر کے خود خلیفہ بن بیٹھے اور مدت گزاری بہت بڑی۔ دوسرا صدمہ یہ پہنچا کہ مسلمانوں ہی کی سازش سے حضرت علی علیہ السلام شہید ہوئے۔ تیسرا صدمہ یہ پہنچا کہ امام حسن علیہ السلام زہر سے شہید کئے گئے اور امام حسین علیہ السلام تھارے گئے اس تنہائی میں جو تھامہ یہ پہنچا کہ امیر معاویہ نے سخت کلامی کی اور کس نے آپ کی اعانت نہ کی۔ پانچواں صدمہ یہ ہوا کہ وفات معاویہ کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو اس نے دلیہ حکم دینے کو لکھا کہ میری بیعت اگر اٹھا کرین۔ یا نکر مجھ و حسین علیہ السلام نے جوت سے اٹھا کرینا اور ترک وطن کر کے مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے اور ترک وطن اور جدائی روضہ زینبہ اور جہاں الی نامہ عزرا نامہ ہمارے اور ٹھکانا پڑا چھٹا صدمہ یہ ہوا کہ مکہ معظمہ میں بھی آپ کو ہین نہ لینے، یا اور یزید نے یہ بیانہ حج ایک گروہ قتل حسین علیہ السلام کیوں کیوں کیا، حسین کو مجبوراً جانب عراق ہجرت کرنی پڑی۔ ساتواں صدمہ یہ ہوا کہ سوار کر بلا میں جوان نرزد شیرخو ایچہ جو ان جہانی بھتیجے بھانجے یا اور انصار و ہجرت آئی انکھونکے سامنے فوج بٹھ گئے اور انجام میں بیسیونکو بے مونس و غمخوار دشمنان دین کے زرخہ میں چھوڑ کر آپ کو بھی شربت شہادت نوش کرنا پڑا۔ اچھن رنج و غم کو اس نے اس جملہ میں خبر دی ہے۔

تیسری آیت کا تیسرا جملہ لوگ گویا اس سے پوش پٹھے او سکی
تحقیق کی گئی اور پٹھے او سکی کچھ قدر بخاتی۔

اس جملہ میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ باوجود اس تحفہ کے کہ بساؤ کر حیا اول و بار دوم

آیت نبی کی توضیح میں کیا گیا ہے اسٹ محمدی کے لوگ حسین علیہ السلام کو حجت
قریبی ہوئے و یکھیلے مگر حسین علیہ السلام کی اطاعت سے کنارہ کشی اختیار
کر گئے اور حسین علیہ السلام کی کچھ قدر نہ مکر گئے گویا کہ وہ حسین علیہ السلام کی تحقیر
اور شہادت اور ہجرت اور اہلوم کی اسیری سے کہ جو باعث فحارت تھا بغیر تھے
اس روگردانی پر بنی نے انوسس ظاہر کیا ہے۔

چوتھی آیت یقیناً اوسے ہمارے شیعہ شیعیان اور بھالین اور
ہمارے غموں کا بوجھ پلہ پنہاؤ پر چڑھایا پر مینے اوسکا یہ حال سمجھا
کہ وہ خطہ اکا مارا کوتا اور ستھایا ہوا ہو۔

ابو الفاضل علم کے وسیلہ سے جو شریعت امت محمدی کو ملی تھی اسکی حفاظت اور
اوپر عمل کرنا ساری امت کے ذمہ تھا مگر امت نے شریعت کی حفاظت اور سہ
عمل کرنے سے بے پروائی اور غفلت کی اور اپنا امام اور پیشوا اون لوگوں کو
بنایا جو قابل امامت نہ تھے اور نہ یہ کی خلافت پر سب نے اجماع کر کے اوسکو
اپنا امام بنایا۔ اور نہ یہ نے امام بنکر شراب خواری اور زنا اور لواطت
اور حقیقی بھائی بہن کا عقد و سود خواری وغیرہ نہیات شرعی کو رد دیا اور
سب دیکھتے رہے حفاظت شریعت اور مخالفت بزید پر کوئی آمادہ نہیں ہوا۔
اور حسین علیہ السلام نے امت کی ان مصیبتوں کا بار اپنی گردن پر لیا یعنی حفاظت
شریعت کا بار کہ جسکا تحفظ ساری امت پر واجب تھا۔ اس پر بھی امت نے حسین
علیہ السلام کی کچھ قدر نہ کی اور انکو بوجہ مخالفت بزید امام وقت کا مخالف سمجھا۔
اس واقعہ کا سبب بنی نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ ایسا ہوگا جیسا کہ فکر کیا گیا

پانچوین آیت پڑھو ہمارے گناہوں کے سبب کھال کیا گیا اور
ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔ ہماری سلامتی کے لئے
اوپر سیات ہوئی تاکہ اوس کے مار کھانے سے ہم چکے ہوں

اس آیت میں خیر دی گئی ہے کہ جب امت محمدی تحفظ شریعت میں لا پرواہی
اور غفلت کر کے گنہگار ہو گئی اور اُن کے گناہوں کے سبب تحفظ شریعت کا بار وہ موعود
یعنی حسین علیہ السلام اپنی گردن پر لینگے تو اس سبب سے وہ کھال لینے نیزہ و شمشیر سے
رنجی کئے جاؤں گے۔ اور امت محمدی جو گمراہی میں پڑ کر نا اہلوں کو دین اسلام کا
نام بناؤں گے اور ان نا اہلوں کی حکومت سے دین اسلام و شریعت اسلام میں خٹکنا
پیدا کر گئی اور اپنی خود ساری اور قیاسات پر دار و مدار ایمان کا رکھ لیگی۔
اُن کی ان بدکاریوں سے ایمانداروں کے بچانے کے لئے وہ موعود یعنی حسین علیہ السلام
جب مستعد ہونگے تو کچلے جاؤں گے یعنی قتل ہونگے اور شمشیر اُن کی سم اسپان سے
پامال ہوا دیگی۔ اور جلد سوم میں جو خبر ہے کہ ہماری ہی سلامتی کے لئے اوپر سیات
ہوئی اس کا مطلب یہ ہے کہ اوس موعود یعنی حسین علیہ السلام پر جب قدر ظلم ہوگا
کہ ہٹائی اور ہدایت امت کے واسطے تاکہ اوس کے مار کھانے سے ہم چکے ہوں یعنی
ہماری ہدایت اور رہنمائی کے واسطے بغرض حفاظت شریعت اوس موعود یعنی
حسین علیہ السلام پر جو ظلم و ستم ہونگے اُن کے سبب شریعت اسلام ناقیامت قائم
رہے گی اور امت ہدایت پاویگی اور یہ ہدایت جو حسین علیہ السلام ایمانداروں کی
نجات کا ذریعہ ہوگی۔ اور دین اسلام اسکے سبب سے ناقیامت قائم رہے گا۔
اسی وجہ سے شہادت حسین علیہ السلام نجات امت کا باعث قرار پائی ہے۔

چھی آیت ہم سب بھیڑونکے مانند بھٹک گئے ہم میں
سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا پر خداوند نے ہم سب کو
بدکاری اور سپر لاوی ۔

بھیڑونکے گلہ بین جب کوئی چرواہا نہیں ہوتا تو حیوانات کا منہ اٹھتا ہے
چلی جاتی ہے ۔ رسول خدا صلعم کے مرتے ہی لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع
ہو گئے اور ہر شخص خلافت کا وعدہ کرتا اسکی بابت جملہ اول میں اشارہ ہے
کہ ہم سب بھیڑونکے مانند بھٹک گئے یعنی لوٹ آئیں حضرت کو بے گور و کفن چھوڑنے
اور علی ابن ابیطالب جانشین پیغمبر و خلیفہ برحق سے برگشتہ ہو کر مرادی اختیار
کرنیکے ۔ اور جلد دوم کا اشارہ اختلاف مذہبی کی جانب ہے یعنی حضرت علی علیہ السلام
سے برگشتہ ہو کر طلب ریاست و حکومت فتنہ و فساد برپا کرنے اور پیشوا بنکر
لوگوں کو گمراہ کرنے جیسا کہ سورہ محمد و سورہ العام و سورہ مائدہ و سورہ فرقان
میں پیش خبری ہوئی ہے جسکی نقل نتیجہ نمبر چارم میں کی گئی ہے اسکی بابت
نبی نے جلد دوم میں ظاہر کیا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا یعنی
شرعیات کی راہ مستقیم ترک کر کے اور حضرت علی علیہ السلام سے منحرف ہو کر لوگ
طلب ریاست و حکومت گمراہ ہو جاؤ گئے اور اپنے اپنے طریقہ جدا جدا
تایم کر کے ایک مذہب کے چند مذہب بناؤ گئے ۔ اور اس گمراہی اور اختلاف
مذہبی کا نتیجہ نبی نے جلد سوم میں ظاہر کیا ہے ۔ کہ ان گمراہوں کی اولین کارروائی
باراؤس موعود کو اٹھانا پڑے گا کون سا موعود یعنی حسین علیہ السلام کو اور
کیسی بدکاران یعنی طلب ریاست و حکومت کے سبب جو احکام شرعی کی

نافرمانی کرینگے اور اس نافرمانی کے سبب اختلاف مذہبی پیدا ہوگا تو لوگوں کو حق و ناحق کا
تیز مشکل ہوگا جسکے انجام میں نجات سے محروم ہونگی لہذا خدا اس موعود کو واسطے رہنمائی
و ہدایت امت کے ظاہر کرے گا اور اس کے ذریعہ ہمیشہ کی واسطے حق و ناحق کی تیز کا ذریعہ لوگوں کو حاصل ہوگا

ساتویں آیت کا پہلا جملہ وہ تو نہایت ستایا گیا اور
غمز وہ ہوا تو بھی اوسنے اپنا منہ نہ کھولا۔

آیت ششم کے جملہ اخیر کی توضیح میں جو ظاہر کیا گیا ہے کہ جب وہ موعود
یعنی حسین علیہ السلام است کی بدکاریوں کے سبب رہنمائی و ہدایت کے
بار کو اپنے اوپر بحکم الہی اٹھا دینگے تو اسکی عرض وہ بدست ستائے جاوینگے
اور اسکو شدید رنج و غم پہنچایا جاوے گا اور وہ سب برداشت کرینگے جیسا کہ
اس آیت سے ظاہر ہے۔ اور جسکو سب نے دیکھ لیا کہ خلافت یزید میں شریعت
اسلام نبوت و نابود ہوئی جاتی تھی حسین نے بنظر حفاظت شریعت بیعت
یزید سے انکار کیا اور اس انکار بیعت کے سبب فوج یزید نے حضرت کے
نوعمر اور جوان اور شیر خوار بچوں و برادر و رونا ویرا درنا و رونا و بھانجوں
کو تیغ جفا سے ذبح کیا کہ جسکے سبب سے حسین علیہ السلام بدرجہ غایت غمزہ
ہوئے مگر اپنے بجز شکر الہی کے بیعت یزید کا اقرار نہ کیا اوسیکا اظہار اس
آیت میں کیا گیا ہے۔ کہ وہ بہت ستایا جاوے گا جسکا مطلب یہ ہے کہ تمامی
عزیز و انصار اسکی آنکھوں کے سامت شہید ہونگے۔ پھر لکھا ہے کہ وہ غمزہ ہوا
اسکا مطلب یہ ہے کہ ان مصائب شدید کے سبب اسکو رنج عظیم پہنچے گا۔
پھر لکھا ہے کہ تو بھی اوسنے اپنا منہ نہ کھولا یعنی باوجود گذرنے ایسے مصائب عظیم
بھی وہ جبر اور شکر کرے گا۔ اور بیعت یزید کا اقرار نہ کرے گا۔ سو غمزہ نہ کھولنے کا اشارہ

بیت زید کی جانب ہے۔

ساتویں آیت کا دوسرا جملہ۔ وہ جیسے بڑے جیسے فوج
کرنے لیجاتے اور جیسے بھیڑا اپنے بال کترنے والوں کے
آگے بے زبان ہو۔ اوسیطرح اوسے اپنا منہ نہ کھولا

اس جملہ میں بنی ظاہر کیا ہے کہ جب طرح بھیڑا بچے کو نیوالے کے آگے عبور ہوتی ہے
اور اپنے بال کتر نیوالے کے آگے بوجہ عبوری سکوت کرتی ہے اسی طرح وہ موعود یعنی
حسین کو فوج اور شاہینوں کی کثرت کے سبب مثل بھیڑ کے عبور اور بے بس ہونگے مگر اس
بے بسی اور عبوری کے سبب بھی وہ اپنا منہ نہ کھولے گا یعنی بیت زید کا اقرار نہ کرے گا۔

آٹھویں آیت۔ اید اوی کے اور اوسپر حکم کر کے وہاں سے
لے گئے پر کون اوسکے زمانہ کا ذکر کر گیا کہ وہ زندون کی
زمین سے کاٹ ڈالا گیا میسر ہی کر وہ گناہوں سے

سبب اوسپر مار پڑی

جب حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے کوچ کر گئے جانب عراق روانہ ہوئے تھے
تو جب در منزل کے قریب کوفہ پہنچا۔ تو خرا بن ریاحی مع بارہ ہزار سواروں کے
آپکے سد راہ ہوئے اور عرض کی کہ عبید اللہ ابن زیاد نے محکومین کیا ہے کہ
آپ کو گرفتار کر کے اوسکے پاس لجاؤں۔ اور مرنے آپ کو دھیر کر صحرارہ کر ملا
تک پہنچایا۔ ایسی بابت جلد اول میں بنی اشارہ کرتے ہیں کہ اوسپر حکم کر کے

لے گئے اور جلد دوم و سوم میں بنی نے اپنا تاسف ظاہر کیا ہے کہ جب وہ موعود یعنی حسین علیہ السلام شہید ہو جائیں گے تو ان کے اس واقعہ شہادت کا ذکر اس طور پر کہ بوجہ گناہان امت بغرض شفاعت امت آپ شہید ہوئے کون کریگا۔ کیونکہ اس زمانہ کے کل مسلمان بوجہ بیت یزید باشتنا ربض کے حسین علیہ السلام کے دشمن تھے اور یہ دشمنی زمانہ دراز تک قائم رہی اور مجاہدان حسین بوجہ ذکر حسین بکثرت قتل ہوئے اور آجتک دشمنان حسین اس کوشش سے غافل نہیں ہیں کہ جب طور سے ہو سکے ذکر شہادت حسین و مجالس غرادر حسین کو بند کرنا چاہے۔ بنی کو بذریعہ الامام ان واقعات سے اطلاع ہوئی جسکی نسبت وہ افسوس کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ کون اس کے زمانہ کا بیان کریگا یعنی طرف تو دشمن ہی دشمن ہو گئے پھر اس موعود کے زمانہ شہادت کا واقعہ دشمنوں کے ظلم اور سختی اور مزاحمت کے سبب راست راست کون بیان کریگا کہ وہ گنہگاروں کی نجات کے واسطے قتل کیے گئے اور نجات گنہگار ان کے لیے اومنون نے مصائب عظیم برداشت کئے۔

نورین آیت۔ اوکی قبر بھی شہر یرون کے درمیان ٹھہرائی گئی تھی پراپنے مرنے کے بعد دولت مندوں کے ساتھ وہ ہوا۔ کیونکہ اس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا۔ اور اس کے منہ میں ہرگز جھل جملہ اول میں بطور تمثیل بات کا اشارہ کیا گیا ہے کہ اوکی قبر شہر یرون کے درمیان ٹھہرائی گئی مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ بالزام انکار بیعت امام وقت قتل کیا جاوے گا اور وہ گنہگار و منکر امام وقت قرار دیا جاوے گا اور شہر یرون میں شمار

<http://fb.com/ranajabirabbas>

خدا کی مرضی اوس کے ہاتھ کے وسیلے برآوی کی -

جلد اول میں نبی خبر دیتے ہیں کہ وہ موعود یعنی حسین علیہ السلام آتھا سنے
درجہ رنج و مصیبت اوٹھا کر شہید ہوگا۔ کیونکہ پروردگار عالم کو یہی پسند آیا کہ
نزول رحمت و شفاعت گنہگار ان کے واسطے اسی ذریعہ کو قائم فرماوے
اور جلد سوم و چہارم میں نبی خبر دیتے ہیں کہ وہ موعود یعنی حسین علیہ السلام درجہ
شہادت حاصل کرنے کے بعد اپنی نسل کو دیکھیں گے۔ اور عمر ان کی دہاڑ ہوگی اور خدا
کی مرضی اوس کے وسیلے سے برآوی کی۔ نسل سے مراد ہے اولاد اور مطیع و فرمانبردار
و عیب کا مطلب یہ ہے کہ بعد شہادت اپنے اور اپنے عزیزوں اور رفیقوں کے
خون اور مصائب عظیم کے معاوضہ میں وہ اپنی اولاد اور اپنے مجنون اور فرمان
برداروں اور معتقدوں کی شفاعت درگاہ الہی سے کرا دیں گے۔ اور درازی
عمر سے یہ مطلب ہے کہ یہ ذریعہ نجات ناقیامت قائم رہیگا۔

کیا رہوین آیت اپنی جان ہی کا وکھ اوٹھا کے وہ سے دیکھیں گے
اور سیر ہوگا۔ اپنی ہی چہان سے میرا صادق بندہ بتو تو
راستباز ٹھہراو گیا کیونکہ وہ ان کی بدکاریاں اپنے اوپر ٹھالیگا
جلد اول کا تو یہ مطلب ہے کہ وہ موعود یعنی حسین علیہ السلام مصائب شدید برداشت
کر کے اوتیس دن کی بھوک و پیاس میں اپنا کلاشل گوسفندان قربانی کٹوا کر اپنی
اولاد اور مطیع اور فرمانبرداروں اور مجنون اور معتقدوں کی نجات کی جانب سے
اطمینان حاصل کریں گے۔ دیکھنے اور سیر ہونے کی غرض ہے مطمئن ہونا۔ یعنی

انہی شہادت کی مصیبت کے عوض میں نجات مجاہدین و فرمانبرداران و معتقدان و متطیعان و اولاد کی نجات کا آپ کو اطمینان حاصل ہوگا۔ اور جلد و ویم کا یہ مطلب ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ گمراہوں کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہوگا۔ اور اکثر متناقض اور مرتد اس واقعہ شہادت کے حالات سن کر استہزاء اور مومن ہو جانے کے چنانچہ اس کا ثبوت اظہار بنی شمس ہے کہ مجالس غزائین ذکر شہادت حسین علیہ السلام کی سماعت کے سبب شیعوں کی ثروت بہت زیادہ ہو گئی جبکہ اقرار مولانا شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی اپنی کتاب تحفہ اثنا عشری کے باب چہمین کرتے ہیں جسکی افضل نتیجہ نمبر بہت ویکم میں موجود ہے اور سارا زمانہ جانتا ہے کہ زمانہ اختتام خلافت نبی عباس تک شیعہ بے حد بے حساب قتل ہوئے ہیں۔ پھر بھی ان کی کثرت روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور متناقض و مرتد شہادت حسین علیہ السلام کے واقعات سن کر اور ان واقعات کی اصلیت سے واقف ہونے پر راست باز ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور جلد سوم کا یہ مطلب ہے کہ حسین علیہ السلام بہ سارے مصائب گنہگار ان راست ہو کیا سٹے اوٹھا وینگے اسلئے وہ اپنے محبوب اور معتقدوں اور فرمان برداروں کی نجات کا ذریعہ قرار پاوینگے۔

بارہمہوین آیت۔ اسیلئے کہ میں اوسے بزرگوں کے ساتھ ایک حصہ دوں گا اور وہ لوٹ کا مال زور آور کے ساتھ بانٹ لیگا کہ اوسنے اپنی جان موت کے لئے اوٹھ لیں دی۔ اور وہ گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا۔ اور اوسنے بہتوں کے گناہ

اوٹھائے اور گنہگاروں کی شفاعت کی

جملہ اول میں جو لفظ بزرگوں کا ہے اور جملہ دوم میں لفظ زور آوروں کا ان دونوں لفظوں سے مراد انبیاء سے ہی اور جملہ دوم میں جو لفظ لوٹ کے مال کا ہے اس سے مراد رحمت الہی ہے پس جملہ سوم میں نبی خبر دینے ہیں کہ وہ موعود یعنی حسین علیہ السلام بنظر تحفظ دین و تحفظ شریعت اپنی شہادت کو بخوشی و رضامندی قبول کریں گے اور اس تحفظ دین و تحفظ شریعت میں وہ اس درجہ مصائب شدید برداشت کریں گے کہ ابتداء سے پیدائش دنیا سے کسی انسان نے برداشت نہیں کئے لہذا پروردگار عالم اوں کو انبیاء کے ساتھ ایک حصہ دے گا اور وہ انبیاء کے ساتھ لوٹ کا مال بانٹ لے گا یعنی خلق اللہ کی ہدایت و رہنمائی میں جو مصائب انبیاء علیہ السلام نے اٹھائے ہیں ان کے معاوضہ میں وہ رحمت الہی کے سزاوار ہونگے۔ لہذا ان کے ساتھ ایک حصہ رحمت الہی کا حسین علیہ السلام کو بھی بعض شہادت ملیگا اور اس رحمت کے سبب وہ یعنی حسین علیہ السلام اپنے گنہگار مجنون اور معتقدوں اور فرما برداروں کی شفاعت کر اویگا کیونکہ وہ اپنے حسین علیہ السلام سارے مصائب اور اپنا اسے قتل ایسا سٹے گا اور اگر گناہ اور اس کی اولاد اور اس کے محب اور اس کے معتقد اور اس کے فرما بردار بحالت گناہان بسر و صغیرہ بھی رحمت الہی کے سبب نجات پاویں اور رحمت الہی بعض تھون حسین اور ان کی اولاد و ان کے مجنون و معتقدوں و فرما برداروں کے معافی گناہان کا ذریعہ اور باعث شفاعت ہو۔ اور جملہ چہارم و پنجم میں نبی خبر دینے ہیں کہ وہ موعود یعنی حسین اگر دشمنوں کے نظر میں گنہگار شمار ہو گا بوجہ انکار بیعت زید لیکن پروردگار عالم اس کی شہادت کو امت گنہگار کی شفاعت کا ایک ذریعہ مقرر کرے گا اور اس کی شہادت کے معاوضہ میں اس کی اولاد کو اس کے

محبوبوں کو اس کے زراعت داروں کو اس کے مستعد و کموبشہد گاہ خواہ وہ لوگ کیسے ہی
گنہگار ہوں۔

تجویر اخیر

واقعات مذکورہ سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ، فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطلب ریاست و حکومت طمع و دنیا میں بھٹک کر
فتنہ و فساد برپا کیا۔ اور منصب خلافت و امامت کو خاندان رسالت سے
متقل کر کے امت کو رہنمائی و ہدایت سے محروم کیا۔ اور اس طمع و دنیاوی
کے سبب اسلام کی حالت کو اس درجہ خراب و برباد کیا کہ ایک دین چند فرقوں میں
تقسیم ہو گیا۔ اور جس اتحاد و اتفاق کی بنیاد اسلام نے قائم کی تھی اس کو
ایسا برباد کیا کہ جس کا انجام زوال سلطنت اور باہمی دشمنی کا ترقی دینے والا ہوا
اور اس طمع و دنیاوی کے سبب خاندان رسالت کو تباہ و برباد کر دیا۔ آل
رسول کے ساتھ ایسی مخالفت کی کہ وہ امت کی نظروں میں نقیر ہو گئے۔
اور امت نے آل رسول کی امامت کو قبول نہیں کیا۔ اور خلیفہ وقت نے جبکہ
چاہا امام بنا کر امت کو راہ نجات سے گمراہ کیا۔ کتنے بڑے تعجب کی بات ہے
کہ امام جعفر صادق کے زمانہ حیات میں ابو حنیفہ امام بنیں اور سارا زمانہ
ان کی تقلید کرے اور ان کا مذہب اثنام حنفی و دنیا میں جاری ہو۔ اور امام
اعظم کے نام سے مشہور ہوں اور کعبہ میں ان کا مصلیٰ بنایا جاوے۔ اور امام
برحق حضرت جعفر صادق کی پیروی اور تقلید سے امت برگشتہ رہے۔ اور
مذہب جعفری کے نام سے نفرت کرے۔ اور پھر بے شرمی کے ساتھ منہ
یہ بھی کہا جاوے کہ ابو حنیفہ امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ افسوس افسوس

صد انوس کہ شاگرد تو امام اعظم کہلاوے اور اوستا کی اوکے مقابلہ میں کوئی
 وقت نہو اور یہ لقب امام اعظم کا صاف صاف اس بات کی شہادت دے
 رہا ہے کہ ابو حنیفہ کل وغویداران امامت سے بڑے اور افضل تھے
 اور جب اونکا بڑا اور بزرگ ہونا امامت نے تسلیم کیا اور اونکا مذہب اختیار
 کیا تو یہ بات پوشیدہ نہ رہی کہ ابو حنیفہ اپنے استاد امام جعفر صادق سے بھی
 بڑے اور افضل اور بزرگ تھے۔ اگر امت ابو حنیفہ کو امام جعفر صادق سے
 بڑا اور افضل نہ تسلیم کرتی تو بمقابلہ امام جعفر صادق کے ابو حنیفہ کو لقب امام اعظم
 نہ دیتے اور بمقابلہ امام جعفر صادق کے ابو حنیفہ کی پیروی نہ کرتے اور اسلام میں
 از نام حنفی ایک مذہب قائم نہ کرتے۔ ابو حنیفہ کو محض دہمنی آل رسول کے
 سبب مسلمانوں کے اوس گروہ نے کہ جبکہ قبضہ میں حکومت تھی امام بنایا
 اور اونکے نام سے ایک مذہب قائم کیا اور اونکا اصلی بیت اللہ میں قائم
 کیا اور امام جعفر صادق کی نوہن اور شریعتہ کرنے کی غرض سے ابو حنیفہ کو
 لقب امام اعظم سے نامزد کیا تاکہ خلق اللہ بظاہر ہو کہ امام جعفر صادق کے
 بمقابلہ ابو حنیفہ کے کوئی حقیقت نہیں نہ امام جعفر صادق کو کوئی فضیلت ابو حنیفہ
 کے مقابلہ میں حاصل تھی۔ میں مولانا شبلی صاحب پرنسپل علی گڑھ کالج کی
 تحریر مندرجہ سیرۃ النعمان صفحہ ۴۵۔ کو حسرت اور تعجب کی نظروں سے
 دیکھتا ہوں۔ سمرالعلماء مولانا شبلی صاحب نعمانی لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ ایک
 مدت تک استفادہ کی غرض سے امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر رہے۔
 اور حقہ و حدیث کے متعلق بہت سی ناوبر باتیں اونسے حاصل کیں اوسکو
 شیعہ و سنی دونوں نے مانا ہے اور ابو حنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ امام محمد باقر
 کی فیضِ نبوت تھا۔ ابو حنیفہ نے اونکے فرزند حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے

فیض محبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور تیرہ شبیہ سے ہے۔ ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور فقہ ہیں لیکن فضل و کمال میں انکو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے۔ یہ اقرار مولوی صاحب کا بھجوری ہے نہ عقیدہ تھا۔ کیونکہ علمایہ اہل سنت ابن تیمیہ کے ساتھ متفق القول ہیں۔ چنانچہ امام زہری نے تمام عالم میں چار صاحبزادوں کا عالم و فاضل ہونا تسلیم کیا ہے۔ مائیدین ابن المسیب بصرہ میں حسن شام میں مکحول کوفہ میں شیبی۔ اگر اہل سنت کے نزدیک امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام کو درجہ فضیلت حاصل ہوتا تو انکو مقابلہ میں ابن المسیب و حسن و مکحول کو علم و فضل میں ترجیح دیکھ جاتی نہ ابو حنیفہ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہوتے مولانا شبلی صاحب یا بعض دیگر مالدار اہل سنت جرنیل مولانا شبلی صاحب کے امام محمد باقر و امام جعفر صادق کی فضیلت کا اقرار کرتے ہیں اور کایہ اقرار ہنوزی ہم کو افسوسناک کرتا ہے کہ ہمارے اس صاف و صریح اقرار کے پھر بھی دشمنان آل رسول کے عقیدت ترک نہیں ہوتی اور محبت آل رسول کا زبان سے تو اقرار کیا جاتا ہے مگر دل سے پیروی نہیں کی جاتی اگر دل سے پیروی ہوتی تو دشمنان آل رسول کی نفرت بھی یقیناً دل میں پیدا ہو جاتی اور حب آل رسول کے دشمنوں کی جانب سے دل میں نفرت پیدا ہوتی تو اس میں بھی شک نہیں کہ بجز دوازہ امام کے مصنوعی اماموں کی تقلید بھی نہ کی جاتی نہ امام ابو حنیفہ کو بمقابلہ دوازہ امام کے امام اعظم کے لقب سے یاد کرتے نہ بمقابلہ مذہب دوازہ امام کے مذہب حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی کو اہلسنت اختیار کرتے۔ یہ زبان پر اقرار محبت آل رسول کا بعض اس شخص

سے ہے کہ عامہ خلایق کی نظروں میں اہل سنت و ثمنان آل رسول میں شمار نہ ہوں۔ مگر یہ غیر ممکن ہے جو شخص آل رسول کے مخالفوں کو آل رسول کی توہین کرنے والوں کو اچھا کہے گا اذکی بزرگی کا ناکل ہوگا اذکو اپنا پیشوا سمجھے گا۔ وہ بظاہر جا ہے جس قدر آل رسول کی صفت کرے مگر شمار اذکا دشمنان آل رسول ہی میں ہوگا۔

اصحاب رسول کی طبع و نبوی حضرت علی علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا باعث ہوئی اگر اصحاب رسول طبع و نبوی کے سبب آل رسول کو امت کی نظروں میں کم وقعت نہ کر دیتے تو حضرت علی علیہ السلام و حسین علیہ السلام تنہا سے اور امام حسن و امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق و امام موسی کاظم و امام رضا و امام محمد تقی و امام محمد تقی و امام حسن عسکری علیہم السلام زہر ہلاہل سے شہید نہ ہوتے۔

عالموں اور ماضیوں نے بنظر حصول غرت و دولت غاصبان مملکت و دشمنان آل رسول کی عیب پوشی کے واسطے شرعیت اسلام میں قیاس کو اور اپنی رائے کو داخل کر کے اصول اسلام کو ایسا خراب کیا کہ عوام کو حق و ناحق کی تمیز مشکل ہو گئی اور اسلام کو اس درجہ تباہ و برباد کیا کہ مسلمانوں کو باہمی دشمنی سے فرصت نہیں ملتی وہ اشاعت دین اور ترقی اسلام میں کیا کوشش کر سکتے ہیں۔ بلکہ باہمی دشمنی کے سبب مفاسد اور محتاج ہو گئے اور رہتے جاتے ہیں۔ جہالت روز بروز ترقی پر سے علم انگریزی حاصل کرنے والے تو اسلام کو بالکل ہی بحقیقت جانتے ہیں۔ جس قدر حکومتیں و سلطنتیں اس وقت مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں وہ باہمی دشمنی کے سبب بوجہ پورش مخالفان اسلام خطرناک حالت میں ہیں۔ میں چران ہوں کہ مسلمانان ہندوستان کے ہاتھ میں اس وقت کون سی

سلطنت اور حکومت ہے کہ جکا عیش و نیوی اور نگو نجات عقبتے کجانب رجوع ہونے سے روکتا ہے۔

جو لوگ واقعات اسلام سے ناواقف ہونے کے سبب اپنے باپ و دادوں کی تعقید کو نجات عقبتے کا ذریعہ سمجھ ہوئے ہیں وہ بڑی غلطی میں ہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث سے بخوبی ثابت ہے کہ بلا محبت آل رسول نجات کا عنوان غیر ممکن ہے اور روزہ، نماز کی تکلیف بلا محبت آل رسول بے سود ہے۔ اور محبت آل رسول اس وقت تک غیر مستبر ہے جب تک کہ دشمنان آل رسول کے ساتھ اظہار نفرت نہ کیا جا سکے۔

اس وقت اسلام میں بجز اسید نجات حصول دنیا کا نام و نشان باقی نہیں۔ اور جب اسلام کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حصہ صرف نجات عقبتے پر ہے تو پھر باہمی دشمنی سے حاصل کیا ہے۔ فرض کر لیا جاوے کہ شیعوں امیر معاویہ کو برا جانتے ہیں اور ان کے ساتھ اپنی نفرت ظاہر کرتے ہیں اور اہل سنت امیر معاویہ کو قابل درود سمجھتے ہیں اور اپنا پیٹھا جانتے ہیں۔ اگر حقیقت امیر معاویہ قابل درود ہیں اور شیعہ ان کو بلاوجہ برا کہتے ہیں تو اس سے سو اذہ قیامت میں شیعوں سے ہوگا۔ اہل سنت کا کیا نقصان ہے جو دشمنان سے دشمنی کر کے اسلام کو تباہ کرنے چلے جاتے ہیں۔

میں انکس کرتا ہوں اہل سنت کے اس عقیدہ پر کہ زبان سے کو اقرار توحید و اقرار نبوت کرتے ہیں۔ مگر حضرت عمر کے حکم کے سامنے احکام اکبر و احکام مملکت پناہی کی کوئی قدر نہیں سمجھتے۔ زبان سے تو آل رسول کی محبت کا اقرار کرتے ہیں مگر دلوں میں آل رسول کا بغض بھرا ہوا ہے جب فضائل آل رسول بیان ہوتے ہیں تو شکر غضب ناک ہوتے ہیں مصائب آل رسول

سنا رخنہ زنی کرتے ہیں۔ بنی فاطمہ کو کہ جو اصلی شیعوہ ہیں اور جنگی تقلید میں ایک
 بڑا گروہ اہل عجم کا اور دوسری قومیں مذہب شیعہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں
 ان کو ابن سبا کا چیلہ اور مرید بناتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کی نسبت کہتے
 ہیں کہ وہ مامی اور گنگار تھے مشکل کشا تھے اور عین انتظام ملکی کی لیاقت بھی
 اور اس دشمنی کا اظہار بھی کرتے جاتے ہیں اور آل رسول کی محبت کے بھی
 دعویدار ہیں اور مطلق شرم نہیں کرتے۔ مجاہد غزالی مسعودی اور نام نختین
 نے مٹانے کی انتہا کو شش کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس پر بھی مسلمان ہونیکا
 بڑے ناز کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں۔ اہل سنت کی مشہر کتابوں سے بخوبی ثابت
 ہے کہ اسلام میں بجز مذہب شیعہ کے کوئی دوسرا مذہب ہرگز ہرگز ناجی نہیں ہے
 شیعہ حق پر ہیں اور بجز شیعوں کے کسی دوسرے فرقہ کو حق نجات حاصل نہیں
 جیسا کہ بالتصریح تصدیق وار ہیں ثابت کر دیا ہوں۔ پس بوجہ سند رجہ کتاب ہذا
 میں ظاہر کرتا ہوں کہ جناب مولوی شیخ احمد صاحب کی کل تصنیفات گمراہوں کو
 راہ تباہی والین اور بے دینوں کو راہ ہدایت دکھلانے والین اور نجات
 حقے کا سبق پڑھانے والین ہیں۔ اور مولوی محمد جانگیر خان صاحب کی تصنیفات
 دوزخ کا راستہ بتانے والین آل رسول کی دشمنی کو ترغیب دینے والین ایمانداروں کو
 گمراہ کرنے والین مذہب اسلام میں دشمنی اور لفاق پر لوگوں کو آمادہ کرنے والین ہیں
 اس وقت اہل سنت میں جو تقلید سرسید بالقاء جابجا انجمنیں بنی تجویز حصول
 معاشرت قائم ہوئی ہیں وہ بالکل بیکار ہیں میرے نزدیک دو کام اختیار کرنے
 سے اہل سنت کو یقیناً نفع پہونچیکا۔ جسکی تصریح ذیل میں کی جاتی ہے۔
 ۱۔ اگر حصول دنیا کی رغبت ہے تو سرسید کے باوجود دستور قیام کے مطابق
 اجماع کہ کے بیعت کرنا چاہیے اور سرسید کی امامت کو بالاتفاق تسلیم کرنے سے

اہل سنت کو وہی عروج از سر نو حاصل ہو جاوے گا کہ جو عروج امیر معاویہ کی ماتحتی اور خلافت سے حاصل ہوا تھا۔ سرسید کے ساتھ مخالفت کرنا یا اونکے قیام کیے گئے ہوئے طریقہ کو اسلام کے خلاف تبلا نا یا اونپر کفر کے فتوے لگانا سراسر جہالت اور نادانی ہے اور اس مخالفت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل سنت و جماعت اسلام سے بالکل ناواقف اور بے خبر ہیں اور سادہ لوحی کے سبب سرسید کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں ورنہ سرسید کی جہاد سے بہرین اور تجوزین ہیں وہ پوری پوری حضرت عمرؓ کی تقلید ہے سر موثق نہیں ہے۔ اور وفات حضرت عمرؓ کے بعد مثل حضرت عمرؓ سرسید کے اہل سنت ہیں آج تک کوئی دعویٰ نہیں اور انشعاب پیدا نہیں ہوا۔ ۲۔ اور اگر حصول نجات کی خواہش ہے تو جو انجمنیں قیام ہوئی ہیں اوہیں اتفاق باہمی سے اول ایک نہرست مختصر واقعات اسلام کی مرتب کرنی چاہیے اور اس نہرست سے غور کامل کے بعد اون لوگوں کے نام منتخب کرنا چاہیے کہ جنہوں نے وفات رسول خدا صلیم کے بعد محض طمع دنیا اور طلب حکومت و ریاست کے سبب فتنہ و فساد کیا اور آل رسول کے ساتھ دشمنی کر کے خاندان رسالت کو تباہ و برباد کیا اور دین اسلام میں رخنہ ڈالا ان لوگوں کے ساتھ اظہار نفرت کر کے آل رسول کے ہدایات و قرآن و حدیث کی پابندی اختیار کر کے باپ دادوں کی تقلید اور خلاف قرآن جو رسم و رواج جاری ہیں اونے پر ہنر اختیار کرنا چاہیے۔ اسطور پر اگر کوشش کی جاوے گی تو نجات عقیقی بھی حاصل ہوگی۔ اسلام میں اتفاق بھی پیدا ہو جاوے گا۔ اختلاف مذہبی بھی باقی نہیں رہے گا۔ شیعوں میں اتحاد بھی ہو جاوے گا۔ اور مخالفت مذہبی بھی باقی نہ رہے گی۔ اور جب تک باپ دادوں کی تقلید ترک نہ کی جاوے گی دشمنان آل رسول و بانسان اختلاف دینی کی عیب پوشی کی تدبیروں دست برداری اختیار کی جاوے گی اور سوقت تک

نہ فدیہ نجات حاصل ہوگا۔ نہ عیش دنیا میر ہوگا۔ اور جب نجات عقیقی کا اطمینان نہ تو پھر روزہ و نماز کی تکلیف باپ دادا کی تقلید میں رنج و مصائب کا اٹھانا ایک فعل عبث ہے۔ میری رائے میں سرسید نے جو کچھ سمجھا خوب سمجھا۔ اور یہی ثبوت اذنی کے اعلیٰ درجہ کے ذی فہم اور متقابل ہونے کا ہے کہ اس وقت اسلام جو عروج اور اغراز اذنی کو اور اذنی کے خاندان کو حاصل ہوا وہ آج تک انگلش حکایت میں کسی مسلمان کو حاصل نہیں ہوا تدبیر میں سب نے کین مگر جب سرسید کے برابر سید ار مغزی دانشمندی میں کوئی کھلتا تو مثل سرسید عروج و اغراز پانا۔ بقول شخصی سے

اگرچہ شیخ نے ڈاڑھی بڑھائی سن کی ہی مگر وہ بات کہان مولوی مدن کی سی۔ یہاں تک میں لکھ چکا تھا کہ ایک لیکچر مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی کا دربارہ اثبات خلافت شیخین مطبوعہ نم فروری ۱۹۹۶ء میرے پاس پہونچا جسکے مطالعہ سے میرے اس فیصلہ کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔

لیکچر مذکور کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی صاحب ممدوح ایک متعصب سنت والجماعت مذہب کے عالم ہیں۔ وہ اپنے لیکچر مذکور کے صفحہ پنجم میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ (میں نے سیالکوٹ میں ایک اشتہار دیکھا جسکا نام شہر نے آئینہ حق نام رکھا تھا۔ اس اشتہار میں یہ دعویٰ تھا کہ شیخین اس دنیا سے باایمان نہیں گئے یا یوں سمجھو کہ دنیا سے بے ایمان اور منافق اور مرتد گئے۔ اس اشتہار سے جو قلق اور اضطراب میرے دل پر طاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ علیم اوستے خوب جانتا ہے۔ جس دن سے یہ اشتہار دیکھا اسی دن سے مجھ کو کرب اور غم لگا رہا۔ بہت دیر تک سوچا رہا کہ میں اون برگزیدہ کی طرف سے کیا زب اور دفاع (ڈیفنس) کر سکتا ہوں میں نے اشتہار دیا تھا کہ میں فران مجید کی

رو سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی خلافت کو ثابت کرو گا) ۔
 عبارت کہ در خطوط جلای کے اندر ہے وہ بجنہ مولوی عبد الکریم صاحب کے لیکر
 کی عبارت کی نقل ہے ۔ مولوی صاحب ممدوح نے اس لیکر کے دریا چین پر صفحہ
 نمبر ۲ سند جہ ذیل عبارت ارقام فرمائی ہے ۔ عبارت بکبر ۔ اس لیکر کی نسبت
 بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس میں شیعوں کے اشتہار کے مندرجہ ہوائجات پر بھی کلام ہوگا
 جنہیں وہ علماء اہل سنت سے منسوب کرتے ہیں بعض پر بہت غور کرنے کے
 متاوانہ تھے اپنے منطقوں کے خلاف دیکھ کر کس قدر شکستہ دل ہوئے ۔ الی آخر ۔
 اس تحریر سے بخوبی ثابت ہو کہ مولوی عبد الکریم صاحب نے عالم و فاضل سنت عجات
 کہ جو شیعوں کا اشتہار آئینہ حق نما دیکھ کر انتہا درجہ کا قلق اور اضطراب ہوا ۔ اور
 ادھون نے اس قلق اور اضطراب کی حالت میں اشتہار لیا کہ قرآن کریم سے
 خلافت شیخین ثابت کیجاو گی بہ بنا اس اشتہار کے نم فروری ۱۹۹۶ء کو شہر
 سیالکوٹ میں بکان یہ حسام الدین صاحب بکثرت اہل سنت جمع ہوئے اور
 مولوی عبد الکریم صاحب نے ثبوت خلافت میں بہت کچھ زور مارا اور کوشش
 کی اور تقریر طویل و طویل بیان فرمائی مگر ثابت نہ کر سکے اور آئینہ حق نما میں
 جو شیعوں نے ہوائجات کتب اہل سنت سے دربارہ تگزیب خلافت خلفاء
 ثلاثہ لکھے تھے انکی زویدہ نوکی جیسے سب سے حاضرین جلسہ کی دل شکنی ہوئی
 جسکا اقرار مولوی صاحب ممدوح نے لیکر نہ کر کے صفحہ دوم میں کیا ہے ۔ بس اس
 اقرار سے میرے اس فیصلہ کی پوری پوری تائید ہو گئی ۔ اور اب نو غالباً
 ہر ذی نعم اس امر کا یقین کر سکتا ہے کہ اس دنیا میں بجز فرقہ شیعہ کے اسلام
 میں کوئی دوسرا فرقہ ناجی نہیں قرار پاسکتا ۔
 مولوی صاحب ممدوح نے اشتہار تو وہ یا کہ میں قرآن مجید سے خلافت شیخین کو

ثابت کر دیا اور اس کے ہم مذہبون نے بحالت نا اہندی اس وعدے کو غنیمت سمجھ کر جمع بھی کیا۔ مگر ثبوت خلافت شیخین کا ذکر قرآن مجید میں پاتے تو کہاں پاتے وہی قیاسی قصہ بیان کرنا شروع کر دیا جس قیاس پر مذہب اہل سنت کی بنا پر جسکو سکر ذی فہم سامعین شکستہ دل ہو گئے۔ اور اس شکستہ ولی کا مولوی صاحب کو اقرار کرنا پڑا۔ جس اقرار کی نقل بلفظ میں لکھ دی ہے۔

زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح اگر خلافت شیخین کے ثابت کرنے سے عاجز ہوئے تھے تو اب پھر یہ تو فرض تھا کہ شیخین کے کامل الایمان فوت ہونے کو تو ثابت کر دیتے اور اشتہار آئینہ حق نامین جو بجا لجاتے اہل سنت شیخین کے اس دنیا سے با ایمان فوت ہونے کا اثبات کیا گیا تھا اسکی تو تردید کر دیتے۔ مگر اسکی بھی تردید نہ کر سکے۔ سچ بھی تو ہے کہ مولوی عبد الکریم صاحب سے انگریزی تعلیم یافتہ عالم اپنے علماء و مذہبی کے اقارات کی تکذیب کے دلائل کہاں سے پیدا کر کے شیخین کے کامل الایمان مرنے کو ثابت کر سکتے۔ مجبور ہو کر سکوت اختیار کرنا پڑا۔ اور ذی فہم کیو اے بجز سکوت کے چارہ کیا تھا۔ مگر مولوی صاحب ممدوح سے ایک غلطی بہت سخت ہوئی۔ جب انکو اشتہار آئینہ حق ناما دیکھا اضطراب اور قلق پیدا ہوا۔ اور عرصہ تک وہ سوچتے بھی رہے کہ شیخین کے الزامات کو کس طریقہ سے دفع کروں اور اس فکر و غم میں اونھوں نے خواب بھی دیکھا جسکا ذکر اونھوں نے اپنے لیکچر کے صفحہ دوم میں لکھا ہے تو جو ہدایت اذکو خواب میں ہوئی تھی وہ عمل کرنے گرا فوسس ہو کر اونھوں نے اپنے خواب پر بھی عمل نہ کیا۔ مولوی صاحب ممدوح نے جو خواب دیکھا اسکی نقل انکے لیکچر سے بحسبہ ذیل میں کیے دیا ہوں تاکہ ناظرین مولوی صاحب کے مبارک خواب سے بھی مطلع ہو جاویں۔

نقل عبارت مولوی عبد الکریم صاحب مندرجہ صفحہ دوم پیپر مرقومہ نمبر ۱۱۶ فروری ۱۹۱۶ء

مرتبہ اسلام
۴۲۱
تجوڑا خیر

جب میں نے اس لیکچر کے دینے کا ارادہ کیا ممولہ جناب باری تعالیٰ میں بہت بہت دعا کی اور اپنے سید مولا رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا انتظار کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کام میں مجھے اپنی روح سے تائید بخشی لیکچر کے عین دن کی رات کو کیا دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی بشر میرے دوست چودھری نصر اللہ خان صاحب و کین سیالکوٹ کی تمثیل میں آیا۔ اور مجھے بڑی خوبصورت عینک دکھائی۔ میں نے اسے تجربہ کر کے بنائی کے لئے نوقی العادہ نو بخش اور تقویت وہ پایا قیمت پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ میں یہ آپ کے لئے ہم یہ لایا ہوں۔ میرے دل میں اس سے بڑا یقین حاصل ہوا کہ اس کام میں اللہ تعالیٰ میری بڑی نصرت کریگا۔ الی آخر۔

جناب مولو صاحب خواب تو آپ نے بہت عمدہ دیکھا اور اس خواب میں ہدایت بھی آپ کو اچھی ہوئی مگر چونکہ رجوع آپ کا جانب گمراہی تھا بدینوجہ اس خواب نے آپ کو کوئی نفع نہ بخشا اور آپ نے مطلب اوسکا اولٹا سمجھا۔ بقول سعدی سے

انصیحت کن مرا چند ان کہ خواہے کہ نتوان شستن از زنگے سیاہی
دیکھئے میں اس خواب کا مطلب آپ کو سمجھاے دیتا ہوں اور تعبیر کے دنیا ہوں قبول کرنا نہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ اس بات کو اس دنیا کے کل ڈاکٹر اور حکیم اور تمامی عقلا تسلیم کہ چلے ہیں کہ چشمہ یعنی عینک کی احتیاج اوس شخص کو ہوتی ہے جسکی بصارت کم ہو جاتی ہے۔ چونکہ آپ نے اشتہار دیدہ یا تھا کہ میں خلافت شیخین کو قرآن مجید سے ثابت کر دگا اور یہ امر محال عقلی تھا اگر شیخین کی خلافت کا قرآن مجید سے ثابت ہونا ممکن ہوتا تو نیرۃ سو برس سے بڑے بڑے زبردست علماء اہل سنت مجبور ہو کر یہ نہ کہہ دیتے

کہ خلافت کا تعین خدا پر یا رسول خدا پر واجب نہ تھا بلکہ یہ امر امت کے اختیار میں چھوڑا گیا کہ جسکو چاہیں اجماع کر کے اپنا خلیفہ بنالین۔ اسی بنا پر امت نے اجماع کر کے شیخین کو اپنا خلیفہ بنایا اسکے ثبوت میں صحیح مسلم و صحیح بخاری وغیرہ کتب معتبرہ کو ملاحظہ فرمائی اور شرح عقائد نسفی کا صفحہ ۹۴۔ ۹۵ دی گئی۔ خلافت اللہ اکبر
 بِمَا بَشَّرَهُمُ عَنْ الرَّسُولِ فِي إِقَامَةِ الدِّينِ بِحَيْثُ يَجِبُ عَلَيْهِ كَافَةُ الْأُمَمِ الْإِتِّعَافُ
 ثُمَّ الْإِجْمَاعُ عَلَى أَنَّ نَصَبَ الْإِمَامِ وَاجِبٌ عَلَى الْخَلْقِ لَا يَجِبُ عَلَى اللَّهِ
 بِدَلِيلٍ سَمْعِيِّ أَوْ عَقْلِيِّ لِقَوْلِهِ ۱۔ ترجمہ خلافت یعنی نیابت

طرف سے رسول کے قائم کرنے میں دین کے بانی طور کہ بیعت اوسکی اور پر سب امت کے واجب ہو اور اس امر پر اجماع ہے کہ نصب کرنا امام کا واجب ہے خلق پر و نہیں واجب ہے اور پر ائمہ کے بدیل حدیث اور بدیل عقلی۔

اب غور فرمائیے کہ اگر قرآن مجید سے شیخین کی خلافت ریگ وریا کے ایک ذرہ کے برابر بھی ثابت ہوئی۔ نوٹڑے بڑے علماء و اہل سنت مجبور ہو کر اجماع امت کی جانب رجوع کرتے۔ چونکہ آپ کا یہ دعویٰ کہ خلافت شیخین قرآن مجید سے بین ثابت کرو گانا نامی متقدمین و متاخرین علماء و اہل سنت و قرآن مجید کے خلاف تھا۔ اور آپ نے امانت چاہی خدا سے اور غالباً یہ دعا و طلب اعانت کی

آپ نے رجوع قلب کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی سادہ لوحی کے سبب اپنی گمراہی سے بالکل بے خبر ہیں لہذا آپ کو ہوشیار کرنے اور راہ راست کی شناخت بتلانے کی غرض سے حالت خواب میں ہدایت ہوئی اور چشمہ یضہ عینک آپ کو ملی جسکا مطلب یہ ہے کہ عینک دینے والا آپ کو ہدایت کرتا ہے اور اشارہ کرتا ہے آپکی نابینائی پر اور آپ سے کہتا ہے کہ بصارت تمھاری جاتی رہی ہے جو دعویٰ دروغ کر بیٹھے ہو اور غاصبان خلافت و برباد کنندہ دین محمدی کی خلافت

ربیع اسلام

۲۳

تجویرائیں

قرآن سے ثابت کرنے بیٹھے ہو۔ بلکہ آئینہ حق نمایں و بارہ منافقت شیخین
 کو کھچ لکھا ہے وہ سب صحیح و درست ہے تم اوس کے خلاف کوشش کیون کرتے ہو
 بھارت تمھاری جاتی رہی ہے آنکھوں پر عینک لگاؤ اور نظر انصاف سے
 عینہ حق نما کو دیکھو اور گمراہی کو ترک کر کے راہ راست اختیار کرو۔ اور دعویٰ
 روم کے ذریعہ سے خلق اللہ کو گمراہ مت کرو پس آپ کے خواب کی صحیح
 تفسیر یہ ہے جو میں نے بیان کی اس دنیا میں جو بڑے بڑے عالم تعبیر کہنے
 والے ہیں ان سب کو میرے مقابلہ میں جمع کر کے اپنے خواب کی تعبیر سن
 لیجئے ہر تعبیر میں نے بیان کی ہے سب اسی پر اتفاق کریں گے۔ اگر کسی نے
 اختلاف کیا تو میرا ہاتھ ہے اور اوسکا گریبان۔ افسوس ہے کہ اس صاف اور
 صریح ہدایت پر بھی اگر آپ گمراہی میں پڑے رہیں اور خلق اللہ کو بھی گمراہی
 میں پھنساؤ تو تمکو اختیار ہے۔

من انہی شرط بلایع است با تو میگویم تو خواہ از سخن پند گیر و خواہ ملال
 بمکار افسوس ہے کہ مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نے خواب میں ہدایت
 پا کر بھی راہ راست کو اختیار نہ فرمایا۔ اور اپنی گمراہی پر اصرار کرتے رہے
 قرآن مجید سے تو خلافت شیخین کو ثابت نہ کر سکے وہی پرانا سبق یعنی دلائل
 قیاسی بیان کرنا شروع کر دیا کہ جن دلائل قیاسی پر اہل سنت کے مذہب کا
 دار و مدار ہے۔ اور وہ دلائل قیاسی بھی حضرت نے اپنی طبیعت پر زور دیکر
 بیان نہیں فرمائیں بلکہ جناب نواب حسن الملک بہادر بالقابہ نے جو قیاسات
 اپنی کتاب آیات مبنیات میں لکھے ہیں اور جنکا چھٹا شیخون نے علی الجہت
 میں کیا ہے ان قیاسات کا تھوڑا سا خلاصہ کر کے حضرت نے بیان کر دیا
 اور اوسکا کہ شہید دن میں داخل ہو گئے جسکو سنکر اویسین کے ہم مذہب اہل سنت

اتحاد افرات کر کے جلسہ سے اوٹھ گئے جسکا اقرار مولوی صاحب ممدوح اپنے لیکچر کے صفحہ دوم میں کرتے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ان کے ہم مذہب اگر کتاب رمی الحجرات کو مطالعہ کرینگے تو مذہب اہل سنت سے بالکل بدگمان ہو جائینگے۔

مولوی عبد الکریم صاحب نے جو اپنے دعویٰ کے خلاف دلائل قیاسی ثبوت خلافت شیخین میں بیان فرمائی ہیں ان کا تذکرہ اس مقام پر باعث طوالت ہے اور ان دلائل کا جواب کتاب رمی الحجرات میں بالتصریح موجود ہے۔ لہذا میں اس سے زیادہ اور کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتا کہ صاحب رمی الحجرات نے جسکے لکھا ہر جھکو ان کے ساتھ اتفاق ہے۔ لیکن بنظر ہمدردی اسلام میں مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی اور ان کے ہم مذہبوں اور ہم خیالوں پر اس بات کا ظاہر کر دینا فرض سمجھتا ہوں کہ جس طرح زمانہ حال میں ان کے ہم مذہب مرزا احمد صاحب قادیانی نے اپنے مرشد برحق امام صادق ہونے کا دعویٰ کیا ہے جسکو مولوی صاحب ممدوح نے اپنے لیکچر کے صفحہ دوم میں قبول کیا ہے۔ اس طرح حضرات خلفائے ثلاثہ بن بیٹھے تھے۔ پس مرزا احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ بھی بر بنیاد تقلید حضرات خلفائے ثلاثہ ہے۔ اور انریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب بہادر بالقابہ جو اس وقت دعویدار امارت ہیں اور اپنے کو ریفارمر کہتے ہیں یہ دعویٰ بھی بر بنیاد تقلید خلفائے ثلاثہ ہے۔ اور نیز یہ جو خلیفہ ہوا وہ بھی تقلید خلفائے ثلاثہ کی تھی۔ اور حضرات خلفائے ثلاثہ کی ان تقلید و ن نے مذہب اسلام میں اختلاف کی بنیاد قائم کر کے خاندان نبوت کا چراغ گل کر دیا اور اسلام کو ایسا خراب کیا کہ جسکی اصلاح ناقیامت محال ہو گئی ہے۔

مجمع سے خلافت کا جو ایجاد ہوا محبوب خدا کا باغ بر باد ہوا
عاشورہ کو کر بلا بن گھر زہرا کا ایسا او جڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

خاتمہ

اس وقت کتاب تذکرہ ائمہ خلفاء مصنفہ مولوی محمد جانگیر خان صاحب ٹکڑہ آبادی اور کتاب لوہکا
ہشتنار فروخت محرابیہ محمد بخش و عاشق علی ساکنان چیتہ گھاٹ اگرہ و بندہ علی حسنان و
محمد شاہ خان مالکان طبع ستارہ بند اگرہ میرے سامنے ہے اور عبارت مندرجہ ذیل کو
بقدر دیکھ رہا ہوں

مقتل عبارت صفحہ ۲۷۱۔ تذکرہ ائمہ خلفاء۔ واضح ہو کہ مجاہدہ سوالات لا جواب ہندرجہ
بدیہ بنی کو شائع ہونے سے مدت مدید گزری مگر ہنوز کسی صاحب اجنبی ادکا حوصلہ نہ پڑا کہ
اس کے جواب باصواب لکھنے میں عادلانہ قلم تہذیب رقم اوٹا وین اس سکوت کا نام عجیب
نام نہ رکھا جاوے تو کیا کہنا چاہیے۔ کافرون میں گودڑ ٹھوننا اور آنکھوں پر ٹپی باندھنا
وہیں شکست فاش کی ہے۔ اور امام غائب کی طرح گوشتہ عافیت میں بیٹھ کر غایوں کو
ہمارے مقابلہ میں کمر ہمت کی بندھنا اور ٹی کی اوٹ میں تھوڑے تپ لگانا۔
الٰہی آئینہ۔

مقتل عبارت ہشتنار محمد بخش و عاشق علی وغیرہ معیار الہدیٰ مولفہ نیم حکیم فیروز آبادی
کا ترکی بہ ترکی جواب باصواب اسم ہاسی تذکرہ ائمہ خلفاء تیار ہوا۔ مرزا صاحب جواب
لکھا اچھو پینہ ہے اور شینہ چڑانا اور چیز۔ ذرا اپنے عنوان ٹائٹلس اتنا عی کو کہ
اہل سنت نہ لکھیں بحد غیرت معائنہ کیجئے۔ پھر ہمارے نشان ٹائٹلس اہل داعی کو کہ
خاصات اہل شیعہ انعام معینہ پر جواب لکھیں بعد عبرت ملاحظہ کیجئے۔
یہ عبارتیں شہادت دے رہی ہیں اس بات کی کہ شیعہ جھگڑے اور فساد سے کنارہ کش
ہوتے جاتے ہیں اور اہل سنت کی جانب سے جو مذہبی حملے ہوتے ہیں اون حملوں کے
جواب میں صرف اپنے ہم مذہبوں کی تسلیم تلقین کے واسطے شائع کر دیتے ہیں تاکہ

کوئی ناواقف گمراہ نہوئے پاوے اس کنارہ کشی پر ہی اہل سنت بذریعہ اس قسم کی تحریروں کے شیعوں کی طبیعتوں کو مشتعل کر کے اس خدانہ مین فتور ڈالنا چاہتے ہیں اور جب سنیہ ترکیب کی جواب دینے تو پھر اہل سنت عدالت کو نالاش کرنے دوڑینگے۔ ان عبارتوں کے ساتھ مندرجہ ذیل اشعار بھی میرے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔

فرعون کو کس طرح کیا غرق خدا نے	نمرود کو برباد کیا حسد ص و ہوا نے
شہداد کو اک دم کی زحمت دی قضا نے	کیا ہو گئے قارون کے چالبیس خزا نے
گر گر کسی خود سر کو سنبھلتے نہیں دیکھا	موزی کو کبھی پھولتے پہلتے نہیں دیکھا

میں ان عبارتوں کو دیکھ کر متعجب ہوں کہ شمس الضحیٰ نجم المہدیٰ و رمی النجرات میں شیعوں نے حضرت رجواب دئے ہیں اور جوابات سے مولوی محمد جہانگیر خان صاحب اور ان کے ہم مذہبوں اور ہم خیالوں کی تسکین نہیں ہوئی اب اگر مشل میر شیر صاحب مرحوم کے کوئی شیعہ مولوی صاحب ممدوح کی مہتاب میں مشل کتاب کتاب کوئی جدید کتاب سروس کرے تو غالباً تسکین ہو۔ اور وقت عدالت میں نالاش کرے جاوینگے۔ کیونکہ میر شیر صاحب مرحوم کی کتبہ کتاب سے حضرت کی سیری نہیں ہوئی۔

جناب مولوی صاحب کتاب موسوم بہ تفسیر خوارج و اہل سنت مطبوعہ مطبع الانوار خاں لکھنؤ مصنفہ جناب مولوی سید محمد حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ میں آپ کے کل سوالات کا جواب شیعوں کی جانب سے اسی محاورہ میں دیا گیا ہے جو محاورہ کہ آپ نے اختیار کیا ہے اس کتاب کو طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیے۔ غالباً اوسکے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہو جاوے گا کہ آپ کی سخت کلامی کا اور سوالات بے سرو پا کا شیعوں نے کس عمدگی سے جواب دیا ہے۔ اس تنازعہ کے فیصلہ میں یہ بات ضرور قابل تسلیم ہے کہ جب نجم المہدیٰ بجواب مولوی محمد جہانگیر خان صاحب سنی المذہب لکھی گئی تھی تو

یہ کتاب تو بالخصوص اہل سنت کے مطالعہ کے لائق تھی پھر اس کتاب پر جو یہ عبارت لکھی گئی کہ حضرات اہل سنت نہ اس کتاب کو خرید کریں نہ ملاحظہ فرماویں تو پھر جواب لکھنے سے کہا فائدہ۔ لیکن جب میں اہل سنت کے اوس فتنہ و فساد پر غور کرتا ہوں کہ وہ اپنی نصنسیفات میں بوردل میں آتا ہے شیعوں کے اور پیشوا بیان شہ جان کے حق میں کلمات سخت لکھ دیا کرتے ہیں اور دشنام دہی میں مطسلق دروغ نہیں کرتے مگر شیعوں یہ سخت باتیں سن کر سکوت اختیار کرتے ہیں اور جب کوئی شیعہ چین ہو کر ترکی بھر کی جواب لکھ دیتا ہے تو اہل سنت واسطے ناشیں کے عدالت کو جاتے ہیں پسند انالشی عدالت سے محفوظ رہنے کے واسطے شیعہ اپنی کتاب پر لکھ دیتے ہیں کہ حضرات اہل سنت اس کتاب کو نہ دیکھیں اور نہ حسد فرماویں۔ اور شیعہ جب قدر دے جاتے ہیں اور سنت اوسقدر زبان درازی کرتے ہے جاتے ہیں۔ جس زبان درازی کا ایک ادنی ثبوت عبارت کتاب مولوی محمد بنانگیر خان صاحب و عبارت اشتہار محمد بخش و عاشق علی مذکورہ بالا سے بخوبی ہوا ہے جسکی میں نقل کر چکا ہوں اگر شیعہ اپنی کتابوں پر یہ نہ لکھا کریں کہ اہل سنت اس کتاب کو خرید نہ فرماویں تو کیا اہل سنت شیعوں کی مصنفہ کتابوں کو خرید نہ کر مطالعہ فرماویں گے۔ ہرگز نہیں۔ اہل سنت تو کسی حالت میں شیعوں کی مصنفہ کتابوں کو نہ خرید کرتے ہیں نہ مطالعہ کرتے ہیں اور ان کے عالموں نے ان کو ایسا ڈرا دیا ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں حسد ہے کہ جس کے ڈر سے کوئی سنی شیعوں کی کتاب نہیں دیکھتا خریدنا نوکھا اگر اہل سنت شیعوں کی کتابیں مطالعہ کرتے تو اب تک بے انتہاستی شیعہ ہو جاتے۔ پھر شیعوں کا اشتہار ممنوعی لکھ دینا اپنے کو آئندہ فسادات سے محفوظ کرنا ہے۔ مولوی محمد جانا صاحب

و عاشق علی و محمد بخش و بندہ علی حنان و محمد شاہ خان کا مسئلہ اس شتعال سے غالباً یہی ہے کہ کوئی تازہ فساد قابل عالت پیدا کیا جاوے اور اس پر اس سے کوئی رقم چٹ۔ ہ کی جمع کی جاوے اگر شیعہ اپنی کتاب پر لکھ دیتے ہیں کہ کوئی سنی نہ دیکھے تو قباحت کیا ہے جن اہل سنت کو شوق ہے وہ ہر حالت میں دیکھ ہی لیتے ہیں یہ ممانعت تو صرف فتنہ پردازوں کے انسداد کے واسطے لکھ دی جاتی ہے۔ تاہم مجھ کو حیرت ہے کہ شیعہ اس قدر کیوں دہشتہ ہیں۔ اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ شیعوں میں ہمدردی بالکل نہیں ہے۔ چنانچہ جن شیعوں پر اکہ آباد و لکھنؤ وغیرہ میں اہل سنت کی جانب سے امور دینی میں معتدے دائر ہوئے اور ان کی اعانت کسی شیعہ نے نہیں کی اور غیرت کے سبب مظلوم شیعہ طالب اعانت ہی نہیں ہوئے۔ مگر اہل سنت امور دینی میں ہر قوم کے معتاد بلکہ میں بچشم زدن داسے درمے قدمے واسطے اعانت کے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اسی حمایت کے ہر وہ پر مولوی محمد حسن گنیر خان صاحب اور محمد بخش و عاشق علی و بندہ علی خان محمد شاہ خان کو عبارت مذکورہ کے تحریر کی جسرات ہوئی۔ لہذا ہمدردی پیدا کرنے اور اتھناق قوی کی تکمیل کی غرض سے بنظر اشاعت دین و حفاظت اسلام میں چاہتا ہوں کہ ایک قوی اخبار شیعوں کا ایسا جاری ہو جاوے کہ جو ہندوستان کے ہر مقام پر شیعوں کے پاس پہنچا کرے۔

پس اپنی قوم کو غیرت دلانا اور عبرت کا مادہ پیدا کرنا قوم کے ہر انسان پر ضرر ہے۔ اور جس قوم میں غیرت باقی نہیں رہتی اس قوم

نقشہ صحت الفاظ کتاب قول فنیل معروف بہ قلع ہلما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۶	تہک	تہک	۲۹	۱۷	مجرہ	مجرہ
۳	۱۷	جاسے	جاسے	۳۰	۱۸	جانتا	جانتا تھا
۴	۱۸	نفس	نفس	۳۱	۱۹	گوارا کئے	گوارا کئے
۵	۲۱	پیشواؤن کا	پیشواؤن کے	۳۲	۲۰	افرادوں	افرادوں
۸	۱۸	انوار الہدیٰ	انوار الہدیٰ	۳۷	۲۱	بیانہ	بیانہ
۱۰	۲۱	سمس	سمس	۳۹	۱۶	قریب	قریب
۱۱	۷	ملت	ملت	۴۱	۶	انیرا	انیرا
۱۳	۲۲	سد العرب	سد العرب	۴۰	۲۰	چند باز	چند باز
۱۵	۱۲	لوالی	لوالی	۴۲	۱۲	ما عند	ما عندی
۱۷	۱۲	سجدًا	سجدًا	۴۳	۱	ازادہ	ازادہ
۱۶	۳	عبداللہ	عبداللہ	۴۰	۱۱	خلافت	خلافت
۱۷	۹	المصیرورۃ	المصیرورۃ	۴۸	۱۸	سیف ہسلول	سیف ہسلول
۱۷	۱۳	اقرارات	اقرارات	۴۵	۱۲	ہی	ہی
۱۹	۶	سہرت	سہرت	۴۰	۱۶	ہوتا	ہوتا
۲۱	۶	نفرت	نفرت	۴۷	۳	انین	انین
۲۲	۷	کرتے	کرتے	۴۸	۱۲	عثمان	عثمان
۲۳	۱۱	مشکل	مشکل	۴۰	۱۷	سند	سند
۲۴	۲۲	ہو جاتے ہیں	ہو جاتے ہیں	۴۹	۱۹	تو کہ عظیمین	تو کہ عظیمین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		اولیٰ دوازده	لکھی گئی ہے	۶۷	۲	اخل	داخل
		امام کی امامت	قابل قلمزد ہوئی	"	۱۹	اہل	اہل
		کو حق سمجھتے	ہے	"	۵	قرابت	قرابت مند
۵۲	۶	۴۱۶	۳۱۶	"	۱۲	ہوتین	ہوتے
۵۳	۱۵	قرانی	قرآنی	۶۹	۷	چارو	چارون
"	۱۰	سمجھنا	سمجھانا	۷۱	۴	ابوشحہ	عبدی اللہ
۵۵	۵	ہوتے	ہوے	۷۲	۹	سورہ	سورۃ
"	۲۱	نب	تب	۷۴	۱۷	یہ	یہ کالفظ زائد
۵۶	۱۱	با	یا				لکھا گیا ہے
"	۱۶	گرو تھا	گروٹھا	۷۵	۲۰	گردیا ہے	گردیا ہے
۵۶	۵	زرگون	بزرگون	۷۶	۱۱	راضی ہو	راضی ہوا
"	۶	سودہ	سورہ	۸۵	۱۵	کات	کاٹ
۵۸	۵	دفل	دلیل	"	۱۵	بدیار	بدیار
"	۱۳	گواہ ہیں	گواہ رہیں	"	۱۶	دار بدیار	دیار بدیار
۵۹	۱	سعد	سعید	۸۶	۲	بدیار	بدیار
۶۰	۱۰	ال محبت	آل محمد	"	۱۱	عثمان نے	عثمان کے
"	۲۱	صحت	صحت	۸۸	۱۹	بمقابلہ	بمقابلہ
۶۲	۱	جنکو	جنکی	"	۲۰	لعنہ	لعنہ
"	۷	قرابت	قرابت	۹۴	۱۱	ندہنی	ندہنی
۶۵	۴	تواصب	نواصب	۹۵	۲۰	گئے	کئے

۳۳۳

صفحہ	سطر	قسط	صحیح	صفحہ	سطر	عسلط	صحیح
۹۶	۱۶	قصۃ الشوری	قصۃ الشوری	۱۱۱	۱۹	رضاء حکم	رضاء حکم
۹۸	۲	نیچرن	نیچری	۵	۲۱	شرع کی	شرع
۹۹	۷	دل	دل	۱۱۷	۱	حسکی	جنگلی
۷	۱۰	پٹا ہی کی	پٹا ہی کی نقل	۱۱۸	۳	شفیق	شفیق
۱۰۱	۵	نیوت	نیوت	۱۲۳	۴	متع	سُخ
۷	۱۳	مباہلہ	مباہلہ	۷	۲۰	اجودہ	بوجودہ
۷	۱۵	ایضاً	ایضاً	۱۲۵	۷	قبول	قبول
۱۰۲	۹ و ۸	سب روزوں	سب روزوں	۱۲۸	۲۰	نہین	نہین
		سے زیادہ	سے زیادہ شک	۱۳۵	۱۵	بہ	یہ
		نہ شک ہوا	ہوا مجھے آپ کی	۷	۳۰	کات	کات
		تجھے آپ کی	نیوت میں جگے	۱۳۷	۱۲	بعض	بعض
		نیوت میں مگر	روز	۷	۱۴	بعوض	بعیوض
۱۰۳	۶	رسوال	سوال	۱۳۹	۱۲	حضرت علیہ السلام	حضرت علی
۱۰۶	۶	ازالمتہ	ازالمتہ			علیہ السلام	علیہ السلام
		المنخفا	المنخفا	۱۴۵	۴	قانہ	قانہ
۱۰۷	۶	حرف الباء	حرف الباء	۱۴۶	۸	سبب	نسبت
۷	۱۰	ازالۃ المنخفا	ازالۃ المنخفا	۷	۱۳	ذبیح الحسن	ذبیح الحسن
۱۰۹	۲۱	مسلمانوں کا	مسلمانوں کا	۱۵۴	۱۳	خلافت	خلافت
		منرقہ	منرقہ	۱۵۵	۳	باتفاق	بالاتفاق
۷	۹	بغرض محال	بغرض محال	۱۶۱	۴	کثرت سے	کثرت

صفحہ	فصل	صحیح	صفحہ	فصل	صحیح
۱۹۲	۱۹	خوشی	۲۰۶	۱۹	تیار
۲۰	۲۰	اجنگ	۲۰۸	۱۲	خلافت
۱۴۹	۱۰	یزید ابن	۱۲۷	۱۲۷	یہ لفظ زائد
۱۴۹	۲۱	ہونیکے			لکھا گیا
۱۸۱	۹	خلق اللہ	۲۰۹	۱۰	عداوت کے
۱۸۲	۱۳	لہذا			میبہ
۱۸۶	۱	آغا	۲۱۰	۱۸	رفاقت
۲۳	۳	حجرۃ	۲۱۲	۲۰	طعن کے
۱۹۰	۱۱	معنی ہے	۲۱۳	۷	شلمی
۱۹۱	۱۶	اس	۲۲۰	۲۱	اقاد
۱۹۵	۱۱	نوبت	۲۲۱	۱۱	درود بھیجا
۱۹۸	۱۲	قال المقداد	۱۲۷	۱۲۷	وصیب
۲۰۲	۲	اوسے	۲۲۳	۲	اہلبیت
۲۰۲	۱۲	بامۃ	۲۲۷	۲۰	گفتگو
۲۰۲	۱۹	باعث	۲۳۲	۲۰	اشاعت
۲۰۴	۱	قربالی			اشاعت
۵	۵	پیشوایار	۲۳۸	۱۰	ایمان دار
۱۸	۱۸	ترا	۲۲۹	۱۱	نہ برہنہ تن
۲۰	۲۰	ابو شحمہ	۲۳۵	۱	حکرا
۲۰۵	۱	ایضاً	۲۳۶	۶	ہم مذہبون

صفحہ	عنوان	صفحہ	صفحہ	صفحہ	عنوان	صفحہ	صفحہ
۲۳۸	یاور	۳	۲۳۸	۱۸	جندق	۱۸	۲۳۸
۲۳۹	یا یقوم	۱۷	۲۳۹	۱۵	طاعت	۱۵	۲۳۹
۲۴۰	مولانا اسم	۲۱	۲۴۰	۱۵	رستم زبان	۱۵	۲۴۰
	وال من اللہ			۵	علیہ السلام	۵	۲۴۳
	وعدا دین				نے		
	عسا دا ہ			۱۶	خلافت	۱۶	۲۴۷
	قلقہ عمر			۱۶	وکذا	۱۶	۲۴۸
	بعد ذالک			۲۱	ازواج	۲۱	۲۸۰
	فقتال لہ			۷	گردائے	۷	۲۸۱
۲۳۳	توسب پر	۸	۲۳۳	۱۲	جاشینی	۱۲	=
	مجھے	۹		۱۶	حب	۱۶	=
۲۳۴	اسبیل	۵	۲۳۴	۹	مذہب	۹	۲۹۲
۲۳۵	حضرت	۱۱	۲۳۵	۱۶	بجائی	۱۶	۲۹۳
	حسا	۲۱		۸	خلافت	۸	۳۰۱
۲۳۶	ادترے	۱۳	۲۳۶	۱۱	قلوت	۱۱	۳۰۴
۲۵۸	مذہب	۱۹	۲۵۸	۲	لہذا	۲	۳۰۵
۲۴۲	مذہب	۹	۲۴۲	۲۰	ہنگایا	۲۰	۳۰۷
۲۴۳	کئے	۱۷	۲۴۳	۱۷	نافرمانی	۱۷	۳۰۸
۲۴۸	عبد القادر	۱۰	۲۴۸	۱۰	عاجزا	۱۰	۳۰۹
	صاحب			۱۶	انوا	۱۶	۳۱۳

ردیف	تاریخ	شرح	مبلغ
۱	۱۳۰۰
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰